اسلام علیکم !!!

ہماری ویب سائٹ پر شائع ہونے والے تمام ناولز اور مواد بمعہ مصنفہ / مصنف کے نام سے محفوظ ہیں۔

بغیر اجازت کوئی بھی شخص ان تمام ناولز یا مواد سے متعلق مسودہ ویب سائٹ یا مصنفہ / مصنف کی اجازت کے بغیر نقل نہیں کرسکتا۔

نقل شدہ مواد پکڑے جانے کی صورت میں متعلقہ فرد/ بلاگ/ ویب سائٹ کو درپیش آنے والے مسائل کا وہ خود ذمہ دار ہوگا۔

نوٹ:

ہمیں اپنی ویب سائٹ کلاسک اردو میٹیریل کے لیے لکھاریوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول/ناولٹ/افسانہ/کالم/آرٹیکل/شاعری شائع کروانا چاہتے ہیں تو اردو میں ٹائپ کر کے مندرجہ ذیل ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں بھیج سکتے ہیں۔

Email Address

bestreadingmaterial@gmail.com

Classicnovels04@gmail.com

Facebook Group: Classic Urdu Material

Facebook Page: https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

ان شاءاللہ آپکی تحریر ایک ہفتہ کے اندر اندر ویب سائٹ پر شائع کر دی جائے گی۔

مزید تفصیلات کے لیے اوپر دیے گئے ای میل ایڈریس پر رابطہ کریں۔

شکریہ

انتظامیہ کلاسک اردو میٹیریل

Classic Urdu Material

نئے موسم کی سحر

از قلم نورِ شال

مکمل ناول

" خواہش.....کتنا خوبصورت اور پیارا لفظ ہے نا_ دل کی گہرائیوں میں اثر کر جانے والا_ دنیا میں ایسا کوئی نہیں جو خواہشات کے سُندر سپنے نہ دیکھتا ہو - کچھ ایسے خوش قسمت لوگ بھی ہوتے ہیں جنکی ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے مگر کچھ بد قسمت اور ..... تقدیر کے مارے بھی ہو تے ہیں جو اپنے دل میں خواہش, خوبصورت سپنے تو رکھتے ہیں لیکن وہ کبھی بھی پورے نہیں ہوتے اور وہ ایک ایک لمحہ تکلیف میں گذار دیتے ہیں -"

اس نے بھی خواہش کی تھی, اس نے بھی سپنے سجائے تھے.....پھر کیا ہوا نہ وہ کسی سے کچھ کہنہ سکی اور سب کچھ دل ہی دل میں دفن ہو کر رہ گیا -

Classic Urdu Material

کافی دیر سے ایک ہی پوذیشن میں بیٹھنے کی وجہ سے اس کی کمر اکڑ گئ تھی - تکیہ کمر کے پیچھے رکھ کے جہازی سائز بیڈ کی بیک سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے خود کو پُر سکون کرنا چاہا لیکن ناکام رہی - جب دل ہی مضطرب تھا پھر کیسے اس کو کچھ اچھا لگ سکتا تھا-

حقیقت تو یہ تھی کی اس نے کوئی خواب نہیں سجائے تھے - تقدیر کے فیصلوں نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی کہاں دیا تھا,ایک کے بعد ایک امتحان اسکا منتظر کھڑا تھا- یہاں بھی جیسا اسکااستقبال ہوا تھا اس سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ صرف اس رشتے میں ماموں جان کی رضا مندی شامل تھی باقی مکین کی نہیں - وہ اور اسکی زندگی جس کے نام کر دی گئ تھی سوائے اسکے نام کے .....وہ تو اسے جانتی تک نہیں تھی -

حنا کی خوشبو کو محسوس کرتے ہوئے اس نے چونک کر اپنی ہتھیلیوں کی طرف دیکھاجہاں مہندی کے خوبصورت نقش و نگار اپنا رنگ چھوڑ گئے تھے - ہاتھوں سے ہوتے ہوئے اس کی نظریں سامنے پڑے بڑے,مگر خوبصورت سے ڈریسنگ ٹیبل پرجا ٹکیں جہاں اسکا دلکش سراپا پوری آب و تاب سے دمک رہا تھا- ڈریسنگ ٹیبل کی داہنی طرف وارڈ روب اور بائیں سائیڈ پہ واش روم جبکہ بیڈ کی ایک طرف صوفے سیٹ کیۓ گئے اسکے ساتھ ہی گلاس ونڈو جو شاید لان کی طرف کھلتی تھی - خوبصورت پینٹ اور ہم رنگ پردے ,امپورٹڈ سینریز اور نجانے کیا کچھ تھا- اس ہال نما کمرے کے صوفے سے لے کر بیڈ شیٹ تک ہر چیز نہایت قیمتی اور اسٹائلش دکھائی دے رہی

تھی - اس کمرے جتنا تو اسکا پورا گھر تھا,اس نے زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا,لگ ژری بیڈروم دیکھا تھا-

کمرے کا بغور جائزا لینے کے بعد اس نے ایک افسردا سی نگاہ سامنے لگے وال کلاک پر ڈالی جو رات کے 2:00 بجا رہا تھا-

وال کلاک کی ٹِک ٹِک کے ساتھ اسکی سانسوں کی آواز بھی متواتر چل رہی تھی , اس سے پہلے کے وہ خود کو مزید منفی سوچوں کے حوالے کر تی ,دروازے کے قریب قدموں کی چاپ سن کر تیزی سے سیدھی ہو کر بیٹھ گئی -

دروازہ کھلا.....بند ہو گیا.....

...آنے والے شخصیت نے کوٹ سے ایک ریڈ کلر کا جیولری کیس نکال کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا,پھر کوٹ اتار کر بائیں بازو پر رکھتے ہوئے وہ وارڈ روب کیطرف بڑھا لیکن پھر کچھ سوچ کر بیڈ کی طرف آگیا - نویرہ,جو کب سے اسکے قدموں کی حرکت نوٹ کر رہی تھی یک دم الرٹ ہو کر بیٹھ گئ - اسکی دھڑکنیں اور تیزی سے دھک دھک کرنے لگیں -

"مس نویرہ! تم یہاں کیا کر رہی ہو ؟"

مقابل نے بیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بڑے تیکھے انداز میں دریافت کیا-

"مم.....میں ....."وہ ہکلائی -

"آف کورس یو! تمہارے اور میرے علاوہ اب کوئی تیسرا ذی روح تو یہاں موجود نہیں تو تم۔سے ہی کہوں گا نا۔"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی' آپ.....کیا کہہ رہے ہیں؟"
وہ ہنوز ہونقوں کی طرح اس کے بگڑے موڈ کو تک رہی تھی۔

"کیوں' میں کیا فارسی میں بات کر رہا ہوں؟"
اس نے طنز کیا تو وہ بے طرح شرمندہ ہو گئ۔

"خیر میں بھی کس جاہل سے الجھ رہا ہوں۔" وہ بڑبڑایا۔
"ویل! میں چینج کرنے جا رہا ہوں اور واپس آنے تک میرا بیڈ خالی ہونا چاہیئے, یہ جگہ نہ تمہاری ہے اور نہ کبھی ہو گی...کیپ اٹ ان یور مائنڈ!"

"لیکن میں کہاں جاؤں گی؟" وہ اسکی وارننگ پہ اپنا بھاری لہنگا سنبھالتی, بے بسی کی صورت بنی نیڈ سے اتر گئ۔

"اتنا بڑا کمرا ہے صوفے پہ, فرش پہ, کہیں بھی ایڈجسٹ کر لو..... آئی رئیلی ڈونٹ کیئر!" بے پروائی سے کہتا وہ وارڈ روب میں گھس گیا تو اسکی کب سے رکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

نویرہ اس قدر ہتک آمیز برتاؤ پر دنگ رہ گئی, اسکی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے باہر آیا تب تک نویرہ بھاری بھرکم زیورات سے خود کو آزاد کر چکی تھی - اس نے نگاہِ غلط ڈالنا بھی اس پر گوارا نہ کیا اور لائٹ آف کر کے سو گی وہ خاموش کھڑی ساری کاروائی دیکھتی رہی ,اب کمرے میں صرف نائٹ بلب جل رہا تھا-

"اوہ ! تو یہ ہے حدیر شیرازی....." اس نے سوچا- "کاش ! مسٹر حدیر... تمہاری طرح, تمہارا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہوتا-"

وہ اب تک سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ اس پر اتنا روڈ کیوں ہو رہا تھااس نے گہری سانس لی اور وارڈ روب کیطرف بڑھ گئ -

****

ہلکے سے کھٹکے پر اسکی آنکھ کھل گئ - ایک لمحے کے لیے تو وہ بھول ہی گئ تھی کہ کہاں پر ہے ؟------پھر رات کے سارے مناظر کسی فلم کی طرح اس کے ذہن کے کینوس پر گھوم گئے تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی -

وال کلاک پر ٹائم دیکھا جہاں صبح کے 9:00بج رہے ہیں - پھر نویرہ نے ترچھی نگاہ حدیر پر ڈالی جو بڑے سلیقے سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا- بلیو پینٹ اور وائٹ شرٹ پہنے وہ بے حد چارمنگ مگر نویرہ کو مغرور سا لگا-

"آپ.....کہیں جا رہے ہیں ؟"--------اس نے قدرے ڈرتے ہوئے پوچھا تو حدیر جو بائیں کلائی پہ رسٹ واچ باندھ رہا تھا ٹھٹک کر قدآور آئینے میں دیکھا 'جہاں نویرہ کا سراپا پوری طرح سے نمایاں ہو رہا تھا - وہ سادہ حلیے میں ملبوس ہونے کے باوجود بہت دلکش نظر آرہی تھی - اس کی خوبصورت آنکھیں سوجی ہوئی تھیں شاید وہ رات کو روتی رہی تھی..... حدیر نے سوچتے ہوئے سر جھٹکا-

"ہاں....."

"ہمم اچھا.....پر کہاں؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتا اور پلیز صبح صبح اری ٹیٹنگ سوالات کر کے میرا موڈ خراب مت کرو..... تمہیں برداشت کر رہا ہوں, میرے لیے یہی کافی ہے-" وہ بگڑے تیور کے ساتھ بولا-

"میں تو بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی-" وہ ممنائی-

"ایزی ویز ! آفس جا رہا ہوں..... ویسے بھی میری کونسا پسند کی شادی ہوئی ہے جو فضول میں چھٹیاں کرتا پھروں -" نا چاہتے ہوئے بھی حدیر نے وضاحت کر دی مبادا کہیں اور سوال نہ پوچھ لے -

اسقدر سخت اور غصیلے لہجے پر وہ دل مسوس کر رہ گئ,بنا کچھ کہے واش روم میں گھس گئ -
جب تک وہ فریش ہو کر باہر نکلی ملازم نہ صرف ناشتہ میز پر لگا چکا تھا بلکہ حدیر نے شروع بھی کر دیا - وہ بھی صوفے کی ایک طرف ٹِک گئ -

"اب تمہیں کیا ناشتے کے لیے اسپیشل انویٹیشن دیا جائے, اِل مینرڈ ہو یہ تو جانتا تھا پر کس قدر ہو 'اس کا اندازہ ابھی ہوا -" حدیر نے بنا دیکھے اس پر طنز کیا تو وہ بل کھا کر رہ گئ -
----"کیا ہے یہ شخص,جسے اسکی ہر بات سے پرابلم ہو رہی تھی-" اس نے غصے سے سوچا-

"میری کونسا "لو میرج" ہوئی ہے, جو میں آپ کے ساتھ ناشتہ کرتی پھروں -"
اس نے بھی دوبدو جواب دیا-

****

"اب تمہیں کیا ناشتے کے لیے اسپیشل انویٹیشن دیا جائے, اِل مینرڈ ہو یہ تو جانتا تھا پر کس قدر ہو 'اس کا اندازہ ابھی ہوا -" حدیر نے بنا دیکھے اس پر طنز کیا تو وہ بل کھا کر رہ گئ -
----"کیا ہے یہ شخص,جسے اسکی ہر بات سے پرابلم ہو رہی تھی-" اس نے غصے سے سوچا-

"میری کونسا "لو میرج" ہوئی ہے, جو میں آپ کے ساتھ ناشتہ کرتی پھروں -"
اس نے بھی دوبدو جواب دیا-

"ہاں! میں یہ کیسے بھول سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے جوابی طنز پر حدیر نے غصے سے چائے کا کپ میز پر پٹخا نتیجتاً چائے چھلک کر میز کو داغدار کر گئی۔

وہ اپنا غصہ ضبط کرتا میز پر سے کی چین اور والٹ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔وہ بھی سر جھٹک کر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی ۔

رت جگے اور صوفے پر سونے کے باعث اس کا تھکاوٹ سے برا حال ہو رہا تھا۔ گرما گرم چائے کے دو کپ اندر انڈیلے ۔۔۔۔تو جیسے سکون سا مل گیا ۔

ناشتے سے فراغت کے بعد اس نے بیڈ کی چادر درست کی, اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور کام کرتی , دھڑام سے دروازہ کھلا۔۔۔۔۔۔ تو وہ سہم گئی ۔

"واٹ دا ہیل از دس۔۔۔۔۔ (یہ کیا مصیبت ہے)؟"

حدیر شیرازی نے انتہائی غصے کے عالم میں کی چین اور بریف کیس بیڈ پر پھٹکا۔

نویرہ اس غیر متوقع صورتحال سے پریشان سی ہو گئی ۔

"کک۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا حدیر ؟"

اس نے ڈرتے ہوئے پوچھا تو وہ جارحانہ اس کی طرف بڑھا۔

"نام مت لو میرا۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ سب تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے, مجھے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی۔ جسٹ گو۔" وہ ایک دم چلایا۔

"حدیر پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "

"آئی سیڈ ۔۔۔۔۔۔ جسٹ گو فرام ہیئر ۔۔۔۔"

"مم۔۔۔میر۔۔۔۔۔۔۔"

"سنا نہیں تم نے میں نے کیا کہا۔۔۔"

وہ لہو رنگ آنکھیں لیے اس کی طرف بڑھا, سختی سے بازو دبوچا اور دروازے کی طرف دھکیل دیا۔۔۔۔۔۔ وہ جلدی سے دیوار کو نہ تھامتی تو منہ کے بل گرتی۔

اس قدر حقارت تھی اس کے من میں ۔۔۔۔۔ وہ حیرت کی زیادتی سے ششدر رہ گئی ۔ اس کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر اس کے دوپٹے میں جزب ہونے لگے۔

اس نے دھندلائی نظروں سے حدیر کی جانب دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جو بالوں میں انگلیاں پھنسائے انتہائی اپ سیٹ دکھائی دے رہا تھا۔

اس وقت اس سے کچھ بھی کہنا عبث تھا, نویرہ نے سوچا ۔ پھر وہ تیزی سے کمرے سے واک آؤٹ کر گئی ۔

****

سورج ------اس خوبصورت دھرتی کو بہت اداسی سے الوداع کہتا-------کل پھر سے طلوع ہونے کا وعدہ کرتا ---------- مغرب کی حدود میں غائب ہو چکا تھا۔

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے جب اس نے اپنے دل عزیز دو عدد دوستوں کے ہمراہ کلب میں قدم رکھا----

اطراف کا جائزہ لیتا وہ آگے کی طرف بڑھا ----تو اس کے دوستوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ اس کی چال میں ایک وقار ------ایک رعب تھا۔

اسے دیکھتے ہی ہمیشہ کی طرح ایک ہجوم اس کے آس پاس جمع ہونے لگا , جن میں زیادہ تعداد خوبرو ,اپنی جسم کی نمائش کرتی لڑکیوں کی تھی----- معمول کے مطابق نک سک سے تیار ,اس نیلی آنکھوں والے ------غیر معمولی حسن کے مالک , لڑکے کو وہ صرف دور سے دیکھ کر آہیں بھر سکتی تھیں ----اس کے قریب آنے یا اسے ہاتھ لگانے کی ہمت کسی میں نہیں تھی۔

اس وقت بھی وہ اس جم غفیر کو نظر انداز کرتا بار پوائنٹ کی طرف آ گیا۔ یہاں اسے کون نہیں جانتا تھا,اتنے عرصے سے وہ اس کلب میں آ جا رہا تھا ,یہی وجہ تھی کہ بار پوائنٹ پہ موجود ویٹر ----- اسے دیکھتے ہی ,اس کا من پسند مشروب بنانے میں مصروف ہو گیا ۔

جیسے جیسے وقت آگے سرک رہا تھا ----رش بھی بڑھنے لگا-----کلب کی جلتی بجھتی,رنگ برنگی لائٹس اور اس میں بجتے لاؤڈ میوزک پہ -------- تھرکتے وجود, وہاں کے ماحول کو قیامت خیز بنا رہے تھے۔

"ہیلو! مسٹر چارمنگ-------"

وہ ماحول سے لطف اندوز ہوتا----اپنے دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں مگن تھا جب------ ایک چہکتی,نسوانی آواز پہ اس سمیت باقی دونوں نے بھی مڑ کے دیکھا۔

"او ہائے------! واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔"

"او -----رئیلی!"

"او یس-----"

احد کے خوش گوار انداز پہ وہ مزید کھل اٹھی----لیکن جسے مخاطب کیا تھا,اس نے صرف دیکھنے اور مسکرانے پہ اکتفا کیا تو اسے کچھ سبکی محسوس ہوئی ۔

ویل! تم اچانک یہاں کیسے-----؟"

اس بات حنان نے استفسار کیا۔

"""بس ایسے ہی موڈ بن گیا تو آ گئی ۔۔۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔۔۔ہم سے ملاقات ہونی تھی نا اس لیے ۔۔۔۔۔"

احد نے پھر چٹکلہ چھوڑا۔

"ہاہاہا۔۔۔۔۔ ہاں یہ بھی ہے۔"

وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

ان کے گروپ میں حنان اور نمال کی نسبت احد اور روزیہ شرارتی طبعیت کے مالک تھے , یہی وجہ تھی کہ ان دونوں کی آپس میں بہت بنتی تھی۔

"اوکے گائز۔۔۔۔! پھر ملاقات ہو گئی ابھی مجھے جانا ہو گا۔"

دفعتًا اپنے سیل فون پہ مام کی کال آتی دیکھ کے روزیہ نے ان سے ایکسکیوز کیا۔

"دیٹس اوکے ڈیئر ۔۔۔۔" احد شائستگی سے بولا۔

"سی یو سون۔۔۔۔۔" حنان بھی گویا ہوا۔ تو وہ مسکراتی ہوئی احد اور حنان کے گلے لگے پھر نمال کی طرف بڑھی ہی تھی کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"بائے ۔۔۔۔ گڈ ٹو سی یو۔۔۔۔۔۔"

نمال نے فارمل سے انداز میں کہا اور رخ پھیر گیا۔ روزیہ کو برا تو بہت لگا ۔۔۔۔۔۔لیکن اس کی

عادات سے اچھی طرح واقف بھی تھی۔

وہ ویسے کا ویسا تھا۔۔۔۔۔۔بلکل نہیں بدلا تھا۔ روزیہ بے اختیار اسے دیکھے گئی ۔

روزیہ اصل میں ان کی پرانی یونیورسٹی فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی گروپ فرینڈ بھی تھی۔ پورے چار سال کے عرصے میں وہ واحد لڑکی تھی جو ان کے گروپ میں شامل ہو پائی تھی ,وہ بھی احد کے کہنے پر ۔۔۔۔۔۔ورنہ نمال اس کے حق میں نہیں تھا۔ روزیہ شروع سے ہی نمال کے لیے خالص جزبات رکھتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ جس کو جانتے بھی نمال کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔۔۔۔۔

****

رات کا دوسرا پہر شروع ہو چکا تھا

جب وہ دونوں جنت پیلس سے باہر نکلی تھیں۔ نا چاہتے ہوئے بھی ان کو دیر ہو گئی تھی ۔ وہ دونوں تیزی سے چلتی ہوئیں سڑک کے کنارے آ گئیں ۔ تقریبا دس پندرہ منٹ کے ان کو ایک رکشہ مل گیا تو وہ اس میں سوار ہو گئیں ۔

"بھیا ذرا جلدی چلانا بہت دیر ہو رہی ہے۔"

الوینہ نے فکرمندی سے رکشہ ڈرائیو کو کہا اور گھڑی پہ ٹائم۔دیکھنے لگی۔

"اچھا جی!۔۔۔۔۔۔۔۔ مس الوینہ کو بھی دیری کا احساس ہو گیا ہے, سن کے اچھا لگا۔ "

آئیملک کے صاف طنز پہ الوینہ نے گھور کے دیکھا تو۔۔۔۔اس نے بھی ڈبل گھورا۔

"یار! اب مجھے کیا پتا تھا کہ سدرہ کی اتنی دیر سے رخصتی ہو گی۔ "

آئیملک کے بارہا کہنے کے باوجود اس نے اسکی بات پہ کان نہیں دھرے تھے۔۔۔۔اور اب رات کے پھیلتے سائے دیکھ کے حقیقتاً اسے پریشانی نے گھیر لیا۔
گھر سے انہیں صرف نو بجے تک اجازت تھی اور اب گھڑی ساڑھے دس بجا رہی تھی۔ اپنی بیسٹ فرینڈ کی شادی میں آنے کے لیے انہیں ویسے ہی بڑی مشکل سے پرمشن ملی تھی۔

ابھی ان کا آدھے گھنٹے کا سفر باقی تھا, وہ دونوں آپس باتیں کرنے میں لگی ہوئی تھیں ۔۔۔۔۔۔جب آئیملک کی موڑ کاٹتے ہوئے دو غنڈے نما لڑکوں پہ نظر پڑی۔

"او مائی گاڈ۔۔۔! بھیا پلیز رکشہ رکیں جلدی سے۔۔۔"
رکشے والے نے گھبرا کر رکشہ روکتے ہوا سائیڈ پہ کیا اور الجھی نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

"ابی! کیا ہوا۔۔۔۔۔رکشہ کیوں رکوایا ہے؟"
اسے رکشے سے اترتا دیکھ کے الوینہ بھی اتر گئی اور پریشانی کے عالم میں اس سے پوچھا پھر اس

کی نظروں کے تعاقب میں الوینہ نے بھی سڑک کی دوسری طرف دیکھا تو اس کے پیروں تلے سے جیسے زمین سرک گئی ہو۔

سڑک کی دوسری طرف کا منظر دیکھ کے رکشہ ڈرائیور بھی ڈر گیا تھا۔۔۔۔

****

سڑک کی دوسری طرف کا منظر دیکھ کے رکشہ ڈرائیور بھی ڈر گیا۔۔۔۔جہاں دو اوباش لڑکے معصوم لڑکی کے ساتھ زبردستی کر رہے تھے۔ لڑکی خود کو ان کے چنگل سے چھڑوانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی اور ساتھ چیخ چیخ کے مدد کے لیے پکار رہی تھی۔

"بھیا! کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہیں چھڑوائیں نا جا کر۔" آئیملک نے روہانسے انداز میں کہتے ہوئے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا۔ جس سڑک پہ وہ لوگ تھے ,رات کے اس پہر سنسان پڑی تھی۔ وہ غنڈے بھی ان کو دیکھ چکے تھے۔

"نا بہن! میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ۔۔۔۔میرے بعد ان۔کا کوئی سہارا نہیں ہو گا۔ مجھے تو آپ معاف رکھیں۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں رکا نہیں تھا۔۔۔۔۔۔۔تیزی سے رکشہ اڑا لے گیا,پیچھے سے وہ دونوں اسے روکتی رہ گئیں ۔

"ڈرپوک کہیں کا ----ایڈٹ ----چوڑیاں پہن لیں سب کے سب۔مرد------اپنی بہن , بیٹی کی دفعہ تو بہت تکلیف ہوتی ہے---"

اس کے جانے کے بعد بھی آئیملک کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔

"ابی ! یار چھوڑ نا ---دیکھ معاملہ بہت سنگین ہے---ان دونوں کے ہاتھ میں پسٹل ہے ----وہ لوگ خطرناک ہیں , کچھ بھی ہو سکتا ہے--"

آئیملک کو ان کیطوہرف بڑھتے دیکھ کر اس نے روکنا چاہا لیکن اس نے ایک نا سنی۔

وہ لوگ شاید کسی گینگ کے معلوم ہو رہے تھے اسی لیے ان کو اپنی طرف آتا دیکھا تو , بجائے بھاگنے کے اس لڑکی کو لیے ان کی طرف بڑھے۔

صورتحال بگڑتی دیکھ کے الوینہ نے پھر سے آئیملک کا بازو دبوچا۔

"ابی! پاگل مت بنو---- یہ مجھے عام غنڈے نہیں لگ رہے ---اب---ہماری عزت اور جان کو بھی خطرہ ہے ,یار ! تم سمجھ کیوں نہیں رہی۔"

واٹ ایور انو----! اس وقت اس لڑکی کو بچانا بہت ضروری ہے---سوچو !اگر یہاں ہماری بہن ہوتی تو کیا ہم ایسے ہی چھوڑ دیتیں-----ہرگز نہیں ۔"

اس کے دوٹوک انداز پہ الوینہ چپ کی چپ رہ گئی کہ بات تو اس کی بھی ٹھیک تھی----

تبھی ان دونوں کو سر کی پشت پہ پسٹل کی نوک چبھنے کا احساس ہوا--- الوینہ کے تو ڈر کے

مارے پسینے چھوٹ گئے ------جبکہ آئیملک چٹان کی مانند مظبوط کھڑی رہی۔

"خبردار !کوئی ہوشیاری نہیں چلے گی ----چپ چاپ ہمارے ساتھ چلو تینوں -------"

ان میں سے ایک نے بہت کھردرے انداز میں دھمکی دی۔

"اور اگر ہم ایسا نہ کریں ----تو کیا کر لو گے تم دونوں----"

آئیملک ہنوز ڈٹی رہی۔

ہاہاہابی بی----- ! یہ ہمیں بتانے کی ضرورت نہیں -----ہمیں آج تک کوئی نہیں پکڑ سکا تم تینوں کو تو ہم ایک لمحے میں مسل سکتے ہیں----"

اب کی بار دوسرے نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا اور خباثت سے دانت نکالتا آئیملک کے قریب آ گیا۔

الوینہ نے ڈر کے مارے بے اختیار اس کے ہاتھ تھام لیے ---

"تم جیسے لچے لفنگوں سے مجھے دو دو ہاتھ کرنے آتے ہیں سمجھے تم------"

"بڑی ہمت والی ہو بھئ ! ماننا پڑے گا--- اب بڑکیں مارنا بند کرو ,فالتو میں ہمارا وقت برباد کر دیا---اب خاموشی کے ساتھ آگے چلو------"

کہنے کے ساتھ ہی اس بھدی شکل کے آدمی نے آئیملک کو آگے کی طرف دھکیلا تو وہ لڑکھڑا گئی ---اب

ساتھ

چلنے کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی چارہ نہیں بچا تھا۔۔۔۔تھوڑا آگے چلنے کے بعد آئیملک نے الوینہ سے آہستگی سے کچھ کہا اور کچھ اشاروں اشاروں۔میں سمجھایا جواباً الوینہ نے ہلکے سے سر کو حرکت دی۔ جو بات سمجھنے کا سائن تھا۔

"تم دونوں آپس میں کیا کھسر پھسر کر رہی ہو۔۔۔ ایک دوسرے سے فاصلے پہ چلو۔۔" ان میں سے ایک غصے سے بولا تو انہوں نے تقلید کی, تھوڑی دیر اور چلنے کے بعد آئیملک رک گئی

۔

"کیا ہوا ۔۔۔کی کیوں ہو۔۔۔؟"

بھدے آدمی نے اس کی جانب شاکی نظروں سے گھورا۔

"کیوں کہ اب بھاگنے کی باری تم۔دونوں کی ہے۔۔۔ابھی ساری غنڈہ پنتی نکل جائے گی۔"

آئیملک کا معنی خیز تھا۔

"اے لڑکی ! اپنی طرح بے وقوف سمجھا ہے کیا۔۔۔اب زبان چلائی تو سیدھا زمین میں گاڑ دوں گا۔"

"پولیس۔۔۔۔ آچکی ہے ۔۔۔اب تم دونوں اپنی خیر مناؤ۔۔۔"

"کون سی پولیس ؟۔۔۔۔۔۔۔کہاں کی پولیس۔۔۔۔ تم۔ایسے نہیں مانو گی تمہارا بندوبست کرنا پڑے گا۔"

وہ گولیوں سے بھری پسٹل آئیملک پہ تانتے ہوئے بولا۔
"ایک بار پیچھے مڑ کے تو دکھو خود ہی یقین ہو جائے گا"

آئیملک کا اٹل انداز دیکھ کر پہلی بار ان دونوں غنڈوں کے چہرے کا رنگ اڑا تھا اور گڑبڑا کر پیچھے کی سمت دیکھا۔۔۔ان کے مڑنے کی دیر تھی آئیملک اور الوینہ نے ایک ساتھ زور سے پاؤں ان کے ہاتھوں پہ مارا۔۔۔۔جس میں انہوں نے پسٹل پکڑی ہوئی تھی ۔۔۔۔۔۔۔دونوں کے ہاتھ سے پسٹل اچھل کے دور جا گری۔۔۔۔۔۔۔ غیر متوقع حملے کے لیے وہ تیار نہیں تھے,اسی لیے لڑکھڑا گئے ۔

موقع غنیمت جان کر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئیملک نے اس نامعلوم لڑکی کا۔۔۔اور الوینہ نے آئیملک کا جلدی سے ہاتھ پکڑا ۔۔۔۔اور الٹی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ ان کے پاس تھوڑا سا وقت تھا۔۔۔۔۔۔۔شاید چند سکنڈ۔۔۔۔۔۔۔

"اوئے۔۔!رک ۔۔۔۔کہاں بھاگ رہی ہے۔۔۔؟,یہ تو بڑی تیز چھری نکلی ہے۔۔۔۔ابھی بتاتا ہوں تجھے۔۔۔۔۔۔"
اس سے پہلے کے وہ پسٹل پکڑ کے ان کا پیچھا کرتے ۔۔۔۔اچانک سے پولیس گاڑی کا سائرن بجا تو وہ دونوں گھبرا کے بھاگ کھڑے ہوئے۔۔۔۔۔۔

"یااللہ ! تیرا شکر۔۔۔۔۔ہماری حفاظت کی ۔۔۔۔پولیس ٹائم۔پر آ گئی ۔۔۔۔"

آئیملک نے تاروں سے بھرے آسمان کی طرف سر اٹھا کر زیرِ لب کہا اور مسکرا کر ان دونوں کی طرف دیکھا جواباً وہ دونوں بھی مسکرا دیں۔

"ابی! مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آئی ۔۔۔۔پولیس یہاں کیسے پہنچ گئی۔۔۔۔۔وہ بھی پورے ٹائم پہ۔۔۔۔"

الوینہ نے حیرانی سے اسفسار کیا۔

"بدھو۔۔۔۔۔ میں نے رکشے سے اترتے ہی انفارم کر دیا تھا پولیس کو۔۔۔۔۔ ورنہ اتنا بڑا رسک ایسے ہی منہ اٹھا کے لے لیتی۔۔۔۔وہ بھی بنا ہتھیار کے۔"

"ارے واہ ! تم تو بڑی سمجھ دار نکلی ہو۔۔۔"

الوینہ نے داد دی ۔۔۔۔تو آئیملک نے شرارت سے اپنے فرضی کالر جھاڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں نا!۔۔۔۔۔بس کبھی غرور نہیں کیا۔"

آئیملک نے آنکھ مٹکائی ۔۔۔۔پھر تینوں ہنس پڑیں۔

****

شیرازی صاحب اور سفینہ دو ہی بہن بھائی تھے۔ شیرازی کے والد اعوان علی ایک بینک میں ملازمت کرتے تھے ۔

والد کی وفات کے بعد تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا۔ پھر انہی کی سیٹ پہ کام کرنے لگے۔

جب گھر کے حالات قدرے بہتر ہوئے تو شیرازی صاحب نے "فیشن بینک (Fashin Bank) " کے نام سے اپنا ذاتی بینک کھولا۔

محنت, لگن اور نہایت امانتداری سے اپنے بزنس کو آگے بڑھانے کے لیے دن رات ایک کر دی۔۔۔۔۔۔۔ نتیجتاً نہ صرف ڈیفینس میں خوبصورت بنگلہ اور گھر میں پیسے کی ریل پیل ہونے لگی تھی, بلکہ بڑے بڑے نامور بینکوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ فیشن کی فیلڈ میں "ایس ایف بی(S.F.B)" فیشن کی ایک الگ پہچان بن گئی ۔۔۔۔۔

پریکٹیکل لائف میں شیرازی بہت ملنسار اور محبت کرنے والے انسان تھے, ان کے برعکس راحیلہ بیگم ۔۔۔۔۔۔۔۔ تھوڑی ریزرو رہنے والی خاتون تھی۔

مسٹر شیرازی اور مسز شیرازی (راحیلہ) کی تین اولادیں تھیں۔ حدیر, سمیر اور فضہ۔ حدیر شیرازی اعلیٰ تعلیم کے بعد اپنے باپ کا بزنس سنبھال رہا تھا۔ اس کے بعد فضہ۔۔۔۔۔ جو انگلش میں ماسٹرز کر رہی تھی۔۔۔۔جبکہ چھوٹا سمیر , جو میڈیکل (تھرڈ ایئر) کا اسٹوڈنٹ تھا۔

دوسری طرف سفینہ تھی۔ جو بے حد خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ بہت باپردہ اور با حیا لڑکی تھی۔

راحیلہ کا بھائی ۔۔۔۔۔ حشمت علی ایک نہایت ہی بدکردار , حوس زدہ اور حسن کا دلدادہ شخص تھا۔ حشمت علی اپنی اسی بری خصلت کی وجہ سے سفینہ کے حسن پہ دل ہار بیٹھا اور سفینہ پہ بری نظر رکھے۔ہوئے تھا۔ جسکا شیرازی صاحب کو بخوبی علم تھا, یہی وجہ تھی کہ شیرازی نے راحیلہ کے لاکھ کہنے کے باوجود سفینہ کے لیے آئے حشمت علی کے رشتے کو ٹھکرا دیا۔

راحیلہ یہ سب برداشت نہ کر سکی اور پورے خاندان میں من گھڑت باتیں کر کے سفینہ کو بدنام کر دیا۔ اس طرح اپنے بدلے کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔ شیرازی یہ سب دیکھ کر بہت دکھی ہوئے ۔

انہی دنوں کمال احمد کا رشتہ آیا, جو شیرازی کو ہر لحاظ سے مناسب لگا اور یوں سفینہ کی شادی کمال احمد سے ہو گئی ۔

کمال احمد کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا اور وہ ایک سرکاری سکول میں پڑھاتے تھے۔
شادی کے تین سال بعد بہت منتوں , مرادوں کے بعد بیٹی پیدا ہوئی۔۔۔۔۔۔۔۔جس کا نام انہوں نے "نویرہ" رکھا۔

والدین کی وفات کے بعد کمال احمد کے بھائی جب ان سے الگ ہو گئے ۔۔۔۔۔۔۔ تو وہ سفینہ اور اپنی بیٹی کے ہمراہ شہر میں شفٹ ہو گئے ۔

جب نویرہ دس سال کی ہوئی , تب ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں کمال احمد کا انتقال ہو گیا۔۔۔۔۔ اتنے کڑے وقت میں سفینہ نے نہ صرف بھری جوانی میں بیوگی کا دکھ سہا, بلکہ اپنی اکلوتی اولاد کو بھی بہت نازونعم سے پالا۔

بیوگی کے بعد سفینہ نے نہ اپنے بھائی کے آگے ہاتھ پھیلایا اور نہ ہی دوسری شادی کی۔ شیرازی کے لاکھ کہنے کے باوجود وہ گھر چھوڑنے پر رضامند نہ ہوئیں۔

حدیر اور اس کی ماموں زاد کزن ثانیہ (حشمت علی کی بیٹی) نے ایک ساتھ یونیورسٹی میں پڑھا۔ پھر ثانیہ شیرازی صاحب کی کمپنی میں ڈیزائنر کے طور پر کام کرنے لگ گئی ۔

حدیر اور ثانیہ کی دوستی تو پہلے سے تھی ۔۔۔۔پھر کب پسندیدگی میں بدل گئی ,انہیں پتہ ہی نہ چلا۔ بڑوں کی باہمی رضامندی سے ان دونوں کی منگنی کر دی گئی ۔۔۔۔۔اگرچہ شیرازی صاحب کو ثانیہ بہو کے روپ میں بلکل پسند نہ تھی۔۔۔۔۔وجہ ,ثانیہ حد سے زیادہ بے باک اور فیشن ایبل تھی اور سب سے بڑھ کر وہ حشمت علی کی بیٹی تھی, لیکن پھر بیٹے کی خوشی کو دیکھتے ہوئے رضامند ہو گئے ۔

سفینہ کی زندگی میں نویرہ ہی ان کی کل کائنات تھی۔ زندگی کی مصروفیات میں کب جگر کے سرطان جیسی موذی بیماری نے ان کے وجود کا احاطہ کیا, انہیں خبر ہی نہ ہو سکی۔ جس کا ذکر سفینہ نے کسی سے نہ کیا۔

ایک دن سکول میں پڑھانے کے دوران وہ اچانک غش کھا کر گر پڑیں تو انھیں فوراً ایمبولینس میں ڈال کر قریبی ہسپتال پہنچایا گیا۔

جیسے تیسے شیرازی صاحب کو اطلاع کی گئی ------تو وہ پریشانی کے عالم میں دوڑے چلے آئے۔ اپنی عزیز از جان بہن کو زندگی اور موت سے جنگ لڑتے دیکھ کر ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔

وہ وارڈروم کی طرف آ گئے , جہاں تھوڑی دیر پہلے سفینہ کو شفٹ کیا گیا تھا۔ شیرازی کو دیکھتے ہی سفینہ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں ۔

"بھائی جان! میں نے کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگا۔ سارے حالات آپ کے سامنے ہیں ۔ آپ تو مجھ پر فخر کرتے ہیں نا----------کوئی یقین کرے یا نہ کرے, لیکن میرا بھائی کبھی میرے کردار کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھے گا۔" سفینہ نے مان بھری نظروں سے شیرازی کی طرف دیکھا -----جو بہتے آنسوؤں کے ساتھ اثبات میں سر ہلا رہے تھے۔

"تو پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر نویرہ کو اپنی بیٹی بنا لیں۔ پلیز بھائی جان۔۔۔۔۔۔۔۔! اسے اپنے بیٹے کی امانت سمجھ کر لے جائیں ۔ میرے بعد اس کا کوئی سہارا نہیں ۔ میں آپ کا یہ احسان قیامت تک نہیں بھولوں گی اور وعدہ کرتی ہوں کہ مم۔۔۔۔۔۔۔میری بیٹی کبھی آپ کو مایوس نن۔۔۔۔۔۔۔نہیں ۔۔۔کرے گی۔ میری آ۔۔۔۔خ۔۔۔۔آخری خواہش پوری کریں گے نا؟" اکھڑتی سانسوں کے درمیان سفینہ نے بمشکل بات مکمل کی ۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کی حالت دیکھ کر شیرازی نے بے اختیار ان کے ہاتھ تھام لیے, جن پر ڈرپس لگی ہوئی تھیں۔

"ایسی باتیں مت کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نویرہ میرے بچوں سے بڑھ کر ہے۔ تم کیوں فکر کرتی ہو۔۔۔۔۔۔۔بس تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ, مجھے اور کچھ نہیں چاہیے ۔" وہ روہانسے ہوئے۔

"نہیں ۔۔۔۔۔بھائی جان! میرا بلاوا آ گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔میں چند گھڑیوں کی مہمان ہوں ۔۔۔۔۔۔پپ۔۔۔۔۔پلیز جلدی کریں, میں آخری بار۔۔۔۔۔۔۔آخری بار اپنی بیٹی کو دلہن کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

سفینہ کی حالت بگڑتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔اوپر سے ڈاکٹرز نے جواب دے دیا تھا۔ شیرازی کے پاس اور کوئی چارہ نہ بچا۔ فوراً حدیر کو کال کر کے بلوایا اور چند گواہوں کی موجودگی میں آناً فاناً نویرہ کا نکاح حدیر کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود پڑھوا دیا گیا۔ نویرہ اور حدیر کو نہ چاہتے ہوئے بھی تقدیر کے فیصلے پہ سر جھکانا پڑا۔

نکاح کے کچھ ہی دیر بعد سفینہ کی روح جہانِ فانی سے ابدی دنیا کی طرف پرواز کر گئی ۔ کم عمری میں ہی ماں, باپ کی چھتر چھایا سے محرومی نے نویرہ کو توڑ کر رکھ دیا۔ پھر شیرازی صاحب ہی تھے۔۔۔۔جنہوں نے اسے سہارا دیا۔

سفینہ کے چالیسویں کے بعد وہ اسے ہمیشہ کے لئے اپنے ساتھ لے آئے۔ اگرچہ راحیلہ نے بہت واویلہ کیا۔

سوائے شیرازی صاحب کے کوئی بھی اس رشتے پر راضی نہ ہو سکا۔

****

"ارے واہ! آج تو بڑے بڑے فوٹوگرافر ہمارے غریب خانے پہ تشریف فرما ہیں۔۔۔۔ کیا بات ہے۔"

احد جو تھوڑی دیر پہلے ہی ورکرز کو کام پہ لگا کے۔۔۔۔اپنے کسی ضروری کام سے باہر گیا تھا,ابھی ابھی لوٹا تھا۔۔۔۔سامنے کاؤنٹر کی سیٹ پہ بڑے مزے سے براجمان نمال پر نظر پڑی تو شرارتی پن سے بولا۔

"کہاں یار! یہ ناچیز تو بہت عام سا بندہ ہے۔" نمال نے انگشتِ شہادت سے اپنی طرف اشارہ کیا اور احد کو گرم جوشی سے گلے لگایا۔

"اچھا جی۔۔۔۔۔۔یہی تو مسئلہ ہے تمہیں اپنی ویلیو کا اندازہ ہی نہیں ۔ روزی سے پوچھو ذرا۔۔۔۔جو تمہیں اپنی کل کائنات سمجھتی ہے۔"

"او شٹ اپ۔۔۔۔اس کا ذکر بیچ میں کہاں سے آ گیا ہے؟"
احد کی بات پہ اس کا حلق جیسے کڑوا ہوا۔

"نومی! سچ سچ بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔ تم۔روزیہ سے انتا چڑتے کیوں ہو, کہتی تو کچھ بھی نہیں بے چاری!"

"آہم۔۔۔۔آہم بے چاری! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خیر ہے نا آج کل اس کی بڑی حمایت کرنے لگے ہو۔"

"ہاں سب خیر ہے, جو تم سوچ رہے ہو فی الحال ویسا کچھ نہیں ہے۔" احد روزیہ کے ذکر پہ بلا ارادہ جھینپا تھا۔
"ویسے یہ غریب خانہ کہاں سے لگا تمہیں ۔۔۔۔۔اتنے بڑے مال کے مالک کے بیٹے ہو, ان کے بعد تم ہی ہر چیز کے مالک ہو۔۔۔۔۔۔اور یہاں منڈلاتی رنگ برنگی تتلیاں۔۔۔۔۔"

نمال نے شاپ میں موجود لڑکیوں کی طرف اشارہ کر کے بات ادھوری چھوڑ کر احد کو آنکھ ماری تو وہ گھور کے رہ گیا۔

"شرمن حیائن ختمن---- ------" کہنے کے ساتھ ہی احد نے نمال کو دھموکہ جڑ دیا۔

"نہیں ابھی تھوڑی شرم باقی ہے------"

" چلو تم آرام سے بیٹھو, میں کام کا تھوڑا جائزہ لے لوں پھر گپ شپ لگاتے ہیں۔"احد نے کہا اور ورکز کی طرف متوجہ ہو گیا------ لیکن نمال کا سارا دھیان داخلی دروازے کی طرف تھا , جہاں دو خوبصورت سی لڑکیاں داخل ہو رہی تھیں۔ اس کی توجہ کا مرکز صرف پنک دو پٹے والی لڑکی تھی۔

فوٹو گرافی کی وجہ سے اس کا دن رات باہر گزر جاتا------ اپنے فوٹو شوٹ کے لیے مختلف لڑکیوں سے پالا پڑا تھا لیکن اتنی سادگی اور مکمل حسن وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

کپڑے کی یہ وسیع شاپ اس وقت لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ کاؤنٹر کے پاس تھوڑی خالی جگہ دیکھ کر وہ دونوں وہاں آ گئیں ۔ احد کو مصروفِ عمل دیکھ کے نمال سیٹ چھوڑ کے ان کے پاس آیا۔

"یس میڈیم! بتائیں -----کیا لینا چاہیں گی آپ-----؟"

اس کا مخاطب اب بھی پنک دو پٹے والی لڑکی تھی۔

ان دونوں نے چونک کر اس ہینڈسم سے لڑکے کی طرف دیکھا۔

" ہم نے ویبسائٹ پہ "اے ایس ڈاٹ" کی نئی کولیکشن دیکھی ہے۔۔۔آپ پلیز ہمیں جتنی بھی نیو ورائٹی آئی ہے چیک کروا ددیں۔" بلیو دوپٹے والی نے سامنے لگے اوپر تلے کپڑوں کے تھان سے بھرے ریکس کی طرف اشارہ کر کے کہا تو نمال نے مڑ کے دیکھا۔

اس نے ان میں سے کچھ کپڑے کے تھان نکال کے ان۔کے سامنے رکھے۔ وہ دیکھنے میں مصروف ہو گئیں اور آپس میں آہستگی سے کچھ کہا پھر اس لڑکے کی طرف متوجہ ہوئیں ۔

"یہ دو سوٹ کر دیں۔۔۔" بلیو دوپٹے والی دوبارہ سے گویا ہوئی۔

"اوکے ۔۔۔۔۔! میم آپ بھی کچھ لیں نا۔۔۔۔"

نمال نے پھر پنک دوپٹے والی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

"نہیں بس کافی ہے جو لے لیے ۔۔۔۔۔" لڑکی نے پاس پڑے پتلے پہ لگے مسٹرڈ کلر کے ریشمی ڈریس کی طرف دیکھ کے جواب دیا, جس پہ براؤن کلر کی کڑھائی کا کام کیا گیا تھا۔

وہ لڑکی پلاسٹک کے بنے اس پتلے کے قریب آئی کپڑے کو چیک کیا۔۔۔۔پھر پرائس دیکھی ۔۔۔۔۔ اس کے چہرے پہ ایک خوشی کی جھلک آ کے غائب ہو گئی۔ پھر واپس کاؤنٹر پہ آ گئی ۔

"کیا ہوا ۔۔۔۔۔۔۔پسند نہیں آیا۔۔۔؟"

ساتھ والی لڑکی نے پوچھا۔

نہیں ---پسند تو بہت آیا پر بہت مہنگا ہے میں نہیں لے سکتی۔ تم بل پے کرو پھر چلتی ہیں۔" وہ اترے ہوئے چہرے کے ساتھ بولی ۔

ایک منٹ میم! اگر آپ کو پسند ہے تو لے لیں ریزن ایبل پرائس میں ہے۔" نمال اسے ہی نوٹ کر رہا تھا, جلدی سے بولا۔ اتنے میں احد بھی پاس آ گیا۔

"پانچ ہزار ------آپ کے نزدیک ریزن ایبل پرائس ہے واہ---؟" لڑکی نے اپنی حیرانی چھپاتے ہوئے ہلکا سا طنز کیا تو نمال نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی۔

" دیکھیں ---- یہ ڈریس آج ہی ڈسکاؤنٹ پہ لگا ہے۔ پانچ ہزار کا نہیں بلکہ اب پچیس سو کا ہے۔"

"کیا------- صرف پچیس سو کا ہے واقعی----؟ " لڑکی نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا جبکہ احد نمال کے اتنے صفائی سے جھوٹ بولنے پہ اچھل ہی تو پڑا اور اسے گھور کے دیکھا۔

لیکن یہاں تو کہیں بھی سیل کا یا ڈسکاؤنٹ کا بینر نہیں لگا ہوا۔" وہ لڑکی ادھر ادھر دیکھتی تذبذب کا شکار ہوئی۔

میں نے بتایا نا کہ ہم نے آج ہی ڈسکاؤنٹ پہ لگایا ہے۔"

نمال نے بنا اس کا جواب سنے پھرتی سے ہتلے سے ڈریس اتار کے پیک کیا اور تینوں کا بل بنا کے شاپنگ بیگ ان کے آگے صلیب پہ رکھا۔"

احد خاموشی سے اس کی ساری کاروائی دیکھتا رہا۔

وہ دونوں بل پے کرتیں خوش ہوتیں پلٹ گئیں۔

"میں اس مہربانی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں---؟"

احد کڑے تیور لیے بولا۔

اے--اے ایک منٹ اس سے پہلے کہ تم مجھ پہ بھڑاس نکالو میں تمہارا نقصان پورا کر دیتا ہوں-----مجھے چاند سے چہرے پہ اداسی اچھی نہیں لگ رہی تھی-----بس اس لے---"

چل معاف کیا ------تیرے دل کا معاملہ لگ رہا مجھے تو---کوئی لڑکی تمہیں بھی اچھی لگی دیکھ کے خوشی ہوئی۔" احد واقعی دل سے خوش ہوا۔

نمال کے کندھے پہ تھپکی مارتے ہوئے کہا اور صلیب پہ پڑے اس کے پیسے احد نے دوبارہ اس کی جیب میں ڈالے۔

"ایسا ویسا کچھ نہیں ہے اچھا۔۔۔۔ بس اس کا اترا ہوا چہرہ اچھا نہیں لگا۔"
اس نے بلاوجہ وضاحت کی تو۔۔۔احد نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلا دیا لیکن۔۔۔۔یقین اسے ابھی بھی نہیں آیا تھا۔

"اچھا مجھے کچھ ضروری کام۔یاد آ گیا ہے پھر ملتے ہیں۔"

وہ جلد بازی میں بغیر اسے ملے , مصافحہ کیے اپنا کیمرے والا بیگ اٹھائے تقریباً بھاگنے والے انداز میں چلا گیا۔۔۔۔احد جو کچھ بولنے کے لیے منہ کھول رہا تھا چپ کا چپ رہ گیا۔

مال میں رش زیادہ ہونے کی وجہ سے اسے دس , پندرہ منٹ لگے تھے اس لڑکی کو ڈھونڈنے میں۔ وہ سیکنڈ فلور سے نیچے اتر کر بیسمنٹ والی لفٹ کی طرف جا رہی تھی۔ وہ جلدی سے سیکنڈ فلور کی لفٹ پہ آ گیا اور بیگ سے کیمرہ نکال کے اس پہ سیٹ کیا۔

اس نے جس جس چیز کو پکڑا ۔۔۔۔مال میں جہاں جہاں گئی ۔۔۔۔۔نمال اس کی ایک ایک موومنٹ کو کیمرے کی آنکھ سے کیچ کرتا گیا۔

*_*_*_*_*_*_*_*_*

حدیر آفس سے واپس آ کے سیدھا اپنے کمرے میں چلا آیا۔ نویرہ میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی اسے دیکھتے ہی میگزین بند کر کے سامنے پڑے سینٹرل ٹیبل پہ رکھ دیا۔ اور اٹھ کر بیڈ کی طرف آ گئی جہاں پانی کا جگ پڑا تھا۔

"پانی۔۔۔۔۔۔"

نویرہ نے صرف دو حرفی بات کی ۔

"پانی پی لیں۔۔۔۔۔۔"

تھوڑے توقف کے بعد وہ پھر گویا ہوئی۔

لیکن حدیر کی کیفیت میں رتی بھر تبدیلی نہیں آئی۔ وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے , آنکھیں موندے۔۔۔۔ لیٹنے والے انداز میں نیم دراز تھا۔

نویرہ نے سختی سے لب بھینچے۔

نویرہ نے کچھ دیر انتظار کیا جب وہ ٹس سے مس نہ ہوا تو۔۔۔۔۔۔نویرہ نے گلاس کو تھوڑا سا الٹایا , نتیجتاً تھوڑا سا پانی اس کی شرٹ پہ گرا وہ ایک دم سے ہڑبڑا کر ایسے اچھلا جیسے اسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ نویرہ کی ہنسی چھوٹ گئی ۔

"واٹس رونگ ود یو۔۔۔! دماغ ٹھیک ہے تمہارا یا دکھائی کم دیتا ہے۔۔۔۔؟" حدیر غصیلے لہجے میں بولا۔ لیکن وہ جواب کیا دیتی ۔۔۔۔۔پیٹ پہ ہاتھ رکھے ہسے جا رہی تھی۔ حدیر نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا تو اس کی ہسی کو بریک لگا۔

"سوری ! بٹ آپ کا اپنا قصور ہے اس میں ۔۔۔۔ میں کب سے کھڑی پانی پانی کر رہی تھی آپ نے کوئی رسپانس ہی نہیں دیا اس لیے می۔۔۔۔۔۔۔"

"جسٹ شٹ اپ اوکے!۔۔۔۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں ان ٹیپیکل عورتوں کی طرح میری سیوا کرنے کی۔"

وہ اس کی بات کاٹ کے اکتاہٹ سے بولا۔

"آپ کو کبھی میری کوئی بات اچھی بھی لگی ہے۔۔۔۔ہر وقت کیڑے نکالتے رہتے ہیں۔"

نویرہ نے برا سا منہ بنایا ۔۔۔۔۔۔

لیکن حدیر نے سنی ان سنی کر دی اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بدتمیز۔۔۔۔پھوہڑ ۔۔۔۔۔۔ایک یہی بچی تھی میری زندگی خراب کرنے کے لیے ۔۔۔۔" اس کا غصہ کسی طور کم۔ نہیں ہو رہا تھا , بھیگی شرٹ کو ہاتھ سے جھاڑتا ,وہ وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ۔۔۔۔۔نویرہ " ہو'ذ (Who's care" کا ٹیک لگائے پھر سے میگزین میں گم ہو گئی ۔

****

"اسلام علیکم ماموں جان!"

"ارے وعلیکم اسلام ۔"

کین کی کرسی پر دھوپ سینکتے ہوئے انہوں نے جواب دیا اور نویرہ کو دیکھ کر دھیمے سے مسکرائے۔ وہ بھی جواباً مسکراتی ساتھ والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی ۔

"آپ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آج آفس نہیں گئے ؟" خلافِ معمول انہیں لان میں بیٹھا دیکھ کر نویرہ نے استفسار کیا۔

"بس بیٹے۔۔۔۔۔۔۔۔ آج کچھ طبیعت ڈاؤن سی ہو رہی ہے۔ شاید موسم تبدیل ہونے کی وجہ سے فلو کی آمد آمد ہے۔"

شیرازی صاحب نے کہنے کے ساتھ ہی ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"اوہ! اچھا, کوئی میڈیسن لی آپ نے ؟" وہ فکر مند ہوئی تو انہوں نے پیار سے نویرہ کی طرف دیکھا۔

"کچھ زیادہ نہیں ہے , شام تک ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ایسے کیسے ٹھیک ہو جائے گا۔ ویسے بھی سیانے کہتے ہیں کہ کوئی بھی بیماری معمولی نہیں ہوتی۔ اس لیے آپ بیٹھیں , میں آپ کے لیے جوشاندہ بنا کر لاتی ہوں۔ دیکھیئے گا آپ یوں چٹکیوں میں ٹھیک ہو جائیں گے۔"

نویرہ نے بائیں ہاتھ کی درمیان والی انگلی اور انگوٹھے کی مدد سے چٹکی بجاتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

شیرازی صاحب کو اس وقت وہ بلکل بچی لگی, اسے خوش دیکھ کر وہ جیسے کھل اٹھے۔ ورنہ وہ جب سے شادی کر کے یہاں آئی تھی, گم صم سی رہنے لگی تھی۔

"ارے واہ بھئ! ہماری بیٹی تو کافی سمجھدار ہو گئی ہے-------"

وہ ان کی تعریف پہ ہنس پڑی۔ "میں بس پانچ منٹ میں بنا کر لاتی ہوں۔ تب تک آپ یہ نیوز پیپر ریڈ کریں"

اس نے سامنے پڑے اخبار کی طرف اشارہ کیا اور اٹھ کر کچن میں آ گئی , جہاں---------- حمیدہ (ملازمہ) پہلے سے موجود تھی۔

وہ جب سے بیاہ کے اس گھر میں آئی تھی, آج پہلی بار کچن کا رخ کیا تھا۔ خوبصورت جدید طرز کا بنا کچن بھی اسے کمرے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

ملازمہ سے چائے کا سامان لے کر اس نے فٹافٹ دو کپ چائے بنائی ۔ ماموں جان کے کپ میں "جوہر جوشاندہ" ملا کر دونوں کپ ٹرے میں سجائے اور دوبارہ لان کی طرف آگئی, جہاں شیرازی صاحب ہنوز اپنی جگہ براجمان اخبار الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے ۔۔۔۔اسے آتا دیکھ کر اخبار تہہ کرنے لگے۔

"آہاں بھئ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہماری بیٹی نہ صرف سمجھدار بلکہ, پنکچوئل بھی ہے۔"

"تھینک یو۔۔۔۔۔۔۔۔!" اتنی کھلی تعریف پہ وہ بھینپ سی گئی ۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔ نہیں شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے اتنی اچھی چائے جو بنا کے دی۔"
شیرازی اعوان نے گھونٹ بھرتے ہوئے , بھاپ اڑاتی چائے کی طرف اشارہ کیا۔ "میں واقعی چائے پی کر بہتر فیل کر رہا ہوں۔" !
جواباً وہ بس مسکرا دی۔

صبح کا وقت تھا۔ موسم بہت خوشگوار ہو رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا میں دھوپ بہت بھلی لگ رہی تھی۔ لان میں کھلے رنگا رنگ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو کو اس نے ایک گہری سانس کھینچ کے اپنے اندر اتارنا چاہا۔

"نویرہ بچے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنے ماموں کو معاف کر دینا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے اندازہ نہیں تھا, حدیر تمہارے ساتھ ایسا سلوک۔کرے گا۔ میں نے اپنی بہن کی آخری خواہش کا احترام کیا تھا اور تمہارے مستقبل کو سنوارنے کی کوشش کی تھی, لیکن مجھے نہیں پتہ تھا۔۔۔۔۔۔۔ تم ایک امتحان سے نکل کر دوسرے میں پڑ جاؤ گی۔"

تھوڑے توقف کے بعد شیرازی صاحب گلو گیر لہجے میں بولے, ان کی روشن آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"نہیں ماموں جان ۔۔۔۔۔! مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ۔ آپ تو ہمارے محسن ہیں ۔" نویرہ نے کہا اور پیار بھری نگاہیں ان پہ ٹکا دیں, جو خالی کپ میز پر رکھ رہے تھے۔

" یہ تو تمہارا بڑا پن ہے بیٹا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ورنہ تمہارے آنسو , حدیر کی بے اعتنائی اور راحیلہ , سمیر حتی کہ فضہ بھی, ان سب کا رویہ تمہارے ساتھ بالکل اچھا نہیں ہے ۔ میں سب جانتا ہوں کچھ بھی مخفی نہیں مجھ سے۔ اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں یہ بھی جانتا ہوں کہ راحیلہ سفینہ کی طرح تمہارے بارے میں واہیات قسم کے خیالات رکھتی ہے, بدظن ہے۔"

دکھ سے کہتے وہ لمحہ بھر کو رکے تھے کہ شاید نویرہ کچھ کہے۔ لیکن وہ چپ چاپ سر جھکائے سنتی رہی۔ اوپر دیکھتی تو آنسوؤں سے بھری آنکھیں راز فاش کر دیتیں۔

"حدیر اب بھی ثانیہ سے ملتا ہے۔ اس کے ساتھ ہوٹلنگ کرتا ہے, آؤٹنگ پہ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی نہ صرف منگیتر ہے , بلکہ اس کی پسند بھی ہے۔ اس نے رشتہ ختم نہیں کیا اس سے ()ثانیہ سے)۔ "

اب کی بار نویرہ نے جھکا سر اٹھایا تھا۔ اس کی آنکھوں میں دکھ,درد کیا کچھ نہیں تھا شیرازی صاحب تڑپ اٹھے۔

"پھر آپ ہی بتائیں ماموں جان ---------- میں کیا کروں؟"
وہ روہانسی ہوئی۔ آنسو لڑی کی صورت اس کے مومی رخساروں کو بھگو گئے ۔ " حدیر ! تو میری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔"

"ہمم----------دیکھو بیٹی! اپنے آنسو صاف کر دو کیونکہ-----یہ میرے لیے تکلیف کا باعث ہیں ۔ رونے سے مسائل حل نہیں ہوا کرتے۔ خود کو اس کی پسند میں ڈھالنے کی کوشش کرو۔ حدیر تمہارا شوہر ہے۔ اسے, اور اس سے جڑے رشتوں کو اپنے اخلاق اور پیار سے اپنا بنا لو۔ "

وہ خاموشی سے سنتی رہی -----وہ پھر گویا ہوئے۔

"نکاح سے آدھا ایمان مکمل ہوتا ہے۔ تم اس کی شرعی بیوی ہو اور تمہارا رتبہ ثانیہ سے کہیں گنا زیادہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ پتھر دیکھ رہی ہو نا۔۔۔۔۔۔۔۔"

پاس پڑے پتھر کی طرف انہوں نے اشارہ کیا, نویرہ نے قدرے چونک کے ان کی نظروں کا تعاقب کیا۔

"محبت تو پتھر کو بھی پگھلانے کا اثر رکھتی ہے تو پھر۔۔۔۔انسان کیا چیز ہے؟ مجھے یقین ہے تم سب کے ساتھ ساتھ حدیر کا بھی, اپنی محبت سے دل جیت لو گی اور اس میں, میں تمہارا بھرپور ساتھ دونگا۔۔۔۔۔۔۔۔انشاءاللہ سب اچھا ہو گا۔"

رسانیت سے سمجھاتے وہ آخر میں نرمی سے مسکرا دیئے۔ نویرہ بھی آنسو پونچتی مسکرا دی۔

" مجھے خود پہ اور اللہ کی ذات پہ پورا بھروسہ ہے۔ میں آپ کو کبھی مایوس نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔ماموں جان!"

اس نے پورے تیقن کے ساتھ سوچا۔

پھر میز پر سے ٹرے اٹھا کر وہ ایک نئے ارادے اور حوصلے کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ گئی ۔

****

ہال سے مسلسل مردانہ باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ مدیحہ شانے پہ بڑی سی, خوبصورت سی چادر پھیلاتی چونکیں۔

"اس وقت , اتنی صبح صبح کون ہو سکتا ہے؟"

وہ زیر لب بڑبڑائیں ۔ پھر سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئیں ۔

وسیع علیشان ہال کے وسط میں صوفوں پر براجمان افغال اور نمال کو خوش گپوں میں مگن دیکھ کر پر سکون ہو گئیں ۔ پھر قدم ان کی جانب بڑھا دیئے۔ وہ دونوں بھی دیکھ چکے تھے۔

"ارے نمال بیٹے !آپ کب آئے؟ "

" بس آنٹی ! تھوڑی دیر پہلے ہی آیا۔"

وہ جواب دیتا, فوراً کھڑا ہو کے ان کے آگے جھکا۔ مدیحہ نے اس کے شانے پہ پیار سے ہاتھ پھیرا , پھر ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کا کہا اور خود بھی ساتھ والے سنگل صوفے پہ بیٹھ گئیں ۔

"اس بار تو کافی دنوں بعد چکر لگایا۔۔۔۔"

"ہاں ! بس۔۔۔۔۔مصروفیت پہلے سے بڑھ گئی ہے, ورنہ دل تو بہت کرتا آنے کا۔"

ان کے استفسار پر وہ گویا ہوا۔

"ہاں میں TV پہ تمہارے فوٹوشوٹ دیکھتی رہتی ہوں۔ کیا کمال کا شوٹ کرتے ہو اور ہر بار تمہاری ماڈل نہ صرف نیو ہوتی ہے بلکہ, کمال کی ہوتی ہے۔"

"تھینکس آ لاٹ آنٹی! یہ سب میرے پیرنٹس اور آپ کی دعاؤں کا اثر ہے۔"
جواباً وہ اثبات میں سر ہلاتی مسکرا دیں۔ نمال انہیں شروع دن سے پسند تھا اگر ان کی کوئی بیٹی ہوتی تو وہ نمال کو ہی اپنا داماد بناتیں۔۔۔۔۔ نمال صرف افغال کا دوست ہی نہیں تھا, اتنا آنا جانا تھا کہ وہ اب ان کے گھر میں فرد کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔

"مام ! اس نے کہاں آنا تھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ تو میں نے اسے کھینچا۔ اور اب میری انگیجمنٹ کی ساری ارینجمنٹ یہی کرے گا۔"

افغال نے خوشگوار لہجے میں کہا تو تینوں نفوس ہنس پڑے۔

"وائے ناٹ۔۔۔۔۔۔ اچھا ! میں اب چلتا ہوں مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے "
"اتنے دنوں بعد آئے ہو لنچ کر کے جانا۔۔۔۔۔۔"

نمال کو صوفے سے اٹھتا دیکھ کر وہ فوراً بولیں ساتھ خود بھی کھڑی ہو گئیں ۔

"میں ضرور کھانا کھاؤں گا لیکن کسی اور دن ----ویسے بھی آپ کے ہاتھ کا کھانا کھائے کافی دن ہو گئے ہیں۔"

وہ نہایت خوش اخلاقی سے بولا۔

"چلو ! جیسے تمہیں صحیح لگے۔ اب تو ویسے بھی فوٹوگرافر بن گئے ہو زبردستی نہیں کر سکتی۔"

"انشاءاللہ ! اب تو آنا جانا لگا ہی رہے گا۔ موصوف کی منگنی ہونے جا رہی ہے۔"

اس نے افغال کی طرف دیکھ کے آنکھ ماری۔ ہال میں ایک بار پھر ان کا قہقہہ گونجا تھا۔

"تم۔کہاں جا رہے ہو ------بیٹھو مجھے کچھ بات کرنی ہے۔"
نمال کے جانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا, جب مدیحہ کی سنجیدگی بھری آواز گونجی ------ اس کے قدم وہیں رک گئے ۔

افغال نے سختی سے آنکھیں آپس میں بھینچی تھیں ۔ وہ جانتا تھا اس کی مام کس بارے میں بات کرنا چاہتی تھیں۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی ان کی بات سننے پہ مجبور تھا۔

"جی مام------ کہیئے ؟" وہ دوبارہ صوفے پر آ کے بیٹھ گیا۔

" تمہیں یاد ہے نا اپنا مقصد۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنا انتظار کرنے کے بعد یہ گھڑی آئی ہے , اس لیے میں نہیں چاہتی کہ منزل کے اتنے قریب آ کے کوئی بھی گڑبڑ ہو۔ "

کچھ دیر پہلے جو مسکان ان کے خوبصورت چہرے پہ سجی تھی , اس پل بلکل غائب تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ مدیحہ کے چہرے, آنکھوں اور لہجے سے چھلکتی نفرت اور غصے کی آگ کو وہ بخوبی محسوس کر رہا تھا۔

جواباً وہ کچھ نہیں بولا تھا۔ کہتا بھی کیا , جس لڑکی سے اس کی ماں حد درجہ نفرت کرتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اسی کے عشق میں پور پور ڈوب چکا تھا۔ اتنا کہ اب واپسی ناممکن تھی۔۔۔۔۔۔

اس کی ماں,اس لڑکی کو تکلیف دینے اور برباد کرنے کا کہہ رہی تھی۔۔۔۔جس کو معمولی خروچ بھی آئے تو وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"فائنلی! وہ۔دن آ گیا ہے , جس کا میں نجانے کب سے میں انتظار کر رہی ہوں۔" مدیحہ کے چہرے پر فتح اور جیت کی عجیب سی چھب جھلک رہی تھی۔

وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تھا۔۔۔۔۔ اس نے اس سختی سے اپنے لب کاٹے تھے کہ ایک خون کا ننھا سا قطرہ نمودار ہوا تھا۔

****

یہ کوئی دوپہر کا وقت تھا۔ سورج پوری آب و تاب سے عین سر کے اوپر چمک رہا تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا کے باعث فضا میں نیم تپش محوسوس ہو رہی تھی۔

گرے سوزوکی شہر کے ایک مشہور شاپنگ مال کے عین سامنے آ کے رکی۔ جس میں سے ارسل ,الوینہ اور آئیملک نمودار ہوئے ۔

وہ تینوں شاپنگ مال کے مین دروازے میں داخل ہونے والی سیڑھیاں چڑھنے لگے, دفعتاً آئیملک کا سیل فون بج اٹھا۔ وہ ان دونوں سے ایکسکیوز کرتی, کچھ دیر بعد آنے کا کہہ کر واپس سیڑھیاں اترتی ------موبائل کی طرف متوجہ ہوئی جو مسلسل بج رہا تھا۔

اس سے پہلے کے وہ کال اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگاتی, کسی سے اتنی بری طرح ٹکراؤ ہوا کے وہ ایک طرف الٹ گئی ۔ نیچے ابھی دو سیڑھیاں طے کرنی باقی تھیں۔

خود کو نیچے گرنے سے بچانے کے لیے اس نے سختی سے مقابل کا گریبان پکڑا تھا۔ اور اس کے مظبوط بازوں میں جھول گئی ۔ تھوڑی دیر بعد اس نے زور سے بینچی آنکھیں آہستہ آہستہ کھولنی شروع کیں-------- اور نیلی آنکھوں والے لڑکے کو دیکھ کر آئیملک کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

وہی آنکھیں ,وہی حلیہ -----اسے پہچاننے میں ایک لمحہ لگا تھا۔ وہ ہنوز اس کی بانہوں کے حصار میں تھی ۔ وہ بنا پلکیں جھپکے -------بڑی بڑی بھوری آنکھوں سے تک رہی تھی----- یہی حال مقابل کا بھی تھا۔ نمال اسے اتنا قریب پا کر , جیسے سانس لینا بھول گیا ہو------اس کی دھڑکن نے دھڑکنا چھوڑ دیا ہو۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا۔

اسی پل آئیملک کسمسائی ----اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر اس کے چوڑے سینے سے لگا تو وہ کراہ کر رہ گیا۔ اسے ہلکے سے درد کا احساس ہوا -----دونوں نے چونک کر گریبان میں دیکھا جہاں زور سے پکڑنے کی وجہ سے شرٹ کے نہ صرف دو بٹن ٹوٹے تھے بلکہ اس کے ناخنوں کی خروچ سے خون نمودار ہو رہا تھا۔

وہ کرنٹ کھا کر ایک دوسرے سے جلدی سے علیحدہ ہو گئے ۔ آئیملک نے بے حد شرمندگی سے نظریں جھکا لیں ۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

ای------ایم سو سو----- سوری---------- مم-----میں----پتہ نی----

بری طرح سے ہکلاتی آئیملک نے ہمت مجتمع کر کے بمشکل اوپر نگاہیں اٹھائیں اور حیرت سے ششدر رہ گئی , وہ جا چکا تھا۔

"ہآ ----ہاؤ روڈ----!

آئیملک کو ایک دم سے غصہ آیا, اس نے برا سا منہ بنا کر پؤں زمین پہ پٹخا تھا۔

****

وہ کسی ضروری کام سے کمرے سے باہر نکلی۔ اس کا رخ کچن کی طرف جانے کا تھا لیکن خلافِ معمول کامن روم سے آتیں غیر معمولی آوازوں پر قدم اس جانب بڑھا دیئے ۔

اندر داخل ہوتے ہی وہ چونکے بنا نہ رہ سکی۔

"اوہ! توثانیہ میڈیم تشریف لائی ہیں۔" نویرہ نے خودکلامی کی ۔

سامنے ٹپ ٹاپ سے تیار , ہائی ہیل پہنے , ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے ------- ایک ہاتھ بڑے استحقاق سے حدیر کے کندھے پہ جمائے وہ ڈبل صوفے پہ حدیر کے ساتھ چپک کے بیٹھی تھی۔

نویرہ کا ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کے حلق تک کڑوا ہوا تھا۔ وہ کمالِ بے نیازی سے انہیں نظر انداز کرتی , ساتھ پڑے صوفے پہ فضہ کے پاس جا کے بیٹھ گئی ۔ اس کے بیٹھنے کی دیر

تھی, فضہ اٹھ کے سمیر کے ساتھ جا کے ٹک گئی ۔
نویرہ کو برا تو بہت لگا --------پھر صبر کے گھونٹ بھرتی برداشت کر گئی ۔

ماموں جان کو چھوڑ کے گھر کے باقی سارے ہی نفوس اس وقت وہاں موجود تھے ------وجہ ظاہر ہے ثانیہ ہی ہو سکتی تھی---------آج تو آنٹی (راحیلہ بیگم) بھی بڑے خوشگوار موڈ میں ہنس ہنس کے ثانیہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ تھوڑی دیر خالہ بھانجی کو واری صدقے ہوتے دیکھتی رہی-------پھر جلد ہی اس ڈرامے سے اکتا کے سامنے رکھے سینٹرل ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر اس نے ٹی وی آن کر دیا۔

حدیر کی کسی بات پہ ہنستی ثانیہ نے پہلی بار چونک کر نویرہ کی طرف دیکھا, جس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کے اسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ ثانیہ کو حیرانی ہوئی۔ ایک پل کے لیے اس کا رنگ پھیکا پڑا تھا, جس طرح اس نے سوچا تھا-------نویرہ اس کے بلکل برعکس نظر آ رہی تھی۔ وہ اتنی بھی گئی گزری نہیں تھی کہ ثانیہ اسے نظر انداز کر دیتی۔ صاف چمکدار رنگت پہ نمایاں ہوتے خوبصورت نین نقش, مغرور سی ناک, گلابی ہونٹوں کے پاس پیارا سا, ننھا سا تل, متناسب سے سراپے پہ نکلتا ہوا قد---------اوپر سے میک اپ سے مبرا, سادگی نے اسکی دلکشی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ سر پہ اچھی طرح دوپٹہ جمائے سادہ سے حلیے میں ملبوس ,وہ اب بھی ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی۔ ثانیہ کو نئی

ٹینشن لاحق ہوئی۔ "کہیں میں حدیر کو کھو نہ دوں۔۔۔۔۔۔۔؟" ایک پل کے لیے ثانیہ کے دل میں خیال ابھرا تھا لیکن دوسرے ہی پل منفی سوچ کو جھٹکتی پھر سے حدیر کی طرف متوجہ ہو گئی ۔

"نویرہ! مانا کہ میں نے تمہیں اپنی بہو تسلیم نہیں کیا لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم اس طرح گھر آئے۔ مہمان کو نظر انداز کر دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جاؤ! کچھ کھانے پینے کا انتظام کرو۔"

راحیلہ اسے حکم صادر کرتی مخاطب ہوئیں ۔ نویرہ گہری سانس بھرتی کامن روم سے باہر آ گئی ۔

"پتہ نہیں کس گناہ کی سزا ملی ہے میرے بیٹے کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پہلے ماں نے میرے معصوم بھائی پہ ڈورے ڈالے اور اب یہ اس کی بیٹی ۔۔۔۔۔۔ جو اپنی شکل و صورت کے ساتھ ساتھ حرکتوں میں بھی ہوبہو اسی کی طرح ہے۔ تمہارے انکل (شیرازی) بہت بھولے ہیں , جو اپنی مرتی بہن کی باتوں میں آ گئے تھے۔ خود تو مر گئی , ہمارے سر پہ مصیبت تھوپ گئی ہے منحوس ماری۔"

راحیلہ کی زبان جیسے آگ برسا رہی تھی۔ ان کے من میں برسوں پرانی لگی آگ ابھی تک ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔

" صحیح کہہ رہی ہیں آنٹی آپ--------- بہت برا ہوا ہے ہمارے ساتھ ۔ کیا سوچا تھا کیا ہو گیا---دیکھیں! آج میری جگہ وہ کتنے مزے سے میری نظروں کے سامنے اس گھر میں گھوم رہی ہے۔ ------ راج کر رہی ہے۔"

مصنوعی آنسو صاف کرتی, دکھی لہجے میں کہتی ثانیہ نے کن اکھیوں سے راحیلہ اور حدیر کی طرف دیکھا, جن کے چہرے پہ غصے اور نفرت کی واضح لہر ابھری تھی۔

"نہ میری گڑیا ! چپ ہو جاؤ۔ روئیں تمہارے دشمن---- بس کچھ دن اور انتظار کر لو۔ دیکھنا میں اسے کیسے یہاں سے دفع کرتی ہوں۔"

راحیلہ غصیلے لہجے میں حقارت سے بولیں۔

" ہاں ثانی! مام ٹھیک کہہ رہی ہیں ۔ ڈونٹ وری میں خود اس بارے میں پاپا سے بات کروں گا۔ بس بہت برداشت کر لیا----اب اور نہیں ۔ میں
آج ہی وکیل سے بات کرتا ہوں کہ وہ طلاق کے کاغذات ریڈی کر دے---------- ناؤ ہیپی؟"

ثانیہ نے اس کی بات پہ اثبات میں سر ہلایا جواباً حدیر اس کے ہاتھ تھامے مسکرا دیا۔

"طط۔۔۔طلا۔۔۔۔طلاق۔۔۔۔۔۔" کچن کی طرف جاتے اس کے قدم یکدم لڑکھڑائے تھے۔ نویرہ نے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے بمشکل کچن کے پٹ کا سہارا لیا۔ اس کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ کے فرش پہ گرے ۔۔۔۔اور گرتے چلے گئے ۔

"میں بھی دیکھتی ہوں حدیر۔۔۔۔۔۔۔۔تم مجھے اپنی زندگی سے کیسے الگ کرتے ہو۔ واقعی! بہت ہو گیا اب۔۔۔۔۔۔۔۔"

سنک کے پاس آ کے اس نے ٹاپ کھولا اور پانی کے دو تین چھپاکے مارے پھر نل بند کر کے دوپٹے کے پلو سے چہرہ صاف کرتی فریج کی طرف بڑھی ۔ فریج سے کولڈرنک نکالی۔ ٹرے میں کانچ کا گلاس رکھ کے اس میں کولڈرنک انڈیلی ۔بوتل صلیب پہ رکھی, پھر خود کو سنبھالتی دوبارہ سے کامن روم میں داخل ہوئی۔

" سوری ! بٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے کولڈرنک نہیں پینی ۔ میرا کافی پینے کا موڈ ہے۔"

نویرہ نے ابھی ٹرے میز پر رکھی ہی تھی جب ثانیہ نے بڑے لاڈ سے راحیلہ کی طرف دیکھ کے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔۔۔ اور بھی کچھ کھانا ہے تو بتا دو بنوا دیتی ہوں۔"

راحیلہ نے اسے لاڈ سے پچکارا۔

"نہیں ابھی تو بس کافی پینے کا دل کر رہا۔"

"اے لڑکی ! اب کھڑی کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ جلدی سے بنا کر لاؤ۔"

راحیلہ کے دوبارہ حکم صادر کرنے پر ثانیہ نے استہزائیہ نویرہ کی طرف دیکھا۔

نویرہ کو ثانیہ کے اس ڈرامے بازی پہ تپ تو بہت چڑھی پر ضبط کر گئی اور ٹرے اٹھا کر دوبارہ کچن میں لا کے صلیب پہ پٹخ دی۔

جلدی سے کافی بنا کے دوبارہ اس کے آگے ٹیبل پہ لا کے رکھنے لگی ۔۔۔۔۔۔لیکن ثانیہ کو آگے ہاتھ کرتا دیکھ کے مجبوراً نویرہ کو کافی اس کے ہاتھ میں پکڑانی پڑی۔

"آؤچھ۔۔۔۔۔۔۔۔آہ اہ۔۔۔۔۔۔۔۔ میرا ہاتھ ۔۔۔۔"

ثانیہ ہاتھ پکڑے جھٹکے سے کھڑی ہو گئی ۔ حیران ہوتے باقی سب بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"نویرہ ! یہ تم نے کیا کیا ہے۔ ساری گرم کافی میرے اوپر گرا دی تم نے۔۔۔۔۔جلا دیا نا ہاتھ میرا۔"

وہ سسکیاں لیتی بولی ۔

"اوہ گاڈ! یہ تو بہت جل گیا ہے۔" حدیر نے فوراً اس کا لال ہوتا ہاتھ پکڑا ۔۔۔۔اور سمیر سے مخاطب ہوا۔ "تم جاؤ۔۔۔۔۔جلدی سے فرسٹ ایڈ باکس لے کر آؤ ۔ ہری اپ!"

راحیلہ بھی اس سچوایشن سے گھبرا گئیں اور کھا جانے والی نظروں سے نویرہ کی جانب دیکھا۔ جبکہ نویرہ, ثانیہ کے اس نئے ڈرامے پہ حیرت سے دنگ رہ گئی ۔ کوئی انسان اس حد تک کیسے گر سکتا ہے کہ محض کسی کی توجہ حاصل کرنے اور کسی کو نیچا دیکھانے کے لیے خود کو نقصان پہنچا لے۔ یہ پاگل پن نہیں تو اور کیا تھا۔

'ثانیہ کو روتا دیکھ کے حدیر غصے سے نویرہ کی طرف مڑا تھا۔

"پھوہڑ لڑکی۔۔۔۔۔یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ کوئی کام تم سے ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔ "

"حدیر! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ میں نے نہیں اس نے خود جان بوجھ۔۔۔۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ ۔۔۔۔جسٹ شٹ اپ اوکے!۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر غلطی کی ہے تو معافی بھی مانگو ثانیہ سے ابھی کے ابھی۔"

www.classicurdumaterial.com

"وہ غصے سے جیسے پھٹ پھٹ پڑا۔

" صحیح کہا آپ نے اگر غلطی کرتی تو ضرور معافی مانگ لیتی , لیکن جب میں نے کوئی غلطی کی ہی نہیں تو معافی کیوں مانگوں۔۔۔۔۔۔"

"یوو۔۔۔۔۔۔" حدیر نے غصے سے ہاتھ ہوا میں لہرایا تھا, لیکن نویرہ نے اس کا ہاتھ ادھر ہی روک کر زور سے نیچے کی طرف جھٹک دیا۔

اس کی اتنی جرأت پہ سب کا حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا ۔ روتی دھوتی ثانیہ بھی رونا بھول کر ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگ گئی ۔

" توبہ توبہ دیکھو تو کتنی بے شرم اور بد لحاظ لڑکی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ نہ تمہیں حیاء نہیں آئی شوہر کا ہاتھ پکڑتے ہوئے۔"

اوہ رئیلی!۔۔۔۔۔۔ شوہر؟۔۔۔۔۔۔۔ سیریسلی آنٹی؟۔۔۔۔ آج تک آپ کے بیٹے نے شوہر ہونے کا کوئی حق تو ادا کیا نہیں , ہمیشہ میری انسلٹ کی, دوسروں کے سامنے تذلیل کی ہے میری۔"

نویرہ جو کب سے برداشت کررہی تھی ۔ سارے لحاظ بالائے طاق رکھ کے بولی۔

"مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیئے تھا۔۔۔۔ اب یہاں میری کوئی جگہ نہیں رہی ہے۔"
ثانیہ نے جلتی پہ تیل ڈالنے کے لیے شوں شوں کرتے کہا۔

"صحیح کہا تم نے ثانیہ! ساری فساد کی جڑ ہی تم ہو۔"

نویرہ طنزیہ کہتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ حدیر بھی غصے سے پھنپھناتا اس کے پیچھے آیا تھا لیکن نویرہ اس کے منہ پہ زور سے دروازہ بند کر چکی تھی, حدیر نے بے بسی سے مکا پوری قوت سے بند دروازے پہ مارا تھا۔

ثانیہ بھی خلافِ توقع صورتحال دیکھ کر لال بھبھوکا ہوتی, تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی ۔ راحیلہ اسے پکارتیں رہ گئیں ۔

****

وہ کمرے میں آ کر سیدھا بیڈ پہ آ کے بیٹھ گیا۔ اس کا دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا۔ دھڑکن جیسے معمول پہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے شیشے کے جگ سے گلاس میں پانی ڈالا اور منہ کے ساتھ لگا لیا ایک سانس میں گلاس خالی کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیا ۔

پھر اٹھ کر اس نے فریش ہونے کی غرض سے شاور لیا۔

شاور لینے کے بعد وہ بڑے سے بیڈ کے بلکل سامنے ایستادہ ڈریسنگ ٹیبل کے قدآور آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

شرٹ کے بٹن بند کرتے اس کے ہاتھ سینے پہ آ کے غیر ارادی طور پر رکے تھے۔ اس لڑکی کے ناخنوں کی خروچیں ابھی تک تازہ تھیں اسی لیے اسے جلن کا احساس ہو رہا تھا۔ ان زخموں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ ایک فلم کی طرح پھر وہ حسین منظر اس کی نگاہوں میں گھوم گیا۔

وہ نجانے کب تک اسی احساس کے زیر اثر کھڑا رہتا کہ اچانک اس کے موبائل کی کال ٹیون بجی۔ وہ سر جھٹکتا بیڈ کی طرف آ گیا۔

افغال کی کال دیکھ کر یس کے بٹن کو ٹچ کیا اور کان کے ساتھ لگا کے بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا۔

"ہیلو! یار نومی تم کہاں رہ گئے بھئی۔ اتنی دیر کیوں لگا دی میں کب سے مال میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

افغال کی فکر مند سی آواز ابھری۔

"ایم سو سوری یار! آنا تھا میں نے۔۔۔۔۔۔ بلکل تیار تھا۔ پتہ نہیں ایک دم سے طبیعت عبیب سی ہو رہی۔ مجھے کچھ سیٹ نہیں لگ رہی اس لیے کل کا پروگرام بنا لیتے ہیں۔ کل شاپنگ کے بعد پیلس کی بکنگ کے ساتھ باقی کام بھی دیکھ لیں گے۔"

نمال نے اپنا لہجہ حتی المقدور فارمل سا رکھا۔

"ہمم ۔۔۔۔۔ چلو کوئی ایشو نہیں , کل مل کے کر لیں گے۔ تم اپنا خیال رکھو میں فون رکھتا ہوں۔ طبیعت اگر زیادہ خراب ہے تو میں آ جاتا ہوں ۔۔۔۔۔ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں؟"

کال کی دوسری طرف وہ قدرے پریشانی سے بولا۔

"ارے نہیں , میں ٹھیک ہوں ۔۔۔۔ ڈونٹ وری! کل ملتے ہیں بائے۔"

"اوکے فائن اینڈ ٹیک کیئر آف یور سیلف!"

فون بند ہونے کے بعد اس نے سیل فون سائیڈ پہ رکھا اور آنکھیں موند لیں۔ دو الجھی آنکھیں , گھبرایا گھبرایا سا سراپا۔۔۔۔۔۔ شرم و حیاء سے پر چہرہ پھر سے اس کے ذہن کے پردے پہ ابھرا تھا تو اس کے لبوں پہ دلفریب تبسم پھیل گیا۔

****

ارسل پچھلے آدھے گھنٹے سے لیپ ٹاپ پہ کسی ضروری کام میں مصروفِ عمل تھا۔ اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ کے بٹنز پہ تھرک رہی تھیں۔

یہ ایک اجلی , نکھری سی صبح تھی۔ سورج کی باریک باریک لائٹدار کرنیں کشادہ سے ڈرائنگ روم کی کھڑکیوں کے پردے تھوڑے سرکنے سے چھن چھن کرتیں اندر آ رہی تھیں۔

سعدیہ نے اندر جھانکا لیکن پھر اسے کام میں مگن دیکھ کر واپس مڑ گئیں ۔ ان کے جانے کی تھوڑی دیر بعد ہی الوینہ دھپ دھپ کرتی داخل ہوئی اور گرنے والے انداز میں صوفے میں دھنس گئی ۔

ارسل نے ذرا کی ذرا الوینہ کے پھولے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا پھر مسکرا دیا۔

"ارے وینو! تمہیں کیا ہوا ؟"

"کچھ نہیں تم اپنا چپ چاپ کام کرو۔"

الوینہ نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"کچھ تو ہوا ہے۔۔۔۔ورنہ ایسے ہی غبارے میں ہوا نہیں بھری ہوئی تھی۔"

ارسل نے چھیڑنے والے انداز میں کہا البتہ نظریں ہنوز لیپ ٹاپ پہ مرکوز تھیں۔

"کیا۔۔۔۔۔۔۔۔؟ میرا منہ غبارے کی طرح لگتا ہے تمہیں ۔۔۔۔۔۔۔سلو کے بچے تمہیں اور کوئی تشبیہہ دینے کے لیے مثال نہیں ملی۔"
وہ رونکھی ہوئی۔

"ہاں نا! اب میری اردو کی ووکیبلری اتنی ہائی نہیں یہی مائنڈ میں آ رہا تھا تو بول دیا۔"
وہ ہنس کے بولا جواب میں وہ خاموش رہی۔ جس پہ ارسل نے اسے شاکی نظروں سے گھورا۔

"اب بتا بھی آخر ہوا کیا ہے؟"
"کہا نا کچھ نہیں ۔۔۔۔۔۔ تم تو پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔"

"تم ایسے نہیں بتاؤ گی۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ لیپ ٹاپ بند کر کے اس کے پاس آ کر صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"چلو اب بتاؤ۔۔۔۔ ابی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟"
"نہیں ۔۔۔۔۔۔"
"تو پھر۔۔۔۔۔"

"ہونا کیا ہے کل میڈیم کی انگیجمنٹ ہے اور ابھی سے لفٹ نہیں کروارہی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ساری تیاری کرنے والی ہے سوچا تھا پارلر جائیں گی۔۔۔۔۔پر نہیں میڈیم کی نیند ہی پوری نہیں ہو

رہی۔ "

اس نے ساری بھڑاس نکالی۔ آخر بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئ تھی۔

"ہمم تو یہ بات ہے, پھر تو واقعی بہت زیادتی ہوئی ہے تمہارے ساتھ ابی نے غلط کیا ہے۔" ارسل نے بمشکل ہنسی دبا کے جواب دیا۔

"ہاں بلکل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مانا کے ہم بھی اتنے گئے گزرے نہیں ہیں شان و شوکت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔پر۔۔۔۔ ان کی بات الگ ہے اتنے ہائی فائی لوگ آنے کل اور میں نے ابھی تک یہ بھی ڈیسائڈ نہیں کیا کے کون سے کپڑے پہنوں۔ اسے کیا اس کا تو جوڑا سسرال سے آنا۔"

وہ منہ بسورتی بولی۔

"چلو ٹینشن نہیں لو ۔۔۔۔۔ میں تمہاری ہیلپ کر دیتا ہوں۔"

"پکا نا۔۔۔۔"

اس نے جیسے یقین دہانی چاہی۔

"ہاں ببا پکا ۔ بھروسہ رکھو مجھ پہ۔۔۔۔۔۔"

"اوکے آؤ پھر۔۔۔۔"

وہ اسے لیے اپنے اور آئیملک کے مشترکہ کمرے میں آ گئی ۔ ابی بیڈ پہ نہیں تھی واش روم کا

دروازہ بند تھا شاید وہ شاور لے رہی تھی۔

الوینہ نے اپنی الماری کا پٹ اوپن کیا اور تین ڈریس نکال کے اپنی سائیڈ والے سنگل بیڈ پہ پھیلا دیئے۔

"ہاں! تو اب بتاؤ۔۔۔ کل کے فنکشن کے لیے کون سا ڈریس بیسٹ رہے گا۔ مجھے کل سب سے خوبصورت لگنا ہے۔۔۔۔۔بس۔"

الوینہ نے شوخ پن سے شرارتی انداز میں کہا۔

"میں بتا تو دوں پر میری بھی ایک شرط ہے۔۔۔۔"

"شرط ۔۔۔۔۔۔۔۔کیسی شرط؟"

اس نے ارسل کو شاکی نظروں سے گھورا۔

"وہ یہ کہ جو ڈریس میں سلیکٹ کروں گا تمہیں پھر وہی پہننا پڑے گا۔۔۔۔۔سوچ لو منظور ہے؟"

"ہمممم۔۔۔۔۔۔۔۔ اوکے منظور ہے۔"

تھوڑا سوچنے کے بعد الوینہ نے حامی بھر لی۔

"اوکے!۔۔۔۔۔۔۔۔تم نے یہ تین ڈریسز نکالے ہیں تو پہلے اس کو دیکھتے ہیں۔" ارسل نے وائٹ فراک اٹھا لی۔

دیکھو! تم چاہتی ہو تم سب سے اچھی لگو تو یہ اس لحاظ سے نہیں ٹھیک ہے وائٹ کلر بہت لائٹ ہو جائے گا ------تو اس کو ہم نکال دیتے ہیں۔"

ارسل نے اسے سائیڈ پہ کیا الوینہ چپ کر کے دیکھتی رہی, بولی کچھ نہیں۔

"اور یہ ہے ریڈ کلر --------جو میرا ماننا ہے کہ کنواری لڑکیوں کو نہیں پہننا چاہیئے۔"

"لیکن کیوں----؟"

"کیوں کہ! پھر دلہن جب لڑکی بنتی ہے تو اسے روپ کم آتا ہے۔"

اوہ اچھا-----مطلب یہ بھی نکل گیا۔ الوینہ نے منہ بسورا۔

"یس----اور یہ ہے ڈارک بلیو----- تو یہ آئی تھنک ! اوور ہو جائے گا, اگر لائٹ بلیو ہوتا تو کام چل جاتا۔"

"ہاآا----- تم نے تو سارے ریجیکٹ کر دیئے اب میں پہنوں گی کیا؟"

ارسل نے تیسرا بھی سائیڈ پہ کر دیا تو وہ روہانسی ہوئی۔

"او ڈرامہ کوئین! تم یہاں بیٹھو-------- میں بسس یوں گیا اور یوں آیا ہاں۔"

ارسل نے اسے بیڈ پہ بیٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ حیران ہوتی سوچ میں پڑ گئی ۔

"اسے اچانک کیا ہوا؟"

الوینہ نے کندھے اچکائے۔

تقریباً پانچ منٹ بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک درمیانے سائز کا ڈبہ تھا۔ وہ حیران

ہوتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ کیا ہے؟"

"تم خود چیک کر لو۔"

ارسل نے مسکراتے ہوئے ڈبہ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ الوینہ نے ڈبہ کھولا ۔ اس میں ڈریس دیکھ کے اسے شاک سا لگا۔

"واؤووو۔۔۔۔ اتنی زبردست فراک۔۔۔۔۔ سلو کیا یہ تم میرے لیے لائے ہو۔۔۔۔رئیلی؟"

بے بی پنک فراک جس پہ آف وائٹ موتیوں کا خوبصورت سا ورک کیا گیا تھا, الوینہ نے حد درجہ بے یقینی اور پرجوش لہجے میں پوچھا تو ارسل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پسند آئی؟"

"بہت ۔۔۔۔۔۔۔ بہت زیادہ۔ پر یہ بہت مہنگی لگ رہی مجھے۔ میں کیسے لے سکتی تم سے۔۔۔۔۔"

الوینہ کو تھوڑا آکورڈ سا لگا۔

"تم سے زیادہ قیمتی نہیں۔۔۔۔ اور زیادہ فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم صرف کزنز نہیں بلکہ بہت اچھے فرینڈز ہیں یار۔۔۔۔۔"

"نو ڈائٹ۔۔۔۔پر۔۔۔مم۔۔۔۔"

"پر---ور--- کچھ نہیں۔ بس ہو گیا فیصلہ تم یہی پہنو گی۔ میری شرط یاد ہے نا؟"
اس نے مصنوعی رعب سے کہا تو وہ بلآخر مان گئی۔

"ویسے صرف دوستی تک ہی رہنا ---- تم اچھی طرح سے جانتے ہو مجھے پیار ویار پہ یقین نہیں۔ پیار وہ ہوتا ہے جو ایک نظر میں ہو جائے۔ جس کو دیکھتے ہی انسان خود کو بھول جائے-------- دل دھڑکنا بھول جائے ,ہر طرف بس ایک ہی چہرہ دکھائے دے-----اور مجھے جس دن ایسا ملے گا تبھی یقین آئے گا۔"

الوینہ اپنی ہی رو میں بولتی چلی گئی۔
ارسل نے لب بینچ لیے تھے ۔ الوینہ کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اسے صرف بہت اچھا دوست سمجھتی ہے ----اور کچھ نہیں۔

وہ سب جانتا تھا لیکن-------اپنے دل کا کیا کرتا----جو اس کے علاوہ کسی اور کا متمنی ہو ہی نہیں سکتا تھا ۔الوینہ کے خیالات سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود وہ محبت کے راستے میں بہت آگے تک آ چکا تھا----اتنا کہ اب واپسی ناممکن تھی۔ یک طرفہ محبت کا درد لیے, اپنے جذبات کو دل میں دبائے وہ ایک بار پھر اظہار کیے بنا ہی واپس مڑ گیا۔
"اچانک اسے کیا ہوا ہے آج اتنا وئیر بی ہیو کیوں کر رہا ہے۔ بنا جواب دیئے ہی چلا گیا۔"
الوینہ نے حیرانی سے سوچا ------پھر دوسرے ہی پل ڈریس کی طرف متوجہ ہو گئی ۔

****

ٹھک۔۔۔۔۔۔۔۔ٹھک۔۔۔۔۔۔

اس نے دروازے پہ دستک دی ۔ پھر دروازہ کھلا دیکھ کر ,اسے آگے کی طرف دھکیلتا وہ اسٹڈی روم میں داخل ہوا۔

ٹیبل لیمپ جل رہا تھا ۔ اور شیرازی ٹیبل کے پاس ایزی چیئر پہ نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف, آہستہ آہستہ کرسی پہ جھول رہے تھے۔

"وہ۔۔۔۔پاپا! مجھے آپ سے کچھ اہم بات کرنی ہے۔"

"ہمم۔۔۔ آؤ بیٹھ کے بات کرو۔ "

شیرازی نے حدیر کو بغور دیکھا پھر کرسی روک کر بولے۔وہ پاس ہی پڑے کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

"وہ مجھے۔۔۔۔۔۔۔ثانیہ کے بارے میں بات کرنی تھی۔ "

"اچھا ! کرو پھر, میں سن رہا ہوں۔"

وہ اسپاٹ لہجے میں گویا ہوئے البتہ نظریں کتاب پر ہی جمی تھیں۔

"آپ کو نہیں لگتا اب کوئی فیصلہ کر لینا چاہیئے ؟"

وہ تمہید باندھتا سنجیدگی سے بولا ۔

"مثلاً کون سا فیصلہ ۔۔۔۔برخوردار! جو بھی کہنا ہے ذرا کھل کے کہو۔ اتنا ہچکچا کیوں رہے

ہو؟"

" پاپا! آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں میں کس بارے میں بات کر رہا ہوں۔ لیکن اگر آپ میرے منہ سے سننا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے, سنیں پھر---------- میں ثانیہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں, ہم دونوں اور انتظار نہیں کر سک---------"

"اور نویرہ-------- اس کا کیا؟------کچھ تو سوچا ہو گا تم نے اس کے بارے میں بھی؟" شیرازی نے غصے سے حدیر کی بات کاٹ کر اس کی جانب دیکھ کر کہا اور زور سے کتاب بند کر کے میز پہ رکھی۔ حدیر کے چہرے کے زاویے نویرہ کے ذکر پہ یکدم بگڑے تھے۔

"میں نے صرف آپ کے کہنے پہ نویرہ سے نکاح کیا تھا لیکن میں ابھی تک اسے قبول نہیں کر پایا ہوں ۔ میری پسند صرف ثانیہ ہے اور میں اسی سے شادی کروں گا ۔اب مزید قربانی مجھ سے نہیں دی جاتی۔ "

وہ خاموشی سے حدیر کی بات سنتے رہے لیکن بولے کچھ نہیں جس سے اس کی ہمت اور بڑھی۔

"اور-------- جہاں تک نویرہ کی بات ہے, آپ اس کے اچھے مستقبل کے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔"

"صاف کیوں نہیں کہتے تم نویرہ کو چھوڑنا چاہتے ہو۔ اس معصوم , پاکیزہ بچی کے دامن پہ طلاق جیسا بدنما داغ لگانا چاہتے ہو۔"

شیرازی کے لہجے میں نمی گھل گئ اور آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ حدیر نے بے ساختہ نظریں چرائیں تھیں۔

"اس میں بھی آپ کا ہی قصور ہے۔ یہ آپ کو اس وقت سوچنا چاہیئے تھا جب میرا نویرہ کے ساتھ زبردستی نکاح پڑھوا رہے تھے۔"

وہ ان کی حالت کو نظر انداز کرتا, بنا لحاظ کے بولا۔

"تب مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بعد میں میری بیٹی کے ساتھ اتنا برا سلوک کرو گے ورنہ میں کبھی اتنا بڑا قدم نہ اٹھاتا۔ اس بچی نے کچھ دن پہلے اپنی ماں کو کھویا ہے ,باپ کے سائے سے وہ پہلے ہی محروم ہے۔ اب یہ نیا دکھ وہ نہیں سہہ پائے گی ۔ ارے! کچھ تو رحم کرو اس پہ------ بن ماں باپ کی بچی ہے---- اور نہیں تو کم از کم اپنے باپ کی عزت کا ہی مان رکھ لو۔"

شیرازی صاحب نے بمشکل آنسو ضبط کیے دلگرفتگی سے التجا کی ۔

"مان رکھا تھا نا تین مہینے پہلے ----ابھی تک پچھتا رہا ہوں۔ بہرحال ! میں نے وکیل سے با--------"

"بڑے افسوس کی بات ہے یقین نہیں آ رہا کہ تم میرے وہی تابعدار بیٹے ہو جس کے لیے باپ کا اشارہ ہی کافی ہوتا تھا۔ خیر -------- اگر تم نے فیصلہ کر ہی لیا تھا تو فارمیلٹی نبھانے میرے پاس کیوں آئے ہو۔ اب تم جا سکتے ہو ------ جو دل میں آئے کرو میں نہیں

روکوں گا۔ لیکن ایک بات میری کان کھول کے سن لو میں مرتے دم تک نویرہ کے علاوہ کسی کو اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گا۔"

وہ بات کاٹتے سختی سے بولے اور دوسری طرف رخ پھیر لیا۔ حدیر نے پریشانی سے لب بھینچے پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

****

لمبی لمبی گاڑیاں قطار در قطار دونوں طرف سے سامنے نظر آتے وسیع رقبے پہ پھیلے اس عالیشان "گرین پیلس" کے اندر داخل ہوئیں۔ تمام گاڑیاں پارکنگ ایریا میں آگے پیچھے کھڑی ہوتی گئیں۔ مہمان گاڑیوں سے نکل کر پیلس کے اندر آ گئے۔ گرین پیلس جتنا باہر سے دلکش نظر آ رہا تھا, اس سے کہیں زیادہ اندر سے خوبصورتی اور مہارت سے سجا ہوا تھا۔ ہر طرف فلورل ڈیکوریشن کے ساتھ ساتھ کچھ "گرین پیلس " کے نام کی نسبت سے گرینی سجاوٹ بھی کی گئ تھی۔ چھت پہ لگیں رنگ برنگی چھوٹی چھوٹی چھتریاں الگ ہی بہار دکھا رہی تھیں ۔ روشنیوں میں نہائے اس پیلس کو دیکھنے والی ہر آنکھ خیرہ ہو رہی تھی------ ہر کوئی سراہ رہا تھا۔ آج کا دن جہانگیر اور حیدر فیمیلیز کے لیے خاص الخاص تھا۔

سکن کلر کے کرتا پاجامے اور اس کے اوپر سی گرین
ویسٹ کوٹ پہنے افغال حیدر ہر دیکھنے والی آنکھ کا تارا بنا ہوا تھا۔ وہ بلکل تیار کھڑا نمال کے ساتھ آنے والے عزیزو اقارب کا گرم جوشی سے استقبال کر رہا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد وہ اس کام سے فارغ ہوئے۔ پھر افغال نے سامنے سجے سجائے فلورل اسٹیج کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ اب اسے صرف آئیملک کو دیکھنے کا بے صبری سے انتظار تھا۔

"یار سلو۔۔۔۔! ہماری ابی کتنی لکی ہے نا۔۔۔ جو افغال حیدر جیسا پرسنیلٹڈ بندہ اس کی زندگی میں آیا ہے۔"
الوینہ نے رشک بھری نگاہیں اسٹیج پر بڑے وقار سے بیٹھے افغال پہ ٹکا کے کہا۔

لیکن ارسل کا دھیان توصرف اس پہ تھا۔ جو اس کی لائی ہوئی ڈریس میں بلکل باربی ڈول لگ رہی تھی۔ وہ اس وقت کسی اور چیز کو دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔
"ویسے افغال بھائی اگرسیر ہے تو میری بہنا بھی سوا سیر ہے۔ ایک دم چاند سورج کی جوڑی ۔۔۔۔۔۔ہے نا؟"
الوینہ نے جوش سے کہتے ہوئے اس کی تائید چاہی, لیکن اپنی بات کا۔جواب نا پا کر اس نے گھور کے ارسل کو دیکھا تو وہ گڑبڑا سا گیا۔

"سلو تم نا یہ مجھے چیپ لڑکوں کی طرح گھورنا بند کرو ------اچھا!------ورنہ تم مجھے اچھی طرح سے جانتے ہو۔"

وہ ایک دم سے ہٹلر بنی ۔ جواباً ارسل نے قہقہہ لگایا۔

"اچھا ! چھوڑو ساری باتیں ---------چلو سیلفیز لیتے ہیں۔"

اس نے چہک کے کہا پھر خود ہی اپنے موبائل کا کیمرا آن کیا اور ارسل کے ساتھ مختلف پوز بناتی پکچرز اتارنے لگ گئی----- دفعتاً اس کی نظر اپنے پیچھے کیمرے میں ابھرتے عکس پہ پڑی اس نے چونک کر مڑ کے دیکھا ۔ ایک ہینڈسم سا لڑکا ہاتھ میں اسٹائلش سا کیمرا پکڑے ڈیکوریٹڈ ہال کی بڑی مہارت سے تصاویر بنانے میں مگن تھا۔

"انو! کیا ہوا ------رک کیوں گئی ؟"

ارسل نے اس کا دھیان ہٹتے دیکھ کر استفسار کیا۔

"یہ بندہ کون ہے, کیا حیدر فیملی مین ارینج کیا ہے؟"

" پھوہڑ ہو بلکل تم بھی----" ارسل نے اس کے سر پہ ایک چپت لگائی ۔ الوینہ نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ نمال مراد علی ہے ,یہ افغال کا نا صرف بیسٹ فرینڈ ہے بلکہ ایک مشہور نامور فوٹوگرافر بھی ہے۔ یہ ساری ارینجمنٹس اسی نے تو کروائی ہیں۔"

وہ فارمل سے انداز میں تفصیلاً بولا۔

" تو یہ بات تم ویسے بھی بتا سکتے تھے میرا ہیئر سٹائل ضرور خراب کرنا تھا۔"

وہ اپنے بالوں کو دوبارہ سے ہاتھوں کی مدد سے سیٹ کرتی بولی اور الجھ کر اس لڑکے کو دوبارہ دیکھا۔

"مجھے کیوں لگتا ہے میں نے اس بندے پہلے کہیں دیکھا ہے ۔۔۔۔۔شاید مال میں کہیں۔۔۔۔۔؟"

الوینہ نے دماغ پر جیسے زور ڈالا۔ پھر کچھ یاد آنے پہ چونکی۔

"لیکن وہ تو شاپ کیپر تھا اور یہ اتنا ہائی فائی فوٹوگرافر ۔۔۔۔ لیکن شکل تو بلکل اس جیسی ہے۔۔۔۔۔کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔"

جب کوئی کڑی نہ ملی تو وہ جھنجھلائی۔

"ہو جاتا ہے کبھی کبھی ایسا۔۔۔۔اتنی بڑی دنیا ہے ہم شکل بھی ہو سکتا اس لیے زیادہ دماغ نہ کھپاؤ , پہلے ہی کم ہے۔"

ارسل کے چھیڑنے پہ اس نے ہاتھ کا مکا بنا کر اسے پنچ مارنا چاہا لیکن وہ کمال ہوشیاری سے ہنستا ہوا ایک طرف ہو گیا۔

"ویسے جو بھی ہے بندہ بڑا ہاٹ اینڈ کول ہے۔"

وہ سرگوشی نما آواز میں بڑبڑائی ۔ ارسل نے اسے شاکی نظروں سے گھورا ۔ الوینہ نے یکدم زبان دانتوں تلے دبائی ۔

"آئیملک! تیار ہو چکی ہو گی, تم اسٹیج کی طرف چلو میں اسے لے کر آتی ہوں۔"
وہ موبائل پہ لگی مصروف سے انداز میں گویا ہوئی۔ ارسل اس پر ایک نظر ڈالتا آگے بڑھ گیا۔
الوینہ نے مڑ کے پھر اس لڑکے کی طرف دیکھا جو کیمرے میں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔
"مسکراتا بھی کتنا کمال کا ہے "
الوینہ کے ہونٹوں پہ بے اختیار مسکراہٹ مچلی تھی۔۔۔۔پھر چوری پکڑے جانے کے ڈر سے اس نے ہڑبڑا کے ادھر ادھر دیکھا اور سر جھٹکتی برائیڈل روم کی اور چلی آئی۔ آئیملک اس کی توقع کے مطابق بلکل تیار بیٹھی تھی۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آئیملک پہ اتنا روپ دیکھ کر, الوینہ کو اس پہ ٹوٹ کے پیار آیا تھا۔ وہ اس کی بلائیں لیتی اور نظر اتارتی ۔۔۔۔ہاتھ تھامے اسٹیج پر لے آئی۔ افغال حیدر اس پہ نگاہ پڑتے ہی چہرے پر گہری مسکراہٹ سجائے اچانک اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔

وہ سیل فون کان سے لگائے کوئی ضروری کال سننے میں مصروف تھا, جب اسٹیج پہ اسے شور اور ہلچل ہوتی محسوس ہوئی۔ "لگتا ہے رسم شروع ہونے والی ہے۔" نمال نے دل ہی دل میں قیاس کیا اور فون بند کر کے پینٹ کی جیب میں رکھا, پھر کیمرا سیٹ کرتا اسٹیج کی جانب آ گیا

۔

آس پاس ہجوم کو ادھر ادھر ہٹاتا وہ بلکل سامنے آ کر رک گیا۔ بنا اوپر دیکھے کیمرہ ان دونوں پہ سیٹ کیا۔ لیکن جونہی اس نے کیمرے کے اندر جھانکا اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔ اس نے کیمرہ جلدی سے اپنے آگے سے ہٹا کر اسٹیج کی طرف دیکھا تو حیران و ششدر رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا , جو کچھ اس کی نگاہوں کے سامنے نظر آ رہا تھا وہ حقیقت تھی یا پھر کوئی بھیانک خواب۔

افغال حیدر کے ساتھ ہار سنگھار کیے بیٹھی لڑکی ,کوئی اور نہیں تھی بلکہ وہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جس کے خیالوں نے اسے پچھلے کچھ دنوں سے پاگل بنا کے رکھ دیا تھا۔ ایک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح جیسے گھوم رہا تھا۔ قسمت کے اس بھیانک مذاق کو وہ تسلیم نہیں کر پا رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کے آگے جیسے اندھیرا چھا رہا تھا, اس نے سر کو دو تین بار دائیں بائیں جھٹکا پھر دوھندلائی نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔ اسے لگا اگر وہ کچھ دیر اور وہاں کھڑا رہا تو اس کا دل بند ہو جائے گا, وہ سینے کو زور سے مسلتا ۔۔۔۔۔ہجوم کو تیزی سے چیرتا باہر نکل آیا۔ پھر داہنی جانب آ گیا جہاں ایک ساتھ کئ واش روم بنے ہوئے تھے اور ان سے پہلے ایک بڑا سا , کشادہ ہال تھا جس میں بہت سے واش بیسن لگے تھے۔ اس نے کیمرہ صلیب پہ رکھا اور نل کھول کر زور زور سے پانی کے چھینٹے بری طرح سرخ ہوتی آنکھوں میں مارے۔ قدرے آفاقہ ہوا تو اس نے نل بند کر دیا۔ پھر دونوں ہاتھوں کی واش بیسن کے کنارے جمائے , سر نیچے گرائے

, خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑے۔توقف کے بعد سر اٹھا کر سامنے لگے آئینے میں لہو رنگ ہوتی آنکھوں میں دیکھا جن میں اس وقت صرف درد ہی درد پنہاں تھا۔

"نومی یار! میں پورے ہال میں تمہیں کب سے ڈھونڈتا پھر رہا ہوں اور تم یہاں کھڑے ہو۔" افغال پریشانی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔

نمال نے پاس پڑے ٹشو پیک سے دو, تین ٹشو نکال کر جلدی سے چہرہ صاف کیا۔

"واٹ ہیپنڈ۔۔۔۔۔۔آر یو اوکے؟"

وہ فکر مند ہوا۔

"یپ(yup) , ڈونٹ وری ۔۔۔۔۔ایم فائن!"

وہ پھیکا سا مسکرایا اور کیمرہ اٹھا کر باہر آ گیا۔

"اوہ رئیلی! تمہیں لگتا ہے میں بے وقوف ہوں۔اپنی حالت دیکھو کیا بنا رکھی ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تک تو تم بلکل ٹھیک ٹھاک تھے۔"

افغال اس کی سرخی مائل آنکھوں پہ طنز کرتا تیزی سے چل کر اس کے برابر آیا۔

"ہمم ! بس اچانک سے دل گھبرانے لگ گیا تھا اس لیے ادھر آ گیا , پر اب میں بلکل فٹ فاٹ تمہارے سامنے ہوں۔"

نمال نے اس کی طرف منہ پھیر کر جیسے یقین دلایا۔

"تم بہت لاپرواہ ہوتے جا رہے ہو۔ ایک بار یہ فنکشن ختم ہو جائے , میں خود تمہیں ڈاکٹر کے

پاس لے کر جاؤں گا۔"

اس کی خفگی بھری ڈانٹ پہ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ضرور ہنس پڑتا۔

وہ دونوں چلتے ہوئے اسٹیج کے پاس آ گئے ۔ افغال اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھ کر آئیملک کے ساتھ کھڑا ہو گیا ۔ پھر رسم شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے تازہ پھولوں سے سجے تھال لائے گئے , جن میں منگنی کی انگوٹھیاں رکھی ہوئی تھیں ۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو انگوٹھی پہنائی اور مبارکباد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نمال خود پہ ضبط کرتا, بمشکل ایک ایک منظر کیمرے کی آنکھ سے کیچ کرتا جا رہا تھا۔

جب اسٹیج سے رش کم ہوا تو افغال کے کہنے پہ اس نے ان دونوں کا الگ سے فوٹو شوٹ کیا۔

"ابی! ذرا ساتھ ہونا۔۔۔۔"

اس نے افغال کو کہتے سنا تھا۔

وہ آئیملک کے ساتھ جڑا,اس کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔ ان دونوں نے کیمرے کی طرف دیکھ کر خوبصورت سی سمائل پاس کی ۔۔۔۔اسی لمحے نمال نے کانپتے ہاتھوں سے آخری تصویر کلک کی تھی۔

پھر وہ مزید وہاں نہیں رکا تھا۔ تیزی سے چلتا ہوا ۔۔۔۔قدرے کونے میں لگے میز کے گرد پڑی کرسیوں میں سے ایک پہ گرنے والے انداز میں بیٹھا تھا۔ اس نے نیم دراز ہو کر آنکھیں

موند لیں ۔ اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے پتہ نہیں کتنی مسافت طہہ کر کے وہاں تک پہنچا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر کسی قیمتی چیز کے چھن جانے کا ملال رقم تھا۔

افغال کے ساتھ اسٹیج پہ کھڑی آئیملک نے بے حد حیرانی اور الجھی نظروں سے اس کا تعاقب کیا تھا , خلافِ توقع وہ اسے وہاں پا کر ابھی تک شاکڈ تھی۔ وہ جہاں بھی جاتی تھی۔۔۔۔۔ وہ نیلی آنکھوں والا لڑکا وہاں پہنچ جاتا تھا۔ اس ساری صورتِ حال سے آئیملک کو اب صحیح معنوں میں پریشانی لاحق ہوئی۔ اپنے سر کا درد کم کرنے کی غرض سے اس نے کنپٹیوں کو انگلیوں کی مدد سے مسلا تھا۔

****

رات کی سیاہ چادر نے ہر سو اپنے پر پھیلا رکھے تھے۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔
یہ رات کا پتہ نہیں کون سا پہر تھا , جب خوف کی شدت سے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی مدھم سی نارنجی روشنی بکھری ہوئی تھی۔

پیشانی پہ نمودار پسینے کے ننھے ننھے قطروں کو اس نے ہاتھ سے صاف کیا تھا پھر کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں۔ لیکن اسے ڈر کی وجہ سے نیند کہاں آنی تھی, وہ تنگ آ کر اٹھ کر بیٹھ گئ ۔ ایک نظر بیڈ پر مزے سے سوئے حدیر پر ڈالی ۔ سائیڈ سے دوپٹہ لے کر اس نے گلے میں ڈالا

اور صوفے سے تکیہ اٹھا کر بیڈ کی دوسری طرف آ گئی جو خالی پڑی تھی۔ آیتہ الکرسی کا ورد کر کے پہلے اپنے اوپر پھونکا۔

پھر دوبارہ وارڈروب کی طرف آئی اور دھیرے سے پٹ کھول کر تین تکیے نکال کر دبے پاؤں واپس آ گئی ۔

پانی پینے کی شدید خواہش کے باوجود اس نے آواز پیدا ہونے کے ڈر سے پاس پڑے جگ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا مبادا کہیں حدیر کی آنکھ نہ کھل جائے۔

ہاتھ میں پکڑے تکیے اس نے قطار میں حدیر سے کچھ فاصلے پہ سیٹ کر کے جیسے اپنے اور اس کے درمیان دیوار قائم کی۔
حدیر کی اس کی طرف کمر تھی ۔ وہ شکر ادا کرتی بڑے آرام سے , بنا ارتعاش پیدا کیے بیڈ پر کروٹ بدل کر یہ ارادہ کر کے سو گئی کہ صبح حدیر کی آنکھ کھلنے سے پہلے ہی وہ اپنا بوریا بستر سمیٹ کر صوفے پر چلی جائے گی۔ ایسے اسے پتہ بھی نہیں چلے گا۔

وہ گہری نیند سویا ہوا تھا جب اچانک اسے کوئی چیز اپنی ٹانگ سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس نے کسمسا کر کروٹ بدلی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد پھر سے اسے ایسے ہی محسوس ہوا, اس بار اسے پہلے کی نسبت زیادہ زور سے لگی تو وہ نیند خراب ہونے کے باعث جھنجھلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

کچھ پل تو وہ ایسے ہی غائب دماغی سے بیٹھا رہا۔ جب آنکھیں پوری طرح کھلیں تو حدیر نے اس نادیدہ چیز کو ڈھونڈنے کی کوشش کی , جس نے اس کی میٹھی نیند میں خلل ڈالا تھا۔

بلآخر اسے سراغ مل ہی گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنی ٹانگ کے اوپر نسوانی ٹانگ کو دیکھ کر اسے حیرت کا زبردست جھٹکا لگا۔ بیڈ پہ دوسری سمت آڑھی ترچھی خواب خرگوش کے مزے لوٹتی نویرہ کی ٹانگیں سیدھی اس کی ٹانگوں کے نشانے پہ فٹ تھیں۔

جو تکیے کی سیدھی باڑ درمیان میں وہ لگا کر سوئی تھی ۔۔۔۔۔۔وہ زگ زیگ کا نقشہ پیش کرتی ایک تکیہ کہیں۔۔۔۔۔۔۔دوسرا کہیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔تیسرا کہیں پڑا تھا۔

ساری کہانی سمجھ میں آتے ہی وہ اس کی ہمت اور اعتماد پہ ہکا بکا رہ گیا تھا۔

سوتے ہوئے ایک پل کے لیے وہ اسے بہت معصوم سی لگی , اس کے چہرے پہ ایک الگ ہی کشش تھی۔ وہ اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

چند پل ایسے ہی خاموشی کی نظر ہو گئے ۔اس نے خود کو سرزنش کرتے ہوئے سر جھٹکا ۔ پھر دوسرے ہی پل اسے نویرہ پہ عود کر غصہ آیا۔

اٹھو یہاں سے۔۔۔۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بیڈ پہ سونے کی ۔۔۔۔۔۔نویرہ !۔۔۔۔۔۔۔

ہیلو۔۔۔۔۔میڈیم !۔۔۔۔۔۔۔اٹھو ۔۔۔"

لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی ذرا سا کسمسا کے پھر نیند کی وادی میں اتر گئی ۔ حدیر نے بے بسی سے اپنا سر تھام لیا۔

اب حدیر کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ وہ جھٹکے سے بیڈ سے اٹھا اور سائیڈ ٹیبل پہ پڑا جگ اٹھایا اور سارا کا سارا اس پہ انڈیل دیا۔

"کک۔۔۔کون ہے۔۔۔۔۔کون ہے۔۔۔۔۔۔۔بب۔۔۔۔۔ بھوت ۔۔۔۔ بھوت۔۔۔"

منہ پہ پانی گرنے کی دیر تھی , نویرہ نے آنکھیں بند کیے چیخنا شروع کر دیا۔ حدیر کا دل تو کیا ایک رکھ کے چماٹ مارے لیکن پھر ضبط کر گیا۔

"بھوت کا دماغ نہیں خرآب جو تمہارے پاس آئے گا۔"

حدیر نے طنزیہ کہا تو نویرہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔

حدیر نے ساتھ ہی لائٹ آن کر دی۔ پورا کمرہ روشنی سے نہا گیا۔ حدیر بیڈ کی دوسری طرف ہنوز کھڑا, کڑے تیور لیے اسے ہی گھور رہا تھا۔ نویرہ تیزی سے بیڈ سے اتر گئی ۔ اس کے سارے کپڑے بھیگ کر جسم کے ساتھ چپک گئے تھے۔ اس نے جلدی سے دوپٹہ اپنے گرد پھیلایا ۔

"وو۔۔۔۔۔وہ ۔۔۔۔ مم۔۔۔میرا ارادہ نہیں تھا یہاں سونے کا ۔۔۔۔۔۔۔مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا ۔۔۔۔۔بس اس لیے ادھر۔۔۔۔"

وہ سر جھکائے بری طرح ہکلاتی بات ادھوری چھوڑ گئی۔

" واٹ ایور۔۔۔۔! میں نے نہیں کہا تھا کہ ہاورر ڈرامہ دیکھ کر سوؤ۔ "

"آ۔۔۔آپ کو کیسے پتہ میں ہاورر ڈرامہ دیکھ کر سوئی تھی۔ آپ تو سو رہے تھے؟"

نویرہ کا حیرت سے ایک دم منہ کھلا۔

""""نہیں۔۔۔۔۔ میں جاگ رہا تھا۔"

وہ استہزائیہ بولا۔

"ہونہہ۔۔۔۔! گھنہ۔۔۔۔۔میسنا۔۔۔۔۔"

وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"تم نے کچھ کہا۔"

حدیر کے استفسار پر اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔

"اور یہ تمہیں نیند میں ٹانگیں مارنے کی کب سے بیماری ہے۔ میری ہی ٹانگیں ملی تھیں تمہیں فٹبال کھیلنے کے لیے ۔ حالت دیکھو بیڈ کی۔"

حدیر نے بیڈ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس پہ چوٹ کی ۔ وہ بے طرح شرمندہ ہوئی۔

"ایم۔۔۔ سو۔۔ سور۔۔۔۔۔۔"

"انف از انف!۔۔۔۔۔۔۔۔۔حد ہوتی ہے بچپنے کی۔"

رات کا پہر ہونے کی وجہ سے وہ دبے دبے غصے سے بولا۔ نویرہ خاموش رہی۔

"بہرحال ! آج تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ آج کے بعد میں اس طرح کی فضول حرکت ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔ "

وہ ہنوز خاموش رہی۔ چپ چاپ اپنا تکیہ اور بستر اٹھا کر صوفے کے پاس آ گئی ۔

"اور ہاں! ایک آخری بات--------"

نویرہ کا دل زور سے دھڑکا تھا۔ نجانے اب کیا بات کرنے والا تھا۔

"میں نے پاپا سے بات کر لی ہے اور وکیل بھی کچھ دنوں میں طلاق کے کاغذات تیار کر لے گا۔ تمہارے اس کمرے میں صرف چند دن باقی ہیں۔ اس لیے جتنا ہو سکے مجھ سے اور میری چیزوں سے دور رہو-------انڈرسٹینڈ!"

وہ بے حد سنجیدگی سے , ہموار لہجے میں بولا۔ نویرہ اب بھی کچھ نہیں بولی تھی۔ خاموشی سے بلینکٹ سر تک تان کر سوتی بن گئی۔ لاکھ ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود آنسو ایک قطار کی صورت اس کی آنکھوں سے بہہ کر تکیے میں جذب ہونے لگے۔

جبکہ حدیر ہمیشہ کی طرح آج بھی اس کے بی ہیویئر پر حیران ہوا تھا۔ وہ نا کچھ بول کر بھی اسے لاجواب کر گئی تھی۔

****

انگوٹھی کی رسم کے بعد تمام ٹیبلز پہ کھانا سرو ہو چکا تھا۔ ہر کوئی سارے کام چھوڑ چھاڑ کھانے میں مصروف ہو گیا۔

کھانوں کی اشتہاءانگیز خوشبو کو آنکھیں بند کیے , گہری سانس کے ذریعے الوینہ اپنے اندر اتارتی اس طرف کھنچی چلی آئی, جہاں مختلف اقسام کے کھانے بڑے سلیقے سے سجے تھے۔ باقی مہمانوں کے ساتھ وہ بھی کھانے میں مگن ہو گئ۔

وہ بڑے رغب سے بریانی پلیٹ میں ڈالے انصاف کر رہی تھی جب اچانک اسے اچھو لگ گیا, تیز مرچی کی وجہ سے اس کے گلے میں جلن ہونا شروع ہو گئ۔

اس نے پانی پینے کے لیے جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن خالی جگ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

جلن پہلے سے زیادہ ہوئی تو اس نے بے اختیار اپنے گلے پہ ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھیں پانی جمع ہونے کے باعث دوھندلا رہی تھیں۔

سب کھانے میں لگے تھے ,کوئی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ وہ نیچے جھکنے کو تھی --------جب دو مضبوط مردانہ ہاتھوں نے اسے سہارا دے کر پہلے اوپر کیا پھر ہاتھ سے اس کی پیچھے سے گردن کو ہلکے ہاتھ سے ہاتھ مارا ۔ پھر پانی والا گلاس اس کے منہ کے ساتھ لگایا۔ دو تین گھونٹ بھرتے ہی اس کی جیسے سانس میں سانس آئی۔

الوینہ نے تشکر بھری نظروں سے اس مسیحا کی طرف دیکھا جو اس کے بے حد قریب جھکا کھڑا تھا۔ وہ گلاس لبوں سے لگائے ---------- اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکتی پانی پینا بھول گئ تھی۔ اسے اتنا پاس پا کر اس کی دھڑکن یک بیک بے ترتیب ہوئی۔ اس کے کلون کی دلفریب خوشبو اس کے حواسوں پہ چھانے لگی تھی۔

"آپ اب کیسا فیل کر رہی ہیں؟"

اس کی کنڈیشن بہتر ہوتی دیکھ کر نمال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ اپنی کیفیت پہ قابو پاتی سر اثبات میں ہلا گئ اور چیئر پیچھے کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"امم---------- نمال---- لسن پلیز؟"

اسے واپس جاتا دیکھ کر الوینہ جلدی سے بولی۔ نمال نے اس کی پکار پہ مڑ کے سوالیہ نظریں اس پہ ٹکا دیں۔

"تھینک یو---------- تھینک یو سو مچ فار دیٹ!"

وہ خوشدلی سے کہتی مسکرا دی۔

"دیٹس اوکے!"

نمال نے مسکرا کر دو حرفی جواب دیا اور جیسے آیا تھا ویسے واپس چلا گیا۔ وہ بس مسکراتی اسے جاتا دیکھتی رہی۔

نمال کو الوینہ کے اتنا قریب دیکھ کر کچھ فاصلے پہ کھڑے ارسل کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ الوینہ کے لبوں پہ سجی انوکھی مسکان کو ارسل تیکھی نظروں سے دیکھتا دل مسوس کر رہ گیا۔

ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس اس نے پاس پڑے ٹیبل پہ پٹخنے والے انداز میں رکھا ,جو وہ الوینہ کے لیے لے کر جا رہا تھا لیکن نمال کو وہاں پاکر وہیں کا وہیں رک گیا۔

"ابی! ادھر آؤ۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں کسی سے ملوانا ہے۔"

وہ کزنز میں گھری باتوں میں لگی تھی جب افغال اس کے پاس جا کر بولا وہ ان سے ایکسکیوز کرتی ہجوم سے باہر نکل آئی۔

"لگتا ہے کوئی بہت خاص ہے ,جس سے اسپیشل ملوا رہے۔" آئیملک پر تجسس ہوئی۔

"ہاں! بہت خاص۔۔۔۔۔۔۔"

"آہاں! ویسے ہے کون ۔۔۔۔؟"

"خود ہی دیکھ لو۔۔۔۔۔۔"

افغال اس کا ہاتھ تھامے مخالف سمت لے آیا , جہاں تین لڑکے کھڑے گپ شپ لگا رہے تھے۔

"اوئے نومی یار ! تھوڑی لفٹ ہمیں بھی دے دو۔۔۔۔"

افغال کی پکار پہ نمال نے چونک کر ان دونوں کی طرف دیکھا پھر اپنے دوستوں سے ایکسکیوز کرتا,

وہ ان کے پاس چلا آیا۔

ہماری بیوٹی کوئین! سے تو تم ملے نہیں ۔ دس از ناٹ فیئر! "

افغال مصنوعی خفگی سے بولا تو نمال ہنس پڑا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم بہت اچھی طرح سے مل چکے ہیں۔"

اس کے معنی خیز انداز پہ آئیملک کے چہرے سے مسکراہٹ اچانک غائب ہوئی تھی ۔ اس نے بہت اسپاٹ نظروں سے نمال کی جانب ریکھا تھا۔

نمال نے اس کی کیفیت سے حظ اٹھایا۔

اوہ رئیلی! کیا تم دونوں پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہو؟"

افغال نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ میں تو ان کو فسٹ ٹائم دیکھ رہی ہوں۔"

اس سے پہلے کہ نمال کوئی جواب دیتا, آئیملک نے بے حد سنجیدگی سے کہا ۔ نمال کے چہرے پر اس کے سفید جھوٹ پہ طنزیہ مسکان ابھری تھی ۔

"چلو ! ابھی تعارف کروا دیتا ہوں۔ یہ میرا بچپن کا جگری دوست ہے ۔ زندگی کی مصروفیت کی وجہ سے بیچ میں ہمارا رابطہ ٹوٹ گیا تھا لیکن اب پھر سے جڑ گیا ہے۔"

افغال نے نکال کے کندھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے جوش سے بتایا۔ جواباً آئیملک نے مصنوعی مسکراہٹ سجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ارے ابی ! تم یہاں کھڑی ہو اور میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈ چکی ہوں۔ تم نے ایک بھی میرے ساتھ تصویر نہیں بنوائی -------ویری -----ویری بیڈ!"

الوینہ ان کے پاس آ کر خفگی سے آئیملک سے مخاطب ہوئی ۔

او مائی پرنسسز! سو سوری ------- "

آئیملک کو کان پکڑتے دیکھ کر وہ ہنس پڑی۔

"نمال اگر برا نہ مانیں تو ہمارا بھی چھوٹا سا فوٹو سیشن کر دیں۔"

"شیور! وائے ناٹ--------"

وہ کیمرہ سنبھالے ان کی پکچرز کلک کرنے لگا۔

"ایک لاسٹ اسپیشل والی ہاں----"

الوینہ نے آئیملک کو یکدم گول گول گھماتے ہوئے نمال کو اشارہ کیا تھا۔ اس کا سی گرین لہنگا اور سکن کلر کی فراک جس پہ سی گرین ہی بڑا سا دوپٹہ تھا پھول کی طرح بکھر گئے۔ نمال نے بہت خوبصورتی سے منظر کو کیچ کیا تھا۔

"انو کی بچی! میں نے ہائی ہیل پہن رکھی ہے گر جاؤں گی یار---"

اسے نمال اور افغال کے سامنے یوں گھومنا بہت آکورڈ سا لگ رہا تھا ۔ الوینہ کے بچپنے پہ اسے ایک دم سے غصہ آیا ۔

پھر وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا رکتے ہی اسے زبردست چکر آیا ۔ایک ہاتھ الوینہ کے ہاتھ میں

ہونے کے باوجود وہ چکرا کر دوسری طرف الٹی تھی۔ اس کی توقع کے بر عکس دو ہاتھوں نے اسے گرنے سے بچایا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ کے نیچے نمال کا اور اس سے نیچے افغال کا ہاتھ تھا۔ آئیملک نے گھبرا کر ان دونوں کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ کیا اور بہت غصے سے الوینہ کی طرف دیکھنے لگی۔

"منع کیا تھا نا مت کرو ایسے۔۔۔۔۔۔۔ لیکن تمہیں میری میری بات کہاں سمجھ آتی ہے۔ تمہارا بچپنا ابھی تک گیا نہیں۔"

وہ غصے سے اس پہ برس ہی تو پڑی۔ الوینہ بے طرح شرمندہ ہوئی۔

"اٹس اوکے ابی! یہ اتنا بڑا ایشو نہیں ہے کیوں ڈانٹ رہی اسے۔"

افغال نے اسکی خجالت مٹانے کی غرض سے کہا۔

"اچھا! تم لوگ باتیں کرو میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ کچھ فاصلے پہ کھڑی مدیحہ کے اشارے پہ تیزی سے کہتا ان کی طرف چلاگیا۔

الوینہ پہلے ہی وہاں سے جا چکی تھی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟ رکو مجھے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

وہ بھی جانے لگا تھا لیکن آئیملک کے عجیب سے انداز پہ نمال ٹھٹک کر رک گیا۔

"جی کہیئے ۔۔۔۔۔؟"

"پہلی بات ۔۔۔۔۔۔یہ افغال کو آپ کیا بتانے کی کوشش کر رہے تھے۔ جو کچھ بھی ہوا,

اسے بھول جائیں۔ وہ بس ایک حادثہ تھا ,ادر وائز نتھنگ ایلز۔۔۔۔۔"

وہ بایاں ابرو اچکاتی انتہائی ترش لہجے میں بولی۔ جواب میں وہ اسے بغور دیکھتا خاموش رہا۔

"اور دوسری بات۔۔۔۔۔۔۔ الوینہ میری زندگی ہے اس لیے اس کے ساتھ کچھ بھی غلط ہو ۔۔۔۔۔یہ میں برداشت نہیں کر سکتی ۔ اس لیے آپ کے لیے بہتر ہو گا کہ اس دور رہیں۔"

وہ اسٹیج پہ بیٹھی تھوڑی دیر پہلے ہونے والا واقعہ پوری توجہ سے ملاحظہ کرچکی تھی۔

"اور اگر میں آپ کی بہن سے دور نہ رہوں تو پھر۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

نمال نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے خوفی سے کہا۔ آئیملک اس کی اتنی جرأت پہ حیران رہ گئ۔

"تو پھر میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔"

"چھوڑنے کا کہہ بھی کون رہا ہے محترمہ!"

نمال اس کی حالت سے جیسے لطف اندوز ہوا۔

"یو۔۔۔۔۔۔۔۔ تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔"

وہ جھلاہٹ سے کہتی وہاں سے چلی گئ۔ نمال کا بے اختیار قہقہہ گونجا۔ اس کی نظروں نے دورتک اس کا تعاقب کیا تھا۔

****

www.classicurdumaterial.com

یہ کوئی دن کا پہلا حصہ گزرنے کے قریب تھا۔ جب ریڈ سوزوکی "مراد علی وائٹ ہاؤس " کے گیراج میں سیدھی جا کر رکی۔

وہ کار کا فرنٹ ڈور کھولتی بڑے سے داخلی دروازے میں داخل ہوئی۔ اس کی پنسل ہیل کی ٹک ٹک, صاف ستھرے سنگِ مرمر کے فرش پہ لگ کر پرسکون ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

"ہیلو! آنٹی , ہاؤز یو؟"

"فائن------اینڈ واٹ اباؤٹ یو پریٹی گرل!"

"ایم آلویز گڈ---!"

وہ سیڑھیاں اتر کر بڑے سے لگژری ہال نما ڈرائنگ روم میں آ کر چکی تھی۔ سبین (نمال کی مدر) کان سے سیل فون لگائے کسی سے باتوں میں مصروف تھیں ۔ اسے دیکھ کر فون کان سے ذرا ہٹا کر جواب دیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

روزیہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بڑے سے صوفے پر ٹک گئی۔

"اور بیٹا! کیسے آنا ہوا آج-----؟"

"وہ آنٹی ! دراصل ---- نومی سے مجھے کچھ کام تھا ایک بہت اچھا کونٹریکٹ آیا ہے سوچا نومی کو یہ ڈیٹا دے دوں ------"

سبین کے استفسار پہ روزیہ نے ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سائز کے بیگ کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن نمال کل سے گھر سے باہر کسی کام سے گیا ہے۔ اس کے بہت قریبی دوست کی انگیجمنٹ ہے شاید۔۔۔۔۔"

"اوہ آئی سی۔۔۔۔۔۔۔ حیرت ہے اس نے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔"

اس کی بات پہ سبین نے محض کندھے اچکا دیئے۔

"کچھ آئیڈیا ہے نومی نے کب تک واپس آنا ہے؟"

"نو ڈیئر! آئی ہیو نو آئیڈیا ۔۔۔۔۔۔اس کی کوئی فکس ٹائمنگ نہیں ہے۔ تم ایسے کرو یہ پیکج اس کے اسٹوڈیو میں رکھ دو میں انفارم کر دوں گی۔"

روزیہ اثبات میں سر ہلاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ سبین پھر سے کال پہ مصروف ہو گئیں۔

اسٹوڈیو کا کامن لاک اوپن کرتی وہ دروازہ آگے کی طرف سرکاتی اندر آ گئی۔ بنا ادھر ادھر دیکھے اس نے بیگ کاؤچ پہ رکھا۔

اس کے کلون کی مہک پورے ہال نما کمرے میں ابھی تک رچی بسی تھی۔ بلاشبہ اس کا اسٹوڈیو قابلِ تعریف تھا۔ وہ تصور میں اسے پاس محسوس کر کے مسکرا دی۔ وہ واپس مڑنے لگی تھی جب ٹھٹک کر رک گئی۔

اس نے چاروں طرف بہت تنقیدی نظروں سے گھورا تھا۔ پھر بھاگنے والے انداز میں بورڈ کے پاس آ کر اس نے ساری کی ساری لائٹس آن کر دیں۔

پورے کمرے میں جگہ جگہ پہ ایک حسین سی لڑکی کے فوٹوز لگے تھے۔ حیرت کی زیادتی سے اس پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا تھا۔

اطراف میں طائرانہ نگاہ ڈالتی وہ سامنے بڑے سے فریم میں لگی تصور کے پاس آ کر غور سے اس لڑکی کو دیکھنے لگی۔

جس انداز میں تصویریں لگی تھیں , یہ کوئی صرف ماڈل نہیں ہو سکتی تھی ------- ضرور کوئی خاص بات تھی۔

"کیا نومی اس لڑکی سے کہیں پیار------- نہیں ---- بلکل نہیں وہ تو لڑکیوں سے الرجک ہے ۔آج تک کسی لڑکی کو اس نے ہاتھ تک نہیں لگایا----- پھر یہ سب کیا ہے---؟"

اسکا دماغ جیسے سائیں سائیں کر رہا تھا۔

اگر یہ سب سچ ہوا تو میرا کیا ہو گا ؟----- میں تو مر جاؤں گی۔ نمال ------ تم صرف میرے ہو ------ تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا, کوئی بھی نہیں------ اور اس لڑکی کو تو میں دیکھ لوں گی۔"

وہ ہسٹریائی انداز میں چلائی تھی ۔ شدید غصے سے اس کی رگیں تن گئی تھیں۔ وہ خود کو کنٹرول کرتی اسٹوڈیو سے باہر نکل آئی۔ اسٹوڈیو کا دروازہ اس کے پیچھے زور سے بند ہوا تھا۔

اسے غصے کی حالت میں یوں جاتا دیکھ کر سبین بھی چونکے بنا نہ رہ سکیں۔

****

www.classicurdumaterial.com

وہ واش روم سے باہر نکلی ہی تھی ۔جب دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔

"آ جائیں دروازہ کھلا ہے۔"

وہ ہیئر برش اٹھا کر بالوں میں پھیرتے ہوئے بولی۔

ماسی (کام والی) آرام سے دروازہ کھولتی کمرے میں آ گئی ۔ نویرہ نے آئینے میں سے ماسی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ چھوٹی بی بی! بڑی بیگم صاحبہ آپ کو باہر بلا رہی ہیں۔"

"کیوں خیریت -------؟"

اس نے فارمل سے انداز میں دریافت کیا۔

"پتہ نی جی! مہمان آرہے ہیں شاید کچن کا کام کہنا ہو گا۔"

ماسی نے اپنی طرف سے قیاس آرائی کی۔

"ہمم ----- ٹھیک ہے ۔آپ چلیں میں آتی ہوں۔"

وہ خود پہ ایک سرسری نظر ڈال کر , دوپٹہ سر پہ درست کرتی باہر آ گئی۔

"جی ماں! آپ نے مجھے بلایا ؟"

وہ کامن روم میں آ کر راحیلہ کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ادب سے بولی۔

اس کے "ماں" کہنے پر راحیلہ نے کھا جانے والی نظروں سے نویرہ کو گھورا , لیکن وہ صاف انداز کر گئی۔

"اے لڑکی! میری ایک بات اپنے پلو سے اچھی طرح سے باندھ لو۔ مجھے ماں کہنے کی آئندہ غلطی مت کرنا۔ آنٹی ہوں ۔۔۔۔۔تو آنٹی ہی کہا کرو, کچھ دنوں بعد تمہارے پاس یہ بھی حق نہیں رہے گا۔"

وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

" جی آنٹی ! ٹھیک ہے , جیسے آپ کو مناسب لگے۔ آئندہ شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

راحیلہ کو اس کے اتنے ٹھنڈے مزاج پہ حیرت ہوئی لیکن چھپا گئیں ۔

"آنٹی !آپ کو کوئی کام۔تھا کیا؟"
اس نے پھر سے یاددہانی کروائی ۔

"اے لو ! جس کام کے لیے تمہیں بلایا تھا میں تو وہ بھول ہی گئ۔ خیر آج تمہاری خالہ آ رہی ہیں ۔ اس لیے کچھ ڈھنگ کا کھانا تیار کر لو میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کروں گی۔"

انہوں نے حکم صادر کیا۔ لیکن نویرہ اپنی ہنسی کنٹرول کرنے میں لگی تھی ۔ راحیلہ نے اسے ہنستے دیکھ کر تیوری چڑھا لی۔
"اب اس بے تکی ہنسی کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔"

"ہاں کیوں نہیں آنٹی! ----------دیکھیں میری خالہ یعنی کہ آپ کی بہن آ رہی ہیں۔ تو رشتے میں آپ میری ماں ہوئی نا پھر---------- لیکن بقول آپ کے آپ میری آنٹی ہیں تو وہ بھی پھر آنٹی ہوئیں ۔"

وہ تفصیلاً بولی ۔ راحیلہ ایک پل کے لیے لاجواب سی ہو گئیں ۔

"اگر باتیں ختم ہو گئ ہوں تو جا کر کام بھی دیکھ لو۔ مجھے ہر چیز پرفیکٹ نظر آنی چاہیئے ۔"

وہ فرمابرداری سے سر دائیں بائیں ہلاتی اٹھی۔

"اور ہاں پہلے دو کپ چائے بنا لاؤ ۔ میرے اور فضہ کے لیے, آج صبح سے نجانے کیوں سر میں درد ہو رہا ہے۔ "

وہ اپنا سر ہاتھ سے دباتی ہوئیں بولیں۔

وہ ساری ہدایات دھیان سے سنتی کچن میں آ گئ ۔ تمام چیزوں کا جائزہ لیا ہر چیز وافر مقدار میں موجود تھی۔

ماسی کو چھیلنے بنانے کے کام پہ لگا کے خود وہ جلدی سے چائے بنا کر دوبارہ کامن روم میں آ گئ۔

آنٹی کو چائے دے کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل پہ آ گئی ,

اوپر والا پورشن چار کمروں پر مشتمل تھا ۔ ان میں سے ایک فضہ کا ,دوسرا سمیر کا جبکہ باقی دو

گیسٹ روم کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔

فضہ کے کمرے کے پاس پہنچ کر ابھی اس نے دروازہ بجانے کے لیے ہاتھ اوپر کیا ہی تھا ,
جب فضہ کی قدرے سرگوشی نما آواز پہ اس کا ہاتھ وہیں رک گیا۔

"دیکھو ! ریحان ----- میرے آئے دن اتنے اچھے اچھے رشتے آ رہے ہیں اور تم ہو کہ ابھی تک اپنے والدین کو لے کر نہیں آئے۔"

کچھ پل کے لیے وہ رکی پھر بولی۔

"مجھے کچھ نہیں سننا ------ میں صرف اتنا جانتی ہوں --- میں شادی کروں گی تو صرف تم سے , اس لیے کچھ بھی کر کے مناؤ اپنے پیرنٹس کو -----ورنہ بہت دیر ہو جائے گی۔"

تھوڑے توقف کے بعد فضہ کی پھر آواز آئی۔

"نہیں میں نے ابھی تک گھر میں کسی کو نہیں بتایا۔"

"میری ماما کاسٹ کو لے کے ایشو کری ایٹ کر سکتی ہیں۔ ان کے نزدیک بینک بیلنس , اچھی جاب اور سب سے بڑھ کر کاسٹ بہت اہمیت رکھتی ہے۔"

وہ پھر رک کر دوسری طرف بات سننے لگی۔

"پاگل ہو میں کیسے پاپا سے بات کر سکتی ۔ مجھے تو کچھ بھی ٹھیک ہوتا نظر نہیں آ رہا۔"
فضہ کی افسردہ سی آواز آئی ۔

نویرہ سوچ میں پڑ گئ کہ اندر جائے یا واپس پلٹ جائے۔ ابھی وہ اسی کشمکش میں تھی جب فضہ کی اگلی بات سن کے اس کے پیروں تلے سے جیسے زمین کھسک گئ ہو۔

" یہ فضہ کیا کرنے جا رہی ہے ؟ کورٹ میرج۔۔۔۔۔۔۔۔ او میرے خدایا! یہ میں کیا سن رہی ہوں ۔ اگر انکل کو پتہ چل گیا ,وہ تو جیتے جی مر جائیں گے۔ نن۔۔۔۔۔ نہیں اب مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔"

اس نے حتمی فیصلہ کیا اور دستک دے کر کمرے میں داخل ہو گئ۔
غیر متوقع طور پر نویرہ کو سامنے دیکھ کر فضہ کا چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ سے موبائل پھسل کر بیڈ پر جا گرا ۔

"تت۔۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔ تم یہاں کیا کرنے آئی ہو۔ اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی کے کمرے میں بنا اجازت کے نہیں جاتے۔"

وہ بدتمیزی سے بولی۔ اس کی زبان میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔
"میں نے دستک دی تو تھی لیکن شاید تم کال میں اتنی مگن تھی سنائی نہیں دی۔ ویسے تم

ٹھیک تو ہو نا ؟ ----------تم گھبرا تو ایسے رہی ہو , جیسے میں نے کوئی چوری پکڑ لی ہو۔"
نویرہ نے بنا چھپائے واضح الفاظ میں چوٹ کی۔ فضہ کی صحیح معنوں میں سیٹی گم ہو گئ۔

"کک---کیا بکواس کر رہی ہو۔ کونسی چوری---کیا مطلب کیا ہے تمہاری بات کا؟"

"کبھی کبھی ہمیں ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں------ہے ناں؟"

نویرہ اس کے روبرو آ کر بولی تو فضہ بے اختیار نظریں چرا گئ۔

"دیکھو! میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن سمجھتی ہوں۔ مجھ سے کچھ بھی چھپانے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں تمہاری ساری باتیں سن چکی ہوں۔ میں تمہاری مدد کروں گی لیکن اس کے لیے تمہیں مجھے سب سچ سچ بتانا ہو گا۔"

اس بار نویرہ کے لہجے میں بہت نرمی اور ملائمت تھی۔

"تم میری مدد کرو گی ؟ اپنے حقوق کے لیے تو آواز اٹھا نہیں سکتی۔ گھر میں تمہاری کیا ویلیو ہے یہ تو تم بھی اچھی طرح سے جانتی ہو۔ کبھی اپنے لیے تو اسٹینڈ لیا نہیں آج تک۔"

فضہ نے اسے موضوع سے ہٹانے کی غرض سے الٹا اس پہ طنز بازی شروع کر دی تھی۔ نویرہ نے تاسف سے اس کی جانب دیکھا۔

"میری بات, میری سچویشن تم سے مختلف ہے۔ میں نے ہمت نہیں ہاری وقت آنے پہ میں اپنے حقوق کے لیے ضرور لڑوں گی۔ تم مجھے چھوڑو اپنی بات کرو۔ جو قدم تم اٹھانے کا سوچ رہی ہو, اس کے نتائج بہت سنگین ہو سکتے ہیں ۔ انکل کا ہی کچھ خیال کر لو۔۔۔۔۔۔۔ان پہ کیا گزرے گی۔"

نویرہ نے اسے رسانیت سے سمجھانا چاہا۔

فضہ نے بے چینی سے لب کاٹے تھے۔

"تم پلیز جاؤ یہاں سے۔ جیسا تم سوچ رہی ہو ویسی کوئی بات نہیں ہے۔"

اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اب مزید اس ٹاپک پر بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

"ہمم۔۔۔۔ چلو جیسے تمہاری مرضی۔۔۔۔ لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گی جو بھی فیصلہ لو سوچ سمجھ کے لینا۔ میری مدد کی جب بھی تمہیں ضرورت ہو بے جھجھک کہہ دینا میں پورا ساتھ دوں گی۔"

بات ختم ہونے کے بعد وہ وہاں رکی نہیں تھی ۔ فضہ اسے جاتا دیکھ کر سوچ میں پڑ گئی تھی۔

♡♡♡ ♡♡♡

جب حدیر کمرے میں داخل ہوا, وہ صوفے پہ نیم دراز گیم کھیل رہی تھی۔

وہ اس کے پاس آ کر رک گیا۔ وہ بچوں کی طرح کبھی ادھر , کبھی ادھر ہوتی گیم کھیلنے میں لگی تھی ۔ حدیر اس کے سر پہ کھڑا چند پل اسے ملاحظہ کرتا رہا۔

"مس نویرہ! کبھی کوئی ڈھنگ کا کام بھی کر لیا کرو۔ جب دیکھو بچوں والی حرکتیں کرتی رہتی ہو۔"

وہ کوفت سے گویا ہوا۔

"ظاہر ہے جب اس گھر میں کوئی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرے گا , تو مجھے بوریت دور کرنے کے لیے کچھ نا کچھ کرنا ہی پڑتا ہے۔ اگر میں گیم نہیں کھیلوں گی تو اور کیا میں دیواروں سے با۔۔۔۔۔۔۔"

وہ نان اسٹاپ شروع ہوئی تو حدیر نے اکتاہٹ سے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہففففف۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ جو مرضی کرو لیکن فی الوقت تو باہر آؤ میرا دوست آیا ہے کچھ کھانے پینے کا بندوبست کرو ۔ ماما بھی گھر پہ نہیں ہیں اور نہ ہی کام والی ماسی۔۔۔۔۔۔ اور فضہ کے بس کا روگ نن۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اوکے اوکے فائن! ۔۔۔۔۔۔۔۔ زیادہ وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ۔۔۔۔۔ عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔"

وہ موبائل صوفے پہ رکھتی فرضی کالر جھاڑ کر بولی اور دروازے کی سمت بڑھ گئی جبکہ حدیر اسی کی طرح اس کی بات کاٹنے پر نویرہ کی پشت کو غصیلی نظروں سے گھور کر رہ گیا۔

کوئی دس پندرہ منٹ بعد وہ لوازمات سے سجی ٹرالی گھسٹتی ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

حدیر سے باتوں میں مگن اس خوبرو لڑکے نے بڑے دھیان اور حیرانی سے نویرہ کا جائزہ لینے کے بعد سوالیہ نظریں حدیر پر ٹکا دیں۔

حدیر نے جلدی سے اپنی جگہ چھوڑی اور نویرہ کے پاس آ کر اس کے ہاتھ سے ٹرالی لے لی اور آنکھوں کے اشارے سے وہاں سے جانے کا کہا۔

وہ اس کی پھرتی اور ہر چیز سلیقے سے سجی دیکھ کر دل ہی دل میں نویرہ کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

"ارے حادی ! یہ لڑکی کون ہے ؟ تمہارے گھر میں پہلے تو کبھی دکھائی نہیں دی۔"

حدیر کے دوست نے اس سے اچھنبے سے پوچھا تو وہ بے اختیار لب بینچ گیا۔

"میں ان کی وائف ہوں۔ تین مہینے پہلے ہماری شادی ہوئی ہے۔" وہ جاتے جاتے مڑ کر بولی کیونکہ حدیر سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ اس کا تعارف نوکرانی کہہ کر کرواتا جو اسے ہرگز گوارا نہیں تھا۔ پھر وہ واپس مڑ گئی۔

او مائی گاڈ رئیلی! حادی تم نے شادی کر لی اور مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"
علی حسن (حدیر کا دوست) کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔

"بس حالات ہی کچھ ایسے ہو گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں کیا, کسی کو بھی میری شادی کے بارے میں نہیں پتہ۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔۔۔۔"
حدیر کے ساری بات تفصیل سے بتانے پر اس نے سر ہلا کر کہا۔

"ویسے جو بھی ہے بھابھی بڑی پیاری اور کمال کی ہیں۔ میرا مشورہ مانو تو ثانیہ کو بھول جاؤ اور بھابھی کو اپنا لو۔"
علی حسن شرارت سے کہتا آخر میں سنجیدگی سے گویا ہوا۔
"او شٹ اپ! تم اپنا فضول مشورہ اپنے پاس ہی رکھو۔ کیونکہ مجھے تمہاری اس پیاری سی بھابھی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔"

"اگر نہیں ہے تو ہوجائے گا انٹرسٹ بھی میرے بھائی, تم ایک بار کوشش تو کرو۔"
علی حسن نے اسے سمجھانا چاہا۔

"نہیں------ میں نے ویسے بھی اسے چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔ اس لیے ان باتوں کا اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

حدیر کا لہجہ سخت ہوا۔

"واٹ---------آر یو میڈ؟"

اسے شاک سا لگا۔

"علی یار! پلیز---------ہم کوئی اور بات کر سکتے ہیں؟"

اس کے چہرے پر بیزاری کے تاثرات ابھرتے دیکھ کر علی تاسف سے سر ہلاتا خاموش ہو گیا تھا۔

♡♡♡ ♡♡♡

صبح کا اجالا ہوتے ہی آفتاب نے ہر سو اپنی نارنجی کرنیں پھیلانی شروع کر دیں۔ ہر طرف چمکیلی دھوپ کا راج تھا۔

ناشتے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ پھر تقریباً دس پندرہ منٹ کے بعد وہ آفس کے لیے بلکل تیار کھڑی تھی۔ جب الوینہ پرجوش سی کمرے میں داخل ہوئی,تب وہ اپنے بالوں کو سیٹ کرتی اپنی تیاری کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔

الوینہ نے آتے ہی اسے گول گول گھومانا شروع کر دیا ۔ وہ
جب بھی زیادہ خوش ہوتی تھی آئیملک کو ایسے ہی گول گول گھمانے لگ جاتی۔

"ہففف۔۔۔۔۔انو ! تم کب بڑی ہو گی۔"
وہ اسے روکتی ہوئی ڈپٹ کر بولی۔
"ابھی نہیں۔۔۔۔۔۔" وہ شرارت سے چہکی ۔
"ابھی نہیں۔۔۔۔ تو پھر کبھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔"
آئیملک نے کہنے کے بعد گہری سانس کھینچی ۔ پھر اسے شاکی نظروں سے گھورنے لگی۔
"بائے دا وے! سب خیر ہے نا, آج صبح صبح بڑی چہک رہی ہو؟"
اور جواب میں الوینہ نے جو خبر اسے سنائی تھی , وہ بے ہوش ہوتی ہوتے بچی تھی۔ پھر وہ بھاگتی ہوئی خلافِ عادت بنا دستک دیئے , جہانگیر کے کمرے میں داخل ہوئی۔

"پاپا ! یہ میں کیا سن رہی ہوں۔۔۔۔کیا الوینہ جو کچھ کہہ رہی ہے ,وہ سچ ہے ؟"
وہ نروٹھے پن سے بولتی ان کے پاس بیڈ پہ آ کے بیٹھ گئ۔

جہانگیر نے کتاب بند کر کے ایک طرف رکھی اور اپنی لاڈلی بیٹی کی جانب ہنستے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ اپنی بیٹی کی عادات سے بخوبی واقف تھے۔ ان کی توقع کے مطابق وہ خبر سنتے ہی بھاگتی ہوئی آئی تھی۔

"لیکن کیوں پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔آپ مجھے اچھی طرح سے جانتے ہیں پھر بھی۔ شادی سے پہلے مجھے ہوٹلنگ کرنا بلکل پسند نہیں ۔ ابھی منگنی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ آپ پلیز ! افغال کو منع کر دیں۔"

اس نے خفگی خفگی سے کہا تو جہانگر نے اس کے پیار سے ہاتھ تھام لیے۔

"دیکھو بیٹے ! افغال نے پہلی بار کوئی بات کہی ہے مجھ سے ۔ اب وہ میرا ہونے والا داماد ہے , اس لیے ہر بات کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ تھوڑی دیر کی ہی تو بات ہے۔ ویسے بھی افغال دیکھا بھالا لڑکا ہے میری آنکھوں کے سامنے وہ پلا بڑھا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو ڈائریکٹ تمہیں کہہ سکتا تھا لیکن وہ سیدھا اجازت لینے میرے پاس آیا ہے۔

ایک لڑکی ہو کے ,اتنے کم وقت میں تم نے آفس کو, میرے بزنس کو جتنے اچھے طریقے سے ہینڈل کیا ہے , تو تمہیں اتنی معمولی باتوں پہ گھبرانا نہیں چاہیئے ۔"

انہون نے نرمی سے سمجھایا۔

آئیملک ان کی طرف ناراضگی سے دیکھتی لب کاٹنے لگ گئ۔

ہر بار کی طرح آج بھی جہانگیر اسے قائل کرنے میں کامیاب رہے تھے۔

"اور آفس۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے کون سنبھالے گا؟"

اس نے جیسے آخری کوشش کرنی چاہی۔

"الوینہ کو سمجھا دو سارا کام ,وہ آفس چلی جائے گی۔ اسے بھی اپنے ساتھ لے کر جایا کرو۔ تمہارے بعد وہی سب کچھ ہینڈل کرے گی۔"

"اور دادو۔۔۔۔۔۔؟"

"ماں جی سے میں بات کر لوں گا۔ تم اب جاؤ, افغال کب سے ڈرائنگ روم میں بیٹھا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ بات کو ختم کرتے پھر سے کتاب میں گم ہو گئے۔ وہ بے بسی سے منہ بناتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ الوینہ کو ضروری ہدایات دے کر ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔

اسے دروازے میں ایستادہ دیکھ کر افغال خوش ہوتا, تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔

"تھینکس آ لاٹ ابی۔۔۔۔! مجھے پورا یقین تھا تم ضرور آؤ گی۔"

جواباً آئیملک نے محض مسکرانے پہ اکتفاء کیا تھا۔

وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنی گاڑی کے پاس لے آیا تھا۔ پھر فرنٹ ڈور کھول دیا۔ تو وہ اس میں بیٹھ گئی۔

پورے سفر میں وہ بس ہوں ہاں میں اس کی باتوں کا جواب دیتی رہی۔

لگ بھگ آدھے گھنٹے کے بعد گاڑی ایک سیون سٹار ہوٹل کے آگے رکی۔ یہ شہر کا مہنگا ترین

ہوٹل تھا۔

افغال نے باہر نکل کر گھوم کر اس کی طرف آ کر ڈور اوپن کیا۔ آئیملک حیران ہوتی باہر نکلی۔

" افغال یہ سب کیا ہے , آپ مجھے یہاں کیوں لائے ہیں؟"

ہوٹل کے اندر قدم رکھتے اس نے استفسار کیا۔

"سر پرائز فار یو۔۔۔۔۔جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔"

بات کے اختتام پہ وہ مبہم انداز میں مسکرا دیا۔

اسے فسٹ فلور کے زیرو روم میں بٹھا کر وہ تھوڑی دیر تک آنے کا کہتا اوپر لفٹ کی جانب چلا گیا۔

چند لمحوں کے بعد وہ واپس آیا اور اسے اپنے ساتھ سب لیے سیکنڈ لاسٹ فلور پہ آ گیا۔

پورا فلور خالی تھا۔

فلاورز اور بیلونز کی مدد سے خوبصورتی سے سجا سجایا فلور دیکھ کر آئیملک کو حیرت کا زبردست جھٹکا لگا تھا۔ وہ اس کی حیرت سے کھلی آنکھوں سے لطف اندوز ہوتا اسے بک کی ہوئی ٹیبل کے پاس لے آیا۔ اور اس کی سائیڈ والی چئیر پیچھے سرکا دی۔

وہ اپنے تاثرات پہ قابو پاتی بیٹھ گئی ۔

افغال بھی اس کی ساتھ والی چئیر پہ بیٹھ گیا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر ٹیبل پہ پڑے ریموٹ کو اٹھا کر دائیں طرف لگی بڑی سی سکرین کو روشن کیا تھا۔

سکرین پہ بہت دھیمے سے ردھم پہ منگنی کی تصویریں چلنے لگیں۔

وہ بے یقینی سے دیکھ رہی تھی پھر اس کے ہونٹوں پہ دلفریب سی مسکان سج گئ تھی۔ اور افغال اس کی یہی مسکان تو دیکھنا چاہتا تھا۔

"ویسے مس بیوٹی فل تمہاری مسکان بہت مہنگی ہے۔"

افغال کا اشارہ سمجھ کر وہ ہنوز مسکرا رہی تھی ,البتہ نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"سو کیسا لگا میرا سر پرائز۔۔۔۔۔۔۔؟"

"بہت اچھا۔۔۔۔۔۔۔بہت زبردست۔"

آئیملک نے خوشدلی سے سراہا۔

بلیک کامدار خوبصورت سی لانگ فراک ۔۔۔۔۔۔۔ میچنگ ائیرنگ , گلے میں بڑا سا ریشمی دوپٹہ جو آدھا نیچے لٹک رہا تھا۔ بلیک ہائی ہیل۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور ڈارک براؤن بالوں کی پونی ٹیل بنائے ۔۔۔۔۔۔۔۔ سلیقے سے میک اپ کیے, وہ سیدھی اس کے دل میں اتر رہی تھی۔ بلاشبہ بنانے والے نے اسے بڑی فرست سے بنایا ہو گا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ بڑے انہماک سے تصویریں تک رہی تھی , جب افغال نے اچانک اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ آئیملک نے چونک کر اسے دیکھا پھر جلدی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے کھینچ لیا۔ گھبراہٹ ابھی بھی اس کے چہرے پہ واضح جھلک رہی تھی۔ وہ بہت حیران ہوا۔

"اٹس اوکے۔۔۔۔۔۔ جسٹ ریلیکس!۔۔۔۔۔ آئندہ خیال رکھوں گا۔ میں ایسا کوئی کام نہیں

کروں گا جس میں تمہاری خوشی شامل نہ ہو۔"

"تھینکس ------فور دیٹ!"

وہ مشکور ہوئی۔

"چلو کھانا شروع کرتے ہیں۔"

ویٹر کو ٹیبل پر انواع و اقسام کا کھانا سرو کرتے دیکھ کر افغال نے کہا تو آئیملک نے اثبات میں سر ہکا دیا۔

دفعتاً افغال کا موبائل بجا۔ اس نے ذرا کی ذرا سیل فون پہ نظر ڈالی۔ "نمال کالنگ" سکرین پہ جگمگا رہا تھا۔ اس نے ڈسکنیکٹ کر دی۔ وہ اس وقت صرف آئیملک کو ٹائم دینا چاہتا تھا۔

اس نے دوسری بار بھی ایسے ہی کیا, جب تیسری بار کال ٹیون بجی تو آئیملک نے اسے پک کرنے کا اشارہ کیا۔ افغال نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"آپ کا موبائل کب سے بج رہا ہے, پک کر لیں کوئی ضروری کال بھی ہو سکتی ہے۔"

آئیملک نیپکن اپنے آگے پھیلاتی بولی۔

اب نمال کی ویڈیو کال آنے لگ گئ تھی۔ افغال نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کال اٹینڈ کر لی۔

"کدھر بزی ہو جناب -----؟ میں کب سے کال کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب تو مجھے فکر ہو رہی تھی اس لیے ویڈیو کال کر دی۔"

دوسری طرف سے فکر مند سی آواز ابھری ۔

نمال کی آواز پہ پلیٹ میں بریانی نکالتے آئیملک کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے تھمے تھے۔ وہ اس کی آواز پہچان چکی تھی۔

"ہاں! میں اس وقت مصروف ہوں ۔ اس لیے پک نہیں کر رہا تھا ۔ ورنہ تمہاری کال ہو اور میں نہ اٹھاؤں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

افغال ہنس کر بولا۔

مجھے کچھ کام تھا تم سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن پہلے تم فری ہو جاؤ پھر آرام سے بات کرتے ہیں۔"

لیکن افغال کا سارا دھیان اس کے ہاتھ پہ تھا جس پہ سفید پٹی بندھی تھی۔

"نومی! یہ تمہارے ہاتھ پہ پٹی کیسی ہے ؟ کیا ہوا , تم ٹھیک ہو؟"

افغال بے حد پریشانی سے گویا ہوا۔

"ہاں ! یہ۔۔۔۔۔۔۔۔ معمولی سی چوٹ ہے ٹھیک ہو جائے گی۔"

" یہ ابھی معمولی ہے تمہارے نزدیک پورا ہاتھ تو پٹی میں جکڑا ہوا ہے۔"

افغال کو اس کی لا پروائی پہ غصہ آیا۔

آئیملک کی دھڑکن چوٹ کے ذکر یکدم تیز ہوئی ۔ غیر ارادی طور پر اس نے افغال کے قریب ہو کر موبائل میں جھانکا ۔ اس کے چہرے پہ تشویش اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات تھے۔

سکرین میں غیر متوقع آئیملک کے عکس کو ابھرتا دیکھ کر وہ بات کرنا بھول گیا تھا۔ اس چھوٹے سے آلے میں بھی اس کی الجھن زدہ نظریں وہ اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ ان دونوں کو یوں ایک دوسرے کے اتنا قریب پا کے نمال نے سختی سے اپنی مٹھیاں بند کی تھیں۔

آئیملک ایک دم سے پیچھے ہو کر کھڑی ہو گئی ۔ وہ جیسے ہوش میں آئی تھی۔

اسے یوں ہڑبڑا کر کھڑا ہوتا دیکھ کر افغال بھی الجھتا اٹھ گیا۔

"ابی! کیا ہوا ------کہاں جا رہی ہو۔"

وہ کلچ بیگ ٹیبل سے اٹھا کر مڑی تھی ,جب افغال نے تیزی سے اس کے آگے آ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں -------- بہت ٹائم ہو گیا ہے آئی تھنک! اب مجھے چلنا چاہیئے ۔"

"لیکن ابھی تو کھا-----"

پلیز افغال مجھے بھوک نہیں ہے"

وہ اس کی بات کاٹ کر خراب موڈ کے ساتھ بولی اور تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئ۔ وہ اسے پکارتا رہ گیا۔ کال ابھی تک چل رہی تھی۔ وہ فون بند کرتا آئیملک کے پیچھے لپکا تھا۔ وہ جب تک باہر آیا---------؟وہ جا چکی تھی۔ افغال نے بے چینی سے انگلیاں بالوں میں چلائیں پھر گاڑی میں بیٹھ کر وہ بھی چلا گیا۔

نمال ہاتھ میں سیل فون پکڑے ابھی تک سکتے میں تھا۔

"آئیملک ! میں سمجھنے سے قاصر ہوں تم مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہو۔ میرا قصور صرف اتنا

ہے انجانے کیں ہی سہی تم سے بے تحاشہ محبت کر بیٹھا ہوں ------یہ جانتے ہوئے بھی کہ تم میری کبھی نہیں ہوسکتی۔"

نمال نے موبائل پوری قوت سے سامنے دیوار پہ مار کر غصہ کم کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ نتیجتاً سیل فون ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فرش پہ بکھر گیا۔

♡♡♡💙♡♡♡

وہ تھکا ہارا آفس سے لوٹا تھا۔

اس کا ارادہ سیدھا اپنے کمرے میں جانے کا تھا لیکن لاؤنج میں ماں کو بے چینی سے چکر کاٹتا دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا۔

"مما! آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔ میرے انتظار میں خواہ مخواہ خود کو ہلکان کرتی رہتی ہیں۔"

وہ تھکے تھکے انداز میں کہتا صوفے پہ نیم دراز ہو گیا۔

سعدیہ مسکرا دی ۔ پھر اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں اور اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ کر اس کے سلکی بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

ارسل ماں کے ہاتھ کا لمس پا کر پرسکون ہو کر آنکھیں موند گیا۔ اسے جیسے ساری تھکاوٹ اترتی محسوس ہوئی۔

"کیا کروں پھر تم ہی بتا دو-------- سارا دن تو گھر میں اکیلی چکراتی رہتی ہوں۔ تمہاری صورت

دیکھے بنا میں بھلا کیسے سو سکتی ہوں۔"

وہ دلار سے بولیں۔

" تو لے آئیں نا بہو۔۔۔کس نے روکا ہے۔ آپ کا بھی دل لگا رہے گا اور مجھے بھی آفس میں فکر نہیں ہو گی۔"

وہ ان کا ہاتھ روکتا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"واقعی۔۔۔۔؟ تم سچ بول رہے ہو نا۔۔۔۔میں لڑکی ڈھونڈوں پھر؟"

وہ بے یقین ہوئیں۔ ارسل نے ان کے دل کی بات کہہ کر انکا دل خوش کر دیا تھا۔

جواب میں وہ خاموش رہا۔ سعدیہ کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔

"مجھے تمہاری خوشی کا بخوبی علم ہے میرے بچے۔ اور وہی ہو گا جو تم چاہو گے۔ میں جانتی ہوں تمہاری پسند کی ہے۔"

وہ اس کا اداس چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر گویا ہوئیں۔ ارسل کی آنکھوں میں خوشی کی چمک ابھری تھی۔

"مما! کیا ایسا پاسبل ہے , کیا میری خواہش پوری ہو سکتی ہے؟"

ارسل نے بے چین ہو کر سعریہ کے ہاتھ پکڑے۔

"ہاں! کیوں نہیں اللہ پہ ھروسہ رکھو۔ وہ پعک ذات ہے نا ناممکن کو ممکن اور ممکن کو ناممکن بنانے والی۔"

انہوں نے جیسے اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"تم نے الوینہ سے بات کی۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا وہ بھی تم سے اتنا ہی پیار کرتی ہے؟"

سعدیہ نے استفسار کیا۔

" نہیں وہ کچھ نہیں جانتی ۔ کئ بار دل نے کہا کے اسے جا کر سب کچھ , سچ سچ بتا دوں لیکن پھر ڈر جاتا ہوں ۔ کہیں وہ مجھے ٹھکرا نہ دے۔ مما وہ صرف مجھے اپنا بیسٹ فرینڈ سمجھتی ہے اور کچھ نہیں۔"

ارسل کا لہجہ نم ہوا تھا۔

سعدیہ کے دل کو کچھ ہوا تھا بے اختیار اسے اپنے آنچل میں چھپا کر پیار کرنے لگ گئیں۔

"تم اسے بتاؤ , جو تم اس کے لیے محسوس کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو دیر ہو جائے۔"

سعدیہ نے اس کے ٹوٹے حوصلے کو جوڑنا چاہا۔

"مما! وہ ریجیکٹ تو نہیں کرے گی نہ؟"

"نہیں میرے بچے! تم کوشش تو کرو۔ انشاءاللہ سب اچھا ہو گیا۔"

"ٹھیک ہے میں پھر موقع دیکھ کر بات کرتا ہوں۔"

وہ مضبوط لہجے میں کہتا مسکرا دیا۔

"گڈ ! یہ کی نا مردوں والی بات۔ کمزوری مردوں پہ ویسے بھی نہیں جچتی ہے۔ بس اپنے اپنے مقصد کے حصول کے لیے ڈٹ جانا چاہیے ۔ خیر! تم جلدی سے فریش ہو جاؤ ۔۔۔۔میں اتنے

کھانا گرم کر کے لگاتی ہوں , بہت بھوک لگ رہی ہوگی۔"

وہ آخر میں ہلکے پھلکے انداز میں بولتیں اٹھ گئیں۔

ارسل بھی اثبات میں سر ہلاتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

♡♡♡ ♡♡♡

حدیر آفس جا چکا تھا۔

وہ بھی ناشتہ کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی آئی۔

کمرے کے وسط میں کھڑی وہ پرسوچ انداز میں اطراف کا جائزہ لینے لگی۔ آج اس کا کمرے کی تفصیلی صفائی کرنے کا فل موڈ تھا۔

سب سے پہلے وہ بیڈ کی طرف بڑھی, بلینکٹ طہہ کر کے کیبن میں رکھا پھر بیڈ کے پاس دوبارہ آئی, بیڈ شیٹ کے سلوٹیں درست کر کے تکیے سیٹ کر کے رکھے۔

پھر نویرہ نے کھڑکیوں کے آگے لگے قدرے بھاری اور دبیز پردے سرکا دیئے ۔ کھڑکیاں کھول کر اس نے جیسے تازہ ہوا کو اندر آنے کی دعوت دی۔

پھر سب سے بڑا اور مشکل کام جو اسے لگتا تھا وہ کپڑے سیٹ کر کے رکھنا تھا۔ وارڈروب سے فارغ ہو کے ڈریسنگ ٹیبل کی باری آئی , پھر صوفے کے کور وغیرہ , ساری صفائی ستھرائی

کے بعد کمرہ شیشے کی طرح چمک اٹھا تھا۔ ہاتھ جھاڑتی وہ تھک ہار کر صوفے پہ گری تھی پھر کچھ یاد آنے پر اٹھ کر بیٹھ گئ۔

"اہممممس----ں----ں! ابھی بیڈ کے سائیڈ ٹیبلز کی صفائی تو رہتی ہے۔"

وہ رونی صورت بناتی بیڈ کے پاس آ کر اس کام میں جت گئ۔ایک ٹیبل کو سیٹ کرنے کے بعد وہ دوسری طرف گھوم کر آئی ۔ ٹیبل کی دراز کھولے وہ جائزہ لیتی غیر ضروری چیزیں باہر نکالتی گئ۔

"ہیننننننن----! یہ کیا ہو سکتا ہے؟------کھول کے چیک کرتی ہوں----------پر اس کی تو سیل ہی بند ہے , کہیں حدیر کے امپورٹنٹ ڈاکومنٹس نہ ہوں؟"

نویرہ ایک درمیانے سائز کے خاکی لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھتی کچھ پل سوچتی رہی, اسی لمحے اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا۔ اس نے تیزی سے لفافہ چاک کیا اور دھڑکتے دل سے کھولا۔

اس کا شک حقیقت میں بدل گیا ۔ اس کے ہاتھ بری طرح سے کسی انہونی کے ڈر سے لرز رہے تھے۔

"طط----طلاق------یہ تو طلاق کے کاغذات ہیں۔"

وہ حق دق طلاق کے کاغذات ہاتھ میں تھامے بمشکل سرگوشی نما آواز میں بولی۔

اس کی آنکھوں کے آگے بار بار دھند چھا رہی تھی ۔ جن کو وہ ہر تھوڑی دیر بعد صاف کر کے

جیسے خود کو آنسو بہانے سے روکنے کا ناکام سعی کر رہی تھی۔

آخر کب تک ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ ضبط کی سیڑھیاں چڑھتی۔

طلاق کا لفظ ہی عورت کے لیے گالی کی طرح ہوتا ہے, جس کا نام سن کی ہی عورت کی روح کانپ جاتی ہے۔

اب ضبط پہ اس کا اختیار ختم ہو چکا تھا۔ آنسو قطار در قطار اس کی گود میں رکھے کاغذات پہ گرتے انہیں بھگوتے جا رہے تھے۔

"ہاہہہ! تو بلآخر آپ نے مجھے چھوڑنے کا فیصلہ کر ہی لیا حدیر۔۔۔۔۔" نویرہ نے گہری سانس خارج کر کے خودکلامی کی۔

"لیکن میں اتنی آسانی سے آپ کو من مانی نہیں کرنے دوں گی۔ میں بھی دیکھتی ہوں آپ کیسے مجھے خود سے الگ کرتے ہیں۔ اس رشتے کو بچانے کے لیے میں کسی بھی حد تک جانے کے لیے تیار ہوں۔۔۔۔۔۔ مسٹر حدیر! شاید آپ مجھے ابھی تک جان نہیں پائے۔"

اسے پہلی بار حدیر پہ اتنا غصہ آ رہا تھا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے کاغذات کو دیکھا پھر غصے سے ان کو ہاتھ میں اٹھا کر کئ حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد ڈسٹ بن کی نظر کر دیا۔

"نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری۔"

زیر لب بڑبڑاتی نویرہ نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی فریم میں لگی حدیر کی تصویر پر ایک بھرپور غصیلی گھوری ڈالی تھی۔

♡♡♡❤♡♡♡

یہ ایک نکھری نکھری صبح تھی۔

بنگلے کی پچھلی طرف لگے پیپل کے ایک ہرے بھرے بوسیدہ سے درخت پر پرندے اچھل کود کر رہے تھے۔

ان کی سریلے سروں میں پیدا ہونے والی چہچہاہٹ , پورے گھر میں گونج رہی تھی۔

وہ ٹیرس پہ رکھی بڑی سی کرسی پہ نیم دراز , دونوں پاؤں کو اوپر موڑے, ان پرندوں کے کھیل کود سے لطف اندوز ہوتی , انہیں بغور تکنے میں محو تھی۔

ہاتھ میں بھاپ اڑاتی گرما گرم کافی کا بڑا سا مگ پکڑے ,وقفے وقفے سے گھونٹ بھر رہی تھی۔

یہ اس کے من پسند مشغلوں میں سے ایک تھا۔ اس کا دل جب بھی اداس ہوتا,وہ پہروں یہاں پر بیٹھ کر ان اچھلتے کودتے پرندوں کو دیکھا کرتی۔ ان کو دیکھ کر, کچھ پل کے لیے ہی سہی اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا تھا ,اس کا دھیان تھوڑی دیر کے لیے بٹ جاتا تھا۔

کافی ختم کر کے اس نے خالی مگ سامنے پڑی ٹیبل پہ رکھ دیا۔

"یہ کبھی کبھی مجھے ہو کیا جاتا ہے۔ کل جو کچھ بھی ہوا وہ نہیں ہونا چاہئیے تھا۔ پتہ نہیں افغال میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔ آئی تھنک! مجھے اس سے سوری کرنا چاہیے۔"

اس نے دانتوں سے نیچے والا ہونٹ کاٹتے ہوئے سوچا۔ پھر دوسرے ہی لمحے گود میں رکھا موبائل اٹھا کر افغال کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

پہلی ہی رنگ پہ اس کی کال پک ہو گئ تھی ,وہ حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ اس کے اتنے پیار پہ اسے کل ہونے والے واقعے پہ مزید شرمندگی محسوس ہوئی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔!"

"ہیلو ابی ۔۔۔۔۔"

" جناب کہاں گئ ۔۔۔۔؟آئیملک! تم ٹھیک تو ہو نا؟"

وہ اپنی ہی سوچوں کیں غلطاں تھی , جب افغال کی فکر مند سی آواز سیل فون سے ابھرتی اس کے کان سے ٹکرائی۔ وہ جیسے ہوش میں آئی۔

"ہا۔۔۔ہاں! میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟"

اس نے ہکلا کر کہا۔ اس کی آواز سن کر افغال پرسکون ہوا تھا وہ کل سے اس قدر پریشان تھا۔ ساری رات وہ سکون سے سو نہیں پایا تھا۔

"شکر ہے تم ٹھیک ہو ورنہ کل جیسے تم وہاں سے بنا بتائے چلی گئ تھی میں بہت پریشان ہو گیا تھا۔ "

"پتہ نہیں مجھے کل کیا ہو گیا تھا میں خود نہیں جانتی۔"

وہ صفائی اور سچائی سے بولتی پھر سے الجھی تھی۔

"خیر چھوڑیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو کچھ ہوا اسے بھول جائیں ,رات گئ بات گئ۔ جو باتیں ہمارے لیے تکلیف کا باعث بنیں, ان کا ایک ہی حل ہے کہ انہیں یاد نہ کریں۔"

وہ شاید اس کی الجھن محسوس کر چکا تھا۔ اسی لیے سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"ہمم۔۔۔۔آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن میری غلطی تو ہے نا۔آپ کل کتنا خوش تھے میری وجہ سے آپ کی خوشی سپوائل ہو گئ۔"

وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"ڈیٹس اوکے ابی! میں اب بھی خوش ہی ہوں ۔ تمہارا وئیر بی ہیویئر دیکھ بس تھوڑا سا اپ سیٹ ہو گیا تھا لیکن اب سب ٹھیک ہے۔ اس لیے گلٹی فیل کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔"

افغال کو خوش دیکھ کر اس کے دل سے بوجھ ہٹا تھا۔

"تھینکس! افغال مجھے سمجھنے کی لیے۔۔۔۔"

وہ مشکور ہوئی۔

"یور ویلکم ! "

وہ بھی خوشدلی سے بولا ۔

"ایک بات مانیں گی میری۔۔۔۔۔۔؟"

"کون سی بات۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

وہ چونکی۔

"اس چاند سے چہرے کو اداس نہ ہونے دیا کریں۔ یہ ہمیشہ مسکراتا ہی اچھا لگتا ہے۔ میری یہ

خواہش پوری کر دو, مجھے تم سے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"ہاں !کیوں نہیں۔"

آئیملک نے۔ مسکرا کر کہا ۔

ارے واہ! لگتا ہے کچھ اور منواؤں گا تو تم وہ بھی مان جاؤ گی۔"

وہ شریر ہوا۔ اس کے انداز پہ آئیملک کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"جی نہیں! اب اتنی بھی سخی لڑکی نہیں ہوں۔"

وہ اترا کر بولی تو دوسری طرف افغال کا قہقہہ گونجا تھا۔

"افف ظالم لڑکی۔۔۔۔۔۔"

وہ مصنوعی بے چارگی سے بولا۔

پھر اسی طرح کھٹی میٹھی باتیں کرتے پورا گھنٹہ بیت گیا۔ پھر آئیملک نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

اب اس کا موڈ پہلے کی طرح فریش ہو گیا تھا۔ وہ الوینہ کو پکارتی اندر کی طرف بڑھ گئ۔

♡♡♡💙♡♡♡

جس وقت حدیر نے کمرے میں قدم رکھا , وہ لمبی تان کر سو رہی تھی۔

حدیر نے کلائی پہ بندھی رسٹ واچ پہ ٹائم دیکھا نو بج رہے تھے۔

"کمال ہے آج یہ اتنی جلدی کیسے سو گئ؟"

اس نے حیرانی سے سوچا۔ پھر کندھے اچکاتا آگے بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ فریش ہو کر , کپڑے تبدیل کرتا بیڈ پہ آ گیا۔

تکیے کے ساتھ ٹیک لگا کے لیپ ٹاپ اپنی گود میں رکھ کر اوپن کیا۔

نویرہ نے بلینکٹ کو غیر محسوس طریقے سے تھوڑا اوپر کر کے نیچے سے جھانک کر حدیر کو دیکھا۔ وہ بڑے مگن انداز میں لیپ ٹاپ میں سر دیئے۔ اس کی انگلیاں دھڑادھڑ کی بورڈ کے بٹنوں پہ کچھ ٹائپ کر رہی تھیں۔

"کھڑوس۔۔۔۔۔۔۔۔نک چڑھا۔۔۔۔۔۔ ایٹی ٹیوڈ تو دیکھو ذرا۔۔"

وہ من ہی من میں بھڑاس نکالتی کروٹ بدل کر سونے کی سعی کرنے لگی۔

ایک دو ضروری کام ختم کر کے اس نے لیپی بند کر کے سائیڈ پہ رکھتے ہوئے منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر جمائی روکی۔

پھر وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔ کیٹے لیٹے اسے طلاق کے کاغذات کا خیال آیا۔ حدیر نے تھوڑا سا سر اوپر کر کے نویرہ کو پھر سے دیکھا , وہ ہنوز سو رہی تھی۔

اگر آج وہ جاگ رہی ہوتی تو اسے ابھی طلاق کے کاغذات تھما دیتا۔

"چلو ! کوئی نہیں۔۔۔۔ صبح دے دوں گا۔ ثانیہ کتنی خوش ہو گی , جب صبح میں اس کو یہ خوش خبری سناؤں گا۔

فائلی! یہ قصہ ختم ہونے جا رہا ہے۔ زندگی پھر سے پہلے جیسی ہو جائے گی۔"

وہ سوچتے ہوئے مسکرایا تھا۔ پھر ایک نئی خوشگوار صبح کا تصور لیے وہ اطمینان سے اے سی کمبل اپنے اوپر کھینچتا سو گیا۔

صبح اس کی وقت پہ آنکھ کھل گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ پھیلائے بھرپور انگڑائی لینے کے بعد اچھے موڈ کے ساتھ بیڈ سے نیچے اتر گیا۔

گردن گھما کر سرسری طور پر جائے نماز بچھائے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھتی نویرہ کو دیکھا ۔ وہ بہت لمبی نماز پڑھتی تھی۔ کبھی کبھی وہ حیران ہوتا تھا یہ سوچ کر کہ اتنی لمبی نماز وہ کیسے پڑھ لیتی تھی۔ کبھی کبھی اسے شک بھی گزرتا کہ کہیں اسے قابو میں کرنے کے لیے کوئی وظیفہ ہی نہ کرتی ہو۔ لیکن پھر خود ہی اپنی خود ساختہ بے معنی سوچوں کو جھٹک دیتا۔

اتنے عرصے میں وہ نویرہ کو اتنا تو جان ہی گیا تھا کہ وہ سیلف رسپیکٹ کے معاملے میں بہت کانشس تھی۔

نماز کے بعد وہ گھر میں ہی بنے اپنے جم کھانے میں آ گیا۔ آدھا گھنٹہ پریکٹس کے بعد وہ دوبارہ کمرے میں آ کر فریش ہوا ۔

وہ آفس کے لیے بلکل تیار تھا , پھر یاد آنے پر وہ سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا اور دراز کھول کر پارسل باہر نکالا۔

نویرہ کمرے میں نہیں تھی ۔ تھوڑے انتظار کے بعد وہ ناشتے کی ٹرے تھامے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ چونکا۔

آج اسے آفس جلدی جانا تھا , اس لیے ملازمہ کو ناشتہ کمرے میں لانے کا کہہ کر وہ کمرے میں آیا تھا۔ لیکن اس کی جگہ نویرہ کے ہاتھ میں ٹرے دیکھ کر اس نے شاکی نظروں سے گھورا تھا۔

"ناشتہ کر لیں۔۔۔۔۔"

وہ اس کی طرف بنا دیکھے ,اسے مخاطب کرتی میز پہ ٹرے رکھی اور خود واپس جانے کی لگی۔۔۔۔۔

جب حدیر نے اسے پکارا۔

"نویرہ! رکو۔۔۔۔۔۔۔ مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔"

نویرہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ وہ کیا بات کرنے جا رہا تھا ۔ اسی لیے بنا حیران ہوئے مڑ کر اس کی طرف دیکھا , حدیر کے ہاتھ میں پارسل تھا ۔

"نویرہ! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ میں جانتا ہوں میں نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا ہے۔ تمہیں ہرٹ کیا ہے۔ لیکن میں بھی مجبور تھا۔ نہ تم خوش ہو نہ میں۔۔۔۔۔۔۔۔ تم لڑکی ہو , تمہارا آگے پیچھے کوئی نہیں اس لیے تم سمجھوتا کر سکتی ہو , لیکن میں مرد ہو ۔۔۔۔۔۔۔ میں سمجھوتا نہیں کر سکتا۔"

وہ ایک لمحے کے لیے رکا کہ شاید وہ کچھ بولے گی لیکن وہ خاموش رہی۔ وہ

پھر سے گویا ہوا۔

"آئی نو! میں نے تمہارا بہت دل دکھایا ہے ۔ ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ آج سے تم میری طرف سے آزاد ہو۔"

اتنا کہہ کر حدیر نے لفافہ اس کے آگے کیا۔

"یہ کیا ہے---؟"

نویرہ نے مصنوعی حیرت خود پہ طاری کر کے استفسار کیا, ورنہ اس وقت حدیر جس طرح اس سے معافی مانگ رہا تھا اس کا دل خوشی سے ناچنے کا کر رہا تھا۔

"طلاق کے کاغذات -----"

حدیر اس کے ہر طرح کے ردِ عمل کے لیے خود کو تیار پہلہ ہی کر چکا تھا۔

"کک-----کیا-----طلاق-----طلاق-----کے کاغذات-----آپ نے مجھ-------"

وہ اٹک اٹک کر کہتی چکرا کر نیچے گری تھی۔

حدیر اس کو بے ہوش ہوتا دیکھ کر گبھرا کر اس کے پاس آیا تھا۔ اس کا سر اٹھا کر گود میں رکھا۔

"نو----نویرہ-----نویرہ آنکھیں کھولو------- "

حدیر نے اس کے گال تھپتھپا کر پکارا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"اہ گاڈ! کیا مصیبت ہے؟------یہ تو بے ہوش ہو گئ ہے اب میں کیا کروں؟ پاپا اپنی

لاڈلی بہو کو اس حال میں دیکھ کر مجھے تو قتل ہی کر دیں گے۔"

صورتحال خلافِ توقع دیکھ کے اس کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگ گئے۔

وہ نویرہ کو اٹھا کر جلدی سے بیڈ پر لے آیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس پہ پانی کے چھنٹے مار کر ہوش میں لاتا یا کوئی اور ترکیب سوچتا۔

نویرہ آنکھیں کھول کر اٹھ کر بیٹھ گئ۔ حدیر کے ہاتھ سے پانی سے بھرا گلاس لے کر فٹافٹ پی کر دوبارہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

وہ حیرت کی زیادتی سے دنگ ہکا بکا اس کا منہ تکنے لگ گیا۔ اس کی حالت دیکھ کر نویرہ پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے جو ہسنا شروع ہوئی , تو ہنستی چلی گئی۔

"میرے بھولے سرتاج! مجھ سے اب اور ایکٹنگ نہیں ہو رہی تھی ۔ مزید ستانا چاہتی تھی لیکن مجھے آپ پہ ترس آ گیا اس لیے پروگرام کینسل کرنا پڑا۔"

وہ مزے سے کہتی بیڈ سے نیچے اتری اور لفافہ لے کر اس کے پاس آ گئ۔

حدیر کے تاثرات اب حیرانی سے شدید غصے میں بدل رہے تھے۔

"یہ پارسل میں نہیں آپ کھولیں۔۔۔۔"

اس بار نویرہ کا لہجہ چونکانے والا تھا ۔ اس کے چہرہ بلکل اسپاٹ تھا۔

حدیر نے انتہائی غصے سے اس کے ہاتھ سے پارسل لے کر چاک کیا اور اس میں سے پیپر نکال کر دیکھنے لگا۔ خالی پیپر اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

وہ پیپر اوپر کی طرف اچھالتا طیش میں اس کی طرف بڑھا تو وہ ڈر کے مارے دو قدم پیچھے ہٹ گئ۔ اتنا غصے میں وہ اسے پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"ڈرامے باز۔۔۔۔۔۔۔۔۔چالباز کہیں کی ۔۔۔۔۔۔اتنا بڑا ڈرامہ رچاتے ہوئے تو ڈر نہیں لگا تو اب کیوں ڈر رہی ہو؟ ۔۔۔۔۔ہاں ۔۔۔بولو!"

حدیر نے اسے بازو سے جھنجھوڑ کر زور سے دیوار کے ساتھ لگایا تھا۔ نویرہ کی درد کی شدت سے آنکھوں کے کنارے بہت تیزی سے گیلے ہوئے تھے۔

" میں تو تمہاری اس معصوم شکل سے دھوکہ کھا گیا۔"

حدیر نے اس کے چہرے کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے سختی سے پکڑا تو باوجود کنٹرول کے اس کے منہ سے سسکی نکلی گئ۔ وہ اس کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

"بس بہت ڈھیل دے دی تمہیں اب مزید نہیں۔۔۔۔۔۔اب آر ہو گا یا پار۔۔۔۔۔۔۔۔ طلاق کے کاغذات بنتے کون سا دیر لگتی ہے وہ تو میں دوبارہ بنوا لوں گا , لیکن مس نویرہ! تمہیں یہ حرکت بہت مہنگی پڑے گی سنا تم نے۔۔۔۔۔۔۔"

وہ تنفر سے کہتا اسے ایک طرف دھکیل کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

نویرہ ڈبڈوبائی نظروں سے اسے جاتا دیکھتی نیچے بیٹھتی چلی گئ۔

♡♡♡❤♡♡♡

الوینہ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی , ایک ٹانگ نیچے جھلاتی ۔۔۔۔۔پاپ کارن سے بھرا پیالہ گود میں

رکھے اپنا فیورٹ ٹاک شو مزے سے دیکھ رہی تھی ۔ اسی پل ارسل نے لاؤنج میں قدم رکھا ۔ اسے دیکھتا وہ اس کے پاس چلا آیا۔

آتے ہی سب سے پہلے اس پر نظر پڑی تو اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

"ہیلو پرنسز۔۔۔۔۔! کیا چل رہا ہے؟"

وہ دھڑام سے اس کے ساتھ صوفے منہ دھنس کر بولا۔ الوینہ نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا پھر ٹانگیں سمیٹتی سیدھی ہو کر بیٹھ گئ۔

"کیوں تمہیں نظر نہیں آ رہا میں کیا کر رہی؟ یہ آنکھیں ہیں یا بنٹے۔۔۔۔۔؟"

وہ اسے گھور کر بولتی اسے جنگلی بلی کی طرح لگی۔ اس نے بمشکل اپنے قہقہے کا گلا گھونٹا۔

"اتنی پیاری آنکھوں کو تشبیہ دی بھی تو بنٹے کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔ افسوس ہوا۔"

ارسل نے مصنوعی بے چارگی طاری کی۔

"اووہووو ! اچھی خوش فہمی ہے سلو تمہیں۔۔۔۔"

"تو خوش فہمی غلط فہمی سے بہتر ہوتی ہے۔"

وہ ہنس کر بولا اور پیالے سے ایک ساتھ تین چار پاپ کارن اچھال کر منہ میں رکھے۔

جواب میں وہ خاموش رہی۔ اس کا سارا دھیان ٹی وی کی طرف تھا۔

ارسل کچھ پل تو برداشت کرتا رہا پھر سینٹرل ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی ہی بند کر دیا۔

"سلو میرے ہاتھوں کسی دن تمہارا قتل ہو جانا ہے ۔۔۔۔۔چلو میرا ریموٹ واپس کرو۔۔۔۔۔ورنہ

مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

الوینہ نے رعب جھاڑنا چاہا۔

"تم سے برا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔"

ارسل نے اس کی بات پر غیر سنجیدگی سے کہا۔

"ویسے تمہیں اور کوئی کام نہیں۔۔۔۔جب دیکھو! ادھر ٹپکے ہوتے۔"

"تو تمہیں کیا پرابلم ہے یہ میرے ماموں جان کا گھر ہے۔"

ارسل نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"ہاں ! پتہ ہے ۔۔۔۔۔۔پتہ ہے۔۔۔۔۔۔ کان پک چکے میرے تو یہ فقرہ سن سن کے

۔۔۔۔۔۔۔آیا بڑا ماموں کا لاڈلا ۔"

الوینہ کے منہ چیڑانے پر وہ محض ہنستا رہا۔

"چھوڑو نوک جھونک تو چلتی رہے گی۔۔۔۔۔۔میں تم سے بہت اہم بات کرنے آیا ہوں۔"

اسے ایک دم سے سنجیدہ ہوتا دیکھ کر الوینہ نے اچھنبے سے دیکھا۔

"ہاں! تو بولو۔۔۔۔۔۔میں نے کب منع کیا ہے۔"

وہ فارمل سے انداز میں بولی۔

"پہلے تم وعدہ کرو ناراض نہیں ہو گی؟"

الوینہ اس کے عجیب سے رویے پہ تذبذب کا شکار ہوئی۔ ارسل کا یہ انداز اس کے نیا تھا۔

"اب ایسی بھی کیا بات------ ہمارے درمیان کب سے فارمیلیٹیز ہونے لگ گئیں۔"

"کیا کروں-----بات ہی کچھ ایسی ہے۔"

"سلو! بول بھی دو یار -----کیوں سسپینس کری ایٹ کر رہے ہو؟"

وہ جھنجھلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ارسل بھی اٹھ کر بلکل اس کے مقابل آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے انوکھے رنگ دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

"میں جانتا ہوں تم------ محبت پہ یقین نہیں رکھتی۔ محبت کے بارے میں ہر بندے کا پوائنٹ آف ویو الگ ہوتا ہے۔ تمہاری نظر میں محبت ایک نظر میں ہونے کا نام ہے۔ جبکہ میری نظر میں---------- محبت کب-----کس سے-----کس وقت ہو جائے پتہ ہی نہیں چلتا۔ ہمیں تب اس کے ہونے کا احساس ہوتا ہے جب ہم اس راستے پہ بہت آگے نکل چکے ہوتے ہیں--------- اتنا آگے کہ واپسی کا راستہ بھول جاتے ہیں۔"

وہ اس کا ہاتھ تھامے , محبت پاش نظریں اس پہ ٹکائے بولتا گیا۔ وہ شاکڈ سی اسے بس سن رہی تھی۔ اس کی محبت کی تپش تھی یا کیا تھا وہ کچھ پل تو بول ہی نہ سکی۔

"انو! میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ تمہاری قسم میں تمہیں بہت خوش رکھوں گا۔ صرف ایک بار-----ایک بار اس بارے میں سوچنے کی کوشش کرو---شاید تمہارا دل بھی یہی چاہتا ہو۔"

وہ ہمت مجتمع کرتا اپنے دل کی بات کہتا گیا, جانتا تھا کہ اگر نہ کہہ سکا تو پھر کبھی نہیں کہہ

پائے گا۔

"ارسل ! تم اچھی طرح سے جانتے ہو۔ ہم بہت اچھے دوست ہیں۔ تم بہت اچھے ہو ارسل۔۔۔۔۔بہت زیادہ۔۔۔۔۔پر۔۔۔۔"

"پر کیا انو۔۔۔۔۔۔؟"

وہ اس کے رکنے پہ بے چین سا ہوا۔

"پر یہ کہ۔۔۔۔۔میں صرف تمہیں بہت اچھا دوست سمجھتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔اور بس۔"

الوینہ نے اس کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور رخ پھیر کر بولی۔

"کیا یہ رشتہ دوستی سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔۔۔۔۔پلیز؟"

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔ایم سوری۔۔۔۔۔۔رئیلی ویری سوری۔۔۔۔۔۔۔تم میری وجہ سے ہرٹ ہوئے۔ لیکن سلو! میں کیا کروں , میں چاہ کر بھی وہ فیلنگز نہیں محسوس کرتی۔ میرا دل تمہیں دیکھ کے کبھی نہیں دھڑکا۔ میں نے کبھی تمہارے لیے وہ محسو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ افسردگی سے کہتی پلٹی تھی لیکن وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ

♡♡♡ ♡♡♡

سورج اس وقت سوا نیزے پہ تھا جب وہ اپنی تین عدد دوستوں کے ہمراہ ایک پبلک ریستوران میں داخل ہوئی۔

ونڈو کے ساتھ والی ٹیبل کے پاس آ کر وہ چاروں کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئیں,جو اس نے صبح سویرے ہی بک کروا دی تھی۔

وہ آپس میں گپ شپ میں لگی تھیں ۔ پھر کچھ ہی دیر میں ویٹر اس کا آرڈر کیا ہوا کھانا بڑے سلیقے سے میز پہ لگانے لگا۔۔۔۔تو وہ سب کھانے کی طرف متوجہ ہو گئیں ۔

"ویسے گرلز! آج کتنے عرصے بعد ہم ایک ساتھ یوں اکٹھی ہوئی ہیں۔ میں بتا نہیں سکتی کہ مجھے کتنا اچھا فیل ہو رہا ہے۔"

ساریہ نے ڈش پر سے ڈھکن اٹھا کر ایک طرف کیا اور گرماگرم بھاپ اڑاتی بریانی پلیٹ میں ڈالنے کے درمیان چہک کر کہا۔

"یپ۔۔! ہاؤ لکی ڈے نا (ہاں !کتنا خوش کن دن ہے)؟" سویٹ ڈش کے ساتھ انصاف کرتی جویریہ نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"کوریکٹ۔۔۔۔۔اور یہ سب ابی کی ٹریٹ کی وجہ سے پاسبل ہوا ہے۔ اگر یہ انگیجمنٹ کی خوشی میں آج ٹریٹ نہ دیتی تو کہاں اتنا حسین موقع دستیاب ہونا تھا۔"

آئیملک کو شرارتی پن سے دیکھتی موبیلا نے بھی گفتگو میں حصہ لینا ضروری سمجھا۔

کباب کا آخری ٹکڑا کانٹے کی مدد سے منہ میں رکھتی آئیملک نے محض مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

من پسند , خوش ذائقہ کھانا کھانے کے بعد آئیملک نے ویٹر کو اشارہ کیا تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور میز سے برتن سمیٹنے لگا۔ آئیملک آئس کریم کا آرڈر دینے کے بعد ان سے باتوں میں مگن ہو گئ۔

ویٹر اثبات میں سر ہلاتا واپس مڑ گیا۔

"چلو جب تک آئس کریم نہیں آ جاتی, کیوں نا ہم گیم کھیل لیتی ہیں۔۔۔۔۔۔کیا خیال ہے؟"

جویریہ کو یک دم ترکیب سوجھی , وہ جوش سے بولتی سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں! کیوں نہیں ۔۔۔۔۔۔" ساریہ نے حامی بھری۔

"اوکے! پر کون سی گیم۔۔۔؟" موبیلا نے پرسوچ انداز میں سوال کیا۔

"وہی مشہورِ زمانہ۔۔۔۔۔" اس کے پر تجسس انداز پہ باقی تینوں سوچ میں پڑ گئیں ۔

"ارے! وہی ڈیئر(Dare۔۔۔۔۔۔والی گیم,جو کالج یونیورسٹی میں ہم لوگ اتنے سال کھیلتی رہی ہیں۔"

"او ہاں ! یاد آگیا ۔۔۔۔۔وہ گولڈن ڈیز کیسے بھول سکتی ہوں۔" موبیلا نے یاد آنے پر خوش ہوتے ہوئے کہا ساتھ بیٹھی ساریہ نے بھی گردن ہاں کے انداز میں ہلائی۔

"نہیں ۔۔۔۔۔۔یار ! گیم کھیلنے کا میرا بلکل من نہیں کر رہا۔ پھر کبھی پپان کرتے ہیں ناں۔"

آئیملک نے منہ کا برا سا زاویہ بنا کر گفتگو میں پہلی بار مداخلت کی۔

اس کے کہنے کی دیر تھی ان تینوں کے منہ حیرت سے کھلے تھے۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

"بٹ والئے ابھی-----؟"

"یہ تم کہہ رہی ہو-------یقین نہیں آ رہا- پوری یونیورسٹی میں تم " "Daering girl کے نام سے مشہور تھی- تمہارا ریکارڈ تب سے اب تک کوئی لڑکی نہیں توڑ سکی--------کیا تم سب بھول گئ ہو؟"

تینوں شاکڈ سی آگے پیچھے بولیں-

"یاد ہے ---سب یاد ہے مجھے-----کچھ بھی نہیں بھولی, بس موڈ نہیں ہو رہا ابھی-"

آئیملک ان تینوں کے گھورنے پہ خفیف سی ان کی طرف تکنے لگی-

"ایسے کیسے من نہیں کر رہا ----بس تم کھیل رہی ہو ہمارے ساتھ اور وہ بھی ابھی کے ابھی, سمجھی-"

جویریہ نے اس پہ دھونس جمائی-

"ہففف----!! اوکے----اوکے ,فائن -شروع کرو گیم , میں بھی کھیلتی ہوں-"

ان کی ناراضگی کا سوچ کر اس نے فوراً سے ہار مان لی-

"گڈ یہ ہوئی نا بات-----"

اسے رضامند ہوتا دیکھ کر وہ تینوں بے طرح خوش ہو گئیں -

"سو گرلز ! جیسا کہ گیم کے رولز تو پہلے سے تم سب کو پتہ ہیں , پر میں پھر سے ریپیٹ کر دیتی ہوں - میں بوتل گھوماؤں گی جب بوتل رک جائے گی تو جس کی طرف بوتل کا رخ ہو گا

اسے ڈیئر پورا کرنا ہو گا ہر حال میں۔۔۔۔۔۔۔ہر قیمت پہ, ڈن ہو گیا؟"

جویریہ نے لمبی چوڑی بات کے بعد ان تینوں کی طرف دیکھ کے استفسار کیا۔

"اوکے ڈن۔۔۔۔۔۔" وہ تینوں یک زبان بولیں۔

جویریہ نے کولڈرنک کی خالی بوتل, جو وہ پہلے ہی الگ کر چکی تھی گول میز پر رکھی اور ہاتھ اس کے اوپر قدرے مظبوطی سے جما کر گھمایا۔ بوتل تیزی ٹیبل کے اوپر گول گول گھومنے لگی۔

چاروں کی نظریں بوتل پہ جمی تھیں۔

بوتل جونہی ساریہ پہ رکی تو اس نے بےاختیار دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی دانتوں تلے دبائی اور کن اکھیوں سے باری باری تینوں کے چہروں کو دیکھا۔ اسے ان کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"ہاں ,ریا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بچو! آج آئی نا قابو۔۔۔۔"

موبیلا نے اسے شرارت سے چھیڑ کر آنکھ ماری پھر وہ ساری ہنس پڑیں۔

میں کوئی ڈرتی ہوں بھلا, بتاؤ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

ساریہ اکڑ کر بولی۔

"اسے ڈیئر میں دوں گی۔" آئیملک نے جلدی سے ہاتھ اوپر کر کے کہا۔ "تو میڈیم! کرنا تمہیں یہ ہے کہ وہ جو درمیان میں کپل بیٹھا ہے نا, ان کو بس وہاں بھگانا ہے۔۔۔۔۔ڈیٹس اٹ!"

اس نے کشادہ سے ہال کے بیچوں بیچ میز کے گرد ہاتھوں۔میں ہاتھ ڈال کے بیٹھے ینگ کپل

کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا تو ان سب نے چونک کر آنکھیں گھما کر اس طرف دیکھا۔

"ظالم لڑکی! اتنا مشکل ٹاسک۔۔۔۔ہائے کیسے کروں گی میں۔۔۔" ساریہ روہانسی ہوئی۔

"چلو چلو شاباش ! ٹاسک پورا کرو ورنہ سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

جویریہ نے اسے ڈرانا چاہا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔

"کم آن ریا جسٹ گو۔۔۔۔۔۔بلیو می یو کین ڈو اٹ!"

اسے ہنوز کھڑا دیکھ کر آئیملک نے ساریہ کو آگے دھکیلا تو وہ ہمت پیدا کرتی اس طرف بڑھ گئ۔ ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ وہ احتیاط سے چلتی اس میز سے کچھ فاصلے پر رک کر پیچھے منہ پھیرا تو انہوں نے ہاتھ ہلا کر جیسے انکریج کیا تھا۔

وہ گہرا سانس لیتی آگے چلی آئی۔

"آگھ۔۔۔خو۔۔۔۔تھووو۔۔۔۔۔" ساریہ ایک ہاتھ منہ پہ اور دوسرا پیٹ پہ رکھ کر وومٹنگ روکنے کی سعی کرتی میز پر گری۔ اچانک اس افتاد پر ان دونوں لڑکا لڑکے نے گھبرا کر ایک دوسرے کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

ساریہ نے پھر سے وہی طریقہ اپنایا اب کی بار وہ پریشانی سے کبھی ایک دوسرے کی طرف کبھی اس کی طرف تکنے لگ گئے ,لیکن اٹھے ابھی بھی نہیں تھے۔

ساریہ نے کن اکھیوں سے ان دونوں کے جانب دیکھا پھر اتنے زور سے میز پہ گری کے وہ دونوں بھاگ کھڑے ہوئے۔

ہالمیں موجود تمام لوگ حیرت و پریشانی سے اس کی طرف متوجہ تھے کچھ تو اس کو سہارا دینے اس کے پاس بھی آ گئے۔ لیکن وہ ہجوم کو ہٹاتی دوستوں آنکھ مارتی ان کے پاس آ گئی ۔ لوگ اس کو صحیح سلامت دیکھ کر حیرت سے کندھے اچکاتے پھر سے اپنے اپنے کاموں میں جت گئے ۔

وہ خوشی خوشی پاس آئی تو انہوں نے اسے دل کھول کر داد دی۔

جویریہ نے پھر سے راؤنڈ میں بوتل کو گھومایا ۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد بوتل رک اور اس کا رخ آئیملک کی جانب تھا۔ وہ خوشی سے اچھلی تھیں کیونکہ اصل مزا تو اب آنے والا تھا۔

"اس کو تو ٹاسک میں ہی دوں گی --------"

سب سے پہلے ساریہ تیزی سے بولی۔ باقی سب نے کندھے اچکا کر اوکے کا سائن دیا۔

"ہمم-----" ساریہ پرسوچ انداز میں انگشتِ شہادت سے گال پہ ٹک ٹک بجاتی اطراف میں نظریں دوڑانے لگی, بلآخر اسے ٹاسک مل ہی گیا۔ اس نے آئیملک کی طرف چالاکی سے دیکھا جس کی سوالیہ اور تجسس سے بھرپور نگاہیں اسی پہ مرکوز تھیں۔

"اچھا!! تو مس آئیملک صاحبہ! کرنا آپ کو یہ ہو گا کہ وہ سوٹڈ بوٹڈ لڑکا نظر آ رہا ہے نا-------اسے بس سوئمنگ پول میں دھکا دینا ہے -----اور صرف دھکا ہی نہیں دینا بلکہ باہر بھی نکالنا ہے--------کیسا؟"

ساریہ نے ساتھ لگی ونڈو کے پار پول کے پاس فون کال پہ مصروف لڑکے کی طرف اشارہ کیا

اور آخر میں آنکھ مارتے ہوئے پوچھا۔

"پرفیکٹ"

"کمال کا ہے۔۔۔۔۔"

"آئی تھنک! ایک ڈئیر نگ پرسن کے لیے ایسا ہی ٹاسک ہونا چاہیئے ۔"

وہ سب آگے پیچھے بولیں۔

"منظور ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جسٹ ویٹ اینڈ واچ!"

اس کے چہرے پہ جیت کی چھب ابھی سے جھلک رہی تھی۔ وہ کرسی پیچھے کرتی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اور بڑے اعتماد سے چلتی ہوئی اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئ۔ اس نے ذرا کی ذرا مڑ کر ونڈو میں دیکھا وہ منتظر سی اسے ہی تک رہی تھیں۔

وہ لڑکا ہنوز فون کان سے لگائے کال پہ مصروف تھا۔

آئیملک نے دونوں ہاتھ اس کی پشت پہ نامحسوس طریقے سے سیٹ کیے پھر دوسرے ہی لمحے اسے پول میں زور سے دھکا دیا۔ پول میں گرنے سے پانی اچھل کر کناروں پہ گرتا ساتھ اسے بھی بھگو گیا۔

وہ لڑکا یقیناً سوئمر تھا اسی لیے تیراکی جانا تھا , پلک جھپکنے میں وہ کنارے پہ موجود تھا۔

اور جو بندہ اس کے اس وقت اس کے سامنے تھا اسے دیکھ کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

ایک ٹرانس کی کیفیت میں آئیملک نے اسے باہر نکالنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑتا پول سے باہر نکل آیا۔ آئیملک کی حیرت سے پوری کی پوری آنکھیں کھل گئیں ۔ لڑکا بے حد سنجیدگی سے اسے ہی تک رہا تھا۔ اس کا ہاتھ ہنوز اس کے ہاتھ میں جکڑا تھا۔

آئیملک نے جلدی سے رخ پھیرا اور وہاں سے بھاگنا چاہا, لیکن مقابل نے اس کا ارادہ بھانپ لیا تھا اسی لیے زور سے جھٹکا دیا وہ سیدھی اس کے چوڑے سینے سے جا ٹکرائی۔ وہ پوری قوت لگا کر بمشکل اس کے چنگل سے خود کو چھڑا کر بھاگی تھی۔

وائٹ شرٹ پہ اس کے پنک لپ اسٹک کے نشان پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے نمال کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی ۔ یہ اس کی آئیملک کے ساتھ کبھی نہ بھولنے والی دوسری حسین ملاقات تھی۔ آئیملک تیزی سے ان کے پاس آئی تھی۔ بنا ان سے بات کیے, دیکھے, بنا بل پے کیے وہ ٹیبل سے کی چین اور کلچ بیگ اٹھا کر بھاگی تھی۔ وہ حیران و پریشان اسے پیچھے سے پکارتی رہ گئیں ۔

"اسے کیا ہوا ہے----؟"

جویریہ کے استفسار پہ ان سب نے شانے اوپر اٹھا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

آئیملک گاڑی کی فل سپیڈ چھوڑے رش ڈرائیونگ کر رہی تھی ۔ دو تین بار اس کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا۔ اس کے دل و دماغ میں جیسے آندھیاں چل رہی تھیں۔

"افففف---!! پھر سے-----پھر سے-----وہ میرے سامنے آگیا-----آخر کیوں؟"

اپنے بنگلے کے باہر گاڑی روکتی آئیملک نے آنکھوں کو سختی سے آپس میں میچا تھا لیکن وہ منظر اس کی نگاہوں سے نہیں ہٹ رہا تھا۔ اس نے زور سے اسٹیئرنگ پر مکا مار کر سر اس پہ گرا کر اپنی تکلیف کو کم کرنا چاہا تھا۔

♡♡♡ ♡♡♡

شام ہوتے ہی تمام پنچھی تھک ہار کر اپنے اپنے گھروں کی طرف محوِ سفر تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اندھیرا گہرا ہوتا گیا۔

ایک بھرپور ڈنر کے بعد آج خلافِ معمول گھر کے سارے مکین ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔ وہ سب کے لیے گرماگرم چائے بنا کر ٹرالی گھسیٹتی لاؤنج میں آ گئی۔ سب کو چائے سرو کرنے کے بعد اپنا کپ پکڑے شیرازی صاحب کے ساتھ کچھ فاصلے پر صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"تھینک یو بیٹا۔۔! اس وقت واقعی مجھے چائے کی شدت سے طلب ہو رہی تھی۔ تمہارے آنے سے اب گھر۔۔۔۔گھر جیسا لگنے لگا ہے۔"جواب میں نویرہ نے مسکرا کر ان کو دیکھا پھر چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی سامنے لگے ٹی وی پہ خبریں دیکھنے لگی۔

جبکہ راحیلہ نے شیرازی کے یوں نویرہ کی تعریف کرنے پر نخوت سے پہلو بدلا تھا۔

"جیسا کے آج تم سب لوگ یہاں اکٹھے موجود ہو تو میرے خیال میں بات کرنے کا یہ مناسب وقت ہے۔ میں کافی دنوں سے بات کرنا چاہ رہا تھا لیکن مصروفیت کی وجہ سے وقت ہی نہیں

مل پایا۔ خاص طور پہ راحیلہ تم سے۔"

شیرازی صاحب نے ہنکارا بھر کر بات کا آغاز کیا۔

راحیلہ کے ساتھ باقی سب بھی ہم تن گوش ہوئے۔

"اصل میں بات یہ ہے کہ میرا ایک بہت اچھا دوست ہے فرقان۔۔۔۔وہ اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے گھر ایک بار آ بھی چکا ہے۔ تم تو ان سے باقاعدہ مل بھی چکی ہو۔"

انہوں نے راحیلہ کی طرف رخ کیا تو وہ یاد کرتیں اثبات میں سر ہلانے لگیں۔

"ماشاءاللہ! سے فضہ کی اب پڑھائی مکمل ہو گئ ہے ۔ فرقان نے اپنے بیٹے اسد کا ہماری بیٹی کے لیے رشتہ مانگا ہے۔ لڑکا نہ صرف پڑھا لکھا اور نیک ہے بلکہ اکلوتا ہے اور اپنے باپ کا سارا بزنس وہی چلا رہا ہے۔ اچھے رشتے بار بار نہیں ملتے ,تمہارا کیا خیال ہے؟"

انہوں نے اب کی بار براہِ راست راحیلہ سے استفسار کیا تو وہ سوچ میں پڑ گئیں۔ رشتہ تو انھیں بھی معقول لگ رہا تھا کوئی ایک وجہ بھی انکار کی نہیں تھی۔

"بیٹا تم بتاؤ۔۔۔تم اب اس گھر کی بڑی بہو ہو رائے دینے کا حق رکھتی ہو۔ "

شیرازی نے نویرہ کی طرف منہ موڑ کر پوچھا ۔ جبکہ بہو کے ذکر پہ حدیر کی چوڑی پیشانی پہ بل پڑے تھے۔

نویرہ نے ایک نظر فضہ کی طرف دیکھا۔ کپ پر اس کے ہاتھوں کی لرزش اور چہرے پر پریشانی کے منڈلاتے سائے, وہ اس کی حالت کے پس منظر سے بخوبی واقف تھی۔ فضہ نے کپ میں

موجود چائے کو بے دلی سے دیکھا اور کپ میز یہ رکھتی اپنی کیفیت پہ چھیاتی وہاں سے چلی گئ۔

"انکل ! آپ کی بات سے میں سو فیصد متفق ہوں لیکن کچھ بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں فضہ کی رائے ضرور لینی چاہیئے ۔ رشتے میں لڑکے لڑکی کی رضامندی کا ہونا بہت ضروری ہے ورنہ آگے چل کے بہت مسئلے پیدا ہو سکتے ہیں۔"

وہ پس پردہ حقائق سے آگاہ کرتی بولی۔ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر انہوں نے گردن ہلا کر جیسے اس کی بات کی تائید کی ۔ اس کی واضح چوٹ پہ حدیر بل کھا کر رہ گیا۔

کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ جب اور کچھ کرنے کو نہ ملا تو بوریت سے بچنے کے لیے موبائل اٹھا کر گیم کا لیول کمپلیٹ کرنے لگ گئ۔

"یس۔۔۔۔ہائے میں کتنی جینئس ہوں ہارڈ لیول بھی ایک منٹ میں کھیل لیا ۔ واہ!" نویرہ نے ہاتھ کا مکا بنا کر اوپر نیچے کر کے خود کو داد سے نوازا ۔

دفعتاً دروازے پہ دستک ہوئی۔ وہ موبائل کی سکرین آف کرتی سیدھی ہو گئ۔ "اس وقت کون ہو سکتا ہے۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

وہ خلاف توقع حدیر کی جگہ فضہ کو کمرے میں آتے دیکھ کر چونکی۔

فضہ آہستگی سے چلتی ہوئی اس کے ساتھ صوفے پہ آ کے ٹک گئ۔ بنا بولے وہ سر جھکائے بری طرح انگلیاں مسل رہی تھی۔

"فضہ ! تم ٹھیک ہو ۔۔۔۔کیا ہوا کوئی پریشانی ہے کیا؟"

نویرہ نے نرمی سے اس کے ہاتھ تھام کر کہا تو وہ فوراً جھکا سر اٹھا کر اسے تکنے لگی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں ۔

"نویرہ! تم تو سب جانتی ہو نا۔ اور تم نے کہا کچھ دن پہلے کہا بھی تھا کہ مجھے کوئی ہیلپ چاہیے ہو تو تمہیں بتاؤں ۔۔۔۔۔۔"

"ہاں! مجھے اچھی طرح سے یاد ہے اور اسی لیے ابھی بھی پوچھ رہی ہوں۔ تم بلا جھجھک کہو جو بھی کہنا چاہتی ہو۔ میں وعدہ کرتے ہوں کہ یہ باتیں تمہارے اور صرف میرے بیچ رہیں گیں۔"

اس کی یقین دہانی پہ فضہ کی آنکھوں میں امید کی کرن جاگی تھی۔

"تم نے اس دن جو کچھ سنا تھا وہ سب سچ ہے۔ ریحان میرے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتا رہا ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت پسند کرتے ہیں۔" اس نے دوبارہ سے سر جھکا کر اعتراف کیا۔ نویرہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"نویرہ ! تم پلیز کچھ کرو نا, میں اسد سے تو کیا ریحان کے علاوہ کسی اور سے بھی شادی نہیں کر سکتی۔ میں چاہ کر بھی ماما اور پاپا سے بات نہیں کر سکتی۔"

فضہ اس کا ہاتھ پکڑے بے چینی سے بولی۔

"اور ریحان کے پیرنٹس ۔۔۔۔۔؟ کیا وہ رضامند ہو گئے ہیں؟"

کچھ یاد آنے پر نویرہ نے استفسار کیا۔

"اس نے ان کو منا لیا ہے وہ تیار ہیں میرے گھر آنے کے لیے۔ ریحان صرف میری ہاں کا

منتظر ہے۔"

وہ فوراً سے بولی۔ تو نویرہ نے ہاں میں سر ہلایا۔

"تم فکر مت کرو میں انکل سے کل ہی بات کرتی ہوں ابھی تو کافی ٹائم ہو گیا ہے انکل سو چکے ہوں گے۔ "

"رئیلی۔۔۔۔۔تم سچ بول رہی ہو نا؟"

وہ بے یقین ہوتی یک دم خوش ہو اٹھی۔

" سو فیصد سچ کہہ رہی پگلی۔ " نویرہ اس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتی ہنس پڑی ۔ " لیکن تمہیں بھی مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہو گا میں جب تک سارا معاملہ نہ دیکھ لوں تم ایسا ویسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی؟"

وہ آخر میں سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

" اوکے ہارٹ پرامس۔۔۔۔۔۔۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گی ڈونٹ وری! , لیکن۔۔۔۔۔"

فضہ خوشدلی سے کہتی کہتی رک گئ۔ نویرہ نے سوالیہ نظریں اس پہ گاڑ دیں۔

ماما ! کو کن منائے گا وہ تو تم سے سیدھے منہ بات تک نہیں کرتیں۔"

"کہا نا میں ہینڈل کر لوں گی تم سب مجھ پہ چھوڑ دو ۔ میں حدیر سے بات کروں گی وہ خود آنٹی کو منا لیں گے۔ تم اب جا کر سو جاؤ۔ انشاءاللہ ! سب اچھا ہی ہو گا۔"

"وہ۔۔۔۔۔نویرہ! ایم سوری اس دن جو بدتمیزی سے بات کی تم سے۔"

اس کے اتنا خیال رکھنے پہ فضہ کو یک دم اپنے سابقہ رویے پہ شرمندگی ہوئی۔

"دیٹس اوکے! بھول جاؤ پرانی باتیں۔۔۔۔تمہیں احساس ہو گیا ہے بس یہی کافی ہے ۔"

"نویرہ ! پاپا ٹھیک کہتے ہیں تم واقعی بہت اچھی ہو۔ تمہارا دل بہت بڑا ہے۔"

اس نے دل سے تعریف کی تو نویرہ ہنس پڑی۔

"اچھا بابا۔۔۔۔اب جاؤ تم مجھے سچ میں بہت نیند آ رہی ہے۔"

"ہاہاہاہا ۔۔۔اوکے !"

پھر فضہ کے جانے کے بعد وہ صوفے پہ لیٹی آگے کا لائحِہ عمل ترتیب دیتی نجانے کب نیند کی وادی میں اتر گئ۔

♡♡♡💙♡♡♡

آج چوتھا دن تھا ارسل کا اسے کچھ اتا پتہ نہیں تھا۔

اس دن کے واقعے کے بعد اس نے نہ تو اس کی کال پک کی تھی اور نہ ہی وہ اس کے گھر آیا تھا۔

الوینہ کو اب حقیقت میں پریشانی لاحق ہوئی ۔ پہلے تو اس نے ایسا کبھی نہیں کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے اس بار سلو مجھ سے کچھ زیادہ ہی ناراض ہو گیا ہے۔" اس نے افسردگی سے سوچا اور اس کے گھر کی طرف قدم بڑھا دیئے ۔

آج اتوار کا دن تھا اس لیے اس کی توقع کے مطابق اس وقت ارسل کو گھر پہ ہی ہونا چاہیئے تھا۔

"سلو۔۔۔۔۔۔دیئر آر یو؟, پتہ نہیں یہ لڑکا کدھر گیا ہے۔۔۔۔سلو؟" مین گیٹ عبور کرتے ہی اس نے آوازیں لگانی شروع کر دیں لیکن جب وہ اسے کہیں بھی نظر نہ آیا تو الوینہ کو بے چینی ہوئی۔

پھر وہ کچھ سوچ کر اس کے کمرے کے ٹیرس کی طرف چلی آئی۔ وہ گرل پہ کہنیاں ٹکائے کسی گہری سوچ میں گم غیر مرئی نقطے کو گھور رہا تھا۔

وہ بھی اس کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئ۔

ارسل نے چونک کر سرسری سی نگاہ اس پہ ڈالی ۔ پھر سے اپنے مشغلے میں گم ہو گیا۔

بچپن سے لے کر اب تک کے اس ساتھ میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ دونوں یوں خاموش کھڑے تھے اور وجہ بھی وہ بخوبی جانتی تھی۔

"ارسل ناراض ہو کیا؟"

الوینہ نے ڈرتے جھجھکتے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔"

ارسل نے بنا اس کی طرف دیکھے دو حرفی جواب دیا۔

"تو پھر گھر کیوں نہیں آئے اتنے دن۔۔۔۔۔ میری کال بھی تم نے ریسیو نہیں کی اور اب سیدھے منہ بات بھی نہیں کر رہے, تو ناراض ہی ہوئے ناں۔"

اس نے منہ بسورا۔

"اگر ناراض ہوں بھی تو اس سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے ؟"

اس کا اندازِ بیاں استہزاء سے بھرا تھا۔

"فرق پڑتا ہے نا بہت فرق پڑتا ہے۔"

وہ آگے سے کچھ نہ بولا کچھ لمحے ایسے ہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"دیکھ سلو ! بس کر دے نا کب تک یوں منہ پہ بارہ بجائے رکھو گی۔ سوری کر رہی ناں۔"

الوینہ نے ایک آخری کوشش کی۔

"میرا منہ ہے میں جو مرضی بناؤ۔ تم جاؤ یہاں سے مجھے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ دو پلیز۔"

لیکن مقابل بھی پھر الوینہ تھی وہ اپنی جگہ جم کر کھڑی رہی۔

"اب تم پھر کہاں جا رہے ہو؟ پہلے اتنی مشکل سے تمہیں ڈھونڈا ہے۔ اب بس بھی کر دو بہت منا لیا پیار کا روگ۔"

وہ جانے لگا تو الوینہ نے اس کے آگے آ کر اس کا راستہ روک دیا۔

وہ اسے سائیڈ پہ کرتا آگے بڑھ گیا۔

اس کا دل اداس سا ہو گیا۔ وہ وہیں کھڑی سر جھکا گئ۔

"اب تم کس مراقبے میں چلی گئ ہو۔ چلو کھانا لگ گیا ہے ساتھ مل کے کھاتے ہیں مما بلا رہی ہیں تمہیں۔"

تھوڑی دیر وہ پھر اس کے پاس آ کر بولا۔ اس نے خوش ہو کر سر اوپر اٹھایا۔

"تم اب ناراض نہیں ہو نا ؟"

اس نے یقین دہانی چاہی۔

"ہاں ببا! نہیں ہوں ناراض -----اب خوش ۔" ارسل نے جیسے ہار مانی۔

"بہت خوش----- "وہ بچوں کی طرح خوش ہوئی۔ "ہماری پہلے کی طرح دوستی ہو گئ ہے پکا نا؟"

اف سر پھری لڑکی! ہاں پکا اب کیا لکھ کر دوں تمہیں۔"

وہ جھنجھلایا تو وہ ہنس پڑی۔

"شکر ہے تم پہلے کی طرح ہو گئے ورنہ اتنے دن تمہارے بغیر میں بہت بور ہو گئ تھی۔"

"ہاہاہاہا ! اچھا جی----"

الوینہ اس سے باتیں کرتی باہر کی طرف قدم بڑھا گئ۔

♡♡♡ ♡♡♡

کچھ باتیں اور یادیں کبھی بوڑھی نہیں ہوتیں چاہے وہ کتنی ہی پرانی کیوں نہ ہو جائیں۔ جیسے پرانے تعلق باسی ہونے پر چھان بورے والے کو دان نہیں کیے جا سکتے۔ اسی طرح ان باتوں اور یادوں کا کچھ نہیں کیا جاسکتا۔

یہ ساتھ ساتھ جیتی ہیں اور سانس لیتی ہیں۔

وہ بھی زندہ تھی , سانس لے رہی تھی۔ اپنے بابا اور ماں کی باتوں کو یاد کر کے پہروں روتی رہتی تھی۔

مارچ کے اواخر دن چل رہے تھے۔ موسم نے ایک دم سے اپنے تیور بدلے ۔ دو دن مسلسل موسلادھار بارش برستی رہی ۔

بارش کے بعد کے مناظر بہت دلفریب ہوتے ہیں, مطلع صاف شفاف ہو جاتا ہے اور ہر چیز جیسے دھل کر نکھر سی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سوائے دلوں پہ لگے زنگ کے۔

دونوں پاؤں لان میں رکھی میز پر ٹیکے گھٹنے پہ رکھے ہاتھ کی پشت پر ٹھوڑی جمائے وہ پھولوں پہ منڈلاتی رنگ برنگی تتلیاں بڑی توجہ سے دیکھنے میں محو تھی۔

پھر ادھر سے ہوتی ہوئی اس کی نظر ڈوبتے سورج پہ جا ٹکی۔ اس پل اسے سورج کی طرح اپنا آپ بھی اداسی میں گھرا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ اپنی سوچوں میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ کب مین گیٹ کھلا اور گاڑی گیراج میں آ کر رکی اسے احساس ہی نہ ہوا۔

حدیر گاڑی میں گزرتے ہوئے اسے لان میں بیٹھا دیکھ چکا تھا اس لیے اندر جانے کی بجائے اس کے قدم خود بخود اس طرف بڑھے تھے۔

ایک ہاتھ جیب میں ڈالے وہ لان کے کنارے کھڑا بغور اسے تک رہا تھا۔ نجانے کیوں اس پل وہ اسے بہت چپ چاپ اور اداس سی لگی تھی۔ وہ اس کی طرف جاتے جاتے واپس پلٹ گیا تھا۔

کچھ پل وہاں گزار کر وہ اندر آ گئ۔ اسے اب صرف رات ہونے کا انتظار تھا۔ آج اس کا ماموں جان سے بات کرنے کا پکا ارادہ تھا۔

رات کے کھانے کے بعد شیرازی صاحب جونہی اپنی عادت کے مطابق اسٹڈی روم میں گئے تو اس نے موقع غنیمت جانا اور دستک دیتی وہ اندر چلی آئی۔

الفاظ وہ پہلے ہی ترتیب دے چکی تھی۔ کس وقت میں کس سے کیا بات کرنی ہوتی ہے ,یہ ڈھنگ اسے بخوبی آتا تھا۔

ابھی بھی وہ تمہید باندھتی بڑے طریقے سے اپنے آنے کی اصل وجہ ان کے گوشگزار کرنے کے بعد اب منتظر نظروں سے ان کی جانب دیکھنے لگی۔

شیرازی صاحب نویرہ کی بات پہ کچھ دیر سوچتے رہے , غوروخوض کرتے رہے پھر ان کی طرف سے مثبت جواب پا کر وہ خوشی سے نہال ہو گئی ۔

ایڈریس , جو وہ پہلے ہی فضہ سے لے چکی تھی ان کو تھماتی باہر نکل آئی ۔
اب وہ فضہ کو خوشخبری سنانے اس کے کمرے کی طرف چلی آئی۔
راحیلہ اور حدیر سے شیرازی صاحب نے خود بات کرنے کی حامی بھر کے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا تھا۔

اس نے فضہ کی پسند بتانے سے گریز کیا تھا , اپنے کسی جاننے والے کا حوالہ دے کر اس نے حقیقت کو چھپانے میں بہتری سمجھی۔ جو بھی تھا فضہ ان کی بیٹی تھی اس کے بارے میں اگر علم ہو جاتا تو وہ دکھی ہو جاتے۔

وہ دروازہ ناک کرتی اندر داخل ہوئی ۔ فضہ جو بیڈ پر نیم دراز تھی اسے اچانک دیکھ کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "بہت بہت مبارک ہو ۔۔۔۔کیونکہ مشن سکسیس فل رہا ہے۔"

نویرہ نے جوش سے بتایا۔ فضہ حیران ہوتی بیڈ سے ات کر اس کے قریب آ گئ۔

"رئیلی ----نویرہ تم سچ بول رہی ہو نا--؟"

وہ بے یقین ہوئی۔ اتنی جلدی مراد بر آئے گی اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

"نا میں کیوں جھوٹ بولوں گی میں بات کر کے سیدھی تمہارے پاس آئی ہوں ۔ ماموں جان نے جلد ملاقات کرنے کی حامی بھری ہے اور ریحان میں ایسی کوئی کمی نہیں ہے جس کو بنیاد بنا کر وہ انکار کریں گے۔"

نویرہ نے تفصیلی بات کی۔

"اف مائی گڈنس------! بھابھی یہ سب تمہاری وجہ سے ممکن ہو پایا ہے ورنہ پتہ نہیں کیا ہو جاتا۔"

وہ تشکر آمیز لہجے میں کہتی نویرہ سے لپٹ گئ تھی۔ اور اس کے پہلی بار بھابھی کہنے اور گلے لگنے پر نویرہ کی بے اختیار آنکھیں بھیگی تھیں۔

"ایم سوری ! بھابھی ہم کبھی آپ کو جان ہی نہیں پائے ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا لیکن آپ تو بہت انمول ہیں ۔ آج جو کچھ بھی آپ نے میرے لیے کیا شاید آپ کی جگہ میری سگی بہن ہوتی تو وہ بھی نہ کر پاتی۔ میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔ اینڈ آئی وش! سمیر , ماما کے ساتھ ساتھ بھائی کو بھی آپ کی اچھائی نظر آ جائے , وہ بھی آپ کو اپنا لیں۔"

فضہ اس کے آنسوؤں سے لبالب کٹورے بھرے دیکھ چکی تھی انتہائی شرمندگی سے سر جھکائے وہ نم لہجے میں بولی۔

تم کی جگہ آپ کہہ کر اور بھابھی کا رشتہ تسلیم کر کے جو عزت اس نے دی تھی نویرہ تو سب کچھ بھلائے اسی پہ خوش ہو گئی تھی۔

"جو ہو گیا سو ہو گیا اہم بات یہ ہے کہ ہمارا آج , ہمارا حال اچھا ہونا چاہیئے ۔ اپس اینڈ ڈاؤن تو زندگی کا حصہ ہیں وہ تو آتے ہی رہتے ہیں۔"

نویرہ اس کا گلٹ ختم کرنے کی غرض سے بولی تو فضہ مسکراتی ہوئی پھر سے اس کے گلے میں جھول گئی۔

"اررررے ے ے ے ---- اب سارا آج ہی مل لینا ہے کیا؟ سب کچھ بھلا کے تم بس اب پیا دیس سدھارنے کی تیاری پکڑو۔"

وہ فضہ کو خود سے الگ کرتی شریر ہوئی ۔ پھر دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

♡♡♡ ♡♡♡

"ہیلو ہینڈسم ! واٹس اپ----؟"

وہ صوفے پر آدھا لیٹا لبوں پہ انوکھی سی مسکراہٹ سجائے کیمرے میں جھانک رہا تھا , جب احد

اس کے پاس آ کر بولا۔ وہ کیمرہ میز پر رکھتا اٹھا اور نفی میں سر ہلاتا گرمجوشی سے احد کو گلے لگایا۔

اس کے پیچھے پیچھے حنان اور روزیہ بھی نمودار ہوئے۔

"ہائے مس روزی! کیسی ہو؟"

نمال حنان سے مل کر الگ ہوتا صوفے پر دھپ سے گرتی روزیہ کی طرف متوجہ ہو کر مخاطب کیا۔

"تمہارے پوچھنے سے ٹھیک ہوں۔"

روزیہ نے قدرے تپ کر کہا۔

"اوہ۔۔۔۔ حان تمہیں نہیں لگتا آج آب و ہوا کچھ گرم لگ رہی ہے۔"

نمال نے حنان کے کان میں گھس کر سرگوشی کی۔

"کچھ نہیں میرے دوست! بہت زیادہ گرم مزاج لگ رہے مجھے تو۔"

ان کی بآواز بلند سرگوشیوں پہ ہی اس کے کان لگے تھے اسی لیے تیکھے چتون سے انہیں گھورا۔

جواب میں ان تینوں کا بڑے سے ہال میں قہقہہ گونج اٹھا۔

" ویسے حادی ! تمہیں کچھ آئیڈیا ہے یہ بن بادل کے گرج چمک کیوں ہو رہی ہے؟"

"صرف گرج چمک نہیں نومی مجھے تو لگتا ہے بن بادل کے برسات بھی برسی ہے۔"
حنان نے نمال کی بات پہ اس کی قدرے سوجی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر ٹکڑا لگایا پھر دونوں نے ہنس کر ایک دوسرے کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا, جبکہ احد نے کندھے اچکا کر لا علمی کا اظہار کیا۔

وہ چاروں اس وقت حنان کے فارم ہاؤس میں موجود تھے۔ اتنے دن ان لوگوں کی آپس میں ملاقات نہیں ہو سکی تھی ۔ یہ گیدرنگ پارٹی حنان نے ہی پلان کر کے سب کو بلایا تھا۔

وہ تینوں آپس میں گپ شپ میں لگ گئے تھے۔ روزیہ کو اپنا آپ آج ان میں مس فٹ سا لگ رہا تھا۔ اس دن کے بعد روزیہ آج باہر نکلی تھی ۔ حنان نے اصرار ہی اتنا کیا تھا کہ اسے آنا پڑا۔ آنے کی ایک وجہ نمال کو دیکھنا اور اس لڑکی کے بارے میں بات چیت کرنا بھی تھا۔

انسان کا اپنا دل ہی اس کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے ۔

اس وقت روزیہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

دل بار بار اسے ہی دیکھنے کی تمنا کر رہا تھا۔ آج اس کا موڈ خراب تھا تو وہ کتنے خوشگوار موڈ میں حنان اور احد سے گپیں لگا رہا تھا۔

وہ کب سے یک ٹک اسے ہی تکنے میں مگن تھی یہ اس کی نظروں کی تپش کا ہی اثر تھا کہ نمال چونک کر اسے دیکھنے پہ مجبور ہوا تھا۔

اس کے دیکھنے پہ روزیہ کا ارتکاز بھی ٹوٹ گیا تو وہ ہڑبڑا کر جلدی سے سیدھی ہو گئ۔

اس کی خاموشی وہ تینوں بھی نوٹ کرچکے تھے۔ روزیہ اور یوں چپ چاپ بنا کوئی بات کیے بیٹھی تھی , یہ بات انہیں ہضم نہیں ہو پا رہی تھی۔

"اوئے روزی ! سب ٹھیک ہے نا؟-----تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔"
احد نے پریشانی سے استفسار کیا۔ باقی دونوں نے بھی سوالیہ نظریں اس پہ جما دیں۔
"میں ٹھیک ہوں یا نہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی جیئے یا مرے کسی کو اس بات کی کیا پرواہ ۔"
وہ اب براہ راست نمال کو دیکھ کر طنزاً بولی ۔ اس کے عجیب سے انداز پہ نمال چونکے بنا نہ رہ سکا۔
"بلکل فرق پڑتا ہے تم بتاؤ تو سہی آخر ہوا کیا ہے ؟"
اب کی بار احد جھنجھلایا تھا۔
"نتھنگ ----- جسٹ فار گیٹ اٹ---- ایم فائن!"
"آر یو شیور ؟"
"آف کورس----!"
"ہمم------- پھر ٹھیک ہے ۔ چلو نومی آج اپنے ہاتھوں سے کچھ بنا کر کھلا دو یار عرصہ ہو گیا تمہارے ہاتھ کا ذائقہ چکھے۔"
احد نے اس کی طرف سے مطمئین ہو کر نمال کو مخاطب کیا تو نمال نے اس کے عرصہ کہنے

پہ اسے حیرت سے دیکھا۔

"ابھی پچھلے دنوں جو بریانی کھلائی وہ کیا بھول گئے۔"

"ہاں! تو ایک ہفتہ کون سا کم ہوتا ہے۔"

وہ آنکھ کا کونا دبا کر بولا تو نمال اسے ایک دھموکا جڑتا سر دائیں بائیں ہلاتا اٹھ کر کچن میں آ گیا۔

احد نے بھی اس کی تقلید کی۔

حنان موبائل پہ مصروف ہو گیا تب روزیہ نے کن اکھیوں سے اوپن کچن کی طرف دیکھا وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے کچھ پکانے میں لگ گئے۔

اس نے جلدی سے میز پہ پڑا کیمرا اٹھایا جو نمال نے کبھی خود سے الگ نہیں کیا تھا پھر آج پتہ نہیں کیسے بھول گیا تھا۔

کیمرہ اوپن دیکھ کر اس نے شکر ادا کیا۔ پھر ہاتھ کی انگلی سے تصویریں دیکھنے لگ گئ۔ ساتھ ساتھ نمال پہ بھی نظر رکھے ہوئے تھی وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

ساری تصویریں اس کی فیملی کی اور پھر آگے اس کے دوستوں کی شروع ہو گئیں تھیں۔

"اس لڑکی کی تصویر اس کیمرے میں ضرور ہو گی لیکن نکل کیوں نہیں رہی؟"

اس نے جھلا کر سوچا پھر انگلی کو تیزی سے آگے پیچھے کرنے لگی۔

آخر اس لڑکی کی تصویر سامنے آ ہی گئ۔ لیکن وہ جیسے ہی پکچر زوم کرنے لگی کیمرہ خود بخود آف ہو

گیا۔

تھوڑی دیر پہلے تصویر ملنے پر وہ جو خوش ہو رہی تھی کھا جانے والی نظروں سے ہاتھ میں موجود کیمرے کو گھورا۔

"او شٹ۔۔۔۔۔اس کی بھی ابھی چارجنگ ختم ہونی تھی۔"

وہ غصے سے بڑبڑاتی کیمرے کو دوبارہ اسی جگہ پہ رکھ دیا جہاں سے اس نے اٹھایا تھا۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں ٹیبل پہ لذیز کھانا لگا چکے تھا۔ حنان بازار سے گرما گرم چپاتیاں لے آیا تھا۔

اتنے میں احد نے سلاد کاٹ کر پلیٹ میں سجایا اور میز پر رکھ کر خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

روزیہ بھی ہاتھ دھو کر ٹاول سے صاف کرتی وہاں آ گئ۔ خوشبودار کھانا دیکھ کر اس کی بھوک بھی چمک اٹھی۔

"ایسا کون سا کام تھا جو نمال نہیں کر سکتا تھا ہر فن مولا تھا۔"

تکہ کباب کی ایک بائٹ کانٹے سے منہ میں رکھتی وہ بے حد متاثر ہوئی ۔

"امم۔۔۔سو ڈیلیشیئس! کمال کے کوک ثابت ہوئے ہو تم نومی۔۔۔۔" احد چائنیز رائس کا ایک چمچ کے بعد دوسرا چمچ منہ میں رکھتا انگوٹھے اور انگلی کا گول دائرہ بنا کر اسے داد دی ۔

نمال نے تھوڑا سا سر خم کر کے خوشدلی سے داد تسلیم کی۔

"ایک بات تو ڈن ہے نومی! تمہاری وائف کے تو وارے نیارے ہو جائیں گے بھئی۔" حنان مزے سے چاولوں کی پلیٹ میں چمچ چلاتا توصیفی انداز میں بولا۔

وائف کے نام پر روزیہ نے چونک کر نمال کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر ایک سایہ ابھر کر غائب ہوا تھا۔

کھانے کے بعد کڑک چائے کا دور چلا پھر سب سے پہلے نمال کو وقت کا احساس ہوا وہ گھڑی پہ وقت دیکھتا ,ان سے اجازت طلب کرتا اٹھ کر جانے لگا جب روزیہ نے اس کے آگے آ کے اس کا راستہ روک لیا۔

نمال نے چونک کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ مجھے کچھ اہم بات کرنی تھی تم سے۔۔۔۔۔۔" اس نے نتائج کی پرواہ کیے بغیر بات کا آغاز کیا۔

"اوکے بولو۔۔۔۔۔" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

روزیہ نے موبائل کا لاک اوپن کیا تو اس کی سکرین روشن ہو گئ۔ نمال نے بڑے اچھنبے سے اس کی کارروائی ملاحظہ کی۔

"کیا تم بتا سکتے ہو یہ لڑکی کون ہے؟ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟" اس نے بہت تیکھے انداز میں کہا اورجس نمال کے آگے موبائل کیا جس میں ایک تصویر کھلی تھی۔
تصویر کو پہچانتے ہی نمال کی رگیں تن گئیں ۔ اس نے سختی سے مٹھیاں بینچ لیں۔

"نومی ! میں کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔۔۔۔۔۔" وہ اس کی خاموشی پہ پھر سے طنزاً گویا ہوئی۔

"تم میرے اسٹوڈیو میں کس کی اجازت سے گئ تھی۔ اور کیا مطلب ہے تمہارا کہ یہ کون ہے ؟ اس کیا رشتہ ہے واٹ ڈو مین بائے دیٹ؟"

وہ کڑے تیور لیے الٹا اس سے سوال کیا تو روزیہ کی آنکھوں مرچیں سی بھر گئیں ۔

"کیوں ؟ کیا اب میرا تم پہ اتنا بھی حق نہیں ہے ؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ تم میرے لیے محض ایک دوست ہو اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ اور جس تصویر کے بارے میں تم جاننا چاہ رہی ہو میں بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔
وہ اکھڑے اکھڑے لہجے میں بول کر اسے پرے دھکیلتا آگے بڑھا ۔

"لیکن میں جاننا ضروری سمجھتی ہوں۔ تم پہ صرف میرا حق ہے دیر سے ہی سہی لیکن میں آج بتانا چاہتی ہوں کہ میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں۔ "

وہ دوبارہ سے اس کے راستے میں حائل ہو گئ۔

نمال میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی بلیو می! میرے جت۔۔۔۔۔"

"انف از انف مس روزیہ شاہ! مجھے تمہاری اس
خودساختہ لو اسٹوری میں کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔" وہ اس کی بات کاٹ کر تیزی سے گویا ہوا۔

"میں جیتا جاگتا انسان ہوں , میری اپنی زندگی ہے جیسے چاہے گزاروں ۔۔۔۔۔۔۔جس کے ساتھ مرضی گزاروں ۔۔۔۔اٹس نان آف یور بزنس اینڈ پلیز ٹیک آ سائیڈ! "
وہ رخائی سے بولتا اسے ہنوز سامنے ڈٹا دیکھ کر آخر میں چڑ کر بولا۔
"میں نہیں ہٹوں گی تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے ۔آج تمہیں فیصلہ کرنا ہی ہو گا۔"

"مس روزیہ! اب تم مجھے غصہ دلا رہی ہو۔ میں بارہا تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جذبات نہیں ہیں ۔ فیصلے کی بات تو تب کرو جب میرا تمہارے ساتھ کوئے افیئر رہ چکا ہو یا میں نے کبھی تمہاری کسی بات پہ حوصلہ افزائی کی ہو۔ "

اس کے اٹل انداز پہ روزیہ نے ہونٹ سختی سے بینچ لیے۔ اس کا ایک ایک لفظ شیچ تھا وہ لاجواب سی ہوئی۔

"اپنی اس یکطرفہ محبت کی جنگ میں مجھے زبردستی مت گھسیٹو پلیز ہاتھ جوڑتا ہوں میں تمہارے آگے۔۔۔۔۔جو کچھ بھی ہے اس کو یہی ختم کر کے اپنی نئی زندگی کی شروعات کرو۔"

وہ ہاتھ جوڑے حتمی بات کرتا وہاں سے چلا گیا۔

"نہیں بھلا سکتی ہوں میں تمہیں۔۔۔۔۔۔ تم صرف میرے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میرے اور تمہارے راستے میں جو بھی آئے گا میں اسے ہٹا دوں گی سنا تم نے۔"

وہ اس کے پیچھے روتی چلاتی زمین پہ گرنے والے انداز میں بیٹھی تھی۔

کچھ فاصلے پہ کھڑے حنان اور احد ہکا بکا ایک دوسرے کا منہ تکنے لگ گئے پھر روزیہ کو سنبھالنے وہ بھاگ کر اس کے پاس گئے تھے۔

♡♡♡💙♡♡♡

"کمال ہے اکیلے اکیلے مسکرائے جا رہے ہو, صاحبزادے سب خیر ہے نا؟"
وہ پیروں کو ایک دوسرے کے اوپر نیچے کیے ٹانگوں کی قینچی بنائے لیپ ٹاپ گود میں دھرا تھا

جس کی نیلی روشنی اس کے چہرے پہ پڑ رہی تھی۔ وہ لیپی کی سکرین پر نظریں جمائے مسلسل مسکرائے جا رہا تھا جب مدیحہ اس کے کمرے میں داخل ہو کر بولیں ۔

اس نے چونک کر جلدی سے لیپ ٹاپ بند کر دیا لیکن ان کی زیرک نظروں سے کچھ بھی مخفی نہیں رہا تھا۔

اس کی مسکراہٹ کو انہوں نے بغور جانچا تھا۔

"کچھ خاص نہیں مام۔۔۔۔آئیں نا بیٹھیں , آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتیں ۔"
افغال نے دھیمے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز مؤدبانہ تھا۔

"تم کتنے بڑے ہو گئے ہو نا , اپنی مام سے اب باتیں بھی چھپانے لگے ہو۔"
"نہیں مام ! ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ آپ اس طرح کی باتیں نہ سوچا کریں ۔"

"میں خود سے کچھ نہیں سوچتی تمہارا رویہ مجھے ایسا سوچنے پہ مجبور کرتا ہے۔ جب سے تمہاری منگنی ہوئی تم میرے وہ افغال نہیں رہے ہو۔ میں جو بھی نات پوچھتی ہوں تم ٹال مٹول کر دیتے ہو۔"
ان کی باتوں میں خفگی کا عنصر نمایاں تھا۔

جس بات کی طرف وہ اشارہ کر رہی تھیں وہ بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"وہ مام! اصل میں , میں بور ہو رہا تھا تو ایسے ہی منگنی کی تصویریں اور ویڈیوز دیکھنے لگ گیا۔"
اسے آخر اصل وجہ بتانی پڑی۔
اس کی بات سن ان کا شک یقین میں بدل گیا۔ مدیحہ کے چہرے پہ ایک تاریک سایہ ابھر کر غائب ہو گیا تھا۔

"بوریت دور کرنے کے لیے اور بھی بہت سے مشاغل ہیں ۔ تمہیں اپنا مقصد یاد ہونا چاہیے بس۔۔۔۔۔اب کیا میں روز روز تمہیں یہ بات سمجھاؤں گی۔"
وہ یک دم ترش ہوئیں ۔تو وہ خفیف سا ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔
"اوہ ہو! جس کام کے لیے آئی وہ تو بھول ہی گئ میں بھی کتنی بھلکڑ ہوں۔" مدیحہ نے اپنے سر پہ ہلکا سا ہاتھ مارا۔
"کل جہانگیر کی پوری فیملی کو انوائٹ کرو ۔ کل رات کا کھانا وہ ہمارے ساتھ کھائیں گے اور ہاں سارے انتظامات دیکھ لینا مجھے ہر چیز پرفیکٹ نظر آنی چاہیے ۔"
وہ تیکھے انداز میں بولیں ۔
"جی اچھا۔۔۔۔۔۔ میں انہیں ابھی انفارم کر دیتا ہوں۔"
"ہمم۔۔۔۔" پھر وہ اپنی چادر سنبھالتی اٹھ گئیں ۔ "اور ایک اور اہم بات ۔۔۔۔۔۔۔۔" پھر کچھ یاد آنے پر وہ مڑیں۔

"میری پیاری ! بہو کو وہ لازمی لے کر آئیں بہت دل کر رہا ہے اس سے ملنے کا۔"

مدیحہ کے لہجے میں زہر ہی زہر بھرا تھا استہزاء یہ مسکان ان کے ہونٹوں پہ کھیل رہی تھی۔

ان کے جانے کے بعد افغال نے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

وہ چاہ کر بھی آئیملک کو ان کے عتاب سے بچا نہیں پا رہا تھا۔

عجیب مخمصے میں آ کر وہ پھنس گیا تھا ایک طرف جان سے عزیز پیار تھا تو دوسری جانب مام کا حکم۔۔۔۔۔۔وہ ان دونوں کو تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

"اب پتہ نہیں مام کل کیا کرنے والی تھیں۔ یہ مام کے دماغ میں چل کیا رہا ہے اس اچانک پارٹی کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔"

وہ جتنا سوچتا جا رہا تھا اتنا ہی الجھ رہا تھا۔

♡♡♡ 💚 ♡♡♡

اس دن کے بعد یہ پانچواں دن بھی اپنے اختتام کو پہنچ گیا تھا, شام ڈھل رہی تھی جب شیرازی ہال کا دروازہ کھول کر ہال کمرے میں داخل ہوئے۔

ویسے تو وہ شروع سے ہی اللہ کے صابر شاکر بندے تھے لیکن آج جو الوہی چمک اور انوکھی خوشی ان کے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی, نویرہ نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

"ماموں جان! خیریت آج تو آپ بہت خوش لگ رہے ہیں؟"
شیرازی صاحب صوفے پر بیٹھ گئے جب وہ پانی کا گلاس آگے بڑھاتی حیرانی سے بولی۔

"بس بچے ! بات ہی اتنی خوشی کی ہے تم سنو گی تو تم مجھ سے بھی زیادہ خوش ہو جاؤ گی۔"

کہنے کے ساتھ ہی انہوں نے دھیمی آواز میں تسمیہ پڑھ کر گلاس لبوں کے ساتھ لگا لیا اور تین سانسوں میں ٹھہر ٹھہر کر پانی پیا پھر خالی گلاس اسے واپس تھما دیا۔

"کیا واقعی۔۔۔۔۔۔؟" نویرہ نے اچھنبے سے کہا۔ " پھر جلدی سے بتائیں نا کیا بات ہے؟"
اس کی بے صبری پہ شیرازی مسکرا دیئے ۔

"بیٹا ! تم نے فضہ کے لیے جو رشتہ بتایا تھا میں پچھلے کچھ دنوں سے اس کی جانچ پڑتال کر رہا تھا اور آج محمد فصیح اور اس کے بیٹے ریحان فصیح سے بھی ملا ہوں مجھے تو وہ دونوں بہت پسند آئے ہیں ۔ مجھے اس رشتے پہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میری طرف سے تو ہاں ہے۔"

"یہ تو بہت خوشی کی خبر سنائی ہے آپ نے ماموں جان! , پھر آگے اب کیا کرنا ہے؟"
اس نے دبے دبے جوش سے کہا۔

"کرنا کیا ہے ایک بار تمہاری آنٹی سے بات کر لوں , وہ کیا کہتی ہے , سرسری سا ذکر تو میں نے اس سے کیا تھا حتمی فیصلہ ہو جائے ایک بار پھر انشاءاللہ ایک دن رکھ کے ان کو بلا لیتے ہیں۔

اور پھر فضہ بیٹی کی رضامندی بھی ضروری ہے۔"

وہ نرمی سے کہتے اپنی جگہ سے اٹھے۔

"جی جی بلکل! مجھے پورا یقین ہے فضہ کو اس رشتے پہ کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور ماموں جان! آپ کا بہت شکریہ ۔۔۔۔آپ نے میرے لائے ہوئے رشتے کو بنا آنٹی کو بتائے اتنی اہمیت دی۔"

وہ مشکور سی ہوئی۔

"شکریہ! تو مجھے تمہارا ادا کرنا چاہیئے , جب سے تم اس گھت میں آئی ہو یہ گھر گھر لگنے لگا ہے ۔ خوشیاں ہمارے گھر کے دروازے پہ دستک دینے لگی ہیں۔"

انہوں نے شفقت بھرا ہاتھ نویرہ کے سر پہ رکھا۔ نویرہ کی آنکھیں فوراً سے بھر آئیں, اسے اس پل ماموں جان کے وجود سے اپنے بابا کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں بچے! میرے ہوتے ہوئے تمہیں آنسو بہانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ میں تمہارے بابا کی جگہ تو نہیں لے سکتا لیکن اپنی طرف سے تمہارا دامن خوشیوں سے بھرنے کی پوری کوشش کروں گا۔"

وہ اس کا حوصلہ بڑھاتے آگے بڑھ گئے۔ تو وہ بھی منفی سوچوں کو جھٹکتی اپنے کام میں مصروف ہو گئ۔

اگلے دو دن بہت مصروف گزرے تھے ۔

ویل ایجوکیٹڈ , ویل آف, یو ایس پلٹ ریحان فصیح اور اس کی فیملی سب کو بہت بھائی۔

راحیلہ بھی خلافِ توقعی بے حد خوش نظر آئیں۔ اتنا پڑھا لکھا اور سلجھا داماد, دو بہن بھائی , ساس سسر , نہ زیادہ فیملی کا جھنجھٹ تھا اور مضبوط فیملی بیک گراؤنڈ۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنا اچھا رشتہ ملنے پر وہ تو خوشی سے نہال ہی ہو گئیں۔

اور رہ گئ فضہ تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔
پھر آناً فاناً باہمی رضامندی سے رشتہ طہہ پا گیا اور اسی ہفتے کی تاریخ مقرر ہو گئ۔

یہ ایک بہت اجلی اور روشن صبح تھی۔ جب وہ حدیر کو ناشتے کے لیے بلانے کمرے میں آئی۔ کمرہ خالی پا کر اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی ۔

"لگتا ہے ابھی تک مسٹر کھڑوس پریکٹس سے واپس نہیں آیا۔" اس نے سوچتے ہوئے منہ کا زاویہ بنایا۔

"ہیں۔۔۔یں۔۔۔۔ں! یہ کیا ہے؟" بیڈ پہ ایک درمیانے سائز کا ڈبہ پڑا دیکھ کر اسے تجسس ہوا۔

پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے اسے الٹ پلٹ کر چیک کیا۔ پیکنگ سے لگ رہا تھا جیسے کسی نے گفٹ کیا ہو۔

"کہیں۔۔۔۔ حدیر میرے لیے تو کچھ۔۔۔۔۔۔ نہیں, نہیں۔۔۔" خیال آتے ہی اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔

گفٹ آل ریڈی کھلا تھا۔ اس نے پہلے دروازے کی طرف دیکھا پھر اطمینان سے ڈبہ چمکیلی گفٹ شیٹ سے باہر نکالا۔

اوپر کسی کا نام پتہ مینشن نہیں تھا اسے مایوسی ہوئی۔ پھر ڈبے کو کھولا تو اس میں ایک براؤن کلر کی مردانہ شرٹ تھی ۔ اسے اچھنبا سا ہوا۔

ابھی وہ شرٹ ہاتھ میں پکڑے اس پہ سوچ بچار کر رہی تھی جب سائیڈ ٹیبل پہ چارجنگ پر لگے حدیر کے موبائل پر آگے پیچھے دو تین بار میسج ٹیون بجی۔

اس کی چھٹی حس میں کچھ کلک ہوا تو اس نے جلدی سے ٹیبل کے پاس آ کر سیل فون ہاتھ میں اٹھا لیا۔
لیکن جیسے ہی اس نے اس کی سکرین اوپن ہوئی لاکڈ موبائل اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

"لو جی ! ایک نئی مصیبت ------اب پاسورڈ کیسے پتہ لگاؤں -----ہو نہ ہو یہ اسی چڑیل کا گفٹ اور میسجز ہوں گے-------پر اسے کھولوں کیسے ؟"

ایک ہاتھ میں موبائل پکڑے اور دوسرے ہاتھ کی پہلی انگلی منہ میں ڈالے وہ جھنجھلا کر سوچنے لگی۔

"اوفوہ !" جب ایک کے بعد انٹر کیا ہوا دوسرا پاسورڈ بھی ان کوریکٹ آیا تو وہ کوفت کا شکار ہوئی۔ پھر اس کے دماغ میں ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے کوندا ۔

اس نے جلدی سے پاسورڈ ٹائپ کیا تو خلافِ امید لاک کھل گیا۔ اس کا منہ حیرت سے پورا کا پورا کھل گیا۔

ثانیہ کے نام کا پاسورڈ لگتا دیکھ کر اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئ۔ اس کا دل تو کیا موبائل اٹھا کے پیچھے دیوار پہ دے مارے۔

"وہی تھرڈ کلاس گھسی پٹی لو اسٹوری-----اونہہ! اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

پھر اس نے جلدی سے میسجز اوپن کر کے پڑھے۔

"ہنی-------- کہاں ہو؟

"میں کب سے تمہارا ویٹ کر رہی ہوں----- اب آ بھی جاؤ۔"

"جو شرٹ میں نے گفٹ کی ہے وہی پہن کر آنا ۔۔۔بس جلدی سے آ جاؤ , مجھ سے اب اور انتظار نہیں ہوتا۔"

"چپکو۔۔۔۔۔ڈائن۔۔۔۔۔تمہارا انتظار تو میں اب ختم کروں گی۔ یہ ہیر رانجھے۔۔۔۔۔۔نہیں یہ دونوں تو میرے فیورٹ ہیں۔۔۔ لیلیٰ مجنوں ٹھیک رہے گا۔۔۔۔ان کی کہانی کا تو اب میں دی اینڈ کروں گی۔"

وہ غصے سے بڑبڑاتی موبائل دوبارہ سے چارجنگ پہ لگا کر میز پر پٹخا اور پھر سے بیڈ پہ پڑے ڈبے کو کھولا۔ شرٹ نکال کر اپنے سامنے رکھی۔
"کچھ بھی ہو جائے حدیر ! تم ثانیہ سے ملو یا نہ ملو لیکن میں بھی دیکھتی ہوں تم یہ شرٹ کیسے پہن کر جاتے ہو۔"

وہ خود کلامی کرتی سائیڈ ٹیبل کے پاس پھر سے آئی اور اس نے دراز اوپن کر کے اس میں سے سیزر نکالی اور شرٹ کے دونوں بازو ہی کاٹ کر اس سے آلگ کر دیئے ۔

"کتنی مضحکہ خیز شرٹ لگ رہی ہے حدیر اسے اب پہنے گا بھی تو جوکر ہی لگے گی۔"
وہ اس کو تصور میں دیکھ کر ہی ہنس پڑی۔

پھر اس نے بڑی پھرتی اور مہارت سے پہلے کا شرٹ کو پیک کر دیا۔ حدیر نے کسی بھی لمحے آ جانا تھا۔ وہ جلدی سے باہر نکل آئی۔

"نویرہ!" کوئی چند منٹوں بعد ہی حدیر نے چلا کر اسے پکارا تھا۔ وہ زور سے دراوزہ کھول کر اس کی طرف ہی آ رہا تھا۔

نویرہ کا نوالہ ادھر ہی حلق میں اٹک گیا۔ " نویرہ ! تم, تو گئ کام سے------ "

اس نے سوچتے ہوئے بمشکل نوالہ نگل کر پانی سے خشک ہوتے گلے کو تر کیا۔

حدیر غصے اور طیش کے عالم میں اس کی پاس آیا اور اس کا بازو سختی سے دبوچتا اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا کمرے میں لے جا کر دروازہ اسی طرح بند کر دیا۔

اس وقت ناشتے کی میز پر نویرہ کے علاوہ صرف راحیلہ موجود تھیں , یہ منظر دیکھ کر انہیں دلی تسکین پہنچی تھی۔ وہ یہی تو چاہتی تھیں -----بند کمرے پر استہزائیہ نگاہ ڈالتیں وہاں سے چلی گئیں۔

حدیر نے اسے اندر آتے ہی بیڈ کی طرف سیدھا دھکیل دیا۔ اس کا توازن بگڑا تھا اور وہ اوندھے منہ بیڈ پہ جا گری۔

"مجھے پورا یقین ہے اس طرح کی فضول حرکتیں تم ہی کر سکتی ہو۔ کیوں اس طرح کے کام کر کے تم مجھے ٹارچر کرتی ہو۔۔۔۔۔۔ ہزار بار میں نے وارن کیا ہے مجھ سے اور میری چیزوں سے دور رہا کرو۔ ۔۔۔۔ بہت ہی ڈھیٹ ہو۔"

وہ جتنا چیخ رہا تھا نویرہ اتنی ہی پرسکون تھی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے مقابل آ کر کھڑی ہو گئ۔

حدیر اس کی نڈر پن , اس کی ہمت پہ حیران تھا۔ وہ اچھی طرح سے جانتی تھی اس حرکت کے بعد حدیر اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہے , بنا نتائج کی پرواہ کیے وہ ہنوز اس کے سامنے ڈٹ کے کھڑی تھی۔

"ہاں! میں نے کیا ہے یہ سب ۔۔۔۔۔ اور میں تب تک کرتی رہوں گی جب تک آپ اپنی حرکتیں ٹھیک نہیں کر لیتے۔ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے آپ اس نا محرم لڑکی کے ساتھ ہوٹلنگ کرتے پھر رہے ہیں۔۔۔۔اپنی شرعی بیوی کے سامنے اس سے دن رات کالز پہ باتیں کرتے ہیں آئے دن تحفے تحائف دے رہے ہیں۔۔۔ابھی بھی میں چپ رہوں۔"

وہ بھی آج پھٹ پڑی تھی۔ اس کی بڑی بڑی بھوری آنکھیں سرخی مائل ہو رہی تھیں۔

"یہ جو تمہیں بیوی ہونے کا زعم ہے نا اسے میں بہت جلد ختم کر دوں گا۔ ہمارا رشتہ محض ایک کاغذ کے ٹکڑے پہ ٹکا ہے جو کبھی بھی ۔۔۔۔۔کسی وقت بھی ختم ہو سکتا ہے,

اور۔۔۔۔۔رہ گئی ثانیہ کی بات تو اسے نامحرم سے محرم بناتے مجھے دیر نہیں لگے گی۔۔ڈو یو انڈرسٹینڈ ۔۔۔۔؟"

نویرہ اس سے کچھ فاصلے پہ کھڑی تھی جب وہ ایک قدم بڑھا کر فاصلہ سمیٹ کر اس کے قریب آتا نظریں اس پہ گاڑھے دانت پیس کر بولا۔

"پھر میں بھی دیکھتی ہوں آپ ایسا کیسے کرتے ہیں ۔آپ سے جو ہو سکتا ہے کریں ۔۔۔۔آپ کی آخری حد تو طلاق ہی ہے نا اس سے زیادہ آپ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ لیکن اس رشتے کو بچانے کے لیے میں بھی پیچھے نہیں ہٹوں گی۔ میری ایک بات آپ بھی دماغ میں اچھی طرح سے بٹھا لیں۔۔۔اگر اللہ! نے چاہا تو آپ کو مجھ سے کوئی بھی الگ نہیں کر سکے گا ۔۔۔۔آپ خود بھی نہیں۔ انڈرسٹینڈ ۔۔۔۔۔آئی تھنک یو آر بیٹر انڈرسٹینڈ ۔۔۔۔"

اس نے حدیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے انگلیوں سے چٹکی بجا کر بے خوفی سے کہا۔ اور دروازے کی طرف جانے لگی جب حدیر نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑا تو اسے مجبوراً رکنا پڑا۔

"اوکے فائن! لیٹ سی ۔۔۔۔۔کس کی ہار ہوتی ہے اور کس کی جیت۔"

وہ طنزاً کہتا اس کا ہاتھ جھٹک کر اس سے پہلے کمرے سے باہر نکل گیا۔

وہ اس کی پشت کو گھورتی رہ گئی۔

♡♡♡❤♡♡♡

دن ڈھلنے کو بے تاب مغرب کی طرف رواں دواں تھا۔ مساجد میں اس وقت عصر کی اذانیں گونج رہی تھیں

جب دو گاڑیاں آگے پیچھے ایک بڑے سے خوبصورت بنگلے "حیدر ولا" کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوتیں سیدھی کھلے سے پورچ میں جا کر رکیں۔

وہ سب گاڑیوں سے نکل کر ہال دروازہ جو پہلے سے کھلا تھا سے اندر آ گئے ۔

جہاں مدیحہ اور افغال کے ساتھ بڑے وقار سے کھڑا نمال بھی ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھا۔

وہ ایک دوسرے سے گلے ملتے وسیع و عریض بنگلے کے وسط میں بنے ڈرائنگ روم میں آ گئے ۔

پھر مشروبات کا دور چلا ۔ وہ لوگ مشروب ہاتھ میں پکڑے آپس میں باتوں میں مگن ہو گئے۔

پھر ینگ پارٹی جلد ہی بور ہو کر وہاں سے اٹھ گئ۔

آج کتنے دنوں کے بعد وہ اسے دیکھ پایا تھا۔

اس کا دل بار بار ایک ہی چہرہ دیکھنے پہ بضد تھا۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کسی اور کی امانت ہے , وہ اپنے احساسات و جذبات تو چھپا سکتا تھا لیکن اپنے دل کا کیا کرتا۔۔۔۔جس کے لیے صرف ایک ہی صورت سب کچھ تھی ۔۔۔۔باقی سب تو جیسے بے وقعت ۔۔۔۔بے معنی!

پھول کی مانند کھلتا گول چہرہ, بلیک لمبی سی فراک پہ لمبا سا دوپٹہ جو گلے میں صراحی دار گردن کے ساتھ لگا دونوں طرف سے لٹک رہا تھا۔ چوڑی دار پاجامہ جس کے نیچے ہائی ہیل پہن رکھی تھی۔ بال پونی ٹیل میں مقید کمر سے نیچے تک جا رہے تھے۔ سلیقے سے کیے میک اپ پہ جیولری کے نام پہ صرف چوڑیاں اور کانوں میں جھولتے بڑے سے ہم رنگ جھولتے آویزے ۔۔۔۔۔ لیکن اس کے باوجود اس کی تیاری میں ایک کمی نمال کو ہمیشہ سے لگتی تھی ۔

وہ اپنے بال ہمیشہ یا تو جوڑے میں رکھتی یا پونی ٹیل بناتی تھی ۔ ہر بار کی طرح آج بھی اس کا دل کر رہا تھا کہ جا کر اس کے بال کھول دے۔۔۔۔لیکن وہ اس کے پاس , اس کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اس کی دسترس سے بہت دور تھی۔

اس کی مسلسل نظروں کا حصار ہی تھا جو, افغال کی کسی بات منہ پہ ہاتھ رکھ کر ہنستی آئیملک نے چونک کر اسے دیکھا تھا اور پھر دوسرے ہی لمحے وہ سنجیدہ ہوتی رخ پھیر گئی تھی۔

نمال نے افسردگی سے اپنی نگاہیں اس منظر سے ہٹا لیں ۔ وہ بھلے اس سے بات نہ کرے لیکن اس کی یہ بے رخی ہر بار اس کو بے چین کر دیتی ۔۔۔۔۔۔ بہت تکلیف پہنچاتی تھی۔

"ہیلو! پرنس چارمنگ۔۔۔۔۔آپ کا نام نمال ہے نا؟"
الوینہ کو پہلے سے پتہ تو تھا۔۔۔۔لیکن بات کا آغاز کرنے کے لیے اسے کچھ تو کہنا ہی تھا۔

جبکہ نمال نے چونک کر اثبات میں سر ہلایا وہ اس کے یوں مخاطب کرنے پہ کھل کر ہنسا تھا۔
جواب میں الوینہ بھی اس کا ساتھ دینے کے لیے ہنس پڑی۔

"آپ کب سے ایسے چپ چپ کچھ کھوئے کھوئے سے بیٹھے ہیں , میں نے سوچا آپ سے تھوڑی گپ شپ ہو جائے۔۔۔۔۔ لیکن اگر آپ کو برا نہ لگے تو؟"

وہ کشمکش کا شکار ہوتی جھجھک کر بولی۔

"ارے نہیں۔۔۔۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ آرام سے اور بکا جھجھک ہو کر بات کریں۔۔۔۔آئی ڈونٹ مائنڈ!
اس نے دوستانہ انداز اپنایا۔ الوینہ اسے نیچر وائز بہت کیوٹ اور چنچل سی لڑکی لگی تھی۔
اور دوسری وجہ وہ آئیملک کی بہن تھی اس لیے بھی وہ اس سے خوش اخلاقی سے بات کر لیتا تھا۔

"ویسے میرے بارے میں ایک بات بڑی مشہور ہے۔"

"کون سی بات ۔۔۔۔۔؟"

نمال نے دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا جس کے چہرے پہ صاف شرارت مچل رہی تھی۔

"یہی کہ میرے ہوتے ہوئے کوئی بندہ اداس نہیں رہ سکتا۔"

اس نے اترا کر کہا۔

"اوہ! اچھا۔۔۔۔۔۔۔بات تو واقعی سچ ثابت ہوئی ہے۔"

وہ بھی اپنی ہنسی دبا کر مذاقاً بولا۔

"دیکھا۔۔۔۔آپ کو بھی ایسا ہی لگا ہے لیکن یہ جو صلو ہے نا۔۔۔۔" الوینہ نے کچھ فاصلے پہ بیٹھے ارسل کی جانب آنکھ سے اشارہ کیا وہ ان کی طرف ہی متوجہ تھا۔

"یہ نہیں مانتا۔۔۔۔ہمیشہ مجھے تنگ کرتا ہے ۔۔۔۔چھیڑتا رہتا ہے۔۔۔۔"

"ہاہاہاہا ۔۔۔۔اچھا ! آپ دونوں بہت کلوز فرینڈ لگتے ہو۔"

"ہاں! بچپن سے ایک ساتھ رہتے ہیں یہ میری سگی پھوپھو کا بیٹا ہے ,بغل میں ہی ان کا گھر ہے۔ ارسل دل کا بہت اچھا ہے جتنا کہوں اتنا کم۔۔۔۔اس کا دل نا بہت بڑا ہے۔"

الوینہ نے ہاتھوں کو پھیلا کر جیسے ماپنا چاہا۔

"ہمم۔۔۔۔ ہی از نائس پرسن آئی نو!"

"اچھا! میں اگر کچھ کہوں تو آپ کو برا تو نہیں لگے گا نا؟"

وہ ذرا سا ہچکچائی تو نمال نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"آپ مجھے بہت اچھے لگے ہیں ----کیا میں آپ سے دوستی کر سکتی ہوں --- ہارٹ پرامس ! میں آپ کو کبھی تنگ نہیں کروں گی پلیز----"

"ہمم---- " نمال نے اس معصوم سی لڑکی کی طرف دیکھ کر سوچا جس نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے آگے کیا ہوا تھا۔

"اوکے فرینڈز!"

"یاہو! تھینک یو----- تھینک یو سو مچ----"

وہ اس کے مثبت جواب پہ بے حد خوش ہوئی۔

آئیملک کب سے انہیں ہی نوٹ کر رہی تھی۔ اس نے تیکھی نظروں سے نمال کو دیکھا ۔

"ابی! آر یو اوکے ---؟"

اسے یک دم خاموش ہوتا دیکھ کر افغال نے استفسار کیا۔ آئیملک نے مسکرا کر دائیں بائیں گردن ہلائی جیسے کہہ رہی ہو کچھ نہیں۔

"ارے غنی بیٹا! تم نے میری بہو کو گھر نہیں دیکھا کیا ابھی تک-----جاؤ لے جاؤ ----پہلی بار ہمارے گھر آئی ہے۔ کیا سوچتی ہو گی؟"

پاس بیٹھی مدیحہ نے ہولے سے ڈپٹ کر کہا۔

"اوہ سوری ! مام ۔۔۔۔۔بس یاد نہیں رہا۔"

پھر وہ آئیملک کو لے کر پہلے نیچے پھر اوپر والی منزل پہ آ گیا ۔

"اور یہ رہا میرا ۔۔۔۔۔اوہ سوری ہمارا بیڈروم۔۔۔۔"

سارا بنگلہ دیکھانے کے بعد وہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر آخر میں شرارتی ہوا۔

آئیملک شرمگیں مسکان چھپاتی اندر آ گئ۔

کمرے میں ہر چیز سلیقے سے سجی تھی ۔ چھوٹی بڑی چیزیں۔۔۔۔۔ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔

"تو۔۔۔۔کیسا لگا ۔۔؟"

"بہت اچھا۔۔۔۔۔۔"

وہ پورے کمرے کو گول گھوم کر دیکھتی بولی ۔ افغال اسے دیکھ کر بس مسکراتا رہا۔

"ہیلو! کہاں کھو گئے؟"

وہ یک ٹک اسے دیکھنے میں محو تھا, جب آئیملک نے اس کے آگے ہاتھ لہرایا وہ جیسے ہوش میں آیا۔

آ۔۔۔ہاں !کہیں نہیں ۔۔۔۔۔۔ادھر ہی تمہارے آس پاس ہی منڈلاتا رہتا ہوں میں تو۔۔۔"

افغال کی اچانک سے ٹون بدلی تو آئیملک پہ گھبراہٹ سی طاری ہوئی۔

"آئی تھنک ! ہمیں اب نیچے چلنا چاہیئے کافی ٹائم ہو گیا ہے۔"

افغال نے اس کا ہاتھ پکڑا ہی تھا وہ فوراً سے بولتی ہاتھ چھڑوا کر باہر کی طرف بھاگی تھی۔
افغال نے ہونٹ بینچ لیے۔ ایسا کون سا پہلی بار ہوا تھا وہ جب جب بھی اس کے قریب آنے کی کوشش کرتا , وہ اسی طرح گھبرا کر بھاگ جاتی۔
پھر وہ سر جھٹکتا اس کے پیچھے سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔

وہ سعدیہ پھوپھو اور الوینہ سے باتوں میں لگی تھی جب اس کے موبائل پہ کسی کسٹمر کی کال آنے لگ گئ۔ وہ ان سے ایکسکیوز کرتی سائیڈ پہ قدرے خالی کونے کی جانب آ گئ۔

چند لمحوں کے بعد اس نے موبائل کان سے ہٹا کر آف کر دیا پھر واپس مڑی ہی تھی کہ اسے سیڑھیوں کے پاس نمال نظر آ گیا۔
وہ اوپر والے پورشن پہ کسی کام سے جانے لگا جب آئیملک نے اسے پکارا , وہ ٹھٹک کر رک گیا پھر گھوم کر پیچھے مڑا۔

آئیملک کے چہرے کے تاثرات خود بخود سخت ہو گئے۔
وہ استفہامیہ اسے تکنے لگا۔
"اگر تمہیں یاد ہو تو کچھ دن پہلے میں نے ایک وارننگ دی تھی اگر نہیں یاد تو دوبارہ ریپیٹ کر دیتی ہوں؟"

اس کے طنز کو وہ خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس کے پاس چلا آیا۔

"اور غالباً میں نے بھی جواب میں کچھ کہا تھا۔ مجھے تو اچھی طرح سے یاد ہے آپ لگتا ہے بھول گئ ہیں۔"

اس کے الفاظ بے شک عام سے تھے لیکن اس کا لہجہ اسے بہت کچھ جتا گیا۔

غصے کی ایک لہر اس کے چہرے پہ نمودار ہوئی تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ ہر بار کی طرح نمال کی یہ بات بھی اسے ناگوار گزری تھی۔

"بہرحال ! مجھے تمہارا الوینہ کے گرد یوں منڈلانہ اور دوستی بڑھانا بلکل پسند نہیں۔ سادہ سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کیا؟"

وہ تیوری چڑھائے بولی۔

"فور یور کائنڈ انفارمیشن ! مس آئیملک------ دوستی کا ہاتھ آپ کی بہن نے بڑھایا ہے میں نے نہیں۔ اگر ہو سکے تو اپنی بہن کو روک لیں------ مجھے سچ میں کوئی اعتراض نہیں۔"

اس نے بھی دو ٹوک بات کی۔

"ویسے ایک بات کتنی عجیب ہے نا آپ میں اور آپ کی بہن میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ کتنی شوخ و چنچل , خوش مزاج اور پیاری لڑکی ہے اور آپ------"

وہ اس کی طرف ہاتھ سے اوپر نیچے اشارہ کرتا تھوڑی دیر رکا۔ آئیملک کا چہرہ سنجیدگی سے پر تھا۔

www.classicurdumaterial.com

"ایسے لگتا ساری دنیا سے ناراض ہیں۔ چند مخصوص لوگ ہیں جن کا ساتھ آپ کے لیے خوشی کا باعث بنتا ہے۔ کوئی اجنبی اتفاق سے ہی کیوں نا ٹکر جائے مرچیں چبانے لگ جاتی ہیں۔ آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے چلتا ہوں!"

وہ اسے اچھا خاصا تپا کر دل ہی دل میں لطف اندوز ہوا۔

آئیملک ہنوز خاموش لیکن اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

"آہاں! ایک بات تو رہ گئ۔۔۔۔" وہ جاتے جاتے مڑا۔

اس کی آنکھوں میں ابھرتا سوال وہ دیکھ چکا تھا۔

"آپ کی نفرت کے بہت سے نشان میرے پاس محفوظ ہیں جن کو میں چاہوں بھی تو مٹا نہیں سکتا۔"

وہ ذومعنی انداز اپناتا ڈائننگ ٹیبل کی طرف آنے لگا۔

آئیملک بھی غصے سے پیر پھٹکتی اس کے پیچھے آ گئ۔

اور اس سے بہت فاصلے پہ جا کر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئ۔

نمال کی مسکراہٹ اس کی اس حرکت پہ مزید گہری ہوئی تھی۔

اشتہاء انگیز کھانا ٹیبل پر لگ چکا تھا۔

سارے مکین کھانے میں مصروف ہو گئے۔ مدیحہ سب پہ ایک نگاہ ڈالتی آخر میں الوینہ کے ساتھ بیٹھی کھانے کے ساتھ انصاف کرتی آئیملک پر رک گئ۔

وہ بھرپور نظریں گاڑے کچھ پل اسے دیکھتی رہیں پھر پاس مؤدب انداز میں کھڑے خانساں ماں کو اشارہ کیا وہ قدرے جھکا۔

"یاد ہے نا کیا کرنا ہے ؟ جو ڈونگا وہاں رکھنے کا کہا تھا رکھ دیا یا نہیں۔"

مدیحہ نے سرگوشی نما مگر رعب دار آواز میں دریافت کیا ۔

"جی مالکن ! آپ نے جیسے کے اتھا بلکل ویسے ہی کیا ہے۔"

کہنے کے بعد وہ پھر سے اپنی پہلی حالت میں کھڑا ہو گیا۔

مدیحہ بھی اطمینان سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

نمال افغال کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔

رغبت سے بریانی کھاتے ہوئے اس نے سرسری سا آئیملک کو دیکھا تو چمچ اس کے ہاتھ سے بے اختیار چھوٹ کر پلیٹ میں جا گرا۔

وہ اپنی جگہ سے تیزی سے اٹھا اور کرسی دھکیل کر آئیملک کو پکارتا بھگتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔

آئیملک کو سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی ۔

نمال نے الوینہ جو خود پریشان حال کھڑی تھی اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر اس کے لبوں سے لگایا لیکن پانی آگے نہیں جا رہا تھا ۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔

سب اس نئ افتاد پر ہکا بکا کھانا بھول کر بھاگتے اس کے پاس آ ئے تھے۔
نمال نے اسے آگے کی طرف جھکا کر گردن پہ دو تین بار زور سے ہاتھ مارا لیکن سب بے سود۔
آئیملک کی حالت خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اب وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔
افغال انتہائی پریشانی کے عالم میں اس پہ جھکا اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔
سب کر کے دیکھ لیا لیکن کوئی طریقہ کارآمد ثابت نہ ہو سکا۔
نمال کو جب کچھ سمجھ نہ وہ ان سب کو پیچھے دھکیلتا اسے اپنے مظبوط آہنی بازوں میں اٹھا لیا اور چیخ کر نوکر کو گاڑی نکالنے کا کہا۔ پھر اسے اٹھائے وہ ہال دروازے کی جانب بڑھا تھا۔
باقی سب نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔
افغال ساکت کھڑا تھا۔ وہی ہوا جس کا اس کو ڈر تھا۔
اس نے غم و غصے کی حالت میں شاکی نظروں سے مدیحہ کو دیکھا تھا جن کے چہرے پہ فتح کی چھب جھلک رہی تھی۔

♡♡♡💔♡♡♡

فضہ کی منگنی ہونے کو صرف ایک دن بچا تھا۔ اور تیاری مکمل نہیں تھی اسی لیے ہر کوئی جتنا شاداں و فرحاں تھا اتنا ہی پریشان بھی۔
اس وقت بھی ٹی وی لاؤنج میں حدیر ہاتھ میں نوٹ پیڈ اور بال پن پکڑے ضروری سامان کی

www.classicurdumaterial.com

لسٹ بنا رہا تھا۔

پاس بیٹھی راحیلہ اسے ہدایات دے رہی تھیں۔

اس وقت لاؤنج میں صرف وہ دونوں ہی موجود تھی۔

جب وہ لسٹ والے کام سے فارغ ہوا۔ تو لسٹ راحیکہ کے ہاتھ میں تھماتا اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ دروازے کی جانب بڑھا تھا جب راحیلہ نے اسے پکارا۔

"جی ماما۔۔۔۔؟"

وہ مڑ کر دیکھنے لگا۔

"بیٹھو ابھی مجھے تم سے کچھ اہم بات کرنی ہے۔"

ان کے غیر معمولی انداز کو محسوس کرتا وہ پھر سے اسی نشست پہ بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پہ الجھن واضح تھی۔

"ایسا کب تک چلے گا حدیر ! تمہیں اب فیصلہ کر لینا چاہئے ۔۔۔۔۔ چار مہینے کم تو نہیں ہوتے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تم نویرہ کو فارغ کیوں نہیں کر رہے۔"

بات کرتیں وہ آخر میں تلخ ہوئیں۔

"میں فیصلہ اب بھی وہی ہے جو پہلے دن تھا۔ "

وہ مضبوط اور اٹل لہجے میں بولا۔

راحیلہ یکدم خوش ہوتی سیدھی ہوئیں۔

"تو بیٹا! پھر دیر کس بات کی ہے؟ اس معاملے کو تم جتنا لٹکاؤ گے یہ اتنا ہی گھمبیر ہوتا جائے گا۔"

"ماما ! وکیل سے بات ہو گئی ہے آج طلاق کے پیپرز مل جائیں گے۔ میں خود اب اس مسئلے کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ بس مناسب وقت کا انتظار کر رہا ہوں۔ اوپر سے پاپا اس کے پوری پوری حمایت کر رہے ہیں۔ اس لڑکی کے پیچھے مجھ سے ابھی تک خفا ہیں۔"

"مناسب وقت کو چھوڑو بس دے دو اسے طلاق -------جائے بھاڑ میں ہماری بلا سے۔ اور تمہارے پاپا ساری زندگی مجھ سے کون سا خوش ہوئے ہیں جو میری اوکاد سے ہوں گے ان کی فکر چھوڑ دو۔ یہ بلکل اپنی ماں پہ گئ ہے شاطر لڑکی -------اس کی ماں نے بھی تمہارے ماموں کو اپنے حسن کے چنگل میں پھنسایا تھا-----بدچلن عورت تھی وہ-------یہ بھی اسی کا خون ہے۔"

راحیلہ نے جیسے بھڑاس نکالی۔

"بس ماما میں آج ہی کاغذات لے آتا ہوں ۔ میں کل ہی اسے اس کی اوقات دکھا دوں گا ڈونڑ ور---------"

ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی جب وہ اپنی ماما کو حق دق منہ کھولے گھبراہٹ سے کھڑا ہوتا دیکھتا خود بھی کھڑا ہو گیا اور ماما کی نظروں کا تعاقب کرتا دروازے کے سمت منہ پھیرا تو اس کی بھی وہی حالت ہوئی تھی۔

"شیرازی ------"

"پاپا-------"

وہ دونوں اس طرف بھاگے تھے جہاں شیرازی صاحب سینے پہ ہاتھ رکھے زمین بوس ہوئے تھے۔ تکلیف کے آثار ان کے ضعیف چہرے پہ ہلکورے لے رہے تھے۔

♡♡♡ ♡♡♡

رات کا دوسرا حصہ گزرنے کو تھا۔

شہر کا بڑا ہوسپٹل ہونے کے باعث رات کے اس پہر بھی اس میں خاصی گہما گہمی تھی۔

اس وقت ہسپتال میں پوری جہانگیر اور حیدر فیملی موجود تھی , ہر کوئی پریشان حال کھڑا ڈاکٹر سے اچھی خبر کی امید کا منتظر تھا۔

ایمرجینسی وارڈ کی دیوار کے ساتھ پشت لگائے سینے پہ بازو حمائل کیے کھڑا وہ آئیملک کی صحتیابی کیلئے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعاگو تھا۔ اسی لمحے افغال بھی اس کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔

"نومی یار! ابی کو ابھی تک ہوش نہیں آیا ہے مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔ وہ ٹھیک تو ہو جائے گی نا؟"

افغال نم لہجے میں بولا۔ نمال نے پہلے چونک کر اسے دیکھا اور پھر سے سامنے دیکھنے لگ گیا۔

"ڈونٹ وری ! اسے کچھ نہیں ہو گا۔ دیکھنا وہ بلکل ٹھیک ہو جائے گی۔ اسے ہمارے لیے ٹھیک ہونا ہی پڑے گا۔ بس تم دعا کرو اور اللہ پہ بھروسہ رکھو۔"

نمال نے اس کا کندھا تھپتھپا کر اسے نہیں بلکہ خود کو تسلی دی, جیسے وہ اپنا حوصلہ بڑھا رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے اپنی ہمت بندھا رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔

فاطمہ بیگم پتھرائی نگاہوں سے یک ٹک وارڈ روم کے دروازے کو تک رہی تھیں۔ آئیملک تو ان کے گھر کی رونق۔۔۔۔۔۔۔۔ان کی آنکھوں کا تارا تھی۔

انہوں نے بے چینی سے پاس ہی بیٹھے اپنے بیٹے جہانگیر کو دیکھا۔ پتہ نہیں ان کے بیٹے کو خوشیاں راس کیوں نہیں آتی تھیں, انہوں نے دکھ سے سوچا۔

جہانگیر ان کی کیفیت کو سمجھتا ان کے اور قریب آ گیا اورماں جی کے کانپتے ہاتھ تھام لیے۔۔۔۔۔۔جیسے کہہ رہے ہوں کہ ہماری بیٹی کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔

حالانکہ اس وقت انہیں خود انہیں سہارے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔
الوینہ تب سے اب تک ارسل کے کندھے پہ سر رکھے بس روئے جا رہی تھی۔ارسل نے اسے چپ کروانے کی لاکھ کوشش کی لیکن اس کی نسو نہیں تھم رہے تھے۔

اتنی دعاؤں اور اتنے چاہنے والوں کے ہوتے ہوئے اسے کچھ ہو بھی کیسے سکتا تھا۔
چوتھا گھنٹہ ختم ہونے والا تھا جب وارڈ روم کا دروازہ کھول کر ڈاکٹر باہر آیا تھا۔
وہ سب تقریباً بھاگ کر ڈاکٹر کی طرف بڑھے تھے۔

"مبارک ہو ! مریض کو ہوش آ گیا ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اب وہ بلکل ٹھیک ہیں ۔ ہاں کچھ کمزوری ہوئی ہے پراپر میڈیسن کھائیں گی تو جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔"

ان کے پوچھنے سے پہلے ہی ڈاکٹر نے خود ہی پیشہ ورانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ سب کی جیسے جان میں جان آ گئی۔
"پر ڈاکٹر ہوا کیا تھا؟ صبح سے تو ٹھیک ٹھاک تھی اچانک ہی طبیعت بگڑ گئی۔"
الوینہ نے بے تابی سے پوچھا۔ یہ سوال تو سب کو پریشان کر رہا تھا۔

"ان کو فوڈ پوائزننگ ہوا ہے۔ مریض نے یا تو کوئی غلط چیز کھائی ہے یا پھر انسان کوئی ایسی چیز کھا لے جس سے وہ الرجک ہو تب اس طرح کی حالت ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے مریض کو سانس لینے میں بہت مسئلہ ہوتا ہے اور اس کا گلا بند ہو نے لگ جاتا ہے بعض اوقات مریض

بے ہوش ہو جاتا ہے جو جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ نے بہت اچھا کیا جو بروقت پیشنٹ کو ہوسپٹل لے آئے ورنہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔"

ڈاکٹر نے تفصیلاً بتایا۔ سب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

"بہرحال! وہ اب بلکل ٹھیک ہیں پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ لوگ اطمینان رکھیں!"

ان کے پریشان چہرے دیکھ کر ڈاکٹر نے پھر سے اپنی بات دوہرائی۔

"ڈاکٹر صاحب! یہ ڈسچارج کب تو ہو جائیں گی؟"

نمال نے استفسار کیا۔

"آپ کی مرضی ہے چاہیں ابھی گھر لے جا سکتے ہیں لیکن ان کو مکمل ریسٹ کی ضرورت ہے ابھی۔"

"جی! آپ ڈسچاج کر دیں ہم ابھی گھر لے جانا چاہتے ہیں۔"

جہانگیر ڈاکٹر سے گویا ہوئے۔

"اوکے فائن! آپ پھر ڈسچارج کی کاروائی پوری کر دیں پھر لے کر جا سکتے۔"

ڈاکٹر اپنے مخصوص انداز میں کہتا آگے بڑھ گیا۔

"انکل آپ رکیں میں جاتا ہوں آپ آئیملک کے پاس جائیں۔"

جہانگیر جانے لگے تو نمال نے جلدی سے کہا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

کمرے میں وہ سب اس کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ فاطمہ بیگم نے بڑھ کر اس کا ماتھا چوم کر ڈھیر سارا پیار کیا۔

"دیکھو ! تو ایک جھٹکے میں ہی میری بچی کی کیا حاکت ہو گئ ہے چھوٹا سا منہ نکل آیا ہے۔"

وہ فکر مندی سے بولتیں اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"کہاں دادو! اچھی بھلی تو ہوں آپ خواہ مخواہ پریشان نہ ہوں میں بلکل ٹھیک ہوں۔"

وہ ان سے الگ ہوتی مسکرا کر بولی ۔

"تھینک گاڈ تم ٹھیک ہو میں تو ڈر گئ تھی۔"

الوینہ دوسری طرف اس کے پاس آ کر اس سے لپٹ گئ۔

"اوہ ہو انو! پاگل مجھے کچھ نہیں ہوا میں تمہیں یوں چھوڑ کے جا سکتی ہوں بھلا۔"

آئیملک نے ہلکا سا اسے ڈپٹا تو وہ آنسو صاف کرتی مسکرا دی۔

"یار! ابی۔۔۔۔۔میں بھی تو کب سے اسے یہی سمجھا رہا تھا لیکن میری بات الوینہ مان جائے امپاسبل!"

اس نے بچوں کی طرح دائیں بائیں سر نفی میں ہلایا۔

"یہ دیکھو ! رو رو کے جو سیلاب اس نے میری بے چاری شرٹ پہ بہایا ہے۔"

وہ گیلی شرٹ پکڑے معصومیت سے بولا۔اس کے اس انداز پہ سب ہنس پڑے سوائے الوینہ کے جو اسے گھورنے میں مصروف تھی۔

آئیملک کو اس حال تک پہچانے میں اس کی ماں کا ہاتھ تھا وہ یہ بات اچھی طرح جان گیا تھا کہ اس کی ماں بدلہ لینے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی تھیں۔ اگر خدا ناخواستہ آئیملک کو آج کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔۔۔۔اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ مجھے پتہ لگانا ہی ہو گا کے مام کے دماغ میں آخر چل کیا رہا ہے۔

اسے گہری سوچ میں ڈوبا دیکھ کر آئیملک نے ابرو کے اشارے سے پوچھا تو وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلاتا اس کے پاس چلا گیا۔

سارے کمرے میں اس کے آس پاس تھے۔۔۔۔۔۔۔صرف وہی نہیں تھا۔۔۔۔۔۔جس نے اس کی جان بچائی تھی۔اس کی متلاشی نظریں اسے نہ پا کر مایوس ہوئی تھیں۔

"وہ ہو یا نہ ہو مجھے فرق نہیں پڑنا چاہیئے ۔۔۔۔۔۔"آئیملک نے دل ہی دل میں خود سرزنش کیا۔

صبح صادق کا وقت قریب تھا جب وہ لوگ واپسی کے لیے ہسپتال سے نکلے تھے۔

♡♡♡🧡♡♡♡

پچھلا ایک دن اور رات ان کے لیے بہت کڑا ثابت ہوا تھا۔ ایک قیامت تھی جو آ کر گزر گئ۔۔۔۔۔۔۔۔

شیرازی صاحب کو دلی صدمہ پہنچنے کے باعث ہارٹ اٹیک آیا تھا ۔ بقول ڈاکٹر کے ہارٹ اٹیک معمولی نوعیت کا نہ ہوتا تو ان کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔

بروقت ہسپتال لے جانے کی وجہ سے وہ پورا ایک دن اور رات وہاں تکلیف میں گزار کر آج ڈسچارج ہو کر گھر آ گئے تھے۔

ایک حملے نے ہی جیسے ان کی قوتِ مدافعت چھین لی تھی۔ کمزوری کی وجہ سے انہیں اٹھنا بیٹھنا دشوار لگ رہا تھا۔

حدیر اور نویرہ تب سے ان کے کمرے میں ان کے بیڈ کے ساتھ لگے بیٹھے تھے۔

شیرازی اور راحیلہ کے کہنے کے باوجود وہ ہنوز وہیں بیٹھے ان کی دیکھ بھال کرنے میں لگے تھے۔

جب سے ان کی شادی ہوئی تھی یہ پہلی بار ایسا ہوا کہ وہ دونوں ایک ساتھ یہ کام بخوبی نبھا رہے تھے۔

شیرازی کی طبیعت کے پیشِ نظر منگنی کی رسم کچھ دن آگے بڑھ گئ تو سب کو اطمینان سا ہو گیا۔

"حدیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔حدیر۔۔۔۔۔۔" اس نے حدیر کا کندھا ہلا کر اسے پکارا۔

"اوں۔۔۔۔۔کیا ہے۔۔۔۔؟"

"اٹھیں جا کر آرام کر لیں آپ کو نیند آ رہی ہے۔ "

حدیر کو کرسی پہ بیٹھے ادھ کھلی آنکھوں کے ساتھ بار بار جھٹکے کھاتا دیکھ کر نویرہ سے رہا نہ گیا, وہ اس کے پاس آ کر بولی۔

"نہیں ۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں ۔ اگر تم جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ ۔ پاپا کی دیکھ بھال میں خود کر سکتا ہوں۔"

وہ اسے اپنے اتنا قریب پا کر ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا۔
اس کے چہرے پہ بے زاری کے تاثرات جو یقیناً نویرہ کے پاس ہونے اور اسے مخاطب کرنے پہ ہی نمودار ہوئے تھے۔

"میں نے آپ کی بے آرامی کا سوچ کر ایسے کہا ہے ۔ آپ کے پاپا میرے بھی کچھ لگتے ہیں۔ میں ہوں ماموں جان کے پاس۔۔۔۔۔۔۔آپ فکر کیوں کرتے ہیں ۔۔۔۔۔جا کر سو جائیں , مسلسل بھاگ دوڑ اور رت جگے سے آپ کی طبیعت خراب ہو سکتی ہے پھر۔۔۔۔۔۔"

تمہیں میری اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے۔۔۔۔۔بائے دا وے!"

حدیر نے بھنوے اچکائے۔

نویرہ کا ایک دل تو کیا وہ اپنا سر دیوار پہ دے مارے لیکن پھر اپنی اس خواہش کا گلا دباتی ضبط کر گئ۔

"آپ کو اس وقت بھی بحث سوجھ رہی ہے کمال ہے۔۔۔۔۔۔ کبھی تو میری بھی کوئی بات مان لیا کریں, میں کون سا اپنے لیے کچھ مانگ رہی ہوں۔۔۔۔۔لیکن نہیں ۔۔۔۔۔غلطی ہو گئ مجھ سے ۔۔۔۔۔معافی چاہتی ہوں!"

وہ دانت کچکچا کر خفگی سے کہتی پیر پٹخ کر واپس اپنی جگہ پہ جا کر بیٹھ گئ۔

خلافِ توقع وہ بنا کچھ بولے, خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔

نویرہ کو خوشی کے ساتھ ساتھ حیرانی بھی ہوئی۔ حدیر اور اس کی بات مان لے یہ ناممکنات میں سے ایک ناممکن کام تھا۔

"ہمم ۔۔۔۔۔ تو موصوف کے پاس دل نام کی کوئی چیز بھی ہے۔۔۔۔"

وہ دل میں سوچتی مسکرا دی۔

پھر سر پہ ہلکی سی چپت لگاتی کرسی کو چھوڑتی گھوم۔کر بیڈ کی دوسری سمت آ گئ۔ اے سی بلینکٹ پکڑ کر نیند کی گولیوں کے زیر اثر سوئے ہوئے ماموں جان کے اوپر درست کر کے دیا۔

"زندگی بھی کتنی عجیب ہے۔۔۔۔۔ پل میں کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔ جس بات کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے وہی کیوں ہو جاتا ہے؟۔۔۔۔۔۔۔

آج ماموں جان! کی اس حالت کے ذمہ دار کوئی غیر تو نہیں بلکہ اپنے ہی تھے۔ واقعی ! لفظوں کے تیروں سے زیادہ خطرناک اور کوئی ہتھیار نہیں ہوتے آج وہ یہ بات تسلیم کر گئی تھی۔"

نویرہ نے تاسف سے سوچا اور پھر سے کرسی کے پاس آ گئی۔ کچھ سوچ کر وہ حدیر کی کرسی کے پاس چلی آئی۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک انوکھے جذبے کے تحت وہ غیر ارادی طور پر اس کرسی پہ نیم دراز ہو گئ جس پہ تھوڑی دیر پہلے حدیر بیٹھا تھا۔

وہ بیڈ پہ آڑھا ترچھا۔۔۔۔ نرم وملائم تکیے کو اپنے آہنی بازوؤں میں جکڑے گہری نیند سو رہا تھا ۔۔۔۔۔ جب اس کے سیل فون پہ مخصوص سی کال ٹیون کی دھن بجی۔

سیل فون مسلسل بجنے سے اس کی پیشانی پہ بل پڑے تھے۔ وہ آنکھیں موندے ہاتھ ادھر ادھر مارتا موبائل ڈھونڈ رہا تھا ۔

موبائل ہاتھ میں آتے ہی اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے نمبر دیکھا ۔ ثانیہ کالنگ۔۔۔۔۔۔ لکھا دیکھ کر وہ مشکل سے آنکھوں کے پٹ وا کرتا لیٹے لیٹے ہی کال اٹین کر کے سیل فون کان سے لگایا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔ ہنی ! کہاں ہو تم دو دن سے ۔۔۔۔؟"

مخالف سمت سے پریشان کن آواز ابھری۔

"بتایا تو تھا پاپا کی طبیعت کے بارے میں اتنی جلدی بھول کیسے گئ۔"

وہ خمار آلود آواز میں نیند خراب ہونے پہ جھنجھلا کر بولا۔

"اوہ ہاں۔۔۔۔اب کیسی طبیعت ان کی۔۔۔۔۔ ؟"

یاد آنے پہ اس نے سوال کیا۔

"مچ بیٹر۔۔۔۔۔۔ تم بتاؤ ! صبح سویرے کیوں فون کیا؟"

وہ آنکھوں کو ہاتھ سے مسلتا بولا۔

"بس۔۔۔۔ مجھے تمہاری فکر ہو رہی تھی ۔ کل بھی تم بزی تھے بات نہیں ہو پائی۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔"

اس نے جواب دیتے ہوئے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اور۔۔۔۔۔کیا؟"

وہ اس کے یوں رک جانے پہ الجھا ۔

اور۔۔۔۔یہ کہ مما اب مجھے فورس کرنے لگئ ہیں ہنی۔۔۔۔ ایک سے بڑھ کر ایک میرے لیے رشتہ آ رہا ہے میں کب تک یہ سب ہینڈل کروں گی۔۔۔۔میں اور۔۔۔۔"

"ثانی! صاف صاف بات کرو یار بات کو گھما کیوں رہی ہو؟"

ہزار بار کی سنی باتیں ثانیہ کو پھر سے دھراتا دیکھ کر اس کی بات کاٹ کر وہ کوفت کا شکار ہوا۔

"ہمم۔۔۔۔ اوکے میں سیدھی بات کرتی ہوں! تم نے ابھی تک نویرہ کو طلاق نہیں دی اب تو مجھے یوں لگنے لگا ہے حدیر! تم اسے طلاق دینا ہی نہیں چاہتے ہو۔۔۔"

اس کی خفا خفا سی آواز آئی۔ جبکہ طلاق کا نام سنتے ہی حدیر کو پتنگے لگ گئے۔

"تم ہوش میں تو ہو۔۔۔۔۔۔ میں نے کبھی تم سے کچھ نہیں چھپایا۔۔۔ سارے حالات تمہارے سامنے ہیں۔۔۔۔ پاپا نے میری اور ماما کی باتیں سن لی تھیں, اس دن ہم طلاق کی ہی باتیں کر رہے تھے۔۔۔۔ میری وجہ سے میرے پاپا اس حال کو پہنچ گئے ہیں دو دن جس اذیت میں, میں نے گزارے ہیں یہ میں جانتا ہوں یا میرا اللہ جانتا ہے۔ اور تم بجائے میری پریشانی دور کرنے کے الٹا بڑھا رہی ہو۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔"

وہ تاسف سے سر ہلاتا تپ کر بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم اسے طلاق نہیں دو گے۔۔۔ مما ٹھیک ہی کہتی ہیں میں ہی پاگل ہوں!"

وہ رونکھی ہوئی۔۔۔۔۔۔۔ حدیر نے اپنا سر تھام لیا۔

"میں نے ایسا کب کہا۔۔۔۔۔ لیکن ہاں! جب تک پاپا پوری طرح سے ٹھیک نہیں ہو جاتے اور اس بات کو ذہنی طور پر تسلیم نہیں کر لیتے تب تک میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔۔۔۔۔۔۔ "

"پر حدی۔۔۔۔۔۔"

"ثانیہ پلیز! بات کو تم سمجھو , میں اپنے پاپا کو اور تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ جہاں اتنا انتظارکیا ہے کچھ انتظار اور سہی۔"

وہ اس کی بات کاٹتا رسانیت سے گویا ہوا۔

"اور اگر یہ انتظار۔۔۔۔۔انتظار ہی رہ گیا تو پھر۔۔۔۔"

اس نے ایک نیا اندیشہ ظاہر کیا۔

"تم اتنا نیگیٹو کیوں سوچ رہی ہو۔۔۔۔۔ تم مجھے اچھی طرح سے جانتی ہو میں بلاوجہ وضاحت دینا پسند نہیں کرتا۔"

اب کی بار حدیر نے جھلا کر کہا تو ثانیہ نے فون کان سے ہٹا کر اسے گھور کر دیکھا۔

"ابھی تمہارا موڈ آف ہے ہم پھر۔۔۔۔۔"

"ناٹ ایٹ آل اوکے۔۔۔۔۔ پلیز کلوز دس ٹاپک۔۔۔۔۔۔"

وہ اس کی بات ٹوک کر نہ چاہتے ہوئے بھی سختی سے بول گیا۔ پھر بنا اس کا جواب سنے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

ثانیہ ہکا بکا بند فون کو تکنے لگ گئ۔

حدیر نے ہمیشہ اس سے نرمی, محبت اور حلاوت سے بات کی تھی پھر آج یہ بدلاؤ کیوں تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

حدیر کا اتنا روڈلی بی ہیویئر اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔

ثانیہ نے ایک غصیلی نظر ہاتھ۔میں پکڑے موبائل پہ ڈالی پھر دوسرے ہی لمحے اسے اٹھا کر بیڈ پہ پھینک کر اپنے غصے کو کم کرنا چاہا تھا۔

♡♡♡💙♡♡♡

نمال ایک بہت اہم فوٹو شوٹ پورا کرنے کے بعد تھک ہار کر گھر لوٹا تھا۔

اس وقت اس کا دل صرف آرام کرنے کا چاہ رہا تھا۔

لیکن اس نے جونہی بڑے سے ڈرائنگ روم۔میں قدم رکھا وہاں مہمانوں کو براجمان دیکھ کر ٹھٹک کر رک گیا۔

"لو دیکھیں ذرا جسے یاد کر رہے تھے وہ سامنے کھڑا ہے۔ میرے شہزادے کی کتنی لمبی عمر ہے۔ آؤ نمال بیٹا رک کیوں گئے ہو؟"

سب سے پہلے سبین کی اس پہ نظرپڑی تو وہ دلار سے بولتیں اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ باقی سب بھی اسی کی طرف متوجہ تھے۔

"اگرمیں غلط نہیں ہوں تو انکل آپ۔۔۔۔ روزیہ کے پاپا ہیں ؟" وہ انہیں پہچانتا گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

"ہاہاہاہا ہاں بر خوردار ! سہی پہچانا۔۔۔"

فیضی ملک نے ہنستے جواب دیا۔

"اینڈ آف کورس آپ اس کی موم ہیں۔"

وہ خوش اخلاقی سے کہتا ان کے آگے قدرے جھکا۔ نگینہ بیگم اسے پیار کرتیں محض مسکرا دیں۔

"آ۔۔۔۔انکل, آنٹی! سب خیریت ۔۔۔۔۔ آپ لوگ یوں اچانک, یہاں۔۔۔۔۔؟"

نمال ان کے ساتھ صوفے پہ بیٹھ کر استفہامیہ پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے بیٹا۔۔؟۔۔۔ہم نے اپنے آنے کی وجہ آپ کے ماما اور پاپا کے گوش گزار کر دی ہے آپ خود ہی پوچھ لیں۔"

فیضی صاحب نرمی سے بولے تو وہ اپنے مما پاپا کی طرف متوجہ ہو کر سوالیہ نزروں سے دیکھنے لگا۔

"اصل میں نومی بیٹا! یہ اپنی بیٹی روزیہ کا تمہارے لیے رشتہ لے کر آئے ہیں۔"

سبین نے خوشگوار انداز میں بتایا۔

نمال ایک دم سے سنجیدہ ہو گیا۔

"تو آپ لوگوں نے کیا کہا؟" نمال کا لہجہ اسپاٹ تھا۔

"یہی کہ اگر تمہاری رضامندی شامل ہوئی تو ہمیں اس رشتے پہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اس بار مراد علی نے صاف گوئی سے بات کی۔

"ہمم۔۔۔۔۔ میرا فیصلہ آپ لوگ جانتے ہوں گے۔۔۔۔۔میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔"

نمال دوٹوک بات کرتا اٹھ کر کھڑا ہو گیا تو باقی سب نے بھی اس کی تقلید کی۔

فیضی ملک اور نگینہ بیگم اس کا غیر متوقع جواب سن کر بے حد حیران ہوئے۔

"لیکن کیوں بیٹا۔۔۔۔؟" فیضی ملک نے الجھ کر اس سے دریافت کیا۔

"اس کی دو وجوہات ہیں۔۔۔۔۔۔نمبر ایک مجھے ابھی اپنا کیریئر بنانا ہے۔۔۔۔۔۔اور دوسری ۔۔۔۔۔۔۔میں روزیہ سے شادی نہیں کر سکتا۔۔۔۔"

"بیٹا! یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ روزیہ تو ہمیں کچھ اور ہی بتا رہی تھی۔۔"

"روزیہ نے آپ سے جھوٹ بولا ہے۔۔۔۔۔۔ وی آر جسٹ گڈ فرینڈز۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے علاوہ کچھ نہیں۔۔۔۔اور یہ بات میں آپ کی بیٹی کو صاف صاف بتا چکا ہوں۔۔۔۔آئی رئیلی ڈونٹ نو۔۔۔۔پھر اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے۔"

نمال اپنا غصہ ضبط کرتا ہموار لہجے میں بولا۔

"لیکن نمال ہماری بیٹی آپ سے بے حد پیار کرتی ہے وہ بہت اچھی ہے۔۔۔۔۔۔آپ ایک بار سوچ لیں اس بارے میں۔۔۔۔"

نگینہ نے بے چینی سے کہا۔

"میں نے کب کہا وہ اچھی نہیں ہے۔ بہرحال میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں۔۔۔۔۔۔ سو آئی ہیو ٹو گو۔۔۔۔۔!"

کہنے کے ساتھ ہی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

"ایم سوری فار دیٹ بٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم اپنے بیٹے کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ نمال ایک اسٹریٹ فارورڈ لڑکا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔وی آر ویری سوری۔۔۔۔۔اگر آپ لوگوں کو کچھ بھی برا لگا ہو تو۔۔۔۔۔۔ ہم معذرت خواہ ہیں۔"

سبین نے بہت طریقے سے بات کر کے معاملہ سلجھانا چاہا۔

فیضی ملک اور نگینہ بخا جواب دیئے چہرے پہ مایوسی طاری کیے واپس پلٹ گئے۔
سبین نے پریشانی کے عالم میں مراد علی کو دیکھا تو انہوں نے کندھے

♡♡♡ ♡♡♡

افغال نے جس وقت گھر میں قدم رکھا دن پوری طرح سے روشن ہو چکا تھا۔

اتنی بھاگ دوڑ اور رات بھر جاگنے سے اس کی آنکھیں سوج کر لہو رنگ ہو گئ تھیں

لیکن جسمانی تھکاوٹ سے زیادہ وہ اس وقت دماغی طور پر زیادہ تھکا ہوا لگ رہا تھا۔

جو چوٹ اس کے دل پہ پڑی تھی اور جو ڈر اور خوف اس کے ذہن میں کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا
----------اس کی روح کو بے چین کرنے کے لیے کافی تھا۔

انہی احساسات کے زیر اثر وہ بجائے اپنے کمرے میں جا کر آرام کرنے کے سیدھا مدیحہ کے بیڈروم کی طرف چلا آیا اور بنا دستک دیئے اندر داخل ہوا ۔

کمرے میں گھپ اندھیرے کے راج تھا ۔
"کہیں مام! پھر سے اسی فیز میں تو نہیں چلی گئیں-----اوہ نو!" وہ سوچ کر فکر مند ہوا۔ پھر تیزی سے بڑھ کر ساری لائٹس آن کر دیں ۔ کمرہ سفید روشنی میں نہا گیا۔

اس کے خیال میں مام ابھی تک سو رہی ہوں گی لیکن خلافِ توقع اسے بیڈ نہ صرف خالی پڑا نظر آیا بلکہ بے شکن بھی تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے کمرے میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں پھر چونک کر دائیں جانب دیکھا , جہاں مدیحہ گود میں ہاتھ دھرے۔۔۔۔۔۔آنکھیں موندے ۔۔۔۔۔۔ راکنگ چیئر پر آہستہ آہستہ جھول رہی تھیں۔

"مام! آپ پھر رات کو جاگتی رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔سوئی کیوں نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آخر ایسا کب تک چلتا رہے گا؟"

گلاس ونڈوز کے آگے سے دبیز پردے ہٹا کر وہ ان کے مقابل آ کر پریشانی سے گویا ہوا۔

لیکن مدیحہ ہنوز اسی پوذیشن میں نیم دراز چیئر پہ جھولتی رہیں۔

"آپ کیوں اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی تکلیف دیتی ہیں؟"

وہ بے بسی سے کہتا دونوں ہاتھ ان کے گھٹنوں پہ رکھتا پیروں میں بیٹھ گیا۔

اب کی بار بے حس و حرکت وجود میں حرکت پیدا ہوئی ۔ ان کے خوبصورت نین و نقش پہ درد کے تاثرات ابھر کر معدوم ہو گئے۔

"تمہیں خیال آ گیا اپنی مام کا؟ میرے لیے فرست مل گئ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب بھی نہ آتے , رہتے اپنی اس ہوتی سوتی کے پاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جو درد جہانگیر خاندان نے ہمیں دیا ہے ۔۔۔۔ تم

بھول سکتے ہو ۔۔۔۔۔۔میں نہیں۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں اپنی مام کی تکلیف کا احساس کیسے ہو سکتا ہے؟ تمہاری آنکھوں پہ اس ڈائن کے پیار کی پٹی جو بندھ گئ ہے۔"

ایزی چیئر روکے وہ اسے دیکھتی ہسٹریائی انداز میں چیخی تھیں۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں میں کچھ بھی نہیں بھولا۔" وہ یک دم بے چین ہوا۔ " میں اس لڑکی سے محبت نہیں کرتا۔"

آخری فقرہ بولتے ہوئے اس نے بے ساختہ نظریں چرائی تھیں۔

"جھوٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔سفید جھوٹ۔ میں تمہاری ماں ہوں ,تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں۔۔۔۔۔۔۔ تمہارے چہرے پہ اس لڑکی کو دیکھ کر جو رنگ کھل جاتے ہیں ان کے پیچھے کچھ تو جذبات ہیں جبھی تم اسے دیکھتے ہی اپنی مام کو بھول جاتے ہو۔"

انتہائی غصے سے کہتی مدیحہ نے اس کے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پرے جھٹک دیئے۔

افغال سختی سے ہونٹ کاٹنے لگا کہ سچ کو جھوٹ میں بدلنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔

"آپ کا صرف وہم ہے اور کچھ نہیں۔ اور وہم کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ میں مانتا ہوں مام! ہمارے ساتھ ۔۔۔۔۔۔خصوصاً آپ کے ساتھ بہت برا ہوا ہے۔ لیکن یہ قسمت کے کھیل ہیں اس میں آئیملک کا یا جہانگیر انکل کا کوئی قصور نہیں ہے ۔ ہماری طرح وہ بھی تو اسی درد

سے گزر رہے ہیں۔
وہ ملتجی ہو کر تھکے تھکے لہجے میں بولا۔

"میں نہیں بھول سکتی۔ ان لوگوں کی وجہ سے میرا سہاگ اجڑ گیا ہے میری ہستی بستی زندگی کو اندھے کنویں میں دھکیل دیا ہے اور تم کہہ رہے ہو میں سب بھول جاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔نو۔۔۔۔۔۔نیور!"

اپنے دشمنوں کی حمایت میں جان سے عزیز اپنے ہی بیٹے کو بولتا دیکھ کر وہ کیسے برداشت کر سکتی تھیں, غصے کی شدت سے ان کا چہرا لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔

"جتنا قصور ان کا ہے ڈیڈ بھی برابر کے شریک ہیں۔۔۔۔۔۔ان کو بھی تو سزا ملنی چاہیئے پھر۔۔۔۔۔۔۔ اللہ کو معافی بہت پسند ہے مام کیا ہم سب کچھ بھلا کر زندگی میں آگے نہیں بڑھ سکتے ۔۔۔۔۔پلیز مام! معاف کر دیں انہیں۔۔۔یہ کھیل ادھر ہی ختم کر دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پلیز, میں آپ سے اور کبھی کچھ نہیں مانگوں گا۔"
سر جھکائے اس نے ایک آخری ناکام سی سعی کی۔

"معافی ۔۔۔۔۔اور اس جاندان کے لیے واہ! کلیپ فور یو مائی سن۔۔۔۔۔۔۔" مدیحہ نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجا کر اس پہ طنزاً چوٹ کی۔ "تم معافی کی بات کر رہے ہو میں تو ان کا جینا دشوار کر دوں گی۔۔۔۔۔۔جو وہ سانسیں لے رہے ہیں میں وہ ان سے سانسیں ہی چھین لوں

گی۔۔۔۔"

وہ طیش میں بولنے کی وجہ سے مدیحہ کا جسم ہولے ہولے کانپنے لگ گیا۔

"آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔۔۔آج جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ سانس چھیننے کے برابر ہی تھا۔ ایک انسان کا قتل ,پوری انسانیت کا قتل ہوتا ہے ۔ میں جانتا ہوں آپ نے ہی اس کی فیورٹ ڈش میں اتنی مرچیں ڈالی ہیں کہ وہ مرتے مرتے بچی ہے کیونکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ اچھی طرح سے یہ بات جانتی ہیں کہ آئیملک مرچوں سے کتنی الرجک ہے۔ اپنی بدلے کی آگ میں اتنا بھی آگے نہ جائیں کہ آخر وقت میں صرف پچھتاوا آپ کا مقدر بن جائے۔"

وہ سمجھاتے سمجھاتے اب تھکنے لگا تھا۔ ان کا اتنا سخت ردِ عمل دیکھ کر اسے مایوسی نے گھیر لیا۔

"اچھا! وہ بچ گئ ہے بڑی ڈھیٹ جان ہے پھر تو۔۔۔۔۔۔ خیر ابھی تو میں نے صرف ان کو ٹریلر دیکھایا ہے ۔۔۔۔ابھی پوری فلم دیکھانا باقی ہے۔۔۔۔۔۔"

ان کے الفاظ میں خطرناک عزائم چھپے تھے ۔اور افغال انہیں اچھے سے جانتا تھا جو وہ کہتی تھیں وہ کر کے بھی دیکھا دیتیں۔

"مام! آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی فار گاڈ سیک! میری سمجھ سے باہر ہے پتہ نہیں آپ یہ تماشا کب ختم کریں گی۔"

مدیحہ کے خطرناک ارادے بھانپ کر وہ بھی اس بار غصے سے بول پڑا۔

"اس ڈائن نے تو جادو کر دیا ہے تم پہ جو یوں ان کے حمایتی بن کے میرے سامنے بیٹھے ہو------جاؤ یہاں سے تم ----مجھے اکیلا چھوڑ دو ------ اس بارے میں , میں مزید بات نہیں کرنا چاہتی۔"

مدیحہ تنفر سے بولتی ایک جھٹکے سے ایزی چیئر سے اٹھ گئ۔ تو ناچارا اسے بھی اٹھنا پڑا۔

"تو ٹھیک ہے پھر میں بھی دیکھتا ہوں آپ یہ فلم پوری کیسے کرتی ہیں-----اس فلم کو فلاپ نہ کیا تو میں بھی آپ کا بیٹا نہیں-------"

وہ تلملا کر بولا اور تاسف سے سر ہلاتا وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے ہی خلاف کھڑا ہوتا دیکھ کر وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھیں------ اسی اثناء میں مدیحہ نے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے کرسٹل کے گلدان کو اٹھا کر پوری قوت سے زمین پہ دے مارا ۔ گلدان چھناک کی آواز پیدا کرتا ----------ایک ساتھ کئ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بٹ گیا۔

پھر کمرے کے وسط میں وہ ساکت کھڑی راکنگ چیئر کو گھورنے لگ گئیں , جو ابھی تک جھول رہی تھی۔

♡♡♡💙♡♡♡

آج کا دن شیرازی فیملی کے لیے خاص الخاص تھا۔

پورے گھر کو خصوصاً اوپر والے پورشن کے اس حصے کو , جہاں منگنی کی رسم ہونی تھی بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا۔

رات کا فنکشن ہونے کے باعث برقی قمقموں سے "شیرازی ہاؤس" جگمگا رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں رسم شروع ہونے والی تھی۔

خوشی ہر ایک کے چہرے پہ رقص کر رہی تھی۔ ہر کوئی خوشی خوشی تیاری میں لگ گیا۔

حدیر بلکل تیار استقبالیے پہ کھڑا آنے والے مہمانوں کو ریسیور کرنے میں لگ گیا۔

اسی لمحے لڑکے والوں کے آنے کا شور اٹھا تو وہ اسی ہجوم میں سے بمشکل نکلتی,

دونوں ہاتھوں سے اپنا ستاروں کی مانند چم چم کرتا پلازو سنبھالتی دھڑا دھڑ سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

اس کی دونوں کلائیوں میں موجود چوڑیوں کی چھن چھن اور ہیل کی ٹک ٹک کی آواز ماحول میں ایک انوکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دل لبھانے والا ردھم پیدا کر رہی تھی۔

ابھی وہ کچھ سیڑھیاں ہی چڑھ پائی تھی, جب اوپر سے اپنے سے بھی تیزی سے نیچے آتے شخص سے بری طرح ٹکرا گئ۔

"آح۔۔ح۔۔ح۔۔۔۔ہ!" وہ کراہ کر اپنی پیشانی کو مسلنے لگی۔

زور دار ٹکر لگنے سے وہ یک دم پیچھے کی طرف الٹ گئ ,

اپنے ہاتھ میں اس کے مرمریں ہاتھ کو مضبوطی سے جکڑے مقابل نے آگے کی طرف ہلکا سا جھٹکا تو وہ سیدھی ہو گئ۔

اب وہ دونوں ایک دوسرے کے کلون کی مہک بآسانی محسوس کر سکتے تھے۔

اس نے سوری بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھی ۔۔۔۔۔۔

پھر دوسرے ہی لمحے منہ بند کر کے اس نے گھور کر مقابل کو دیکھا , جس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

اس نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تو سامنے کھڑے خوبصورت سراپے کے مالک شخص نے گرفت اور سخت کر لی۔

اس کی اتنی ہمت پہ ,اس کے چہرے پر ایک ساتھ کئ بل پڑے۔

" نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ مقابل کو ابھی کھری کھری سنانے ہی لگی تھی کہ پیچھے سے غصے سے بھری آواز آنے پہ دونوں نے مڑ کر دیکھا۔

پاس کھڑے اس شخص نے آرام سے اس کا ہاتھ آزاد کر دیا۔

"اگر رومینس ختم ہو گیا ہو تو مہربانی کر کے وہ کام بھی کر لو جس کے لیے بھیجا تھا۔"

وہ ماتھے پہ تیوری چڑھائے ایک ایک لفظ چبا کر کہتا سیڑھیوں کے پاس آ کر رک گیا اور طنزیہ نگاہوں سے نویرہ کو دیکھنے لگا۔

"اوہ۔۔۔۔!! " شارف نے لفظ رومینس پہ ہونٹوں کو بے ساختہ گول کیا۔

"وہ بھی سیڑھیاں اتر کر حدیر کے مقابل آ کر کھڑی ہو گئ۔

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔ابھی رومینس ختم نہیں ہوا۔۔۔۔۔لیکن اب ولن کی اینٹری ہو گئ ہے تو ہمیں ختم کرنا پڑے گا۔"

وہ بھی تپ کر بولی۔

شارف نے بے اختیار امڈنے والی اپنی ہنسی کو بہت مشکل سے دبایا جبکہ نویرہ کے یوں جواب دینے پہ حدیر کی مارے اشتعال کے رگیں تن گئیں۔

"یہاں کوئی بالی وڈ کی فلم نہیں چل رہی جو تم اس طرح کے چیپ الفاظ استعمال کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔اپنی لمٹ میں رہو تمہارے لیے یہی بہتر ہو گا۔۔۔۔۔مس نویرہ!"

وہ شارف کی موجودگی کی وجہ سے دبے دبے غصے سے بولا۔

"لمٹ تو آپ کراس کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔اینڈ بائے دا وے! آپ کون سا پھولوں میں لپیٹ کر الفاظ کا گلدستہ مجھے پیش کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ مسٹر حدیر شیرازی!"

وہ چڑ کر بولتی ہر بار کی طرح اسی کے انداز میں دوبدو جواب دے کر اسے اچھا خاصا تپا گئ۔

کچھ فاصلے پہ کھڑے شارف نے ان کی نوک جھونک کو بڑی دلچسپی سے ملاحظہ کیا۔

" تم سے تو بات کرنا ہی عبث ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" اپنا موڈ غارت ہوتا دیکھ کر حدیر نے کوفت سے کہا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں آپ سے بات کرنے کا۔۔۔۔۔۔۔ ویسے مجھے تو جلنے کی بو بھی آ رہی ہے ان کے۔۔۔۔ایک منٹ آپ کا نام کیا ہے؟"

اس نے بات کرتے کرتے رک کر شارف کی طرف مڑ کر سوال کیا۔

"جی مابدولت کو شارف ۔۔۔۔۔۔۔"

"اوکے فائن۔۔۔۔" ہاں تو میں کہہ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔" وہ اس کا نام سنتے ہی اس کی بات کاٹ کر حدیر کی طرف پھر سے گردن گھما کر بولی۔

تو شارف اس بار اپنے قہقہے کو نہ روک سکا۔

"مسٹر شارف کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دیکھ کے آپ سے برداشت نہیں ہو سکا, اسی لیے جیلس ہو کے سارا غبار مجھ پہ اب نکال رہے۔"

وہ شانِ بے نیازی سے آگے آئے اپنے بالوں کو ہاتھ کی مدد سے ایک ادا سے پیچھے کی طرف جھٹک کر بولی۔

"جیلس۔۔۔۔۔۔۔۔تم سے ۔۔۔۔۔۔۔اور وہ بھی میں۔" حدیر نے طنزاً سینے پہ انگلی رکھ کے اپنی طرف اشارہ کیا۔ "مائی فٹ۔۔۔۔۔۔!!"

"اونہہ۔۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے ہونٹوں کو ایک سائیڈ پہ کر کے اس کی بات پہ منہ بگاڑا۔

"اوکے اوکے گائز۔۔۔۔۔۔۔ناؤ کلوز دس ٹاپک۔۔۔۔ پلیز! اتنا اچھا اور خوشی کا موقع ہے دیکھیں سب کتنے خوش ہیں اور ایک آپ لوگ ہو جو بچوں کی طرح لڑے جا رہے ہو۔۔۔۔کم آن!!"

لڑائی کو طول پکڑتے دیکھ کر شارف نے بات کو ختم کرنا چاہا۔ حدیر اور نویرہ نے چونک کر شارف کی طرف دیکھا۔ لڑائی میں اس کی موجودگی کو وہ یکسر بھول گئے تھے۔

ان دونوں کو بھی شاید احساس ہو گیا تھا اسی لیے فوراً چپ ہو گئے۔

سب سے پہلے حدیر خجل ہوتا وہاں سے واپس مڑ گیا۔

پھر نویرہ بھی فضہ کو لینے دوبارہ سیڑھیاں چڑھ گئ۔

شارف حدیر کی خالہ کا اکلوتا چشم و چراغ تھا۔

شارف نے نویرہ کے بارے میں کافی کچھ سن رکھا تھا اور آج اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا۔

اس نے نویرہ کے متعلق جو سنا --------اسے اس سے بھی زیادہ پایا۔
رسم شروع ہوئی تو وہ بھی ہال کی طرف بڑھ گیا۔

منگنی کی شاندار تقریب کے بعد سب مہمان کھانا کھانے لگ گئے۔
حدیر کھانے کا اچھی طرح سے جائزہ لے کر ڈیوٹی پہ موجود ویٹر اور ویٹرس کو ضروری ہدایات دیتا شارف جو رغبت سے کھانا کھا رہا تھا ----------کی ساتھ والی سیٹ پہ آ کے جم گیا۔
رنگین خوشبودار بریانی دیکھ کر حدیر کی بھوک مچل اٹھی۔ پلیٹ میں ایک بڑا چمچہ چاول ڈال کر مزے سے کھانے لگ گیا۔
"کھانا کھانے کے بعد شارف اب سویٹ ڈش پہ ہاتھ صاف کر رہا تھا جب کھنکتی آواز پہ اس نے چونک کر سامنے نظریں اٹھائیں۔
نویرہ فضہ کے ساتھ بیٹھی کھانے کھاتے ہوئے اس کی کسی بات پہ منہ پہ ہاتھ رکھے ہنسے جا رہی تھی۔
وہ دلچسپی سے اسے دیکھے گیا۔
"ویسے نویرہ ! لاکھوں میں ایک ہے حیرت ہے تم ابھی تک اسے قبول نہیں کر پائے۔"
وہ کچھ دیر پہلے والی لڑائی یاد کر کے حدیر کی جانب رخ کر کے اسے مخاطب کیا۔
بریانی کا آخری چمچ منہ میں رکھتا وہ ٹھٹک کر رک گیا اور حیرانی سے شارف کو تکنے لگا--------پر بنا جواب دیا پھر سے کھانے میں مصروف ہو گیا۔

"سیریسلی! میں تو ایک ہی ملاقات میں اس سے بہت متاثر ہوا ہوں!"

اس نے پھر سے اسے متوجہ کیا۔

"جنگلی بلی ہے پوری کی پوری---------- جس کا پرومو تم تھوڑی دیر پہلے دیکھ ہی چکے ہو۔"

نویرہ کی تعریف پہ اس نے جل کے کہا تو شارف نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"آئی ڈونٹ تھنک سو! جہاں تک میں نے نویرہ کے بارے میں سنا ہے اور پرکھا ہے وہ لڑاکا ٹائپ نہیں ہے بس اپنے اور دوسروں کے حق کے لیے لڑتی ہے, اپنے ساتھ ساتھ وہ دوسروں کے ساتھ بھی غلط ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ اور یہ خوبی بہت کم لوگوں کیں پائی جاتی ہے۔"

وہ دوبارہ اس پہ نظر ٹکا کر بولا۔

نویرہ کے لیے شارف کی نظروں میں ستائش دیکھ کر حدیر نے رشین سیلڈ پلیٹ میں نکال کر چمچہ زور سے ڈونگے میں پٹخا۔

"مانا کہ تم ماہرِ نفسیات ہو لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ تم ایک ہی ملاقات میں اس کے بارے میں سب جان بھی گئے------ویری سٹرینج نا؟"

نویرہ کے مسلسل ذکر پر اس کے حلق میں اپنے آپ کڑواہٹ گھل گئ۔

"کچھ دیکھنے والے لوگ کمال کی نظر رکھتے ہیں یوں سمجھ لو ---------- ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔ میرا تجزیہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا تم شرط لگا لو۔"

شارف پورے وثوق سے گویا ہوا۔

جواباً حدیر خاموش رہا ایسے ۔۔۔۔۔جیسے یہ ساری باتیں اس کے لیے غیر اہم باتیں ہوں۔ شارف بھی محسوس کر چکا تھا کہ وہ مزید اس موضوع پہ بات نہیں کرنا چاہتا۔

پھر شارف بھی کندھے اچکا کر موبائل پہ مصروف ہو گیا۔

"میں نے سنا ہے شیرازی بھائی کی مرحومہ بہن کی یہ بیٹی ہے خود تو وہ چلی گئ ہے لیکن ان کے ہاتھ میں ہیرا تھما گئ جاتے جاتے۔"

"ہاں! بہن۔۔۔۔۔۔تم واقعی ٹھیک کہہ رہی ہے ماشاءاللہ کیا شکل و صورت پائی ہے ۔ عقل و شعور بھی رکھتی ہے مجھ سے رو بہت خوش اخلاقی سے ملی ہے اللہ سب کے نصیب میں نویرہ جیسی بہو لکھ دے۔۔۔۔۔۔۔بڑی ہی صابر بچی ہے۔"

"مما ! میں بھی اسی طرح کا ڈریس بنواؤں گی نویرہ اس ڈریس میں کتنی پیاری لگ رہی ہے۔"

"ہاں ہاں ۔۔۔۔کیوں نہیں لے لینا۔"

دو عورتیں اور ساتھ یہ شاید ان میں سے کسی ایک کی بیٹی تھی۔

حدیر کے کان ادھر ہی لگے تھے نویرہ کا نام سن کے وہ غیر ارادی طور پہ ان کی باتیں سننے لگ گیا۔

کھانا وہیں چھوڑ چھاڑ اس نے نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے اسٹیج پہ فضہ کے پہلو میں بیٹھی نویرہ کو پہلی بار اسے غور سے دیکھا تھا۔

وہ دیکھنا چہتا تھا کہ آخر اس میں ایسا کیا تھا جو ادھر ہر کوئی اس کی تعریفوں کے پل باندھ رہا

تھا۔

"گولڈن لانگ فراک جس پہ ریڈش اور گرین کلر کے موتی جڑے تھے۔
فراک کے نیچے اوپن پلازو پہنے بڑا سا ریشمی دوپٹہ جو اس نے دائیں کندھے پہ ڈال کر پیچھے کی طرف سے بازو کے ساتھ اٹچ کر رکھا تھا۔
لمبے نیچے سے قدرے کرلی بال ایک طرف سے آگے کیے وہ وہاں موجود باقی لڑکیوں سے الگ تھلگ لگ رہی تھی۔ اس میں ایسا کچھ ضرور رھا جو حدیر چند پل کے لیے ہی سہی بہکا ضرور تھا۔
پھر ایک دم سے اسے پتہ نہیں کیا ہوا کہ وہ اٹھ کر اسٹیج کی طرف آ گیا وہاں سب آپس میں باتوں میں مگن تھے ۔
حدیر نے غیر محسوس طریقے سے سائیڈ پہ کھڑی نویرہ کا ہاتھ سختی سے پکڑ کر سیڑھیاں اترنے لگا۔

"واٹ نان سینس حدیر ! یہ کیا طریقہ ہے اب کیا کر دیا میں نے ------چھوڑو میرا ہاتھ--------بہت درد ہو رہا ہے۔"
وہ آنکھوں میں آنسو لیے غصے سے چیختی اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی۔
وہ بنا جواب دیئے اسے تقریباً گھسٹتا ہوا کمرے میں لے آیا۔ جس کے باعث نویرہ کا سانس بری طرح پھول گیا تھا۔

وہ اسے وارڈروب کے پاس لا کر رک گیا۔

"ابھی کے ابھی اتارو یہ کپڑے تم ڈھنگ کے کپڑے نہیں پہن سکتی --- ------- کوئی ایک کام بھی تم ٹھیک سے نہیں کر سکتی۔ "

"کیوں کیا خرابی ہے ان کپڑوں میں ------اچھے بھلے تو ہیں۔"

وہ اس کی بے تکی ڈیمانڈ پہ تپ کر بولی۔

"مجھ سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے نویرہ------بڑا شوق ہے تمہیں اپنے حسن کی تشہیر کروانے میں --------ہر لڑکے کی نظر تم ٹکی ہے------ کیا کیا باتیں نہیں کر رہے-----اور یہ اتنا تیار ہونے کی کیا تک بنتی ہے------- فٹافٹ سے چینج کرو اپنا حلیہ-----"

حدیر کے غصے کی وجہ وہ وہ ابھی تک سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"اچھا! مس ثانیہ کے بارے میں کیا خیال ہے-----میری تو تعریف کر رہے ہیں اچھی نظر سے دیکھ رہے ہیں------- اور اس کے بارے لوگ کیا کہہ رہے تھوڑا اس پہ بھی دھیان دے لیتے------ شارٹ ٹاپ-----جس کا آگے پیچھے سے گلا ڈیپ ہے اور نیچے تنگ جینز ------ ادھا جسم عریاں ہو رہا ہے---- فیشن کے نام پہ اتنا بے ہودہ لباس زیب تن کیا ہوا ہے اس نے------ اسے تو کچھ نہیں کہا آپ نے------ویسے میں اس کے ساتھ خود کو کمپیئر ہی کیوں کر رہی ہوں۔"

وہ غصے سے جیسے پھٹ پڑی۔۔۔۔

حدیر ہونٹ بینچے اس کے تپے ہوئے چہرے کو دیکھتا ایک پل کے لیے لا جواب ہوا۔

پھر سنبھل کر بولا۔

"تمہاری بات الگ ہے جو بھی ہے تم میرے نکاح میں ہو میری بیوی ہو۔۔۔۔۔ می۔۔۔۔۔۔"

وہ الماری کے پٹ کھولتے ہوئے بولتے بولتے اچانک چپ ہو گیا۔

نویرہ نے الجھ کے اس کی طرف دیکھا پھر الماری کی طرف ۔۔۔۔۔

الماری اس کا ایک بھی نیا سوٹ نہیں تھا سارے اس نے کھنگال کے دیکھ لیے وہی عام سے جو وہ روزمرہ کی روٹین میں پہنتی تھی۔

وہ پہلی بار نویرہ کے سامنے شرمندہ سا ہوا۔

اور بنا اس کی طرف دیکھے ۔۔۔۔بنا کوئی بات کیے تیزی سے باہر نکل گیا۔

نویرہ حیران پریشان کھڑی اسے جاتا تکتی رہی۔

پھر سنگھار میز کے سامنے آ کے کھڑی ہو گئ۔ اپنے سراپے پہ ایک گہری نظر ڈالی۔

"سب کچھ تو ٹھیک ہے بازو بھی فل ہے کہیں سے بھی کچھ ایسا نہیں تھا جس پہ اعتراض کیا جاتا پھر حدیر نے کیوں۔۔۔۔۔۔"

سوچتی ۔۔۔۔الجھتی وہ بھی کمرے باہر نکل گئ۔

تقریب بخیرو عافیت اپنے اختتام کو پہنچی ۔

سارے مہمان بھی اپنے اپنے گھروں کو کوٹ گئے۔

رات کا آخری پہر اپنے اختتامی مراحل سے گزر رہا تھا۔ سب کا تھکاوٹ سے برا حال تھا۔

نویرہ نے بے حد تھکن اور نیند کے باوجود عشاء کی نماز ادا کی پھر فوراً ہی سو گئ۔

حدیر جب کمرے میں داخل ہوا ۔۔۔۔۔وہ صوفے پہ کمبل سر تک تانے بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔

وہ بھی کپڑے بدل کر بیڈ پہ چت لیٹ گیا۔ وہ تب سے اب تک بس چپ تھا۔ ذہن اتنا الجھاؤ کا شکار تھا کہ وہ ثانیہ کیا کسی سے بھی ڈھنگ سے بات نہ کر سکا۔

اس نے بے چینی سے کروٹ بدلی ۔ ایک بار پھر سے اس کی نظریں بے سد سوئی ہوئی نویرہ پہ ٹھہر گئیں۔

"کیا ہے یہ لڑکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس نے آج تک جو بھی کیا اف تک نہیں کی حالانکہ وہ چاہتی تو پاپا سے اس کی شکایت لگا سکتی تھی لیکن اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ۔۔۔۔۔۔ کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔ جب سے شادی ہوئی تھی تب سے اب تک اس نے آج تک اس کی ضروریات کے بارے میں نہیں سوچا ۔ ایک غیر ضروری چیز کی طرح ہمیشہ اسے نظر انداز کرتا رہا۔

ٹھیک ہے وہ اسے قبول نہیں کر پایا لیکن وہ اتنا ظالم اور سفاک کب سے بن گیا تھا۔

حدیر کو بار بار اس کی الماری خالی کبٹ بے چین کر رہا تھا۔

اورپھر اس کے اچھے خاصے کپڑوں پہ تنقید -----یہ سوٹ وہ ساتھ ہی تھا جب فضہ کی شاپنگ کرتے ہوئے اس نے کل خریدا تھا------پھر کیوں اسے اتنی سخت باتیں سنا دیں۔

وہ آج پہلی بار شرمندگی محسوس کر رہا تھا------آج پہلی دفعہ اسے ندامت ہو رہی تھی۔ اپنے رویے کی سفاکی کا آئینہ اٹھا کر آج اس نے اس میں دیکھا تو خود سے نظریں چرانے پہ مجبور ہو گیا تھا۔ وہ اتنا سیلفش تو نہیں تھا۔

بے سکونی سے اس نے دوسری کروٹ بدل لی ۔ وہ اپنی ہی سوچوں کیں غلطاں تھا۔

نیند کی دیوی آج اس سے کوسوں دور کھڑی تھی ۔

آج نرم و ملائم بیڈ بھی اسے سکون مہیا نہیں کر سکا۔

وہ خود سے لڑ لڑ کے جب تھک گیا تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اسی پل فجر کی اذان کی آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

وہ اٹھ کر واش روم گیا پھر وضو کر کے باہر آکر خشوع و خضوع سے نماز ادا کی ۔

روح کو غذا مل جائے تو روح پر سکون ہو جاتی ہے ,ایسا ہی کچھ حدیر کے ساتھ بھی ہوا۔

اپنے مالکِ دوجہاں! کے آگے سر بسجود ہوتے ہی اس کے اندر سکون ہی سکون اتر گیا۔

جائے نماز تہہ کر کے اس نے تپائی پہ رکھی اور بیڈ پہ آ کے لیٹ گیا پھر وہ جلد ہی نیند کی وادی میں گم ہو گیا۔

♡♡♡❤♡♡♡

ٹن -------ٹن------

وہ گھوڑے گدھے سب بیچ کے بیڈ پہ آڑھی ترچھی پڑی بے ہوش سو رہی تھی جب تیسری بار لمبی بیل بجی تو ناچارہ اسے بیڈ چھوڑنا پڑا۔

"ایک تو لوگوں کو صبح صبح دوسروں کے گھر جا کے ان کی نیند خراب کر کے پتہ نہیں کیا ملتا ہے----"

وہ ایک ہاتھ سے جمائی روک کر بڑبڑاتی کمرے سے نکل کر مین دروازے کی جانب بڑھ گئ۔

"ملکہِ عالیہ! دن کے گیارہ بجنے کو ہیں اور تمہاری ابھی تک صبح ہی ختم نہیں ہو رہی۔"

ڈرائنگ روم سے دادی کی نے بآواز بلند اس کی بات کا جواب دینا ضروری سمجھا۔

وہ منہ بناتی آنکھیں بمشکل کھولتی---- گرتی---پڑتی دروازے تک پہنچی پھر ہول میں دیکھنے کی زحمت کیے بغیر ہی اس نے دروازہ پورا کا پورا وا کر دیا۔

سامنے نظر پڑتے ہی اسے جیسے سانپ سونگھ گیا۔

آنکھیں مل مل کے اس نے پھر دیکھا -------پھر بھی سامنے کا منظر نہ بدلا۔ اس کی نیند یکدم اڑنچھو ہو گئ۔

"ہیننں--ں! یہ کوئی حقیقت ہے یا میرا کوئی الوژن-----"

اس نے خود کو چٹکی کاٹی ۔

مقابل نے ہنستے ہوئے الوینہ کو احمقوں کی طرح منہ کھولے دیکھ کر ہاتھ سے اس کا منہ بند کیا -----

وہ یکدم گڑبڑا کر خجل سی ہوئی۔

"آپ کے ہاں مہمانوں کو دروازے پہ ہی کھڑا رکھنے کا رواج ہے کیا؟"

مقابل ہلکے پھلکے انداز میں بولا تو الوینہ جیسے ہوش میں آئی۔

"نن---- نہیں ----تو بلکل نہیں -----ایم سوری-----وہ----"

"اٹس اوکے-----"

"آپ پلیز اندر آئیے نا-----"

اس نے ایک طرف ہو کر آنے والے کو راستہ دیا۔

وہ آرام سے اندر چلا گیا۔

الوینہ نے ایک نظر اپنے حلیے پہ ڈالی---- بکھرے بال-----ڈھیلی ڈھالی شرٹ (نائٹ ڈریس) پہنے ------ننگے پاؤں ------اسے جی بھر کے سبکی محسوس ہوئی۔

وہ اسے ڈرائنگ روم کا راستہ دیکھا کر جلدی سے کمرے میب آ کر تیار ہوئی -----فٹافٹ سے اپنا حلیہ درست کرتی باہر آ گئ۔

اس کا دل خوشی سے جیسے جھوم رہا تھا۔

اس کا موڈ یک بیک فریش ہو گیا۔

وہ ٹرے میں کولڈرنک کا گلاس سجاتی ڈرائنگ روم کی طرف چلنے لگی۔

♡♡♡ ♡♡♡

وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

جب شیشے کی کھڑکی کے آگے سے پردہ ہٹنے کے باعث سورج کی کرنیں گلاس ونڈو سے ٹکرا کر اس کے صبیح چہرے پر پڑ رہی تھیں۔

ہلکی سی تپش کے زیر اثر وہ کسمسا کر آنکھیں جھپکتی اٹھ بیٹھی ۔

اپنی نیند خراب ہونے پر اس نے خفگی سے کھڑکی سے جھانکتی شعاعوں کو دیکھا۔

پھر بیڈ پر مزے سے گہری نیند سوئے حدیر پر اس کی نظر پڑی, وہ بے اختیار اسے دیکھے گئ۔

پتہ نہیں وہ تھا ہی اتنا پیارا یا صرف نویرہ کو لگتا تھا۔ کتنے خوش قسمت ہوتے ہیں ایسے لوگ-------جو اپنی تمام تر بے رخی, بے اعتنائی کے باوجود دل کے سنگھاسن پر پوری طرح قابض ہو جاتے ہیں-------- حدیر بھی ان ہی لوگوں میں سے ایک تھا۔

وہ خود کو جتنا سمجھا لیتی-------لاکھ تاویلیں دے لیتی-------- ہزار بار اپنی ذات کو انا کے خول میں لپیٹ کے رکھ لیتی-------اتنی تذلیل کے بعد بھی دل تھا کہ صرف اسی کی طرف ہمکتا---------ایک ہی نام کی مالا جپتا۔ وہ سامنے ہوتا تو اسے دن کا اجالا بھی اچھا

لگتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔سورج کی روپیلی تپتی دھوپ بھی بارش کی ٹھنڈی پھوار کی مانند لگتی۔

بس۔۔۔۔۔دل ہے ناں ۔۔۔۔۔۔کسی وقت بھی کسی کے لیے بھی۔۔۔۔۔دھڑک سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔پھر اپنا وجود اپنا نہیں رہتا بلکہ کہیں کھو جاتا ہے۔۔۔۔۔۔ اپنی پسند نا پسند پھر کچھ معنیٰ نہیں رکھتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہی اچھا لگنے لگتا ہے جو محبوب کو اچھا لگتا ہے۔۔۔۔۔۔۔جس میں محبوب کی رضا شامل ہو , دل بھی اس میں راضی برضا ہو جاتا ہے۔

آج کل نویرہ بھی انہی احساسات و جذبات میں جکڑی تھی۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس راستے پہ چل پڑی تھی جس کی کوئی منزل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی حد نہیں تھی۔۔۔۔۔۔وہ بس کسی بھٹکے ہوئے مسافر کی طرح چلتی جا رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

حدیر نے بیڈ کی دوسری جانب کروٹ بدلی تو اس کے خیالوں کا تسلسل بھی ٹوٹ گیا۔

"ایک نمبر کا کھڑوس۔۔۔۔۔۔۔۔۔سوتے ہوئے بھی میرا دیکھنا برداشت نہیں ہوا۔" نویرہ نے منہ بگاڑ کر سوچا۔ پھر سائیڈ سے دوپٹہ اٹھا کر گلے میں ڈال کر پاؤں میں چپل اڑسے صوفے سے اٹھ گئ۔

اس نے واش روم کا رخ کیا۔

دفعتہً حدیر کے موبائل پر یکے بعد دیگرے ایک ساتھ کئی میسنجز آئے۔۔۔۔

اس کے قدم وہیں پہ رک گئ۔ وہ گھوم کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے حدیر کے موبائل کے پاس آ گئ۔

"ہو نہ ہو , یہ اسی ڈائن کے ایس ایم ایس ہوں گے۔۔۔۔۔دیکھوں تو سہی صبح صبح کیا آگ لگی ہے میڈیم کو جو اتوار کو بھی چین سے نہیں بیٹھ رہی۔"

نویرہ نے دانت پیس کر غصے سے سوچا۔ پاسورڈ اسے پہلے ہی معلوم تھا۔ اس نے فٹافٹ سے ان باکس اوپن کر کے میسج پڑھے جو اسی کے تھے۔

اس کے دماغ میں اچانک زبردست سا خیال ابھرا۔

اپنی شرارت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے سب سے پہلے سیل فون جلدی سے پہلے والی جگہ پہ رکھا, پھر غیر محسوس طریقے سے حدیر کے بازو کو اوپر اٹھا کر آرام سے اس کے ساتھ بیڈ پہ لیٹ گئ۔

اب وہ اس کے دونوں بازوں کے گھیرے میں تھی۔

پھر نویرہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کا موبائل پکڑا اور لاک کھول کے واٹس ایپ اوپن کی۔

واٹس ایپ کا کیمرہ اوپن کر کے اس نے موبائل کو تھوڑا سا اوپر کیا اور جلدی سے چار پانچ رومینٹک سے پوز بنا کے تصویریں سینڈ کر دیں۔

پھر ان تصویروں کو ادھر سے ڈیلیٹ کر کے سیل فون دوبارہ وہیں رکھ دیا۔

اس پل وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ حدیر کی سانسیں محسوس کیا گن بھی سکتی تھی۔

وہ یک ٹک اس کے خوبصورت چہرے کو تکنے میں محو ہو گئ۔ وہ بے ساختہ مسکرا دی۔

اس کی صاف چمکدار کشادہ پیشانی پہ بکھرے بال ٹھیک کرنے کے لیے اس کا ہاٹھ خود بخود اٹھا تھا۔

ٹھیک اسی پل حدیر کے جسم میں حرکت ہوئی۔ اس کی پیشانی پہ بل پڑے یکدم نویرہ جیسے ہوڈ میں آئی۔

چوری پکڑے جانے کے ڈر سے اس نے بمشکل بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو درست کیا۔

پھر تیزی سے جس احتیاط سے لیٹی اسی طرح اس کی بانہوں کے حصار سے نکل آئی۔

"مس ثانیہ ! بہت غلط لڑکی سے پالا پڑا ہے تمہارا------ میں بھی دیکھتی ہوں تم۔میرے حدیر کو کیسے مجھ سے الگ کرتی ہو----مجھے یقین ہے وہ دن دور نہیں جب حدیر خود چل کر میرے پاس آئے گا۔ "

وہ ایک استہزاء سے بھری نگاہ موبائل پہ ڈالتی واش روم گھس گئ۔
وہ حدیر کے اٹھنے سے پہلے ہی فریش ہو کر کمرے سے باہر نکل گئ۔

ایک گھنٹے بعد کا منظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
وہ ناشتہ کرنے کے بعد ٹی وی لاؤنج میں ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی جب حدیر کمرے کا دروازہ کھول کر فریش سے موڈ میں باہر نکلا۔
نویرہ نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو نویرہ نے گھبرا کر ٹی وی کی جانب رخ پھیرا۔
وہ اسے نظر انداز کرتا ڈائننگ روم کی طرف آ گیا۔

اتوار کے دن سب اپنی مرضی سے اٹھ کر ناشتہ کرتے ۔۔۔۔۔۔
اس وقت بھی وہ اکیلا ناشتے کی ٹیبل پہ موجود تھا۔

"حدیر ۔۔۔۔۔حدیر ۔۔۔۔۔۔کہاں ہو تم؟"
ثانیہ تقریباً چلاتی ہوئی گھر میں گھر میں داخل ہوئی۔
حدیر گرم توس پہ بٹر لگاتا یک دم چونکا۔

"ثانیہ ۔۔۔۔اتنی صبح ۔۔۔۔اور وہ بھی غصے میں۔۔۔۔۔" توس واپس پلیٹ میں رکھ کر اس نے الجھ کر سوچا۔

وہ اٹھنے کا ابھی سوچ ہی رہا تھا ,جب ثانیہ دھپ دھپ کرتی سیدھی ادھر ہے چلی آئی۔

حدیر نے اس نے کے کڑے تیوروں کو بڑی گہری نگاہ سے جانچا۔

"ارے واہ! کمال ہے آج تو تم بڑے ٹائم پہ آئی ہو۔ آجاؤ مل کے ناشتہ کرتے ہیں ۔ میں بس ابھی ہی سو کر اٹھا ہوں۔"

ہلکے پھلکے انداز میں کہہ کر حدیر نے توس دوبارہ اٹھا کر منہ میں رکھ کر بائٹ لی۔

"مجھے دیکھ کے تمھیں ایسا لگ رہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کروں گی۔"

وہ تنک کر بولی اور ہینڈ بیگ زور سے میز پر رکھا۔

حدیر نے حیرانی سے اس کے بگڑے ہوئے موڈ کو دیکھا۔

"لگتا ہے آنٹی نے پھر سے کسی باٹ پہ ڈانٹ دیا ہے تبھی جناب اتنے۔۔۔۔۔"

میں نے کبھی کسی کی باتوں کی اتنی پرواہ نہیں کی ہے ,میرا موڈ سپوئل کرنے کے لیے ایک تم ہی کافی ہو۔"

وہ چبا چبا کر بولتی اس کی بات کاٹ گئ۔

"کیوں؟ اب میں نے ایسا کیا کر دیا۔۔۔۔۔۔؟"

حدیر نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا اسے خفگی سے گھورنے لگا۔

"رئیلی! اب یہ بھی مجھے بتانا پڑے گا۔۔۔۔ قصور تمہارا نہیں ہے میں ہی پاگل ہوں جو تم سے

اتنا پیار کر بیٹھی۔"

اب وہ باقاعدہ رونے کو تھی۔

حدیر گھبرا کر اس کی طرف بڑھا۔

"لسن ثانی! یار۔۔۔" وہ رخ موڑے کھڑی تھی حدیر نے اس کا رخ اپنی طرف کر کے متنبہ کرنا چاہا۔ "جب تک مجھے کچھ بتاؤ گی نہیں۔۔۔۔مجھے کیسے پتہ چلے گا تمہیں کون سی بات بری لگی ہے۔ آئی رئیلی ڈونٹ نو!"

"اوکے فائن ! اگر تم میرے ہی منہ سے سننا چاہتے ہو تو سنو۔۔۔۔۔۔بلکہ دیکھ لو خود ہی۔۔۔۔"
ثانیہ نے فوراً موبائل اوپن کر کے واٹس ایپ پر موجود تصویریں اس کے سامنے کیں۔
تصویریں دیکھ کر حدیر کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔
"ایسا کیسے ہو سکتا ہے میں اتنا بے خبر کیسے سو سکتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔اور میرا موبائل تو۔۔۔۔۔۔"
وہ غصے سے سوچتا ہوا الجھ پڑا۔
"بولو! اب چپ کیوں ہو گئے۔۔۔ کیوں کر رہے ہو تم میرے ساتھ یہ سب۔۔۔۔۔۔؟"
ثانیہ نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔
"ریلیکس ثانی! یہ پکچرز میں نے نہیں بھیجیں یار! میرا یقین کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ایسا کیوں کروں گا۔"

وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنی صفائی پیش کرنے لگا۔

"تم نے نہیں کیا تو پھر کس نے کیا ہے ۔ تمہارا فون تو لکڈ ہوتا ہے۔۔۔۔۔پھر میں کیسے مان لوں۔"

وہ شاکی ہوئی۔

"مجھے پتہ ہے اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے ۔ اتنی ہمت کسی میں نہیں کہ حدیر کی چیزوں کو ہاتھ لگائے۔ اس طرح کی حرکتیں اس کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے۔"

ساری رام کہانی سمجھ میں آتے ہی حدیر کو غصہ عود کر آیا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔۔اگر تم نے نہیں۔۔۔ تو پھر کس نے۔۔۔؟"

وہ بھی چونکی۔

"آف کورس ! نویرہ صاحبہ۔۔۔۔۔۔۔"

وہ پورے تیقن سے بولا۔

"اوہ! میرے مائنڈ میں کیوں نہیں آیا۔ میں سمجھی۔۔۔۔"

اس نے ارادتاً بات ادھوری چھوڑ دی۔

"ڈونٹ وری ! جو غلط فہمی تھی وہ اب دور ہو گئ ہے۔ تم اب جاؤ گھر, آج پاپا گھر پر ہیں۔ میں نہیں چاہتا کسی بھی قسم کا تماشہ کری ایٹ ہو۔"

حدیر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"کیوں میں کیوں چلی جاؤں۔۔۔جائے گی تو اب وہ۔۔۔۔۔بس بہت ہو گیا ڈرامہ ۔۔۔۔تم فارغ کرو اسے ابھی کے ابھی۔۔۔"

"پلیز یار کام ڈاؤن! میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ نویرہ کو میں ابھی نہیں چھوڑ سکتا۔ پاپا کی طبیعت مشکل سے تو ٹھیک ہوئی ہے میں پھر سے انہیں اسی تکلیف میں نہیں دھکیل سکتا۔"

اسے طیش میں دیکھ کر حدیر نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

"لیکن حدی۔۔۔۔۔۔"

"مجھ پہ بھروسہ کرتی ہو؟"

"ہاں! خود سے بھی زیادہ۔۔۔۔"

"تو پھر کیا مسئلہ ہے کیوں ایک ہی بات کی رٹ لگائے رکھتی ہو, میں روز روز ایک ہی بات سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں۔"

حدیر نے کرسی پر بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ ثانیہ یکدم بے چین ہوئی۔

"ہنی ! ایم سوری ! تمہیں پتہ تو ہے جب میں غصے میں ہوتی ہوں تو آپے سے باہر ہو جاتی ہوں۔ تم پریشان مت ہو میں آئندہ اس بارے میں تب تک بات نہیں کروں گی جب تک تم نہیں چاہو گے۔"

"پکی بات ہے؟"

اس
نے یقین دہانی چاہی ۔ ثانیہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔
پھر اس کے جانے کے بعد وہ نویرہ کو ڈھونڈتا لاؤنج میں آیا۔
نویرہ کے کان ادھر ہی لگے تھے وہ ان کی ساری باتیں سن چکی تھی۔ حدیر کو آتے دیکھ کر اس نے نیوز پیپر کھول کر اپنے سامنے پھیلا لیا۔
"تم اپنی گھٹیا حرکتوں سے باز نہیں آؤ گی نا۔ تم جتنی مرضی کوشش کر لو ثانیہ سے مجھے الگ نہیں کر سکتی تم اپنے پلان میں فیل ہو چکی ہے ہمارے درمیان کچھ بھی نہیں بدلہ , ثانیہ اب بھی مجھ پہ آنکھ بند کر کے ٹرسٹ کرتی ہے۔"
حدیر اس کے سر پہ آ کر کھڑا ہو گیا اور استہزائیہ لہجے میں چوٹ کی۔
"اس ثانیہ! چڑیل سے بات کرتے ہوئے لہجے میں کیسے شرینی گھل جاتی ہے اور میری دفعہ جیسے آگ کے انگارے پھینک رہا ہو۔" اخبار کی آڑ میں چھپی نویرہ نے جل کر سوچا۔

"مس نویرہ! میں تم سے بات کر رہا ہوں!"
تھوڑے توقف کے بعد اس کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ یک دم غصے سے پھنکارا اور اس کے سامنے سے اخبار جھپٹ کر میز پر زور سے پٹخا۔
"لیکن میں آپ سے بات نہیں کر رہی اور نہ ہی کرنا چاہتی ہوں ۔ آپ سے بات کر کے میں نے اپنا موڈ خراب نہیں کرنا۔"

اس کے انداز میں بے نیازی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔
اس کی ڈھٹائی پہ حدیر کی حیرانی سے آنکھیں کھل گئیں۔

"تمہارے موڈ کی ایسی کی تیسی۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارا موڈ ٹھیک رہے یا نہ رہے کسے فرق پڑتا ہے۔" وہ انتہائی طیش میں بولتا نویرہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے روبرو کھڑا کیا۔ "بہت شوق ہے نہ میرے قریب آنے کا۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتی ہو تو شوق پورا کر دیتا ہوں!"

اب کی بار اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ نویرہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئ۔
وہ ہنوز ذو معنی انداز میں مسکرا رہا تھا۔

"زیادہ خوش فہمی پالنے کی ضرورت نہیں ہے مسٹر حدیر! مجھے استعمال شدہ نہ چیزیں پسند ہیں اور نہ ہی لوگ۔۔۔۔۔۔مجھے اپنی ویلیوز, ڈگنٹی۔۔۔۔۔۔۔۔ میجسٹی اور سیلف رسپیکٹ سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔ یو ریمیمبر!"
وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسی کے انداز میں اسے بہت کچھ جتا گئ۔

حدیر نے مٹھیاں سختی سے بند کر کے کھولیں۔

"مجھے اپنے پاپا کا خیال نہ ہوتا تو کب کا چھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"
"آپ کی یہ دھمکی بہت پرانی ہو چکی ہے ۔ مجھے چھوڑنا اتنا بھی آسان نہیں ہے۔ "

اس کا انداز پرسکون تھا اور یہی بات حدیر کو بہت چبھتی تھی۔ اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ چٹان کی طرح مضبوط کھڑی تھی۔ جبکہ حدیر اسے کمزور , ٹوٹا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔

"اسے صرف دھمکی مت سمجھنا نویرہ! میں تمہارے ساتھ کچھ بھی کر سکتا ہوں ------کچھ بھی تم پوڑی طرح سے میری دسترس میں ہو ----- میرے نکاح میں ہو۔ تم پہ پورا پورا حق رکھتا ہوں۔ بہت مان ہے نا تمہیں اپنے وقار پہ -----عزت پہ-------ختم ہونے میں دیر نہیں لگے گی---اس لیے اگلی بار کچھ بھی کرنے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا , ورنہ نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

اس کے الفاظ نہیں بلکہ تیر تھے جو ایک ایک کر کے اس کے سینے میں پیوست ہو رہے تھے۔

"آپ نے میرے ساتھ زبردستی ایسا کچھ بھی کرنے کی کوشش کی تو-------حدیر ! میں بذاتِ خود آپ کو چھوڑ دوں گی-----میں ایک پل بھی آپ کے ساتھ رہنا گوارا نہیں کروں گی۔"

وہ آنسو پیتی بمشکل خود کو سنبھال کر نم لہجے میں بولی۔

پھر اپنے بازوں میں پیوست اس کے ہاتھ سختی سے جھٹکتی وہاں سے چلی گئی۔

حدیر مڑ کے اسے نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھتا رہا پھر زور سے صوفے کو ٹھوکر مار کے اپنا غصہ اتارنا چاہا۔

♡♡♡💙♡♡♡

"دادو ! آپ کو کیا ضرورت تھی افغال کو گھر میں جگہ دینے کی۔۔۔۔۔۔میں بتا رہی ہوں یہ لڑکا بلکل اچھا نہیں ہے۔"

آئیملک شہیر (الوینہ کا چھوٹا بھائی) کو لینے ہوسٹل گئ تھی وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی الوینہ نے اس کے سر پر دھماکہ کیا۔
وہ سیدھی ہال کمرے میں بھاگتی ہوئی آئی۔ شہیر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔

ہال کمرے میں فاطمہ بیگم اور جہانگیر دونوں موجود تھے۔ اب وہ ان دونوں سے الجھ رہی تھی۔

"دیکھو بیٹی! نمال بہت اچھا لڑکا ہے۔ سب سے اچھی بات افغال کا بہت اچھا دوست ہے۔" فاطمہ بیگم نے نرمی سے اسے سمجھایا۔

"دادو ! میں کچھ نہیں جانتی آپ ابھی کے ابھی اسے گھر سے نکالیں ۔" وہ بضد ہوئی۔
فاطمہ نے بے بسی سے جہانگیر کیطرف دیکھا۔

"آئیملک ! بچے ۔۔۔۔۔تمہیں اپنے کام کے لیے ایک پرمانینٹ , قابلِ بھروسہ اور اعلیٰ قابلیت کا فوٹوگرافر چاہیئے تھا ۔ افغال نے وہ ایڈ جو تم نے کچھ دن پہلے دیا , دیکھ کر خود مجھ سے بات کی

ہے اور نمال بھی مان گیا ہے اتنا قابل انسان اور کہیں نہیں ملے گا ۔ تمہارے اعتراض کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی ہمیں۔"

"پاپا وہ آپ فکر نہ کریں نمال سے اچھا فوٹوگرافر مل جائے گا اور اس میں ساری قوالیٹیز (Qualities) بھی ہوں گی۔ جہاں تک افغال کی بات ہے تو اس سے میں خود بات کر لوں گی۔"

اس کا اٹل انداز دیکھ کر سب پریشان ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگ گئے۔

"ابی ! یار مان جا نا۔۔۔۔۔۔دیکھ اب تو سارا معاملہ حل ہو چکا ہے نمال بھی گھر آ گیا ہے ہم اسے کیسے نکال دیں, کتنا آکورڈ سا لگے گا اور افغال بھائی کو کتنا برا لگے گا۔"

دادو کے اشارے پر الوینہ نے اسے بڑھ کر سمجھانا چاہا۔

"مجھے کیا برا لگے گا؟" اسی لمحے افغال نے ہال کمرے میں داخل ہو کر الجھ کر سوال کیا تو سب چونک گئے۔

"کچھ نہیں بیٹے! تم آؤ کھڑے کیوں ہو ۔ ہمارے ساتھ بیٹھو آ کر۔۔۔۔۔۔" جہانگیر نے فوراً سے کہا۔ وہ سر ہلاتا ان۔کے ساتھ ہی آ کر کاؤچ پہ ٹک گیا۔

"تو کیا ڈیسائیڈ کیا پھر آپ لوگوں نے ؟ نمال بہت کمال کا فوٹوگرافر ہے اس کے لیے آفرز کی کمی نہیں ہے مجھے اس سے بہتر کوئی نظر نہیں آیا۔ میں نے اس سے بات کی تو وہ فوراً مان گیا تھا۔ وہ آپ کے کام کے ساتھ ساتھ اپنے کام بھی لک آفٹر کرے گا۔ نومی بہت بھروسہ مند اور ایکٹو لڑکا ہے بلیو می!"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے نمال سے بہتر کوئی نہیں مل سکتا۔ تم نے بہت اچھا سوچا افغال بیٹا!"

آئیملک نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب دادو نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا اور افغال سے مخاطب ہوئیں۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" افغال نے خوش ہو کرکہا۔

افغال کے جانے کے بعد وہ سب اتنے سال کے بعد گھر واپس آئے شہیر کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آئیملک منہ بسورتی ---پیر پٹختی اپنے کمرے میں آ گئی۔

الوینہ اسے دیکھ چکی تھی وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئی۔

اس نے کمرے میں جھانکا تو آئیملک اپنی الماری کے پٹ کھولے اس میں اپنے کپڑے سیٹ کر کے رکھ رہی تھی۔

وہ آہستہ سے چلتی نیڈ پر آ کر ٹک گئ۔

"پتہ نہیں اس نے تم سب پہ کیا جادو کر کے رکھ دیا ہے۔ میری کوئی سننے کو تیار ہی نہیں۔ دیکھ لینا تم سب پچھتاؤ گے ایک دن --------"

وہ غصے میں طے شدہ کپڑے اٹھا اٹھا کر کیبن میں پھنکنے لگ گئ۔

الوینہ نے حیرانی سے اسے دیکھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آئیملک اسے اتنا ناپسند کیوں کرتی تھی۔ اسے جب سے پتہ چلا کہ وہ بطورِ فوٹوگرافر ان کے پروجیکٹس کے لیے -----ان کے بزنس کو آگے بڑھانے کے لیے ان کے ساتھ کام کرے گا الوینہ کا خوشی سے برا حال ہو رہا تھا۔

"ابی یار ! آخر مسئلہ کیا ہے؟ تم خواہ مخواہ اس سے چڑ رہی ہو۔ اتنا بڑا فوٹوگرافر اگر ہمارے ساتھ کام کرے گا تو خود سوچو کیسے کنٹریکٹس کی لائن لگ جائے گے۔"

"سمپل سی بات ہے مجھے وہ لڑکا ایک آنکھ نہیں بھاتا اور کنٹریکٹس کی پہلے بھی کمی نہیں , میں کسی کا احسان لینا پسند نہیں کرتی۔ یہ بات تم اچھی طرح سے جانتی ہو۔"

وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی ۔ الوینہ خاموشی سے اسے بس دیکھتی رہی , جانتی تھی بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا-------ابی کو قائل کرنا اسے ہمیشہ سے مشکل کام لگتا۔

آئیملک نے مطلوبہ ڈریس اٹھائی اور ٹاول نکال کر اس نے زور سے الماری کے پٹ بند کیے اور غصے سے بڑبڑاتی واش روم میں گھس گئ۔

"الوینہ------کدھر ہو بیٹا------" اسی پل دادو اسے پکارتی اس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"جی دادو ----" وہ فوراً سے کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

"میرے ساتھ چلو ذرا ------ مسز وقار کو آئیملک کی منگنی کی خوشی میں میٹھائی دینے جانا ہے ۔"

فاطمہ تیز لہجے میں کہتیں ہاتھ میں پکڑے میٹھائی کے ڈبے کی طرف اشارہ کیا۔

" افوہ دادو! پلیز مجھے نہیں جانا پلیز آپ سعدیہ پھوپھو کو ساتھ لے جائیں نا۔"

اس نے جیسے منت کی۔

"کیوں تمہیں کیا مسئلہ ہے؟" انہوں نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"مجھے بہت کام ہیں دادو کچھ مت پوچھیں میں نے ابھی ایک لوکیشن کا سارا سیٹ اپ دیکھنا ہے , ڈیکوریشن کا سامان چیک کرنا ہے اور ایک فارم کو بھی فائل کرنا ہے اور اگر آج کے آج یہ سارے کام نہ کیے تو۔ابی مجھے جان سے مار دے گی۔"

وہ بوکھلا کر بولتی روہانسی ہوئی۔

"اور اگر تم نے میرا کام نہ کیا تو میں تمہیں جان سے مار دوں گی اب چلو میرے

ساتھ۔۔۔۔۔" دادو اسے کان سے پکڑتی مصنوعی ڈپٹ کر باہر لے آئیں ۔۔۔۔

"آؤچھ۔۔۔۔۔۔۔دادو رحم کی اپیل کرتی ہوں ۔۔۔۔۔۔ایک دم سے ولن بن جاتی ہیں۔" اس نے مصنوعی معصومیت چہرے پر سجا کے منہ بسورا۔

دادو نے اس کا کان چھوڑ کر اسے پیار سے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ڈرامے باز۔۔۔۔۔۔بہت شریر ہو گئ ہو۔" وہ اس کی لاڈ سے ناک کھینچ کر بولیں تو الوینہ کھلکھکا کر ہنس پڑی۔

پھر ان دونوں کا رخ باہری دروازے کی طرف تھا۔

♡♡♡ ♡♡♡

سردی کا موسم جاتے جاتے چلا ہی گیا۔

اب تو صبح کا وقت ہو تب بھی ایسے لگتا جیسے آدھا دن چڑھ آیا ہو۔

باہر ہر سو دھوپ ہی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔

آج پھر حدیر نے آفس جلدی جانا تھا اس لیے ناشتہ کمرے میں منگوا لیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد اس نے واش میں جا کر ہاتھ دھوئے پھر باہر نکل آیا۔ کلائی پہ بندھی رسٹ واچ پر ایک نظر وقت پر ڈالی۔۔۔۔

پھر کچھ سوچ کر وہ سینڑل ٹیبل کے پاس چلا آیا, جہاں
نویرہ ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھی۔

اس کی موجودگی کو محسوس کرتی وہ اور تیزی سے ہاتھ چلانے لگی جیسے جلد از جلد وہ یہاں سے جانا چاہتی ہو۔

حدیر کچھ پل اسے یونہی کام کرتا دیکھتا رہا پھر ٹائی کا ناٹ ڈھیلی کرتا ہمت مجتمع کرنے لگا۔

"پہلے جو کچھ بھی ہو چکا اسے بھول جاؤ۔۔۔۔آئندہ میں دھیان رکھوں گا۔ یہ اپنے پاس رکھ لو بلکہ رکھنا کیا ہے ڈرائیور کے ساتھ جا کر یا فضہ یا جیسے تمہاری مرضی, جا کر اپنے لیے ضرورت کی چیزیں خرید لو۔"

اپنی پاکٹ سے چیک بک نکال کر ایک چیک سائن کر کے چیک بک سے الگ کر کے اس کی طرف بڑھایا۔

اس کا انداز فارمل سا تھا۔ نویرہ نے ایک تیکھی نگاہ اس پہ اثر اس کے ہاتھ میں موجود چیک پر ڈالی۔

"آپ کو میری ضروریات کا زیادہ جلدی خیال نہیں آ گیا۔"
وہ تنقید کیے بنا نہ رہ سکی۔

"دیکھو! میں مانتا ہوں کہ کئ جگھوں پہ مجھ سے زیادتی ہوئی ہے۔ تم مانگ سکتی تھی لیکن مجھے لگتا ہے تمہیں اپنی انا کچھ زیادہ ہی عزیز ہے۔"

اس نے سختی سے برتنے سے گریز کیا۔

"مانگی ہوئی چیز کی بھی کبھی کوئی قیمت ہوئی ہے ۔ مجھے مانگنے کی عادت نہیں ہے اور ویسے بھی میں اپنا خرچہ خود اٹھا سکتی ہوں ۔ آپ مجھ پہ یہ احسان نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔ پھر آپ کو ایک اور جتانے کی وجہ مل جائے گی۔"

نویرہ نے بھی اپنا لہجہ حتی المقدور ہموار رکھا۔

"پہلے حالات کا تقاضا ایسا تھا کہ میں اپنی ہی الجھنوں میں الجھا ہوا تھا۔ ----- ورنہ میں اتنا بھی برا نہیں ہوں اور نہ ہی سفاک کے تمہارے حقو-------"

"مسٹر حدیر ! حقوق کی بات تو آپ نہ ہی کریں----آپ کے منہ سے سننا اچھا نہیں لگ رہا۔ آپ بے فکر رہیں مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"

وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

پھر چیک کو صاف نظر انداز کرتی برتن اٹھا کر جانے لگی ۔ اس کا چہرہ بلکل اسپاٹ تھا۔

"نویرہ------"

حدیر کے پکارنے پہ وہ رک گئ۔

"یہ خیرات نہیں ہے جو یوں تم لینے سے انکار رہی ہو, میں بہت دل سے۔۔۔۔"

"آپ کو آفس سے دیر ہو رہی ہے میرے خیال میں اب آپ کو جانا چاہیئے ۔"

پھر وہ رکی نہیں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئ۔

"یہ ایسے نہیں مانے گی بہت ضدی ہے۔ مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ تم کپڑے تو میرے ہی پیسوں سے لے کر پہنو گی۔ ویسے بھی سیانے کہتے ہیں کہ ایک کام کو کرنے ایک سو ایک طریقے ہوتے ہیں اور اب مجھے پتہ ہے مجھے کیا کرنا ہے۔"

وہ سوچتا ہوا سنگھار میز کے پاس آ کر اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دیا۔

آفس میں آئے اسے کچھ گھنٹے ہی ہوئے تھے۔

وہ آفس میں بیٹھا چیئر پر جھول رہا تھا پھر کرسی روک کر سیدھا ہو گیا۔

سیل فون اٹھا کر اس نے فضہ کو کال ملائی۔

"فضہ اس وقت نویرہ کدھر ہے ؟ کیا کر رہی ہے؟"

حال احوال پوچھنے کے بعد اس نے اپنے مطلب کی بات پوچھی۔ فضہ نے چونک کر حیرت سے موبائل کو کان سے ے ٹا کر اسے گھورا اور پھر کان سے لگا لیا۔

"پتہ نہیں بھائی ! میں تو اپنے کمرے میں ہوں لیکن میں دیکھ کے بتاتے ہوں۔"

آج فضہ چھٹی پہ تھی اسی لیے حدیر نے اسے ہی کال ملا دی۔

"ہاں! جلدی سے دیکھ کے بتاؤ۔"

"بھائی نویرہ بھابھی تو سو رہی ہے۔" فضہ اس کے کمرے کے پاس آ کر احتیاط سے ہلکے سے دروازہ کھول کر دیکھا پھر اسی طرح بند کر دیا۔

"بھابھی۔۔۔۔۔۔" حدیر نے اچھنبے سے دوہرایا۔

"جی بھابھی۔۔۔۔۔۔جو رشتہ ہے اسی سے بلاؤں گی نا۔"

حدیر کو فضہ پہ حیرت ہوئی کچھ دن پہلے تک تو وہ اس کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتی تھی پھر یہ ایک دم سے مثبت بدلاؤ کیسے۔۔۔؟

"ہمم۔۔۔۔۔۔ چکو میں فون رکھتا ہوں مجھے ضروری کام کرنا ہے۔"

"سب خیریت ہے نا؟ نویرہ کے بارے ایسے کیوں پوچھا؟"

فضہ ٹھٹکی۔

"نہیں کچھ نہیں اس سے کسی فائل کا پوچھنا تھا کالز کرتا رہا اس نے ریسیو نہیں کیں بس اسی لیے۔"

اس نے صفائی سے جھوٹ بول کر فون بند کر دیا۔

پھر اس نے بزر بجایا دروازے پہ کھڑا ملازم پھرتی سے گلاس ڈور ناک کرتا اجازت ملتے ہی اندر داخل ہوا۔

"جی سر۔۔۔۔"

ملازم نے مؤدبانہ دریافت کیا۔

"مسٹر نیازی کو جلدی سے بھجیں۔۔۔۔۔"

حدیر لیپ ٹاپ کھولے مصروف سے انداز میں بولا۔

"اوکے سر۔۔۔۔" ملازم واپس مڑ گیا۔

اس کے چہرے پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

ہلکے سے شور پر اس کی آنکھ کھل گئ۔

وہ آنکھیں ملتی منہ پہ دو تین چھپاکے مارتی بیڈ سے اتر گئ۔ منہ پہ دو تین چھپاکے مار کے وہ واش سے باہر آ گئ۔

ٹاول سے منہ صاف کرکے اس نے کلوتھ اسٹینڈ پہ اس کو لٹکا دیا۔

اتنے میں دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی ۔

"چھوٹی بی بی۔۔۔۔۔۔"

"بوا اندر آ جائیں دروازہ کھلا ہے۔" ملازمہ کی آواز پر اس نے جواب دیا۔

"چھوٹی بی بی باہر ایک صاحب آئے ہیں ۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

ملازمہ نے احتراماً کہا۔

"مجھ سے ۔۔۔۔۔۔۔" اس نے اچھنبے سے ملازمہ کو دیکھا جواباً اس نے اوپر نیچے گردن ہلا دی۔

"ہمم۔۔۔۔چلیں پھر۔۔۔۔" وہ سر پہ دوپٹہ اچھی طرح سے جماتی ملازمہ کے ساتھ ہی باہر ہال میں آ گئ۔

جہاں ایک درمیانی عمر کے صاحب بیٹھے اسی کا انتظار کر رہے تھے۔ اسے آتا دیکھ کر وہ صاحب جلدی سے کھڑا ہوا۔

نویرہ نے سلام کرنے کے بعد سوالیہ نظریں آنے والے پہ جما دیں۔

"میم! یہ شیرازی صاحب نے خاص طور پر آپ کے لیے بھیجے ہیں۔"

وہ صاحب ایک بڑے سے رنگا رنگ خوبصورت کپڑوں سے بھرے اسٹینڈ کی طرف اشارہ کر کے ادب سے بولا۔

نویرہ کا حیرت کی زیادتی سے منہ کھکا کا کھلا رہ گیا۔

"لیکن ماموں جان تو کل سے شہر سے باہر کسی ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں۔"

اس کے من میں سوال ابھرا تو اس نے پوچھ بھی لیا۔

"جی میم! وہ جانے سے پہلے ہمیں ہدایات دے کر گئے تھے۔"

"اچھا۔۔۔۔"

نویرہ نے الجھ کر ہولے سے کہا۔

اس کے ساتھ دو اور بھی کمپنی کے مخصوص یونیفارم میں ملبوس ملازم کھڑے تھے۔

'میم ! اسٹینڈ کو کہاں رکھنا ہے؟" اسے خاموش پا کر اس شخص نے پھر سے مخاطب کیا۔

"آآ۔۔۔ ادھر اس کمرے میں لے آئیں۔ " وہ ان کو ساتھ بیڈروم میں آ گئ ۔

پھر ان کے جانے کے بعد وہ کپڑوں سے بھرے اسٹینڈ کے قریب آ گئ۔

"ایک ماموں جان ہی ہیں جن کو میرا خیال رہتا ہے۔" وہ سوچ کر مسکرا دی۔

پھر ایک ایک کر کے سارے سوٹ وارڈروب میں لٹکا دیئے , اس کی الماری جیسے رنگا رنگ کپڑوں سے سج گئ۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہو گئ۔

کچھ سوچ کر اس نے پنکش کلر کا جدید طرز کا سوٹ نکال لیا اس کا ارادہ شاور لینے کا تھا۔

اس پہ لگی قیمت کی چٹ دیکھ کر وہ ٹھٹکی۔

"پانچ ہزار۔۔۔۔۔۔"پرائس دیکھ کے اس کی آنکھیں پھیلیں۔ "ماموں جان! میرے لیے اتنے مہنگے کپڑے بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔ گھر آ جائیں ایک بار پوچھتی ہوں۔"

وہ غائبانہ ان سے خفا ہوئی۔

پھر واش میں گھس گئ۔

♡♡♡💔♡♡♡

آج اس کا دل خوشی سے باغ باغ ہو رہا تھا۔

وہ جب بھی خوش ہوتی۔۔۔۔سب سے پہلے اپنی خوشی شیئر کرنے ارسل کے پاس آتی تھی۔

اس وقت بھی وہ خوشی سے گنگناتی اس کے گھر میں داخل ہوئی۔
کچن سے برتنوں کے کھڑ پڑ کی آوازیں آ رہی تھی ۔ وہ پہلے ادھر چلی آئی۔
کچن میں جھانکا تو اس کی توقع کے عین مطابق پھوپھو برتن دھونے میں مصروف تھیں۔
وہ بھی اسے دیکھ چکی تھیں۔
"ارے الوینہ بیٹا آؤ وہاں کیوں رک گئ ہو؟ "
انہون نے ہلکے سے ڈپٹا۔
وہ انہیں سلام کرتی پیچھے سے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ تو وہ مسکرا دیں۔
"کھڑی کیوں ہو , چلو کرسی پر بیٹھو اور بتاؤ کہ میری بیٹی کا کیا دل کر رہا ہے کھانے کا میں ابھی بنا دیتی ہوں۔"
وہ ہمیشہ کی طرح دلار سے اسے پچکارتی بولیں۔ ان کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ وہ الوینہ اور آئیملک کو دل و جان سے چاہتی تھیں۔ اور وہ دونوں بھی انہیں ماں سے کم نہیں سمجھتیں ۔
"اتنے تکلفات کی ضرورت نہیں میرا جو من کیا خود بنا کے کھا لوں گی۔ اور سلو کدھر ہے اسے کہتیں برتن دھو دیتا یہ کوئی عمر ہے آپ کی کام کرنے کی۔۔۔۔۔۔۔ میں تو کہتی ہوں اس کے ہاتھ پیلے کر دیں ۔ "
وہ شرارت سے بولتی ان کو پیچھے ہٹا کر خود دھونے لگ گئ۔ وہ اسے منع کرتی رہ گئیں۔
وہ اس کے ہاتھ پیلے کرنے والی بات پہ دل کھول کے ہنسی تھیں۔

" بہت شرارتی ہوتی جا رہی ہو ہاں!"

وہ لاڈ سے اس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگا کر اسے ساتھ لیے باہر آ گئیں۔

وہ مسکرا دی پھر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"پھو ! یہ سلو نظر نہیں آ رہا کدھر ہے؟"

"سو رہا ہو گا اور کیا۔۔۔۔تمہیں پتہ تو ہے اتوار والے دن وہ دیر سے اٹھتا ہے۔"

"اچھاااا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نے اچھا کو لمبا کیا پھراس کے کمرے کے پاس آ گئ۔ لاک کھلا تھا وہ دروازے کی ناب گھما کر اندر داخل ہوئی۔

"ہائے کتنے مزے سے سو رہا ہے اور ایک میں ہوں نمال کی جگہ کوئی اور ہوتا تو عقل ٹھکانے لگا دیتی۔" اسے ابھی تک اپنی نیند خراب ہونے کا زعم نہیں جا رہا تھا۔

"وہ اسے جگانے کے لیے اس کا نام پکارنے ہی لگی پھر اس کے شاطر دماغ کو شرارت سوجھی۔

سائیڈ ٹیبل پہ پڑے پانی سے بھرے جگ کو اٹھایا اور سارا کا سارا اس کے اوپر انڈیل دیا۔

وہ ہاتھ مارتا بری طرح ہڑبڑا کر اٹھا۔ دھندلائی نظروں سے سامنے دیکھا ۔ الوینہ شرارتی مسکان لبوں پہ سجائے اسے ہی تک رہی تھی۔

"اٹھ گیا میرا شیر--------- بڑی نیند پوری ہو رہی ہے ہاں!"

وہ بھنویں اوپر اچکا کر شرارت سے بولی۔

"اب کیا آفت آ گئ جو اتنی صبح صبح جگا دیا۔"

وہ نیند خراب ہونے پر جھنجلایا۔ پھردوسرے ہی پل گھور کر الوینہ کو دیکھا۔

"تو کس نے کہا کہ رات کو جاگ جاگ کے اپنی گرک فرینڈز سے گپیں لڑاؤں-----" اس نے ہاتھ نچا کر پوچھا۔

"مجھے چھوڑو پہلے تم بتاؤ میرے حساب سے تو اس وقت تمہیں گھوڑے گدھے بیچ کے سوئے ہوئے ہونا تھا-----پھر آج یہ سورج کہاں سے طلوع ہوا ہے۔"

اس نے سوچ بچار کی۔

"ہائے میری صبح تو بڑی حسین سی گزری ہے آج----"

وہ بڑی ترنگ میں بولی تو ارسل نے کو اس دماغی حالت پہ شک گزرا۔

"ہیلو! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا-----کیا بولے جا رہی ہو-----" ارسل نے اچھنبے سے پوچھا پھر اپنے اوپر تنی چادر جو اب گیلی ہو چکی تھی ایک طرف کیا وہ صرف بنیان اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔

"چھی------چھی------شرم نام کی کوئی چیز ہے کیا تم میں سلو------ جلدی سے شرٹ

پہنو۔" وہ کچھ اور بولنے لگی جبھی ارسل کو اس حلیے میں دیکھ کر اس نے فٹ سے آنکھوں پہ دونوں ہاتھ جمائے۔

ارسل چپکی بھیگی شرٹ خشک کرنے کے لیے آگے پیچھے کر رہا تھا اس کی بات پہ چونکا۔

اب ستانے کی باری اس کی تھی۔

"کیوں پہنوں۔۔۔۔۔۔۔تمہیں بھی پتہ چلنا چاہیئے کہ کسی کے کمرے میں بنا اجازت کے جانے کی کیا سزا ہوتی ہے۔"

"او ہو ہو۔۔۔۔۔۔۔ اب تمہارے کمرے میں آنے کے لیے مجھے تمہاری پرمیشن لینی پڑے گی واہ!"

اس کے ہاتھ ہنوز آنکھوں پہ تھے۔

"ہاں ! تو کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اب مجھے کیا پتہ تھا کہ مس الوینہ یوں دندناتے ہوئے منہ اٹھا کر میرے کمرے میں آ جائے گی۔۔۔۔ورنہ میں ضرور شرٹ پہن کے سو جاتا۔"

اس کی بات پہ الوینہ نے دانت پیسے۔

ارسل اسے چڑتا دیکھ کر لطف اندوز ہوا۔

"سلو شرٹ پہنی یا نہیں۔۔۔۔۔؟"

اس نے پھر پوچھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔اور پہنوں گا بھی نہیں۔۔۔"

ارسل نے ہاتھ بڑھا کر شرٹ پہن کر اسے مزید ستایا۔ کبھی کبھی تو وہ اس کے ہاتھ آتی تھی۔ ہر بار تو وہ اسے ناکوں چنے چبوا دیتی تھی۔

"تم ایسے نہیں مانو گے۔۔۔۔۔ مجھے آنا ہی نہیں چاہیئے تھا۔
وہ تپ کر بولتی ہاتھ رکھے رکھے دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔

"ارے ے ے ے ۔۔۔۔۔رکو تو۔۔۔۔۔میں صرف تمہیں تنگ کر رہا تھا ۔ میں نے شرٹ تو اسی وقت ہی پہن لی تھی۔"
وہ اسے جاتا دیکھ کر بوکھلا کر منمنایا۔
"پکا نا۔۔۔۔۔۔۔۔؟"
"ہاں ہاں پکا ۔۔۔۔۔۔ اب کیا لکھ کے دوں تب مانو گی۔"
الوینہ نے ہاتھ ہٹا کر سکون کی سانس لی۔

"اچھا یہ گھورنے والا کام بعد میں کر لینا ابھی بتاؤ کیوں آئی ہو۔۔۔۔۔بنا بات کے وہ بھی سنڈے کو۔۔۔۔۔"

الوینہ کھا جانے والی نظروں سے اسے تکرہی تھی جب وہ جلدی سے بولا۔
" وہ ۔۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔ تم نے اصل بات تو مجھے بھلا ہی دی۔ آج نمال آیا ہوا ہے ہمارے گھر بطورِ فوٹوگرافر وہ اب ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔۔۔۔۔۔۔ہمارے ہی گھر پہ۔۔۔۔۔۔۔ کتنا مزا

آئے گا نا۔۔۔۔"

وہ چہک کر جوش سے بولی۔

نمال کا نام سنتے ہی ارسل کا چہرہ بجھ سا گیا۔ پتہ نہیں کیوں لیکن ارسل کو الوینہ کے منہ سے نمال کا نام سننا بلکل اچھا نہیں لگتا تھا۔

اس کے بر عکس الوینہ اتنی ہی خوشی اور پیار سے اس کا ذکر کرتی تھی۔

"سب کچھ ٹھیک ہے پر ابی کو نمال سے نجانے کیوں چڑ ہے وہ نہیں چاہتی کے نمال ہمارے گھر رہے , ہمارے ساتھ کام کرے۔"

وہ افسردگی سے بولی۔

"ہمم۔۔۔۔" وہ جواب کیں کچھ نہ کہہ سکا کہ یہ سب تو وہ بھی نہیں چاہتا تھا۔

"مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی۔ دو لوگوں کی ایک ہی انسان کے بارے میں سوچ کیسے الگ ہو سکتی ہے۔ مجھے تو نمال میں اچھائی ہی اچھائی نظر آتی ہے لیکن ابی کو برائی ہی برائی۔۔۔۔۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"

ان الجھ کر ارسل سے سوال کیا۔

ویسے ہی جیسے میں تم سے بے حد پیار کرتا ہوں اور تم مجھے صرف دوست سمجھتی ہو بس۔۔۔۔۔"

ارسل نے گہری سانس خارج کی۔ الوینہ اس کے نم ہوتے لہجے پہ چونک کر نظریں چرا گئ۔

"ویسے نمال کے آنے پر تم اتنی خوش کیوں ہو رہی ہو؟"

ارسل نے اپنی کھوجتی نگاہیں اس کے پیارے سے چہرے پر ٹکا دیں۔

وہ گڑبڑا کر اٹھ گئ۔

"وہ سلو۔۔۔۔۔۔میں اب چلتی ہوں ہاں۔۔۔۔ بھی فریش ہو جا کر ہماری طرف ہی آ جانا تمہیں بہت بھوک لگ رہی ہو گی۔"

وہ رخ پھیرے کہتی تیزی سے کمرے سے نکل گئ۔

ارسل نے بے ساختہ ہونٹ آپس میں بینچ لیے۔

♡♡♡ ♡♡♡

وہ دونوں تھکی ہاری آفس سے واپس آئی تھیں۔

گھر میں قدم رکھتے ہی انھیں غیر معمولی پن کا احساس ہوا۔

باقی دنوں کی نسبت آج گھر میں ہلچل اور رونق لگ رہی تھی۔

آئیملک اور نویرہ نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا پھر ہال کمرے کی طرف بڑھ گئیں کہ آوازیں ادھر سے ہی آ رہی تھیں۔

ڈرائنگ روم میں آتے ہی ان کی نظر دادو کے ساتھ بیٹھی شخصیت پر پڑی۔

"بوا دادی۔۔۔۔!" وہ دونوں یک زبان چیختی خوشی کے مارے بوا دادی کے گلے میں جھول گئیں۔

"کیسی ہیں آپ؟ کب آئیں۔۔۔؟"

"آپ نے بتایا بھی نہیں آنے سے پہلے بتا دیتیں میں خود آپ کو ائرپورٹ لینے آ جاتی۔"

"ارے میری پریٹی پریٹی ڈولز۔۔۔۔۔ذرا سانس تو لو اتنے سوالوں کے ایک ساتھ کیسے جواب دوں اب۔۔۔۔"

ان دونوں کے ایک ہی سانس میں سوالوں کی بوچھاڑ پہ بوا دادی نے گھبرا کر کہا پھر ان دونوں کو گلے لگا کر خوب پیار کیا۔

"میں ایک دم فٹ فاٹ, خوبصورت اور ہاٹ بلکل پہلے جیسی تم لوگوں کے سامنے ہوں, مجھے بھلا کیا ہونا ہے۔"

بوا دادی نے ہاٹ کا لفظ ان دونوں کے کانوں میں جہانگیر کی موجودگی کی وجہ سے سرگوشی میں کہا تو وہ منہ پہ ہاتھ رکھے کھی کھی کرنے لگیں۔

پھر وہ مزید بولیں۔ "اور اگر بتا دیتی تو تمہاری دادو کو اور تم لوگوں کو سرپرائز کیسے ملتا۔۔۔۔۔۔ ہاں!"

"ہاں! یہ بات تو ہے۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے اوپر نیچے گردن ہلا کے ان کی بات سے اتفاق کیا۔

"ویسے بوا دادی ! سرپرائز دینے والی عادت ابھی تک نہیں گئ آپ کی۔ "آئیملک نے ہنس کر کہا۔

"ہاں بس دیکھ لو پھر۔۔۔۔۔۔" بوا دادی خوشی سے بولیں۔

"تم بھی نہ رقیہ! اتنی عمر ہو گئ ہے تمہاری ابھی تک ویسی کی ویسی ہو بلکل نہیں بدلی ۔۔۔۔" ساتھ بیٹھی فاطمہ بیگم نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

"ہاں! تو کیوں بدلوں بھئ۔ اور فاطمہ تم مجھے سو سال بعد بھی دیکھو گی نہ تو ایسے ہی پاؤ گی۔"

"کیا بات ہے بوا دادی!" الوینہ نے سراہا۔

"ارے رقیہ ! یہ تم نے بالوں کا کیا حال بنا لیا ہے؟" فاطمہ بیگم نے جدید طرز کی شولڈر کٹنگ اور بھورے رنگ میں رنگے بالوں کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

"بالوں کو کلر کیا ہے اور کیا ۔۔۔۔اب تمہاری طرح تو ہوں نہیں ابھی سے بڑھاپا جھلک رہا ہے تم میں۔۔۔۔میرے بعد تم اپنا بلکل خیال نہیں رکھتی مجھے پتہ ہے۔"

بوا دادی نے فاطمہ بیگم کے سفید بالوں کو قدرے ناپسندیدگی سے دیکھ کر آخر میں ناراضگی سے کہا۔

"بڑھاپا جب آ جائے تو چھپانا کیسا ۔ مجھے یہ رنگ برنگے بال قطعاً نہیں پسند۔۔۔۔سفید بال تو بزرگی کی علامت ہوتے ہیں۔" فاطمہ نے ملائمت سے گندھے لہجے میں کہا

"اچھا اچھا!! بس اب اپنا واعظ نہ شروع کر دینا۔" بوا دادی کے فاطمہ بیگم کی باتوں پہ ناک بھوں چڑھانے پر وہ سب ہنس پڑیں۔

"ارے رقیہ تم تو۔۔۔۔"
"یہ کیا تم نے رقیہ رقیہ کی رٹ لگا رکھی ہے اتنی بار کہہ چکی ہوں۔۔۔میرا نک نیم "رکی " ہے آئی سمجھ ' رقیہ اتنا آکورڈ' اتنا اوڈ (odd) سا نام لگتا ہے۔ میری ماڈرن لکس پہ بلکل سوٹ نہیں کرتا۔" وہ مصنوعی خفگی بھرے انداز میں گویا ہوئیں۔
"اچھا میری ماں ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم تو چھوٹی سی بات کا پتنگڑ بنا دیتی ہو۔ " فاطمہ بیگم نے جیسے ہار مان لی۔
"اوہو ۔۔۔۔۔آپ دونوں پھر سے شروع ہو گئی ہیں اتنے عرصے بعد تو ملی ہیں اچھی اچھی باتیں کریں ناں۔"
وہ دونوں کب سے ان کی نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ پھر الوینہ نے ہی لب

کشائی کی۔

"اچھا بوا دادی ! سفر کیسا رہا؟" الوینہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ارے بچے ! کچھ مت پوچھو۔۔۔۔۔۔ ائرپورٹ سے باہر نکلی ہی کہ دو مشٹنڈوں نے چھیڑنا شروع کر دیا۔وہ تو شکر آگے سے پولیس کی چوکی آ گئ تھی ورنہ وہ تو میرا پیچھا کرتے کرتے یہاں تک آ جاتے۔"

"ہاہاہاہا ۔۔۔۔بس کر دیں بوا دادی کچھ بھی بولنے لگ جاتی ہیں۔"آئیملک اور الوینہ پیٹ پر ہاتھ رکھے انکا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔

انہیں ہنستا دیکھ کر دادی اور بوا دادی بھی ہنسنے لگ گئیں۔

"اس بار پاکستان کب تک رہنے کا ارادہ ہے تمہارا؟"

"بس میں نے اب فیصلہ کر لیا ہے اب واپس پردیس نہیں جاؤں گی ادھر ہی رہوں گی اپنے پیارے وطن پاکستان میں۔ وہاں جا کر تو انسان کو انسان کی نہیں مشین کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہت رہ لیا اپنوں سے دور اب اور نہیں رہا جاتا۔ اپنے ملک کی مٹی کی تو خوشبو ہی الگ ہوتی ہے اس دھرتی پر قدم رکھتے ہی جیسے بندہ نئے سرے سے جی اٹھتا ہے۔"

رقیہ بیگم نے کچھ رنجیدگی اور جذب سے فاطمہ بیگم کی بات کا جواب دیا۔

"یہ تو تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔ ٹھیک کیا جو تم واپس آ گئ۔"
وہ دونوں باتوں میں لگ گئیں تو الوینہ اور آئیملک بھی فریش ہونے کے لیے اٹھ گئیں۔

رقیہ بیگم ۔۔۔۔۔فاطمہ بیگم کی بچپن کی بہت قریبی دوست تھی ۔ دوستی اتنی گہری تھی کہ شادی کے بعد بھی جوں کی توں قائم رہی۔
شادی کے بعد رقیہ اپنے شوہر کے ہمراہ کینیڈا چلی گئ ۔ شادی کے دو سال بعد اللہ نے انہیں بیٹے کی نعمت سے نوازا ۔
بیٹا سات سال کا ہوا تو شوہر کا انتقال ہو گیا۔ پھر خود ہی ماں اور باپ دونوں بن کر بیٹے کو پالا پوسا۔ بیٹے نے اپنی مرضی سے پسند کی شادی کر لی۔
رقیہ کا جب دل کرتا وہ پاکستان آ جاتی اور کئ کئ مہینے فاطمہ کے گھر قیام کرتی اور پھر چلی جاتی۔ سارے بچے انہیں بوا دادی کہہ کر بلاتے تھے۔
بہت محبت کرنے والی۔۔۔۔۔۔۔۔خوشیاں بانٹنے والی۔۔۔۔۔اوپن مائنڈڈ , ہنس مکھ سی بوا دادی جتنا بچوں سے پیار کرتیں , بچے بھی ان سے اتنا ہی مانوس تھے۔
وہ جب بھی آتیں ایسے ہی گھر بھر میں رونق سی بھر جاتی۔
فاطمہ بیگم پر اتنی مصیبتیں آ کر چلی گئیں, رقیہ ہر مشکل گھڑی میں ان کے ساتھ کھڑی رہیں۔۔۔۔۔جس سے چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان ہونے والی فاطمہ کو بہت حوصلہ و ہمت مل جاتی ۔

♡♡♡ ♡♡♡

آفس میں کام زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ رات کو دیر سے گھر واپس آیا۔

کھانا وہ پہلے ہی اپنے میٹنگ کے بعد ایک بزنس پارٹنر کے ساتھ کھا چکا تھا۔

وہ سست روی سے چلتا ہوا سیدھا اپنے کمرے کے پاس آ گیا۔ سارے راستے وہ یہی سوچتا رہا کہ نویرہ نے اس کے بھیجے ہوئے کپڑے پہنے ہوں گے یا نہیں ۔۔۔۔۔کہیں اسے شک نہ ہو گیا ہو۔

ابھی بھی یہی سوچتا وہ آرام سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا پھر احتیاط سے دروازہ لاک کر دیا۔
اس توقع کے عین مطابق وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر گہری نیند میں ڈوبی تھی۔

وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ہاتھ میں پکڑی چیزیں سائیڈ ٹیبل پر رکھتا وارڈ روب کی طرف چکا آیا۔
کسی خیال کے تحت اس نے نویرہ کا کبٹ کھولا۔
اس کے بھیجے ہوئے سارے کپڑے اس نے سلیقے سے ہینگ کر کے رکھے ہوئے تھے۔

اس پل اس کے لبوں پر دلکش سی مسکراہٹ مچلی تھی۔
جو اگر نویرہ دیکھ لیتی تو شاید بے ہوش ہو جاتی۔

اس کا کبٹ بند کر کے اس نے اپنا کھول کر مطلوبہ کپڑے نکال بند کر دیا۔
پھر چینج کر کے وہ بیڈ پر آ گیا۔

آج سارا دن بارش ہوتی رہی تھی کچھ اس لیے بھی ٹھنڈ کا احساس ہو رہا تھی اوپر سے اے سی کی کولنگ سے کمرہ اچھا خاصا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

وہ اپنے اوپر اے سی بلینکٹ درست کر کے پھیلاتا یکدم رک گیا۔

اس کی نظریں اب نویرہ کے ہولے ہولے کانپتے وجود پر ٹکی تھیں۔ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اے سی کی وجہ سے اسے گرمی میں بھی ٹھنڈ لگنے لگ جاتی اسی لیے وہ اے سی کی کولنگ نارمل رکھتا تھا۔

اتنے مہینے ایک ساتھ رہتے رہتے وہ اسے اتنا تو جان ہی گیا تھا۔ اسے ٹھنڈ لگنے کے خیال سے حدیر نے اے سی آف ہی رہنے دیا اس کی جگہ پنکھا چلا دیا۔

وہ پھر اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔ البتہ نگاہیں ابھی بھی نویرہ پر تھیں۔

"کمال ہے ابھی تک اسے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔۔۔۔" اس نے الجھ کر سوچا۔

وہ غیر ارادی طور پر اس کی آنکھ کھلنے کے ڈر سے احتیاط سے چلتا ہوا اس سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔

"اگر اسے ٹھنڈ لگ بھی رہی ہے تو لگتی رہی مجھے فرق نہیں پڑنا چاہیئے ۔" وہ خود کو سرزنش کرتا واپس آ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ گھوم پھر کے نظریں پھر اس پر جا لگیں۔

" اس نے تو کمبل بھی نہیں لیا ہوا اور کھڑی بھی کھلی ہے۔۔۔۔۔شاید اس لیے اسے زیادہ سردی لگ رہی ہو گی صرف کھڑی بند کر دیتا ہوں۔ ہاں ! یہ ٹھیک رہے گا۔" وہ خود سے ہی ہم کلام ہوتا کھڑی کے پاس آ کر اسے آہستگی سے بند کر دیا۔

پھر واپس جاتے جاتے رک گیا۔
"کمبل بھی اوڑھا ہی دیتا ہوں جنگلی بلی ویسے بھی سو رہی ہے اسے کون سا پتہ چلے گا۔"

وہ گہری سانس بھرتا اس کے سر پر آن کھڑا ہوا۔

نائٹ بلب کی مدھم سی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی وہ کچھ پل اسے دیکھتا رہا۔ اس نے پنکش کلر کا سوٹ زیب تن کیا ہوا تھا یہ دیکھ کر ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر پیاری سی مسکان سج گئ۔

"یہ مجھے ہو کیا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ سب میں کر کیوں رہا ہوں؟" وہ نویرہ پہ اوپر تک کمبل کر کے سر جھٹکتا جلدی سے اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گیا۔

"شاید اپنی زیادتیوں کے ازالے کے طور پر میں نے یہ سب کیا ہے ,ہاں یہی بات ہے اس کے علاوہ میرے دل میں اس لڑکی کے لیے اور کوئی جذبہ نہیں ہے اور نہ ہی میں ابھرنے دوں گا۔ بس پاپا ایک بار پہلے کی طرح ٹھیک ہو جائیں پھر ہمارے راستے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الگ الگ ہو جائیں گے۔"

وہ خود سے سوال جواب کرتا دونوں ہاتھ گال کے نیچے رکھے نجانے کب نیند کی گہری وادی میں اتر گیا۔

♡♡♡ ♥ ♡♡♡

صبح فجر کی اذان پر اس کی خود بخود آنکھ کھل گئ۔

رات شاید نئ جگہ ہونے کی وجہ سے اسے دیر سے نیند آئی تھی۔

حالانکہ کمرہ تو بہت شاندار اور کشادہ ہونے کے ساتھ ساتھ آرام دہ بھی تھا۔ ضرورت کی ہر چیز موجود تھی۔

وہ ناحق اپنے ساتھ اتنا بڑا بیگ اٹھا کایا تھا۔

نماز پڑھ کے وہ پھر سو گیا۔

پھر اس کی آنکھ نو بجے کے قریب کھلی۔

فریش ہونے کے بعد اس نے پہلے کمرے کا اچھی طرح سے جائزہ لیا پھر کچھ سیٹنگ کی۔
ادھر سے فارغ ہو کر اس نے ہتھوڑی اٹھالی۔

اسے سینریز بہت پسند تھیں اسی لیے ابھی بھی وہ ایک ہاتھ میں کیل پکڑے دوسرے ہاتھ میں ہتھوڑی لیے دیوار میں کیل ٹھونکنے لگا۔

دو تین سینریز لگانے کا بعد ایک اور نیچرل آرٹ کی جدید سینری اٹھا کر اس نے جگہ فکس کر کے کیل لگاتے لگاتے ہتھوڑی کا آگے والا حصہ ٹوٹ کر نیچے گر گیا۔

ہتھوڑی کا نیچے والا آدھا حصہ جو اس کے ہاتھ میں تھا گھما کر دیکھا پھر اسے بھی نیچے پھینک کر وہ منہ بناتا کمرے باہر نکل آیا۔
اسے یہاں آئے آج دوسرا دن تھا۔
کون سا کمرہ کس کا تھا کچھ پتہ نہیں تھا۔ گھر تھا تو ڈبل سٹوری لیکن رہتے سارے نیچے ہی تھے
۔
اوپر والی منزل کی نسبت نیچے زیادہ کمرے بنے ہوئے تھے۔
اتنے کمروں میں دادی کا کمرہ ڈھونڈنے میں اسے دقت ہو رہی تھی۔

ایک کے بعد دوسرے کمرے میں گیا تو وہ بھی خالی ملا۔

گھر کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا پھر ایک بائیں طرف والے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر وہ اس طرف چلا آیا۔

ابھی وہ دروازے سے کچھ فاصلے پر ہی تھا جب واش روم کا دروازہ کھول کر وہ ٹاول سے بال خشک کرتی کمرے کے وسط میں آ گئ۔
وہ دوسری بار اسے کھلے بالوں میں دیکھ کر جیسے کھو سا گیا۔

وہ صبح کی روشنی تھی,
چاند کی چاندنی تھی یا
گلاب کا پھول تھی--------
کہنا ذرا مشکل تھا۔

وہ قلم کی روشنائی تھی ,
کاغذ پر لکھی تحریر تھی یا
بند, کھلی کتاب تھی--------
کہنا ذرا مشکل تھا۔

ٹھنڈی ہوا کا جھونکا تھی,
فلک, بادل, برکھا یا

بارش کی پھوار تھی---------

کہنا ذرا مشکل تھا۔

وہ گلاب کا پھول تھی

اسے دیکھنا ذرا مشکل تھا,

وہ پوری کھلی کتاب تھی

اسے پڑھنا ذرا مشکل تھا ,

وہ بارش کے پھوار تھی

اس میں بھیگنا ذرا مشکل تھا۔

(پوئٹرس: نورِ شال)

وہ لمبے سلکی بال تیزی سے ٹاول سے خشک کرنے میں لگی تھی کیونکہ اسے آفس سے دیر ہو رہی تھی۔

اچانک اس کی نظر دروازے سے اندر آتے نمال پر پڑی۔

وہ شرم سے پانی پانی ہو گئ۔ اس کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔

تولیہ وہیں پھینک کر اس نے بھاگ کر بیڈ پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر اپنے اوپر لیا۔ اور الماری کے آگے لگے پردے کے پیچھے ہو گئ۔

"یوں کسی کے کمرے میں منہ اٹھا کر آتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیئے ۔ نان سینس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ال مینرڈ۔۔۔۔۔"

وہ پوری قوت سے چلائی تھی۔

نمال جیسے یکدم ہوش کی دنیا میں آیا فوراً سے کمرے سے باہر نکلا۔

"اب مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ آپ کا کمرہ ہے اور دروازہ بند ہوتا تو میں ضرور ناک کرتا۔ اگر اتنی ہی پرائیوسی چاہیئے ہوتی ہے تو مہربانی کر کے کمرے کا دروازہ بند رکھا کریں۔"

وہ بھی جھلا کر بولا اور اس کے کمرے کا دروازہ زور سے بند کر کے وہاں سے چلا گیا ۔

آئیملک نے اس کے طنزیہ جواب پر انتہائی اشتعال کے عالم میں بند دروازے کو گھورا۔ اس کا نس نہیں چل رہا تھا کہ کمرے میں پڑی ہر چیز کو توڑ پھوڑ دے۔

کچھ گھنٹے بعد کا منظر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نمال سنگھار میز کے سامنے کھڑا اپنی تیاری کا جائزہ لیتا ریک کی طرف بڑھ گیا۔

بیگ میں کیمرہ سیٹ کر کے رکھا پھر بیگ کی زپ بند کر کے شولڈر بیگ کندھے پر ڈال لیا۔

وہ کمرے سے باہر نکل آیا اس کا ارادہ باہر جانے کا تھا لیکن ہال کمرے میں آئیملک کو دادو سے باتیں کرتا دیکھ نا چاہتے ہوئے بھی رک گیا۔

آئیملک کی اس کی طرف پشت تھی۔

"دادو ناشتہ میں نے آپ کے لیے بنا کے رکھ دیا ہے ٹھیک سے ناشتہ کرنا ہے آپ نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے پتہ ہے رات آپ کی طبیعت خراب تھی اسی لیے آج میں نے ایک ماسی کو بلوایا ہے وہ بس آتی ہی ہو گی۔ پورے دو گھنٹے آپ نے اس سے مالش کروانی ہے۔ اوکے؟"

فکر مندی سے ہدایات دیتی اس نے دادو سے یقین دہانی چاہی۔ تو انہوں نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلادیا ۔ پھر بڑھ کر آئیملک کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

وہ خوش ہوتی ان کے گلے لگ گئ۔

"تم اب جاؤ آفس سے دیر ہو رہی ہے۔۔۔"

"جی دادی ! بس جا ہی رہی۔۔۔۔۔"

"اور ایک بات اور دادی ! یہاں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں کسی کے کمرے میں آنے جانے کی تمیز نہیں۔ آپ انہیں سمجھا دیں کہ اپنے کمرے تک ہی محدود رہیں اور دو گھنٹے گھر سے باہر رہیں جب تک آپ کی مالش نہیں ہو جاتی۔"

دادو نے نا سمجھی سے آئیملک کو دیکھا۔

وہ نمال کو دیکھ چکی تھی اسی لیے جاتے جاتے مڑ کر بولی اور اسپاٹ چہرے کے ساتھ نک سک سے تیار ہائی ہیل پہنے ٹک ٹک کرتی ,بنا اس کی طرف دیکھے اس کے پاس سے گزر کر اس سے پہلے باہر نکل گئ۔

نمال سر جھٹکتا اس کے پیچھے ہی باہر نکل گیا۔

♡♡♡💔♡♡♡

دن کا پہلا پہر گزرنے کے قریب تھا ۔
وہ کچن میں گھسی دوپہر کا کھانا بنانے میں مگن تھی۔

ملازمہ اپنی بیٹی کی اچانک طبیعت بگڑنے کی وجہ سے آج چھٹی پر تھی اس لیے گھر کا سارا کام اسے ہی دیکھنا تھا۔
اس وقت گھر میں اس کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں تھا۔
شیرازی صاحب بزنس کے سلسلے میں شہر سے ابھی تک باہر تھے جبکہ حدیر معمول کے مطابق آفس جا چکا تھا۔

راحیلہ, فضہ کے ہمراہ کسی کام سے مارکیٹ تک چلی گئیں اور رہ گیا سمیر جو روٹین کے مطابق یونیورسٹی میں اس وقت ہوتا۔

سویٹ ڈش بنا کر وہ پہلے ہی فریج میں رکھ چکی تھی۔
بریانی دم پر رکھ کر وہ کٹنگ بورڈ پر تروتازہ کھیرے اور بند گوبھی کے پتے کاٹ کر سلاد بنانے لگی,

دفعتہً ڈور بیل بجی تو وہ چونک گئ۔
"شاید ممانی جان اور فضہ آ گئ ہیں۔" خود کلامی کرتے ہوئے اس نے چولہے کی آنچ دھیمی کی اور کچن سے نکل کر باہری حصے میں آ گئ۔
ابھی وہ راہداری میں ہی تھی جب تیسری بار بیل بجنے پر چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔
حشمت علی کو دیکھتے ہی چوکیدار ایک طرف ہو گیا۔ گاڑی آہستگی سے گیراج میں جا کر رک گئ۔
حشمت علی بڑے کروفر سے فرنٹ ڈور کھول کر باہر نکلا۔

نویرہ خلافِ توقع اسے سامنے پا کر ساکت ہو گئ۔ اس کے تن بدن میں جیسے آگ سی لگ گئ۔

نویرہ کو پرانے زخم نئے سرے سے تازہ ہوتے محسوس ہوئے۔ وہ اس وحشی درندے کو کیسے بھول سکتی تھی جس نے اس کی پاکدامن ماں کی چادر کو داغ دار کیا تھا۔
اتنے عرصے بعد اسے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔
"تم غالباً حدیر میاں کی دلہن ہو؟" حشمت علی اسے دیکھ کر بری طرح ٹھٹکا, پھر پہچانتے ہی استفسار کیا۔

"جی۔۔۔۔۔۔" وہ فقط اتنا ہی کہہ سکی۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔ کیسے مزاج ہیں؟" حشمت علی نے ہنکارا بھرتے ہوئے اس سے سوال کیا پھر اپنی لمبی مونچوں کو تاؤ دیتا ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا تو مجبوراً اسے بھی پیروی کرنا پڑی۔

"آپ بیٹھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" حشمت علی کے سوال کو یکسر نظر انداز کر کے اس نے جان چھوڑانی چاہی۔

حشمت علی نے بڑے عجیب سے انداز میں اس کا سر سے لے کر پاؤں تک گہری نظروں سے جائزہ لیا تو وہ تپ کر رہ گئ۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے زمین میں گاڑ دے۔

"چائے بھی پی لیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے۔" ہاتھ میں پکڑے میٹھائی کے ڈبے کو اس نے میز پر رکھ کر بتیسی دکھائی۔

"ارے گھر میں اتنا سناٹا کیوں ہے, سب کدھر ہیں؟"

وہ ہنوز خاموش رہی تو اس نے پھر سے سوال داغا۔

نویرہ نے کوفت سے اس کی طرف دیکھا اور مختصراً بتا کر کچن میں آ گئ۔

اس کا پورا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔ اتنے بڑے گھر میں اس وقت وہ اکیلی تھی ایسے میں حشمت علی جیسے وحشی کی موجودگی اس کے لیے خطرے سے خالی نہیں ہو سکتی تھی۔

گھبراہٹ میں اس نے حدیر کو جلدی سے پہلی بار کال ملائی لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے دوسری بار پھر کال لگائی ---------- مارے خوف کے اس نے بار بار یہی عمل دھرایا لیکن حدیر کا نمبر سوئچڈ آف جا رہا تھا۔

"اب میں کیا کروں-------- یااللہ ! میری عزت کی حفاظت فرمانا۔" اس نے سر اوپر اٹھا کر آنکھیں بند کر کے اللہ سے دعا کی ۔

جب کچھ سمجھ نہ آئی تو اس نے اللہ پہ توکل رکھ کے

آیتہ الکرسی پڑھ کر خود پر دم کر کے اپنے گرد حفاظتی حصار بنا لیا۔

"واہ میرے مولا! یہ تو کمال ہی ہو گیا ہے---------لوگ کہتے ہیں سفینہ مر چکی ہے لیکن میں کہتا ہوں سفینہ زندہ سلامت میرے سامنے کھڑی ہے۔"

حشمت علی کچن کے دروازے میں پوری طرح استادہ ہو کر لہجے میں زمانے بھر کی مٹھاس گھول کے بولا۔

اسے اچانک وہاں پا کر نویرہ کے پیروں کے نیچے سے زمین ہلی گئ۔ اپنے خوف کو چھپانے کے لیے اس نے سلیب کو ہاتھوں کے سہارے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اسے ہمت مجتمع کرنے میں خاصی مشکل پیش آ رہی تھی۔

"وہی قد کاٹھ, ہوبہو شکل و صورت اور اسی کی طرح گرم مزاج۔ تم ہر لحاظ سے سفی----------"

"خبردار---------خبردار ! جو اپنی گندی اور غلیظ زبان سے میری پاکیزہ ماں کا نام لیا ورنہ--------"

"ورنہ ----------ورنہ کیا------؟ تم کچھ نہیں بگاڑ سکتی میرا-------کچھ بھی نہیں۔"
وہ نویرہ کے اپنی بات کاٹ کر دھمکی دینے پر انتہائی برہمی سے بولا۔
"ورنہ میں بھول جاؤں گی کہ آپ ممانی جان کے بھائی ہیں۔" وہ حشمت علی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غرائی۔
"تمہاری ماں بھی ایسے ہی کہتی تھی۔ یاد ہے نا, تمہاری نے تمہیں بتایا تو ہو گا کہ کچھ عرصہ پہلے ----------میں نے اس کا کیا حال کیا تھا۔"
حشمت علی جو کچن کے دروازے میں کھڑا تھا, مونچھوں کو انگلیوں سے سنوارتا نویرہ کی طرف آنے لگا۔

"تب کی بات کچھ اور تھی اور اب حالات کچھ اور ہیں ضروری نہیں کچھ عرصہ پہلے جو کچھ ہوا وہ دوبارہ بھی ہو---------- اللہ کی ذات نے شاید اسی لیے میرا نصیب یہاں لکھا ہے کیونکہ اللہ میرے ہاتھوں ہی آپ کے کالے کرتوت دنیا کے سامنے لانا چاہتا ہے۔ "

وہ بظاہر بے خوفی سے بولی لیکن اس کے اپنی طرف بڑھتے قدم دیکھ کر وہ اندر سے ڈر بھی رہی تھی۔

"اچھا جی! میں تمہاری ماں کی طرح تمہیں اس قابل چھوڑوں گا تو تم کچھ کر پاؤ گی ناں----" اس نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے خباثت سے کہا۔

غصے کی شدید لہر سے نویرہ کی رگیں تن گئیں۔

وہ چلتا ہوا اس سے دو قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ اسے

یوں پاس دیکھ کر نویرہ کا خون خولنے لگ گیا۔ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"عورت کی طاقت کا آپ کو شاید ابھی اندازہ نہیں ہے۔ آپ کا نقاب تو ہر حال میں , میں سب کے سامنے اتار کے ہی دم لوں گی ------ میں اپنی ماں کی بے گناہی ثابت کر کے رہوں گی چاہے مجھے کسی بھی حد تک جانا پڑا۔ اللہ کے بعد حدیر اور ماموں جان میرے محافظ ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے آپ میرا بال بھی بیگا نہیں کر سکتے۔"

نویرہ نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر تنفر سے کہا۔

"تو یہ تمہارے محافظ اب کدھر ہیں بلاؤ نہ پھر-----دیکھو میں تو تمہارے سامنے ہوں اور تم اس وقت گھر میں ہو بھی اکیلی ---------- میں چاہوں تو کچھ بھی کر سکتا ہوں پھر یا تو

تم خودکشی کر لینا یا ساری عمر منہ چھپاتی رہنا۔۔۔۔۔۔۔صرف دو ہی راستے بچیں گے تمہارے پاس۔۔۔۔۔"

وہ طنزیہ بولتا خطرناک تیور لیے ایک قدم اور آگے بڑھا تو نویرہ کی جان پہ بن آئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کی نظروں میں اتنی غلاظت بھری تھی کہ وہ درست کیا ہوا دوپٹہ پھر سے آگے پیچھے کر کے پھیلانے لگی۔

"پورے خاندان میں تو آپ کی عزت میں نیلام کروں گی کسی کو منہ دیکھانے کے لائق نہیں رہیں گے۔ آپ کی اصلیت کا جب سب کو پتہ چلے گا سب تھو تھو کریں گے ۔ اور میں اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں سب سے بڑی ذات اوپر بیٹھی ہے نا میری حفاظت کرنے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔وہ جو دو جہانوں کا مالک ہے۔۔۔۔۔جو پوری کائنات کا نظام چلانے والا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ اللہ میری حفاظت کرے گا۔ اس کے حکم کے بغیر تو پتہ بھی نہیں ہل سکتا تو آپ کیا چیز ہیں۔"

وہ حقارت سے کہتی جانے لگی جب حشمت علی نے سامنے آ کر اس کا راستہ روک لیا۔ نویرہ حشمت علی کی اس بے ہودہ حرکت پر سختی سے مٹھیاں بینچ کر خود پر مشکل سے قابو پایا۔

"ہٹو میرے راستے سے ورنہ میں لحاظ نہیں کروں گی کے تم میرے مرحوم باپ کی عمر کے برابر ہو۔ کیوں بھول رہے ہو کہ تمہاری بھی ایک بیٹی گھر بیٹھی ہے۔ اس کا سوچ کے ہی کچھ شرم و حیا کر لو۔"

وہ سارے لحاظ بالائے طاق رکھ کر آپ سے تم پر آ گئ۔

" باتیں بڑی اچھی کر لیتی ہو, تم تو ایک دم تیکھی مرچی ہو تمہارے ساتھ کھیل کھیلنے میں اور بھی مزا آئے گا۔ ابھی تو شروعات ہے آگے آگے دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ یہ جو اتنے بڑے بڑے بول, بول رہی ہو نا سب کچھ بھول جاؤ گی۔"

وہ آنکھوں میں درندگی لیے اس کی طرف بڑھنے لگا نویرہ اپنی بے بسی کو چھپائے , آنسو پیتی پیچھے ہوتے ہوتے پھر سے سلیب کے ساتھ جا لگی۔ اس کا دل چیخ چیخ کر اللہ کو پکار رہا تھا ----------حدیر کو پکار رہا تھا----------اس کی آنکھیں منتظر تھیں کہیں سے ماموں جان آ جائیں---------- اسے لگ رہا تھا کچھ دیر اور ایسے رہی تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔

♡♡♡ ♡♡♡

"ہاں! تو کیا کہہ رہی تھی تم ----کہ میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ پہلے تو بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی میں یہ کر دوں گی , میں وہ کر دوں گی۔ بہت دلیر بن رہی تھی ایک ہی جھٹکے میں اپنی حالت دیکھو--------"

وہ غصے کی حالت میں پاگلوں کی طرح نجانے اور بھی کیا کچھ اول فول بولے جا رہا تھا۔

اپنی مدد آپ کے تحت نویرہ نے اپنی ہمت بحال کی۔ اسے بازو سے دبوچنے کے لیے حشمت علی نے ہاتھ بڑھائے ہی تھے جب نویرہ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ-----

چاول کے دیگچے پر پڑے بڑے سے گرم چمچے کو گھما کر اس کے ہاتھوں پر مارا۔ وہ کراہتا ہوا ہاتھوں کو دباتا لڑکھڑا کر اس سے دور ہو گیا۔

نویرہ چمچہ وہیں پھینک کر تیزی سے باہر نکلی ۔

حشمت علی خود کو سنبھالتا, گرتا پڑتا اس کے پیچھے لپکا۔ اس کے مزید کچھ کرنے سے پہلے ہی اچانک ڈور بیل بجی تو وہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"کہا تھا نہ ایک عورت کی طاقت کا اندازہ تم جیسے ناکارہ , فضول اور ذہنی مریض نہیں لگا سکتے۔" اسے بھیگی بلی بنتا دیکھ کر نویرہ نے طنزاً کہا ۔

"اس بات کا بدلہ میں تم سے ضرور لوں گا اور بہت جلد لوں گا۔۔۔۔۔۔ دیکھتی جاؤ میں اب تمہارا کیا حشر کرتا ہوا۔"

وہ نتھنے پھلا کر دھمکی دیتا پھر سے ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔

نویرہ نے کچن میں آ کر گلاس میں پانی ڈال کر لبوں سے لگا لیا۔ پانی پینے کے بعد اس کا خشک ہوتا حلق جیسے تر ہوا۔

ممانی جان اور فضہ آج اس کے لیے فرشتہ بن کر آئی تھیں۔

"آپا شکر ہے آپ آ گئی ہیں ۔ میں تو فضہ کی منگنی میں شرکت نہیں کر سکا اس لیے سوچا آج مبارک باد دینے کے ساتھ ساتھ منہ بھی میٹھا کر دوں۔۔۔۔۔ لیکن یہاں تو کسی نے پانی تک نہیں پوچھا۔"

حشمت علی معصومیت کا لبادہ اوڑھ کر مصنوعی خفگی طاری کر کے بولا ۔

راحیلہ کو تو موقع چاہیئے تھا بات کرنے کا وہ نویرہ اور اس کی ماں کو پھر سے برا بھلا کہنے لگ گئیں ۔ ان کے لہجے میں ان۔دونوں ماں بیٹی کے لیے زہر ہی زہر بھرا تھا۔

کچن میں بآسانی آوازیں آ رہی تھیں۔

نویرہ کی آنکھیں بھر بھر آ رہی تھیں آج اس نے خود سے ایک اور وعدہ کر لیا تھا کہ وہ حشمت علی کو بے نقاب کر کے اپنی ماں کے دامن پر لگے اس گھٹیا الزام کو کو غلط ثابت کرے گی۔

پہلی بار اپنے موبائل پر نویرہ کی اتنی زیادہ کالز دیکھ کر وہ بے حد پریشانی کے عالم میں گھر آیا۔ اس نے آتے ہی نویرہ سے کالز کی بابت پوچھا لیکن آگے سے نویرہ نے بات کو گول مول کر دیا۔

حدیر کو اس کی بات پر یقین تو نہیں آیا لیکن وہ مصلحتاً خاموش ہو گیا کہ نویرہ نے کبھی اس سے جھوٹ نہیں بولا تھا۔

اسے اب صرف ماموں جان کے واپس آنے کا انتظار تھا۔ وہ ان کے علاوہ باقی کسی کو بھی اس بارے میں نہیں بتانا چاہتی تھی۔

اگر بتاتی بھی تو اس کی باتوں پر بغیر ثبوت کے کون یقین کرتا۔

ہونے کو تو آج کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

اگر آج ممانی جان اور فضہ وقت پر نہ آتیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔

اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

نویرہ ابھی تک اس بھیانک واقعے کے حصار میں جکڑی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔یہ رات اس نے رو رو کر گزاری تھی۔

♡♡♡💙♡♡♡

دن پوری طرح سے چڑھ آیا تھا۔

جب وہ گھر سے نکلا سورج سوا نیزے پر تھا۔

وہ سورج کی تپش سے بچاؤ کے لیے ماتھے پر ہاتھوں کی مدد سے چھتری بناتا جلدی سے اپنی اوپن جیپ میں آکر بیٹھ گیا۔

آج اسے ایک دو ضروری کام نمٹانے تھے۔

سڑک پر زیادہ رش نہیں تھا اسی لیے وہ بڑے آرام اور سکون کے ساتھ گاڑی چلا رہا تھا۔

اس نے پہلے سے سپیڈ بڑھا دی لیکن تھوڑا ہی آگے جانے کے بعد اس نے بمشکل بریک لگا کر گاڑی روک دی۔

نمال نے کوفت اور جھنجھلاہٹ سے گاڑی کے شیشے سے جھانکا۔

سڑک کے بیچوں بیچ ایک لڑکی ہیلمٹ پہنے اپنی سکوٹی کے ساتھ بری طرح الجھ رہی تھی۔

نمال نے بار بار ہارن بجا کر اسے سکوٹی ہٹانے کا کہا۔
لڑکی نے ہیلمٹ اتارے بغیر مسلسل ہارن بجاتی گاڑی کی طرف دیکھا۔

"ہیلو میڈیم! راستہ چھوڑیں بیچ راستے میں کھڑی دوسروں کو کیوں پریشان کر رہی ہیں۔"

لڑکی کو جوں کا توں کھڑا دیکھ کر نمال اوپن جیپ سے سر باہر نکال کر جھلایا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے اتنی گرمی میں کھڑے ہونے کا میری سکوٹی نے بے وفائی کی ہے موقع محل دیکھتی ہے نہ وقت اور جگہ------" وہ سکوٹی کو زور سے ٹانگ مارتی ادھر سے ہی بآواز بلند غصے سے چلائی۔

"آؤچھ-----" پھر وہ اپنا پاؤں پکڑ کر بیٹھ گئ۔

جبکہ نمال اس کے لفظ بے وفائی پر اور اب اپنی ٹانگ سہلاتی لڑکی کو تکتا ہنستا ہوا جیپ سے اچھل کر باہر نکل آیا۔
اب وہ اس کے برابر کھڑا اس کی سکوٹی کا جائزہ لینے لگا۔

"ارے نمال آپ------ اپنی ہی پریشانی میں ,میں نے آپ کو دھیان سے دیکھا ہی نہیں----" لڑکی نے اسے پہچانتے ہی اپنا ہیلمٹ اتار دیا۔

"اوہ آپ۔۔۔۔سوری ! میں بھی جلدی میں تھا اس لیے کچھ غصے میں بول گیا۔" وہ الوینہ کو سامنے پا کر فوراً سے ایکسکیوز کرنے لگا۔

پھر اتفاقی ٹکر ہونے پر دونوں ہنس پڑے۔

"آپ کی سکوٹی نے واقعی آپ کو دغا دے دیا ہے اب یہ آپ کے کسی کام کی نہیں رہی۔" نمال ہاتھ جھاڑتا سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔

"ہائے ! کیا مطلب۔۔۔۔؟ یہ اب کبھی نہیں چلے گی؟" اپنی عزیز از جان سکوٹی کے بارے میں ایسے الفاظ سن کر الوینہ نے دہل کر سینے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ رونکھی ہوئی۔

"اوہو۔۔۔۔الوینہ ! میرا کہنے کا مطلب ہے کہ ابھی یہ نہیں چل سکتی , اسے کسی اچھے سے مکینک کو دیکھنا پڑے گا۔"

"اف شکر ہے ورنہ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا۔" وہ پرسکون ہوتی بولی۔

"اب پھر کیا کریں گے میں اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ پھر سے پریشان ہوئی۔

"اب اس کا ایک ہی حل ہے۔۔۔؟"

"وہ۔۔۔۔۔۔۔ کیا؟" الوینہ نے جلدی سے پوچھا۔

"تمہیں گاڑی چلانی آتی ہے؟"

"ہاں بلکل آتی ہے۔۔۔۔۔۔"

"میری جیپ چلا لو گی؟" نمال کے استفسار پر اس نے جھٹ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلو پھر میں آپ کی سکوٹی اپنی جیپ سے باندھ دیتا ہوں پھر آپ جیپ چلانا اور میں اسی سکوٹی پر بیٹھ جاؤں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔کلیئر؟"

"اوکے ڈن۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے اس کی بات کو سمجھتی فوراً سے بولی۔

نمال واپس اپنی جیپ کے پاس گیا پھر اسے چلا کر سکوٹی تک لے کر آیا اور اسے جیپ سے باندھ کر خود سکوٹی کے اوپر بیٹھ گیا۔

پھر نمال کے اشارے پر الوینہ جیپ میں بیٹھ گئ۔

سٹارٹ وہ پہلے سے تھی الوینہ نے اسٹئرنگ پر مضبوطی سے ہاتھ جما لیے۔

گاڑی آہستگی سے آگے بڑھنے لگی۔

نمال سکوٹی پر بڑے مزے سے بیٹھا اسے ہی ملاحظہ کر رہا تھا۔

سائیڈ مرر میں اس کے جھلکتے عکس کو دیکھنے میں وہ اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکر ہوتے ہوتے رہ گئ۔

"الوینہ آپ ٹھیک ہو۔۔۔۔؟"

جی جی ۔۔۔۔۔مم۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں آپ فکر نہ کریں۔" وہ گڑبڑا کر کہتی پھر سے سامنے متوجہ ہو گئ۔

"یااللہ ! میری لاج رکھنا۔۔۔۔۔۔" کار چلانی تو اسے آتی تھی البتہ جیپ چلانے کا اسے پہلی بار موقع ملا تھا۔

نمال کی نظروں میں اپنی ویلیو بڑھانے کے لیے اس نے

بھاگ کے کہہ تو دیا لیکن اب نمال جس طرح سے اسے گھورے جا رہا تھا اسے لگ رہا تھا وہ ٹھیک سے نہیں چلا رہی۔

"الوینہ ۔۔۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔۔رکو ذرا۔۔۔۔" پیچھے سے نمال کے پکارنے پر اس نے شیشے میں دیکھا پھر گھبرا کر بریک لگا دی۔۔۔۔۔۔۔۔

اچانک بریک لگنے سے نمال سارا کا سارا آگے کی طرف جھک گیا اگر بروقت وہ اپنا پیشانی کے نیچے ہاتھ نہ رکھتا تو اس کا سر بری طرح سے سامنے ٹکرا جاتا۔

وہ سکوٹی سے اتر کے اس کے پاس آ کر اسے گھورنے لگا۔ نویرہ نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا لیکن وہ ہنوز سنجیدہ رہا ۔

"میرے خیال میں یہ آپ کے بس کا روگ نہیں ہے نیچے اتر جائیں۔"

"کک۔۔۔۔کیا ہوا ؟ کیا ٹھیک نہیں چلائی۔۔۔۔۔۔" وہ اس کا کنفیوز سی ہوتی نیچے اتر کر اب اس کا منہ تکنے لگ گئ۔

"آپ کار بھی کیا ایسے ہی چلاتی ہیں۔۔۔۔۔۔ مجھے اپنی زندگی بہت عزیز ہے میڈم! میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ اگر آپ کو جیپ چلانی میں مشکل پیش آ رہی تھی تو بتا دیتیں ۔۔۔۔۔۔ اٹس آ ناٹ بگ ڈیل۔۔۔۔!"

اس کا انداز طنزیہ یا مذاق اڑانے والا نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح بہت دوستانہ بات کررہا تھا۔ وہ عورتوں کی بہت عزت کرتا تھا اسی لیے الوینہ کو وہ بہت اچھا لگتا تھا۔

اس کے باوجود الوینہ کو اس کے سامنے سبکی محسوس ہوئی۔ وہ خجل ہوتی اپنی سکوٹی پر آ کر بیٹھ گئ۔

اس کے دل میں جگہ بنانے کے چکر میں دو بار ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا , ایک بار رونگ ٹرن بھی لیا وہ کہہ تو ٹھیک ہی رہا تھا۔

پھر وہ سارا راستہ اسے ہی تکتی رہی اسی کے بارے میں سوچتی رہی۔۔۔۔۔

وہ کیسے اس کی مشکل گھڑی میں اس کی مدد کرنے پہنچ جاتا تھا۔

نمال اسے شہر کے اچھے اور جانے پہچانے موٹر مکینک کے پاس لے آیا۔

"آ نمال ۔۔۔۔رکو پلیز!" سکوٹی ٹھیک ہونے کے بعد وہ واپس جانے لگا جب الوینہ نے اسے پیچھے سے پکارا۔ نمال نے مڑ کر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"تھینک یو سو۔۔۔۔۔"

"الوینہ ۔۔۔۔اٹس اوکے! دوستی میں سوری اور تھینک جیسے الفاظ دوستی کا سارا چارم , ساری خوبصورتی کو ختم کر دیتے ہیں۔ میں نے آپ کی مدد کر کے کوئی احسان نہیں کیا بلکہ ایک دوست ہونے کے ناتے صرف دوستی کا فرض نبھایا ہے۔۔۔۔۔۔ڈیٹس اٹ۔۔۔!"

وہ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی رسانیت سے کہتا مسکرا دیا۔ جواب میں الوینہ نے بھی مسکرا کر اس کا ساتھ دیا۔

"پتہ نہیں ابی ! آپ سے اتنا کیوں چڑتی ہے آپ تو بہت محبت کرنے والے۔۔۔۔۔۔۔بہت اچھے ہیں۔"

وہ صاف دلی سے بولی تو آئیملک کے ذکر پر صبح اس سے ہونے والی ایک اور دلکش ملاقات اپنی پوری جزائیت کے ساتھ اس کے ذہین میں تازہ ہو گئ۔

وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

وہ۔۔۔۔جو اس کا نام تک سننا پسند نہیں کرتی تھی اس کے ذکر سے اس کا نادان دل خوش

ہو جاتا۔

"ویل ! اتنی تعریف کے لیے تھینک۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"آں آ۔۔۔۔۔۔ابھی ابھی آپ نے خود ہی کیا کہا بھول گئے؟"

الوینہ اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بول پڑی۔

"اوہ سوری۔۔۔۔"

"پھر سوری۔۔۔۔" الوینہ نے اسے گھور کر دیکھا تو نمال نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

اوکے۔۔۔۔اوکے۔۔۔۔ آئی ہیو ٹو گو۔۔۔۔۔ بائے!" وہ کہنے کے بعد اپنی جیپ میں بیٹھ گیا۔

"ہمم۔۔۔۔اوکے بائے اینڈ ٹیک کیئر آف یور سیلف۔۔۔" اس نے خوشدلی سے کہا۔ نمال گردن کو حرکت دیتا جیپ سٹارٹ کرتا آگے بڑھ گیا۔

پھر وہ بھی ہنستی مسکراتی ۔۔۔۔سر جھٹکتی اپنے راستے پر گامزن ہو گئی۔

وہ وسیع احاطے میں بنے ایک بڑے سے سوئمنگ پول میں پاؤں لٹکائے ,تھوڑی تھوڑی دیر بعد ٹھنڈے مشروب کے گھونٹ بھرتی اطراف کا جائزہ لیتی اپنی ہی سوچوں میں الجھی تھی۔

"پتہ نہیں سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔۔۔۔۔۔میرا پیچھا کرتا کرتا میرے گھر تک آ گیا ہے۔" غصے میں بڑبڑاتی اس نے بوتل کا ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا پھر بوتل کو سائیڈ پر رکھ دیا۔

یہ ایک پبلک سوئمنگ پول تھا۔ گرمی زیادہ ہونے کے باعث رش بھی بڑھنے لگا۔ ہر کوئی خوش گپوں میں مگن تھا ایک وہی چپ چاپ بیٹھی تھی۔
پیروں کو آگے پیچھے کرتی وہ پانی کی لہریں بنانے لگ گئ۔

وہ سوئمنگ پول کے ایک درمیانی کونے پر آ کر رک گیا۔ وہ یہاں اپنے ایک کلائنٹ سے ملنے آیا تھا۔

مطلوبہ شخص کو ڈھونڈتا وہ گھوم کر اردگرد دیکھنے لگا جب اس کی نظر پول میں ٹانگیں نیچے کیے آئیملک پر پڑی۔
ایک ہاتھ سے سن گلاسز اتار کر اسے شرٹ میں اٹکایا دوسرا ہاتھ پاکٹ میں پھنسائے وہ چلتا ہوا سیدھا اس کے پاس آ کر رک گیا۔
آئیملک دوسری طرف دیکھنے میں مگن تھی۔
اس کی پشت پر پڑی مشروب کی بوتل کو اٹھا کر لبوں کے ساتھ لگا کر اس نے دو بڑے بڑے گھونٹ بھرے۔ پھر اس کے ساتھ ہی ایک گھٹنہ اوپر کیے دوسرا زمین پر ٹکائے بیٹھ گیا۔

ایک غیر معمولی احساس کے تحت آئیملک نے مڑ کر دیکھا۔ اسے یوں پاس بیٹھے دیکھ کر آئیملک کو تن بدن میں آگ سی لگتی محسوس ہوئی۔

اسے غصے سے لال پیلا ہوتا دیکھ کر وہ خاصا لطف ندوز ہوا اور خاموشی سے اسے تکتا مزے سے مشروب کا ایک اور گھونٹ بھرا۔

"ایکسکیوز می!"

"ایکسکیوزڈ میم--------!"

نمال نے اسی کے لہجے میں دوبدو جواب دیا تو آئیملک غصے سے ہونٹ بینچے تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئ۔

"واٹس رونگ ود یو؟--------چاہتے کیا ہو تم ہاں؟" آئیملک نے انتہائی کھردرے لہجے میں پوچھا۔

"لسن ! تم چاہے جس ارادے سے بھی میرے گھر آئے ہو میں وہ کبھی پورا نہیں ہونے دوں گی۔ مجھ سے اور میری فیملی سے تم جتنا دور رہو گے تمہارے لیے اتنا بہتر ہو گا--- آئی سمجھ------؟؟؟"

آئیملک نے انگلی اٹھا کر اسے دھمکی آمیز انداز میں کہا۔

جواب میں وہ خاموشی سے اس کا تپا ہوا چہرہ دیکھ کر بس ہنستا رہا۔

"وہ صرف اور صرف ایک ڈیئر تھا جو میری فرینڈز نے مجھے دیا تھا اس کے علاوہ میری اس کے

پیچھے اور کوئی اٹینشن نہیں تھی۔ اسی لیے یہ بات یہی ختم کر دیں۔" آئیملک اسے وارننگ دیتی وہاں سے چلی گئ۔

اس کے جانے کے کوئی پانچ منٹ بعد ہی افغال کی اس پر نظر پڑی تو وہیں آ گیا۔

"ہیلو۔۔۔کیسے مزاج ہیں ۔۔۔۔؟ وہ نمال کے گلے لگ کر خوشگواریت سے گویا ہوا۔

"بس کچھ مت پوچھو ۔۔۔۔آج کل بہت گرم مزاج ہیں۔۔" اس نے مذاقاً چہرے پر سنجیدگی طاری کر کے کہا۔

"اوہ آئی سی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کس کی اتنی ہمت ہوئی کہ میرے بھائی کا مزاج ایسے کرے بتاؤ ذرا میں ابھی خبر لیتا ہوں۔"

افغال نے بھی غیر سنجیدگی سے کہا۔

"بس نہیں بتا سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اٹس سیکرٹ!" نمال نے آنکھ مارتے ہوئے شرارتی پن اپنایا۔

پھر دونوں کا قہقہہ گونجا۔

"مجھے تو یہاں ابی نے بلایا ہے لیکن تم یہاں کیا کر رہے ہو آہم ۔۔۔آہم!"

"کچھ خاص نہیں ایک ضروری کام کے سلسلے میں آیا تھا۔" وہ افغال کے چھیڑنے پر ہنستا ہوا آخر میں سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے بلا کے خود میڈیم پتہ نہیں کہاں رہ گئ ہے میں کب سے اسے ڈھونڈتا پھر رہا

ہوں۔۔۔۔آئس پوائنٹ کا بتایا تھا وہاں بھی دیکھ لیا نہیں ہے۔"

افغال کے فکر مندی سے کہنے پر اس نے دانستہ آئیملک سے ملاقات کو چھپا کر کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا۔

اس کے بعد وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے باہری بڑے سے دروازے سے باہر نکل گئے۔

♡♡♡ ♥ ♡♡♡

شیرازی صاحب کی پورے چار دن بعد واپسی ہوئی۔

ایک دن آرام کرنے کے بعد دوسرے دن نویرہ نے موقع دیکھ کر حشمت علی کے بارے میں ساری باتیں ماموں جان کے گوش گزرا کیں تو غصے کی شدت سے ان کا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔

ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ حشمت علی کو ابھی کے ابھی جا کر زندہ زمین میں گاڑ دیتے۔

نویرہ نے ان کی طبیعت کے پیشِ نظر انہیں اس طرح کا کوئی بھی قدم اٹھانے سے روک دیا۔

پھر تھوڑے توقف کے بعد اس نے ماموں جان سے کپڑوں کی بابت پوچھا تو انہوں نے مکمل لاعلمی کا اظہار کیا۔

وہ حیران پریشان وہاں سے اٹھ کر چلی آئی۔

"کہیں حدیر نے تو۔۔۔۔۔۔" اس نے دل میں سوچا۔ جب ساری کڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ ملیں تو حقیقت اس پر آپو آپ ہی آشکار ہو گئ۔

وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔

حدیر پر نظر پڑی تو اس کے غصے کی شدت میں اضافہ ہو گیا۔

وہ سیدھی اس کے سر پر آ کر کھڑی ہو کر اسے گھورنے لگی۔

حدیر لیپ ٹاپ کھولے بڑے مصروف سے انداز میں سرسری سا نویرہ کو دیکھا پھر سے کام میں لگ گیا۔

حدیر کا اسے یوں نظر انداز کرنا نویرہ کو جب ہضم نہ ہوا تو اس نے ہاتھ مار کر اس کا لیپ ٹاپ ہی بند کر دیا۔

حدیر نے نویرہ کی اس حرکت پر مشکل سے خود پر ظبط کیا۔

"اب کون سی آفت آ پڑی ہے جو یوں غصے سے بھری میرے سر پر کھڑی ہو , دیکھ نہیں رہی میں ضروری کام کر رہا ہوں!"

حدیر کی پیشانی پر ایک ساتھ کئ بل ابھرے وہ کڑے تیور لیے بولا۔

"یہ آفت بھی آپ کی ہی لائی ہوئی ہے۔۔۔۔" وہ تلملا کر بولی۔

"مطلب۔۔۔۔۔کون سی آفت۔۔۔اب میں نے کیا کر دیا؟"

اس نے چہرے پر معصومیت طاری کر لی ۔

"زیادہ انجان بننے کی ضرورت نہیں ہے اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔ میں سب جان چکی ہوں اس لیے اب چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

نویرہ نے اس کے یوں نوٹنکی کرنے پر دانت کچکچائے۔

"مجھے کیا ضرورت ہے تم سے کچھ چھپانے کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھ پر ابھی اتنا برا وقت بھی نہیں آیا۔"

وہ بے نیازی سے بولا۔ حالانکہ وہ نویرہ کے غصے کی وجہ اچھی طرح سے جانتا تھا اسی لیے پہلے سے اس کے ردِ عمل کے لیے خود تیار کر چکا تھا۔

"میں پوچھ سکتی ہوں یہ بیٹھے بیٹھائے مجھ پر آپ نے مہربانی کیوں کی۔۔۔۔۔۔اتنے مہینے تو میرا ذرا جیال نہیں آیا۔"

"وہ کہتے ہیں ناں ۔۔۔۔۔۔دیر آید درست آید! " وہ

اس کے تپے ہوئے چہرے کو مزید تپانے کی غرض سے بولا۔

"یہ کہاوتیں اپنے پاس ہی رکھیں مجھے سنانے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔ میں نے اگر پہلے والے کپڑے ماسی کی بیٹی کو نہ دیئے ہوتے تو آپ کے پیسوں سے خریدے ہوئے کپڑوں کو ہاتھ بھی نہ لگاتی۔۔۔۔۔ سمجھے آپ۔۔۔۔"

وہ منہ منہ ہی میں بڑبڑاتی صوفے پر جا کر دھپ سے گری۔

حدیر نے ایک نظر اس کی ناراض ناراض صورت کو دیکھا پھر لیپی کو گود سے اٹھا کر سائیڈ پر رکھا اور سلیپر پہن کر دراز سے اپنی مطلوبہ چیز اٹھا کر وہ چلتا ہوا اس کے پاس آ گیا۔

"یہ لو , میں خاص طور پر تمہارے لیے لایا ہوں!"

"نو تھینکس------!" حدیر کے بڑھے ہوئے ہاتھ میں چاکلیٹ دیکھ کر نویرہ نے بے رخی سے کہا۔

"کیوں------ تمہیں تو چاکلیٹ بے حد پسند ہے--"

"ہاں ہے ------لیکن آپ کو ہاتھوں تو میں زہر بھی نہ لوں۔"

"اف ------اتنا غصہ ------میں اتنا برا لگتا ہوں تمہیں -----مجھے تو آج پتہ چلا ہے۔"

"چلو پہلی اور آخری بار لے لو آئندہ نہیں لاؤں گا۔" جواب میں وہ جب چپ رہی تو حدیر نے پھر سے کہا۔

چاکلیٹس اس کی کمزوری تھیں اور ابھی وہ جس انداز میں اسے مخاطب کر کے دے رہا تھا نویرہ کے لیے اس کا یہ روپ بلکل نیا تھا۔

تذبذب کا شکار ہوتی نویرہ نے کن اکھیوں سے حدیر کی طرف دیکھا پھر دوسرے ہی لمحے وہ نرم پڑ گئ اور اس کے ہاتھ سے چاکلیٹ لے لی۔

وہ چاکلیٹ کا ریپر اتارنے لگی پھر چاکلیٹ منہ میں رکھ کر پہلی بائٹ لی۔

"سو مس نویرہ! آپ کو اپنی پہلی ہار بہت بہت مبارک ہو۔" حدیر کے لہجے کی ٹون ایک دم سے بدلی تھی وہ طنزیہ کہتا بیڈ پر آ گیا۔

نویرہ اس کی چالاکی پر حیرت سے دنگ رہ گئ۔

اس نے انتہائی طیش میں چاکلیٹ اٹھا کر بیڈ پر حدیر کے پاس زور سے پھینکی جسے حدیر نے کمالِ مہارت سے کیچ کر لیا۔

"دھوکے باز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈرامے باز۔۔۔۔۔۔۔۔چالاکو خان۔۔۔" وہ تلملاتی, بڑبڑاتی چادر اوپر تک تان کر سوتی بن گئ۔

اسے یوں بی بس دیکھ کر کمرے میں حدیر کر قہقہہ گونجا۔

نویرہ کو خوب ستانے کے بعد اس نے لیپ ٹاپ دوبارہ سے گود میں رکھ کر کھول لیا اور پھر سے اپنے کام میں جت گیا۔

♡♡♡💔♡♡♡

صبح سے دوپہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوپہر سے شام۔۔۔۔۔۔۔۔اور شام سے رات۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس وقت ایسے پر لگا کر گزرتا جا رہا تھا۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ دل میں لگ آگ بجھنے کے بجائے ایسے لگ رہا تھا اور بھڑکتی جا رہی ہو۔

وہ اپنے بیٹے کے بدلتے تیور دیکھ رہی تھیں اور یہی ان کی بے چینی میں کمی کے بجائے اضافے کا سبب بن رہا تھا۔

جس لڑکی اور اس کی فیملی کو وہ زمین بوس روتا گڑگڑاتا ہوا دیکھنا چاہتی تھیں ان کا بیٹا اسی لڑکی کو سر آنکھوں پر بٹھانا چاہتا تھا۔

"اگر میرا بیٹا میرے ہاتھ سے نکل گیا تو۔۔۔۔۔۔نن۔۔۔۔۔۔نہیں میرا افغال مجھ سے بہت پیار کرتا وہ ہمیشہ کی طرح وہی کرے گا جو میں کہوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اگر اس نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو پھر کیا ہو گا۔ میں اپنا بدلہ کیسے پورا کروں گی۔ جو آگ میرے سینے میں لگی ہے وہ کیسے بجھ پائے گی۔"

وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں یہ خیال آتے ہی وہ ایزی چیئر پر جھولتیں یک دم کرسی روکے بیٹھ گئیں۔

کمرے میں گھپ اندھیرا مدتہ نجانے کب سے وہاں بیٹھی تھیں۔

پھر وہ جھٹکے سے اپنی جگہ چھوڑتی اٹھیں۔اور ساری لائٹس آن کر دیں۔

سائیڈ ٹیبل پر سے اپنا موبائل اٹھا کر مدیحہ نے ایک نمبر ڈائل کیا اور اسے کال لگا کر سیل فون کان سے لگا لیا۔ بیل مسلسل جا رہی تھی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد کال ریسیو ہو گئ۔

"ہیلو------ میں مدیحہ حیدر بات کر رہی ہوں---" وہ بارعب آواز میں بولیں۔

"جی جی میڈیم ! آپ کو کون نہیں جانتا بھلا, آپ کی آواز سنتے ہی میں پہچان گیا تھا۔"

دوسری طرف سے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا گیا۔

"تم میرے بہت خاص آدمی ہو اور بہت بھروسے مند اور کام کے بندے ہو ------اس لیے مجھے تم سے ایک بڑا اہم کام پڑ گیا ہے جو تمہارے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔"

"یہ تو آپ کی مجھ جیسے ناچیز بندے پر کرم نوازی ہے جی---------- ورنہ یہ بندہ کسی کام کا نہیں----آپ بس حکم کریں۔"

"مجھے ایک آدمی کا قتل کروانا ہے مجھے وہ شخص مردہ چاہیئے بس-----ہر حال میں -----ہر قیمت پر----"

مدیحہ بات کرتے کرتے اچانک غصے کی زیادتی سے ہائپر ہو گئیں۔

"جی بلکل-----میڈیم ! آپ کا حکم سر آنکھوں پر ---------- آپ جیسا چاہیں گیں ویسا ہی ہو گا بے فکر ہو جائیں۔"

مخالف سمت سے یر تیقن آواز ابھری۔

"کام دو تین دن کے اندر اندر پورا ہو جانا چاہیئے ورنہ تم مجھے اچھی طرح سے جانتے ہو---------- کام بہت رازداری اور دھیان سے کرنا تمہیں منہ مانگی قیمت ملے گی۔"

"میں بلکل تیار ہوں آپ بتائیں مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

مدیحہ اسے طریقہ کار اچھی طرح سے سمجھانے کے بعد پرسکون ہو گئ۔ ربطہ منقطع ہونے کے بعد مدیحہ نے سیل فون کان سے ہٹا کر دوبارہ اسی جگہ رکھ دیا۔

"بہت خوش رہ لیا تم لوگوں اب دیکھو میں کیسے تم لوگوں کو خون کے آنسو رلاتی ہوں---------- جس طرح میں جل رہی ہوں آئیملک تم بھی اسی آگ میں جلو گی-------وہ بھی ساری زندگی۔"

اس وقت ان کے چہرے پر ایک شاطرانہ مسکان آ کر ٹھہر گئ تھی۔

افغال جو مام کی طبیعت کے لیے فکر مند ہو رہا تھا انہیں موبائل پر بات کرتا دیکھ کر وہیں دروازے کے باہر رک گیا۔

اسے مام کے ارادے خطرناک لگ رہے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا کیا کرے کہ آئیملک اور اس کی فیملی کو آنچ تک نہ آئے۔

♡♡♡ ♡♡♡

www.classicurdumaterial.com

ناشتے سے فراغت کے بعد اس نے ملازمہ کے ساتھ مل کر جلدی سے سارا کچن سمیٹا۔ آج ملازمہ کی مدد سے اس نے کچن کی تفصیلی صفائی کی تو پورا کچن چمک دمک اٹھا۔

ناشتے کے بعد ہر کوئی اپنے اپنے کام میں لگ گیا۔ حدیر اور شیرازی صاحب بھی آفس چلے گئے۔

اس وقت راحیلہ, فضہ , نویرہ اور معمول سے ہٹ کر سمیر بھی گھر پر ہی تھا۔ اس کا تھرڈ سمیسٹر کمپلیٹ ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی سے کچھ دن کے لیے فری تھا۔

لاؤنج میں اس وقت فضہ اور سمیر دونوں بیٹھے بڑے جوش سے گیم کھلینے میں مصروف تھے جب راحیلہ کی آواز پر فضہ اٹھ کر ان کے کمرے میں چلی گئ۔

گیم میں مگن سمیر نے سرسری سا گھڑی پر وقت دیکھا پھر چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آج اس کا اپنے دوستوں کے ساتھ فٹبال کھیلنے کا پلان تھا یاد آنے پر وہ تیزی سے لاؤنج کے داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔

جلدبازی میں اس کا ہاتھ سائیڈ پر رکھے کرسٹل کے ڈیکوریشن پیس پر لگا جس کے باعث وہ زمیں بوس ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

"اوہ گاڈ! ایک تو جب کہیں جلدی کا کام ہوتا ہے کوئی نہ کوئی نئ مصیبت گلے پڑ جاتی ہے۔
"

وہ بڑبڑاتا گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ کر کانچ کے ٹکڑے اٹھانے لگا,راستے میں گرنے سے کسی کو بھی کانچ چبھ سکتا تھا۔ یہی سوچ کر وہ سارے کانچ ایک ہاتھ سے اٹھا کر دوسرے میں منتقل کرنے لگا,اسی پل ایک بڑے سے کانچ کی نوک اس کے ہتھیلی میں پیوست ہو گئ۔ وہ درد سے یکدم کراہ کر رہ گیا۔

اس نے اپنا زخمی ہاتھ دوسرے ہاتھ سے سختی سے پکڑ کر درد کو کم کرنا چاہا لیکن اتنا تیزی سے خون بہتا دیکھ کر وہ خود بھی گھبرا گیا۔

نویرہ کسی کام سے اپنے کمرے سے باہر نکلی اسے اس حالت میں دیکھ کر وہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی ۔

"سمیر-------ی -------یہ کیا ہوا ہے تمہارا ہاتھ سے تو بہت خون بہہ رہا ہے۔" وہ بے اختیار اس کا ہاتھ پکڑ کر بے حد پریشان ہوئی۔

نویرہ کے ہاتھ یکڑنے پر سمیر کے چہرے کا زاویہ بگڑا۔ اس کے اعصاب تن گئے۔

"میں آپ کو بتانا ضروری نہیں سمجھتا ۔۔۔۔۔" اس کے انداز میں ناگواری محسوس کر کے نویرہ نے نچلا ہونٹ کاٹا۔

شور سن کر فضہ اور اس کے پیچھے راحیلہ بھی باہر آ گئیں۔

"فضہ ! کچن کے کیبن میں فرسٹ ایڈ باکس پڑا ہے جلدی سے لے کر آؤ ہری اپ۔۔۔۔۔۔۔!" فضہ کو دیکھتے ہی وہ اونچی آواز میں بولتی اپنے دوپٹے کے پلو سا بہتا خون روکنے لگی۔

راحیلہ اپنے لاڈلے بیٹے کا زخمی ہاتھ دیکھ کر بوکھلاہٹ میں اس کی طرف بڑھیں۔

"میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپ کو میری کتنی فکر ہے بند کریں یہ دکھاوا۔" وہ نویرہ پر غصے بھری نظر ڈالتا نخوت سے بولا۔

فضہ نے باکس اس کے ہاتھ میں تھمایا اور خود بھی پریشانی سے سمیر کے بہتے خون کو دیکھ کر ہمت نہ پا کر اپنا رخ دوسری طرف موڑ لیا۔

وہ سمیر کی باتوں کو سرے سے نظر انداز کرتی باکس سے بینڈیج کا ضروری سامان نکالنے لگی اس کا ایک ہاتھ ابھی بھی سمیر کے ہاتھ پر سختی سے جما ہوا تھا جسے سمیر چھڑوانے کی سعی کرنے لگا۔

"ارے میرے بچے کی حالت تو دیکھو منحوس ماری اسے جلدی سے ڈاکٹر کو دیکھانا چاہیئے الٹا تم خود ڈاکٹرنی بن رہی ہو۔" راحیلہ نے آگے بڑھ کر غصے سے اسے پیچھے دھکیلنا چاہا۔

"آنٹی پلیز! سب ہو جائے گا حوصلہ رکھیں ابھی مجھے اپنا کام کرنے دیں۔" اس نے جیسے التجا کی۔

"ارے کیسے حوصلہ رکھو میرے بچے کا اتنا خون بہہ رہا ہے۔۔۔۔۔۔"وہ رونکھی ہوئیں۔ نویرہ کے اشارے پر فضہ اثبات میں سر ہلاتی راحیلہ کو سنبھالنے میں لگ گئ۔

نویرہ نے پھرتی سے ڈیٹول سے خون کو صاف کرنے کے بعد اوپر پایوڈین لگا کر پٹی کرنے لگی ۔

"اگر درد قابلِ برداشت ہوتا تو میں کبھی بھی آپ کا احسان لینا پسند نہیں کرتا۔" وہ بے رخی سے کہتا ایک بار پھر کراہا۔

نویرہ نے اس کی کڑوی باتوں کو کمالِ تحمل سے برداشت کیا۔ اور پھر اٹھ کر فضہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"فضہ فٹافٹ پانی لے آؤ۔ " نویرہ نے پین کلر کا پتہ الٹ پلٹ کر دیکھا پھر ایک گولی نکال کر سمیر کے ہاتھ پر رکھی اتنے میں فضہ پانی لے آئی۔

خلافِ توقع سمیر نے آرام سے گولی نگل لی ۔

پھر سمیر کو سہارا دیتی صوفے پر لا کر بٹھا دیا۔ وہ کچن میں غائب ہوگئ پھر جلدی ہی نمودار ہوئی۔

"چلو شاباش ! یہ آخری سٹیپ ہے اس سے بہت جلد درد میں آرام آ جائے گا۔" اس نے اپنائیت سے ہلدی ملا دودھ سمیر کے منہ سے لگایا۔

اس نے وہ بھی بنا کوئی طنز کیے بے دلی سے ہی سہی پی لیا۔

"اب ہم ڈاکٹر کے پاس چلیں گے ٹریٹمنٹ کے لیے کیونکہ آپ کے ہاتھ کا زخم بہت گہرا ہے۔"

نویرہ اسے ساتھ لیے گیراج میں میں موجود گاڑی میں لا کر بٹھایا پھر خود بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ فضہ بھی ان کے ساتھ ہو لی۔

راحیلہ نے فکرمندی سے گاڑی مین گیٹ سے باہر جاتی دیکھی۔

نویرہ نے فاسٹ سپیڈ کے باوجود بہت محتاط طریقے اور مہارت سے گاڑی چلائی , کوئی پندرہ منٹ بعد ہی وہ ہسپتال پہنچ گئے۔

نویرہ ان دونوں سے آگے چل رہی تھی جبکہ فضہ نے سمیر کو پکڑ رکھا تھا۔
ایمرجنسی وارڈ میں آ کر نویرہ نے ریسیپشن پر موجود نرس سے پرچی لی۔

سمیر نے حیرانی سے اس کی ساری کاروائی نوٹ کی ۔ اس نے ہاتھ کو اوپر نیچے کیا اسے درد میں اب واقعی کمی محسوس ہوئی۔

ورنہ پہلے اس کا درد کی شدت سے چیخیں مارنے کا دل کر رہا تھا۔

ایمرجنسی وارڈ میں بھی رش اتنا تھا کہ ان کی باری آتے آتے بھی دس پندرہ منٹ لگ گئے ۔

"کانچ لگنے سے گھاؤ کافی گہرا ہے آپ نے بہت اچھا کیا جو بروقت بینڈیج کر دی ورنہ خون بہت بہہ جاتا۔"

ڈاکٹر نویرہ کی طرف متوجہ ہوا پھر اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد اس نے دوبارہ سے پٹی کر دی۔

"میڈیسن ان کو پراپر دیں گی تو انشاءاللہ! زخم جلدی بھر جائے گا۔"

ڈاکٹر نے تسلی دی ۔ نویرہ ان کا شکریہ ادا کرتی انہیں لیے باہر آ گئی۔

"نویرہ! تم تو بہت مہارت سے گاڑی چلاتی ہو یار۔۔۔۔۔۔مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ تم گاڑی بھی لیتی ہو۔"

وہ واپسی پر حیرانی سے آنکھیں کھولے بولی۔

"بس میرے بابا بہت دوراندیش انسان تھے ان کے خیال میں لڑکی کو ہر مشکل گھڑی کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیئے ۔ میرے بابا نے ہی مجھے ڈرائیونگ سیکھائی تھی اور دیکھو آج کام آ بھی گئ۔ بابا ٹھیک ہی کہتے تھے۔" وہ کھو سی گئ۔

فضہ اس کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ چکی تھی۔ فضہ نے نوٹ کیا تھا ہمیشہ کی آج بھی نویرہ نے اپنے بابا کا ذکر بڑے احترام اور محبت سے کیا تھا۔

پھراسٹور سے مطلوبہ میڈیشن لے کر وہ لوگ واپس گھر آ گئے۔

راحیلہ جو بے چینی سے لاؤنج میں چکر کاٹ رہیں تھیں۔ نویرہ کو ایک جھٹکے سے سمیر سے پرے ہٹایا۔

اپنی ماں کو شکریہ ادا کرنے کی بجائے نویرہ کے ساتھ اتنا برا سلوک کرتا دیکھ کر اسے بلکل اچھا نہیں لگاوہ تاسف سے سر ہلاتی نویرہ کی دلجوئی کے لیے کچھ کہنے ہی والی تھی لیکن نویرہ اٹھ کر خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئ۔

رات جب کھانے کے بعد شیرازی اور حدیر سمیت سب لاؤنج میں اکٹھے تھے تب فضہ نے دن بھر کی ساری کاروائی اپنے پاپا اور بھائی کے گوشگزار کرنے کے بعد کھلے دل سے تعریف کی۔

تو شیرازی صاحب اور حدیر نے چونک کر نویرہ کی طرف دیکھا جو انہی کی طرف متوجہ تھی۔

جبکہ سمیر اور راحیلہ نے کوفت سے پہلو بدلے۔

"یہ تو بہت اچھا کیا میری بیٹی نے جیتی رہو ۔۔۔۔۔سدا خوش رہو اللہ تمہیں اس کا اجر دے۔ آمین! "

شیرازی کو سب جان کر حقیقتاً خوشی ہوئی۔

نویرہ نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"اور پتہ ہے بھائی۔۔۔۔۔"

"بس کر دو فضہ ! یہ سب نویرہ نے بھائی کو اپنے قابو میں کرنے کے کیے ڈرامہ رچایا ہے اور کچھ نہیں , اس کا مقصد صرف پاپا اور بھائی سے واہ واہ سمیٹنا ہے ۔۔۔۔ تم بے وقوف بن سکتی ہو میں نہیں۔"

نویرہ کی تعریف اسے ہضم نہیں ہو پا رہی تھی اسی لیے وہ فضہ کی بات ٹوک کر کاٹ دار لہجے میں کہتا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

"اور نہیں تو کیا۔۔۔۔۔۔۔ یہ بھی اپنی ماں کی طرح بہت شاطر مزاج ہے اور میں دیکھ رہی ہوں تم آج کل کچھ زیادہ ہی اس کے گرد گھوم رہی ہو۔ جاؤ اپنے کمرے میں۔۔۔۔۔" راحیلہ درشتگی سے بولیں ۔

فضہ غصے میں بھری پیر پٹختی وہاں سے چلی گئ۔
یکدم ہی لاؤنج کا ماحول عجیب سا ہو گیا۔

"شب بخیر!" حدیر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہاں سے اٹھ کر کمرے میں گھس گیا۔

نویرہ کا دم جیسے گھٹنے لگا وہ آنسو پیتی کمرے میں جانے کے بجائے لان میں آ گئ۔

اسے یوں اداس باہر جاتے دیکھ کر شیرازی صاحب تڑپ کر رہ گئے۔

"راحیلہ! سفینہ اس دنیا میں نہیں رہی اب ----- خدایا! اب تو اس کا پیچھا چھوڑ دو اور میری نے خیا بگاڑا ہے تمہارا جو دن رات اسے تکلیف پہنچاتی ہو۔"

"میں نے کیا, کیا ہے ؟" راحیلہ کے ماتھے پر بل پڑے۔

"یہ تم اپنے دل سے پوچھو۔ دل میں تو اللہ رہتا ہے آئے دن تم بچی کا دل دکھاتی ہو, کیا اللہ تم سے ایسے خوش ہو گا؟ یہ جو تم پانچ وقت کے نمازیں پڑھتی ہو کیا یہ قبول ہوں گی؟ قطعاً نہیں-------- کیونکہ راحیلہ بیگم, اللہ ! اپنے حقوق تو معاف کر دیتا ہے لیکن اپنے بندوں کے حقوق کبھی معاف نہیں کرتا۔ اور نویرہ کو لانے والا میں ہوں یہاں تو مجھ پر غصہ نکال لیا کرو, میری بیٹی بے قصور ہے اسے کچھ مت کہا کرو یہ تمہارا مجھ پر احسان ہو گا۔"
وہ نم لہجے میں کہتے مزید وہاں رکنے بجائے اٹھ کر چلے گئے۔

"ہونہہ ! جسے دیکھو نویرہ کی طرف داری کرنے لگ جاتا ہے۔ میرے بھائی اور بھانجی کے ساتھ ہوئی زیادتی کو میں کیسے بھول جاؤں۔ موقع دیکھ کر مجھے حدیر سے بات کرنی ہی ہو گی میں نویرہ کو اور برداشت نہیں کر سکتی۔" راحیلہ بھی خطرناک ارادے باندھتی وہاں سے اٹھ گئیں۔

وہ جانتی تھی یہ مشکل وقت جلد ہی کٹ جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے بندوں پر ان کی طاقت اور ہمت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن آنسوؤں پر بھی کبھی کسی کا اختیار ہوا ہے ,جو اس کا ہوتا۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے واش روم سے باہر نکل آیا۔

کمرہ خالی پا کر وہ چونکا۔

نویرہ ابھی تک کمرے میں نہیں آئی تھی۔

سونے سے پہلے وہ کھڑی کے پاس آ کر پردے گرانے لگا تبھی اس کی نگاہ لان میں بچھی کرسی پر اداس سی بیٹھی نویرہ پر پڑی تو وہ ٹھٹک کر رک گیا۔

وہ چند ثانیے وہیں کھڑا اسے تکتا رہا پھر پردے برابر کرتا بیڈ پر آ کر لیٹ گیا۔

کروٹ پر کروٹ بدلتے جب وہ تھک گیا تو اٹھ کر بیٹھ گیا اور خالی صوفے کو گھورنے لگا۔

"میری طرف سے چاہے بھاڑ میں جائے مجھے فرق نہیں پڑنا چاہیئے ۔" خود کو سرزنش کرتا وہ پھر سے دراز ہو گیا۔

نویرہ جی بھر کے دل ہلکا کرنے کے بعد اٹھ کر کمرے میں آ گئی, حدیر کی نیند خراب ہونے کے خیال سے بنا کھٹکا کیے صوفے کی طرف چلی آئی۔

صوفے پر لیٹتے ہی اس نے اپنے تنے اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیئے ۔ دن بھر کی ذہنی اور جسمانی تھکان کے باعث وہ جلد ہی گہری نیند میں ڈوب گئ۔

حدیر نے اس کی طرف کروٹ بدل کر چادر کا کونا ہٹا کر چپکے سے دیکھا ۔ اسے پرسکون سوتا پا کر وہ بھی پرسکون ہو گیا۔

آج اسے اپنی کیفیت پر حیرت کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آ رہا تھا۔

لاکھ کوشش کے باوجود بھی اس کی غیر موجودگی میں اسے نیند نہیں آئی تھی اور

اب---------- کیسے اس کے اندر سکون سا اتر گیا تھا----------

پھر فوراً ہی حدیر پر بھی نیند غلبہ طاری ہو گیا۔

♡♡♡💜♡♡♡

کام ختم ہونے کے بعد اس نے شولڈر بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور آفس سے باہر نکل آیا۔

کوریڈور سے ہوتے ہوئے وہ ایلیویٹر کے پاس آ کر رک گیا۔
اینٹری بٹن آن کر کے وہ لفٹ کے اندر چلا گیا اور گو کا بٹن پریس کرنے پر اس کی لال بتی جلنے بجھنے لگی۔

اسی پل آئیملک آفس سے نکل کر لفٹ کے پاس آ کر اس نے بٹن پریس کر دیا۔ اچانک اس کے سیل فون کی کال ٹیون بجنے لگی۔
اس نے زنجیری شولڈر بیگ سے سیل فون نکال کا شہریار کالنگ دیکھ کر گرین بٹن ٹچ کر کے جھٹ سے کان سے لگایا۔
"ہیلو۔۔۔شہری۔۔۔۔۔"
"کیا۔۔۔۔۔؟ دادو کو چکر آ رہے ہیں؟" وہ بے حد پریشان ہوئی۔

"ہاں! میں بس نکل گھر کے لیے نکل ہی رہی ہوں لفٹ کے باہر کھڑی لفٹ کا ویٹ کر رہی ہوں!"

"ڈونٹ وری ! تم ڈاکٹر کو کال کر بلواؤ میں تھوڑی دیر تک پہنچ جاؤں گی۔"
دوسری طرف بات سن کر اس نے فکرمندی سے کہا۔پھر رابطہ منقطع ہوا تو اس نے دوبارہ سے موبائل بیگ میں رکھا اتنے میں لفٹ کا دروازہ بھی کھل گیا۔

وہ اپنے ہی دھیان میں اندر داخل ہونے لگی جب نمال کو وہاں دیکھ کر ہڑبڑا کر رک گئ۔

وہ لفٹ کے دروازے میں کھڑے الجھ کر اسے تکنے لگی۔

"اس کے ساتھ جانے سے بہتر ہے میں گھر پانچ منٹ لیٹ چلی جاؤں۔" آئیملک نے ہونٹ بھینچ کر سوچا۔

وہ وائٹ پینٹ کے اوپر سکائی بلیو شرٹ جس کے اوپر کے دو بٹن جو وہ اپنی عادت کے مطابق کھلے رکھتا تھا۔ پہنے, ایک ہاتھ شولڈر بیگ پر جمائے اور دوسرا پاکٹ میں ڈالے , دونوں پاؤں کی قینچی بنائے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بے نیازی سے کھڑا آئیملک کو ہی تک رہا تھا۔

"یا تو آپ اندر آ جائیں یا پھر باہر چلی جائیں۔" نمال چند ثانیے انتظار کرنے بعد اسے یوں دروازے میں بت بنا دیکھ کر اسپاٹ لہجے میں بولا۔

اس نے منہ کا برا سا زاویہ بنا کر ابرو اٹھائے پھر اندر قدم رکھ دیا۔

وہ اس کے آگے اس کی طرف پشت کر کے کھڑی ہو گئ۔

تھوڑی دیر بعد آئیملک نے کن اکھیوں سے پیچھے دیکھا وہ ہنوز اسے دیکھ رہا تھا وہ پھر سے سیدھی ہو گئ۔

وہ دونوں خاموش اپنی اپنی جگہ کھڑے تھے۔

کچھ دیر بعد لفٹ رک گئ ۔

دروازہ کھلتے ہی وہ بھاگ کر باہر نکلی۔

اسے گھبرا کر یوں باہر جاتے نمال نے بڑی دلچسپی سے نوٹ کیا۔

پھر وہ بھی سر جھٹکتا لفٹ سے باہر آ گیا۔

وہ دونوں آگے پیچھے بلڈنگ سے باہر نکلے۔

آئیملک پارکنگ ایریا میں کھڑی اپنی گاڑی کے پاس آ کر ریموٹ سے اس کا لاک اوپن کیا پھر ٹائر پر نظر پڑتے ہی اس کا منہ کھل گیا۔

"اوں ہہہ ! اسے بھی ابھی پنکچر ہونا تھا۔" دونوں مٹھیاں بند کرتی وہ غصے سے جھنجلائی پھر ہونٹ آپس میں سختی سے ملاتی ٹائر کو جوتے سے تین بار ٹھوکر ماری ۔

اوپن جیپ میں بیٹھتے نمال نے چونک کر اس کی حرکت کو نوٹ کیا۔ اس سے ہو کر نمال کی نظر پنکچر ٹائر پر پڑی تو وہ اس کے گاڑی سے الجھنے کی ساری کہانی۔ سمجھ گیا۔

اس کی جیپ اور آئیملک کی کار کے درمیان صرف ایک گاڑی کھڑی تھی۔

اسی پل آئیملک نے بھی مڑ کر اسے دیکھا لیکن پھر رخ پھیر گئ۔

"مس ملک! جب تک آپ کہو گی نہیں تب تک تو میں لفٹ کی آفر نہیں کرنے والا۔" اس کی حالت سے لطف ہوتے نمال نے خودکلامی کی۔

پھر انگیشن میں چابی ڈال کر اسے گھمایا جیپ ایک جھٹکے سے سٹارٹ ہو گئ۔

تبھی آئیملک نے دوبارہ اس کی جانب مڑی لیکن دوسرے ہی پل اس نے پھر سے پشت کر لی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔۔۔۔۔۔ میں لفٹ مانگوں گی اور بھی مسٹر نمال تم سے امپاسبل ۔۔۔۔۔۔" چند ثانیے سوچنے کے بعد وہ مڑ کر اس کی طرف آنے لگی۔

ایک پل کے لیے نمال کا دل خوش فہمی میں گھرا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اس کی جیپ کے پاس سے ہاتھ سے بالوں کو پیچھے جھٹکتی ایک ادا سے گزر گئ۔۔۔۔۔۔تو ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ اسٹیئرنگ پر اس کے ہاتھ کی گرفت خود بخود بڑھی تھی۔

"ایک تو اس لڑکی کا ایٹیٹیوڈ ہی ختم نہیں ہوتا۔ اب لوکل ٹرانسپورٹ میں خوامخواہ خجل ہوتی رہے گی۔" وہ تاسف سے سر ہلاتا جیپ چلا کر سڑک پر لے آیا۔

آئیملک اتنی گرمی میں کب سے سڑک کنارے کھڑی ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی , جب وہ شانِ بے نیازی سے اس پر سرسری نگاہ ڈالتا اس کے پاس سے زن سے گاڑی اڑا لے گیا۔

اس کی اس قدر بے مروتی پر آئیملک نے منہ کو سختی سے بند کیا جو حیرت سے کھلنے کو تیار تھا۔

وہ ڈیپ ریڈ اوپن لانگ شرٹ جس میں دو لمبے لمبے کٹ تھے نیچے بلیو جینز پہنے بے حد خوبصورت لگ رہی تھی اوپر سے اس کا الجھا پن اور ایٹی ٹیوڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال کو وہ ہر پل اور ہر روپ میں پیاری لگتی تھی ۔ اب وہ فون پر کسی سے بات کرنے میں مصروف تھی۔

اپنی جیپ کے بیک ویو مرر میں اس کے جھلکتے عکس کو وہ نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھتا رہا ۔

♡♡♡ ♥ ♡♡♡

وہ دروازہ ناک کرتی کمرے میں داخل ہوئی تو آئینے کے سامنے بلکل تیار کھڑی نویرہ پر اس کی نظر پڑی تو ہٹنا بھول گئ۔

"وآؤو۔۔۔۔۔بھابھی ! آپ بہت بہت پیاری لگ رہی ہیں۔۔۔۔۔۔میرے پاس تعریف بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔سچ میں۔" فضہ نے چہک کر کہا اور اپنی بانہیں لاڈ سے نویرہ کے گلے میں ڈال دیں۔

"صرف آج پیاری لگ رہی ہوں, اس کا مطلب ہے میں تمہیں پہلے پیاری نہیں لگتی تھی۔" نویرہ نے دانتوں تلے ہنسی دبا کر اسے چھیڑا۔ اور وہ چھڑ بھی گئ۔

"توبہ کریں بھابھی! آپ تو مجھے شروع سے ہی پیاری لگتی ہیں لیکن آج تو کمال کی لگ رہی ہیں۔ کیوں میرے بھائی کو بے ہوش کرنے کا ارادہ ہے۔" دل سے سراہتے ہوئے فضہ نے آخر میں شرارتی پن سے کہا۔
اس کی بات پر نویرہ کھکھلا کر ہنس پڑی۔

"ویسے آپ کو اس روپ میں دیکھ کر ثانیہ جل بھن جائے گی دیکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہائے بہت مزا آنے والا ہے۔" فضہ ابھی سے اس کی حالت کا سوچ کر لطف اندوز ہوئی۔
نویرہ دھیمے سے مسکرا دی البتہ کہا کچھ نہیں۔

"آ۔۔۔۔بھابھی۔۔۔کل جا کچھ بھی ہوا مجھے بہت افسوس ہوا۔ مما کو ایسے نہیں کرنا چاہیئے تھا, مما کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔" فضہ سنجیدگی سے کہتی بے طرح شرمندہ ہوئی۔

"پگلی! تم کیوں معافی مانگ رہی ہو اور مجھے آنٹی کی کوئی بات بری نہیں لگی اس لیے تم میری وجہ سے فکر مند نہیں ہوا کرو۔" نویرہ نے رسانیت سے کہا۔

" پھر بھی ------- مما نے غلط کیا ہے , آپ نے جو سمیر کے لیے کیا , جو میرے لیے کیا -----اس کے لیے میں چاہوں بھی تو کوئی قیمت ادا نہیں کر سکتی۔ کل مجھے آپ کے حق کے لیے لڑنا چاہیئے تھا آپ کا ساتھ دینا چاہیئے تھا لیکن ------"

"دیکھو گڑیا! میرا کوئی بہن بھائی نہیں ہے میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن اور سمیر کو اپنا بھائی مانتی ہوں اسی لیے میں نے کوئی احسان نہیں کیا بلکہ اپنا فرض نبھایا ہے ۔" نویرہ نے اس کی بات کاٹ کر پیار سے سمجھایا تاکہ اس کا گلٹ ختم کر سکے۔

"سو سویٹ آف یو رئیلی! آپ جتنی خوبصورت ہیں اتنی ہی خوب سیرت بھی ہیں اگر آپ اپنے پیار سے میرا دل جیت سکتی ہیں تو وہ سب کا بھی دل ضرور موم ہو گا اور میں ہر پل , ہر گھڑی آپ کے ساتھ ہوں!" وہ حلاوت سے بولتی نویرہ کے گلے لگ کر پھر الگ ہو گئ۔

"آئی نو! تم میرے ساتھ ہو, ماموں جان میرے ساٹھ ہیں اور سب سے بڑھ کر میرا اللہ میرے ساتھ ہے۔ مجھے کسی سے کوئی شکوہ شکایت نہیں ہے لیکن ایک بیوی ہونے کے ناتے حدیر نے مجھے وہ عزت وہ درجہ نہیں دیا جس کی میں حق دار ہوں ۔ میں مانتی ہوں ان کے ساتھ ماموں جان نے زبردستی کر کے اچھا نہیں کیا لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے۔ صرف میرے حصے میں ذلت کیوں آ رہی ہے محض اس لیے کہ میں ایک عورت ہوں۔"

سابقہ دن یاد کر کے نا چاہتے ہوئے بھی اس کے آنسو چھلک پڑے , فضہ نے بے چینی سے اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"شادی کے بعد ایک عورت کے لیے اس کا شوہر ہی سب کچھ ہوتا ہے پھر زندگی میں کتنی ہی مشکالات کیوں نہ آئیں عورت کمزور نہیں پڑتی بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی ہے۔ حدیر میرے لیے سب کچھ ہے لیکن------میں حدیر کے لیے کچھ بھی نہیں ہوں, وہ مجھے ایسے نظر انداز کرتا ہے جیسے میں کوئی کمرے پڑی ہوئی بے جان چیز ہوں!"

"بھابی ! پلیز چپ ہو جائیں ۔ آپ کو ایسے دیکھ کے مجھے تکلیف ہو رہی ہیں۔ انشاءاللہ ! سب ٹھیک ہو جائے گا بھائی کو ایک دن ضرور احساس ہو گا وہ دل کے برے نہیں ہیں بس محبت ہو یا نفرت وہ بہت ٹوٹ کر کرتے ہیں , شدت پسندی سے کرتے ہیں ۔ " وہ نویرہ کے آنسو صاف کرتی پانی کا گلاس لے آئی۔

شوں شوں کرتی نویرہ نے پہلے پاس پڑے ٹشو باکس سے دو تین ٹشو نکال کر چہرہ صاف کیا پھر پانی کے دو گھونٹ بھر کر گلاس واپس فضہ کو پکڑا دیا۔

"دیکھو سارا کاجل پھیل گیا ہے۔ اب دوبارہ سے آپ کو میک اپ سیٹ کرنا پڑے گا۔ ویسے ایسے آپ کی آنکھیں قتلانا لگ رہی ہیں۔"

www.classicurdumaterial.com

فضہ نے نویرہ کا موڈ ٹھیک کرنے کی غرض سے شرارت کی تو وہ ہنستی ہوئی آئینے کے سامنے آ کر پھر سے میک اپ سیٹ کرنے لگی۔

"ارے یہ کیا------؟ آپ ثانیہ کو گفٹ بھی دے رہی ہیں رئیلی آئی کانٹ بلیو دس!"

بیڈ پر پڑے بڑے سے گفٹ پیک پر لگی چٹ پر ثانیہ کا نام پڑھ کر وہ بے یقینی سے نویرہ کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ہاں!" نویرہ لپ اسٹک ہونٹوں پر لگا کر لبوں کو پس میں ملا کر پپ پپ کر کے اسے بلینڈ کرتی آئینے میں جھانک کر فضہ کو مختصراً جواب دیا۔

"پر کیوں---------؟ وہ الجھی۔

"جلد ہی پتہ چل گا مائی ڈئیر جسٹ ویٹ اینڈ واچ----!" نویرہ نے اس کی پاس آ کر آنکھ مٹکائی ۔

"او ----آہم آہم---- مجھ سے پردہ داری--"

پھر وہ دونوں ہنستی ہوئی کمرے سے باہر آ گئیں ۔

راحیلہ سمیر اور حدیر نے ثانیہ کے لیے سرپرائز برتھ ڈے پارٹی کا اہتمام کیا تھا ۔

جب نویرہ نے فضہ کے ہمراہ لاؤنج میں قدم رکھا تو سب کچھ ریڈی تھا اب سب ثانیہ کے آنے کے منتظر تھے۔

ماسوائے شیرازی صاحب کے انہوں نے اپنی طبیعت کی خرابی کے باعث پارٹی میں شرکت کرنے سے معزرت کر لی۔

حدیر, سمیر کے ساتھ مل کر ڈیکوریشن کا آخری جائزہ لینے میں مصروف کسی چیز کی تلاش میں مڑ کر ٹیبل کے پاس آیا , ٹھیک اسی پل اس کی نظر لاؤنج میں فضہ کے ساتھ براجمان منہ پر ہاتھ رکھے اس کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنستی نویرہ پر پڑی تو جیسے پلٹنا بھول گئ۔

اپنی شادی کے بعد فضہ کی منگنی پر اس نے نویرہ کو تیار ہوتے دیکھا یا پھر آج ------ ورنہ وہ عام معمولاتِ زندگی میں بلکل سادہ سے حلیے میں ہی اسے نظر آتی۔
ڈارک براؤن فراک پر ملٹی شیڈ کے موتیوں کا ورک اس پر بہت کھل رہا تھا--------- نائٹ فنکشن کے باوجود ڈارک میک اپ کی جگہ کیجوئل سا میک اپ اسے ایک الگ اور نیچرل سی لک دے رہا تھا۔

بھائی کو کب سے اتنے محویت سے نویرہ میں کھوئے دیکھ کر اس نے جھٹ سے نویرہ کو کہنی کی مدد سے ٹہوکا مار کر کان میں کوئی سرگوشی کی۔

وہ ہونق بنی نا سمجھی کے عالم فضہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے لگی۔
حدیر اپنی چوری پکڑتے دیکھ کر گڑبڑا کر کنفیوز سا واپس پلٹ گیا۔

"آخر آپ کے حسن کا جادو بھائی پر چل ہی گیا۔۔۔۔۔۔آہم۔۔۔۔" فضہ پھر سے اس کے کان میں شریر پن سے گنگنائی تو نویرہ اسے گھورتی بے ساختہ بکش کر گئ۔

تھوڑے انتظار کے بعد ثانیہ بھی آ گئ۔
اپنے لیے سرپرائز اور اتنی شاندار پارٹی دیکھ کر اس کا سر فخر اور غرور سے دو انچ اور اوپر ہو گیا۔

ہائی ہیل پر بلیک میکسی پہنے ,ڈارک میک اپ کے ساتھ جوڑا بنائے , کانوں میں چوڑی نما بڑے بڑے جھمکے ڈالے ,
وہ فضہ کو کسی عجوبے سے کم نہیں لگی۔

فضہ بلا ارادہ ہی ثانیہ کے ساتھ نویرہ کا موازنہ کرنے لگ گئ۔ ثانیہ اتنی تیاری اور ماڈرن لکس کے باوجود بہت آکورڈ سی لگ رہی تھی جبکہ نویرہ خوبصورت سی چوڑی دار پاجامہ فراک اوپر کامدار بڑا سا دوپٹہ سلیقے سے اس سیٹ کر رکھا تھا کہ وہ عجیب بھی نہیں لگ رہی تھی اور خود کو پوری طرح سے کور بھی کیا ہوا تھا۔ کھلے قدرے لمبے بال ایک طرف کیے ہم رنگ آویزے ایک ہاتھ بریسلٹ اور دوسرے میں ہم۔رنگ آدھی چوڑیاں نیچے ہیل پہنے وہ ڈیسنٹ اور نیچرل سی لگ رہی تھی ۔ اسے فل بٹا فل مارکس دیتی فضہ کو نویرہ پر ٹوٹ کر پیار آیا۔

پھونک کی مدد سے ثانیہ نے کینڈلز کو بجھایا اسی پل لاؤنج تالیوں کے شور سے گونج اٹھا۔
کیک کاٹنے پر سب نے " ہیپی برتھ ڈے" ساؤنڈ سے اسے وش کیا۔

ثانیہ نے کیک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر سب سے پہلے اپنے پہلو میں کھڑے بڑے نک سک سے تیار حدیر کے منہ میں رکھا پاپا کی غیر موجودگی میں حدیر نے بھی نویرہ کو جلانے کی غرض سے ثانیہ کا ہاتھ تھام کر کیک کی بائٹ لی ۔
پھر پورا وقت ثانیہ حدیر کے ساتھ چپکی نویرہ کو استہزائیہ نظروں سے گھورتی رہی جس کا نویرہ نے رتی بھر بھی اثر نہ لیتے ہوئے ثانیہ اور حدیر کے ارمانوں پر پانی پھیر دیا۔

وہ ان کی توقع کے خلاف سب سے پہلے کی طرح ہی ہنسی مذاق کر رہی تھی۔ جیسے اسے ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر نہ پہلے فرق پڑتا تھا اور نہ اب۔

پروگرام کے اختتام پر سب نے اسے تحفے تحائف دیئے آخر میں نویرہ نے مسکراہٹ کے ساتھ جب گفٹ اس کی جانب بڑھایا تو ثانیہ اور حدیر دونوں کو اچھنبا ہوا۔

پھر فضہ کے اصرار پر ثانیہ نے وہیں ٹیبل پر بیٹھ کر سب کے سامنے باری باری سب کے گفٹ کھولنے شروع کیے۔
فضہ کو بس نویرہ کا گفٹ کا تجسس تھا کہ آخر نویرہ نے اسے کیا گفٹ دیا ہو گا۔

آخر میں نویرہ کا گفٹ وہ چند ثانیے گود میں رکھے گھورتی رہی پھر کھولنا شروع کر دیا۔

اس میں ایک بڑے سائز کا فوٹو فریم تھا۔ ثانیہ گفٹ شیٹ کو ایک طرف کرتی الجھن اور تجسس سے سیدھا کیا تو اسے سو والٹ کا کرنٹ لگا۔

اس کا چہرہ غصے کی شدت سے لال بھبھوکا ہونے لگا ۔ وہ فوٹو فریم ہاتھ میں پکڑے یکدم اپنی جگہ سے اٹھی ۔

وہ کھا جانے والی نظروں سے نویرہ دیکھے جا رہی تھی جبکہ اس کے برعکس نویرہ پر سکون سی ,
لبوں پر
دلکش سی مسکراہٹ سجائے ثانیہ کو ہی تک رہی تھی۔

ثانیہ کے عجیب سے تاثرات دیکھ کر سب نے حیرانی اس کے ہاتھ سے فریم لے کر دیکھا اور سب ہکا بکا اب نویرہ کو تکنے لگے۔

"یہ سارے ڈرامے کر کے تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم حدیر کو مجھ سے دور کر دو گی------ کبھی نہیں ۔ وہ کل بھی میرا تھا اور آج بھی میرا ہے اور ہمیشہ رہے گا------انڈرسٹینڈ ۔"

ثانیہ تنک کر بولی۔

"لسن ثانیہ! حدیر کوئی چیز نہیں ہے جسے تم خرید کر ہمیشہ کے لیے اپنے پاس محفوظ کر لو گی یا کٹپتلی نہیں کہ جو تم کہو گی, جو تم چاہو گی وہ ویسا کرے گا یا تمہارے اشاروں پر ناچے گا۔ حدیر ایک جیتا جاگتا انسان ہے یہ تو میرا اللہ , آنے والا وقت اور حدیر خود فیصلہ کرے گا , خود چنے گا کہ اسے کس کو رکھنا ہے اور کس کو چھوڑنا۔۔۔۔۔۔۔۔ گرل فرینڈ اور شرعی بیوی کے درجے میں بہت فرق ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ مس ثانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مائنڈ اٹ!"

وہ اپنے ازلی اعتماد سے ثانیہ کی آنکھیں میں آنکھیں گاڑ کے سکون سے بولتی اس کا سکون غارت کر چکی تھی۔

پھر نویرہ وہاں رکنے کی بجائے اپنے کمرے میں چلی گئ۔

حدیر تا دیر خالی الذہن بند دروازے کو حیرت سے تکتا رہا۔ سچوایشن ایسی ہو گئ تھی کہ وہ کچھ بول ہی نہیں پایا۔

حدیر نے اپنے ہاتھ میں موجود فریم کی طرف ایک بار نہیں ۔۔۔۔۔۔۔دو بار نہیں۔۔۔۔۔۔بار بار دیکھا جہاں نویرہ اور اس کی ولیمے کی خوبصورت سی تصویر فریم میں قید تھی۔ جس میں اس نے فوٹو گرافر کے کہنے پر نویرہ کی کمر کے گرد پیچھے سے ہاتھ حمائل کر رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ میں نویرہ کا ہاتھ قید تھا۔

ہر دیکھنے والی آنکھ کو وہ ایک مکمل اور زندگی سے بھرپور کپل ضرور لگتا۔

حدیر کو اتنی محویت سے فریم میں گم پا کر ثانیہ نے اس کے ہاتھ سے پاگلوں کی طرح فریم جھپٹ کر پوری قوت سے فرش پر دے مارا۔

فریم کا شیشہ بری طرح ٹوٹ کر بکھر گیا جبکہ تصور جوں کی توں موجود اب بھی ثانیہ کا منہ چڑا رہی تھی۔

♡♡♡ ♡♡♡

اتوار یعنی چھٹی کا دن تھا۔

آج کی صبح آئیملک کو معمول سے ہٹ کر خوبصورت اور اچھی لگی وجہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ناشتے کی میز پر آج ان کے ساتھ افغال بھی موجود تھا۔

افغال نے صبح صبح آ کر ان سب کو سرپرائز کر دیا تھا۔

ارسل اور شہریار ناشتے کے بعد بڑے سے ہال میں صوفوں پر بیٹھ گئے ۔ شہریار کے اصرار پر وہ اس کے ساتھ گم کھیلنے میں مگن ہو گیا۔

باقی سب ہلکی پھلکی گفتگو کے دوران ناشتہ کرنے میں مصروفِ عمل تھے۔

آئیملک شاکنگ پنک کٹس والا لمبا کرتا نیچے بلیک جینز میں بہت فریش اور کھلی کھلی لگ رہی تھی۔

"لو بھئ میرا ناشتہ تو ہو گیا, میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔" جہانگیر نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے وہاں سے اٹھ گئے۔

اسی پل نمال جو ابھی ابھی فریش ہو کر آیا تھا , صرف آئیملک کی بائیں سائیڈ والی جگہ خالی دیکھ کر وہیں بیٹھ گیا۔

آئیملک نے اس پر نگاہ ِغلط ڈالنا بھی ضروری نہیں سمجھا اور ناشتے کے ساتھ ساتھ افغال جو اس سے دو کرسیاں چھوڑ کر ذرا فاصلے پر بیٹھا تھا, سے باتیں کرنے میں لگ رہی۔
اسی لمحے الوینہ پرآٹھے سے بھری ٹرے لیے اوپن کچن سے نمودار ہوئی ۔

"ویسے نمال بھائی ! کیا ہی آچھا ہو , جو آپ ہر ویک اینڈ پر ایسے ہی اچانک سرپرائز دے کر ہمیں سرپرائزڈ کر دیا کریں۔" وہ پلیٹ ٹیبل پر رکھتی بے دھیانی میں اور بے ساختہ نمال کے کندھوں پر دونوں ہاتھ جمائے اس کی کرسی کے پیچھے کھڑی شرارتی پن سے بولی۔

"ہاں ! کیوں نہیں۔۔۔۔"افغال الوینہ کو دیکھتا خوش دلی سے بولا۔
آئیملک نے بے حد ناگواری سے الوینہ کی طرف دیکھا لیکن وہ افغال کی طرف پوری طرح سے متوجہ باتوں میں لگی تھی ۔

ارسل بھی دور سے یہ منظر ملاحظہ کر چکا تھا ,اسی لیے تیزی سے وہاں آ کر الوینہ سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

اسے یوں نمال کے کندھوں پر کہنیاں ٹکائے مزے سے باتیں کرتا دیکھ کر ارسل کا دل کٹ کر رہ گیا۔

نمال کا چہرہ ضبط کی شدت سے اسپاٹ ہو رہا تھا اس کے اعصاب تن سے گئے۔

"افغال بھائی! آپ کے سرپرائزز سے ہماری ایمی کا موڈ بہت فریش ہو جاتا ہے ------ہے نا صلو-----؟" چہک کر کہتی الوینہ نے آگے جھک کر وہ جو ابھی تک نمال کو ارسل سمجھ رہی تھی تائید چاہی لیکن ارسل کی جگہ نمال کو بیٹھا دیکھ کر جھٹکے سے پیچھے ہٹی ۔ اس نے ساتھ کھڑے ارسل اور غصے سے بھری آئیملک کی طرف ڈر کر دیکھا۔

"ایم------سو سور---------سوری ! مجھے لگا ارسل بیٹھا ہوا ہے تو-----"

وہ شرمندگی سے نمال سے گویا ہوئی۔

"اٹس اوکے!" نمال نے بنا دیکھے کہا اور پھر سے ناشتے میں جت گیا۔

"صلو تو کہاں تھا -------؟" الوینہ نے اپنی اتنی سبکی ہونے پر اس سے دانت پیس کر غصے سے پوچھا۔

"میں تو ادھر ہی تھا۔" وہ خفگی سے آہستہ آواز میں ممنایا۔

"آ۔۔۔۔ ابی! ذرا سیلڈ پاس کرنا پلیز۔" افغال نے پراٹھے کا نوالہ بناتے ہوئے مصورف سے انداز میں کہا۔

وہ سر ہلاتی پاس پڑی پلیٹ بنا دیکھے اٹھانے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔ٹھیک اسی پل نمال نے بھی بے دھیانی میں سلاد کی پلیٹ پکڑنی چاہی لیکن آئیملک کا ہاتھ پکڑنے پر دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

نمال کے ہاتھ کے لمس سے اس کا چہرہ غصے کی حدت سے تپ گیا اور لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔

♡♡♡ ♥ ♡♡♡

آئیملک نے اچانک اس کا ہاتھ پیچھے جھٹکا , نتیجتاً سلاد کی پلیٹ کے ساتھ پڑی سالن کی پلیٹ نمال کے کپڑوں پر گر گئ۔

وہ یکدم کرسی پیچھے دھکیلتا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹیبل پر پڑے ٹشو باکس سے چار پانچ ٹشو نکال کر سالن کو صاف کرنے لگا۔

"ناشتہ تو کر لو۔۔۔۔۔۔۔" نمال شرٹ ہاتھ سے جھاڑتا جانے لگا جب افغال نے مخاطب کیا۔

"نہیں بس ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔" نمال جواب دیتا تیزی سے وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

www.classicurdumaterial.com

"نمال کو اس کی ضرورت ہو گی۔۔۔۔" الوینہ نیپکن پکڑے جلدی سے اس کے پیچھے جانے لگی۔

خاموشی سے ناشتہ کرتی آئیملک نے اور ارسل دونوں نے چونک کر الوینہ کو بڑی گہری نظروں سے جانچا۔

"یہ میں کیا کرنے جا رہی ہوں۔۔۔" الوینہ نے رک کر خود کو ڈپٹا۔ وہ ان دونوں کی نظریں خود پر جمی محسوس کر چکی تھی۔

"آئی تھنک! وہ خود مینج کر لے گا۔" الوینہ نے آہستگی سے کہہ کر نیپکن دوبارہ ٹیبل پر رکھ دیا۔

آئیملک نے ایک نظر افغال پر ڈالی جو مگن سے انداز میں ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔

"انو! کوئی ضرورت نہیں ہے اسے سر پر چڑھانے کی آئی سمجھ۔۔۔۔" آئیملک نے دبی دبی آواز میں الوینہ کے کان میں سرگوشی کی۔

"لیکن ابی وہ۔۔۔۔"

"کہا نہ دور رہو اس سے۔۔۔۔ تو بس دور رہو, آگے سے بحث نہیں کرو۔" الوینہ کی بات کاٹ کر اس نے ڈپٹ کر کہا پھر خود بھی اس کے میز پر سے برتن سمیٹنے لگی۔

"یار ! پتہ نہیں ابی کو نمال سے کیا پرابلم ہے اتنا تو اچھا ہے , مجھے تو وہ بہت کیوٹ سا لگتا ہے۔" برتنوں کا ڈھیر سنک میں جما کر چڑ کر بولتی وہ آخر میں مسکرا دی۔
ارسل اس کے پیچھے ہی کچن میں چلا آیا۔

وہ اس کی بآواز بلند نما سرگوشی سن چکا تھا۔ الوینہ کی اس کی طرف پشت تھی۔ ارسل نے کچھ سوچ کر سلیب پر پڑی سالن کی پلیٹ اٹھاکر اسے الٹا کر تھوڑا سا سالن اپنی شرٹ پر گرا لیا اور پلیٹ واپس اسی جگہ رکھ دی۔
"افف۔۔۔۔پتہ نہیں کیسے میری شرٹ پر سالن گر گیا ہے انو ذرا صاف کرنا۔" وہ شرٹ پکڑے اس کے پاس جا کر بولا۔
الوینہ نے مڑ کر پہلے حیرانی پھر شاکی نظروں سے اسے گھورا۔
"دیکھو! میں بھی تو کتنا کیوٹ ہوں ہاں!" ارسل نے معصومیت سے کہا۔ الوینہ اندر کی ساری کہانی سمجھ گئ ۔

"اووو میلے بے بو پر تھانہ گر گیا ہے تھاف کروانے آیا ہے , میں ابھی کل دیتی ہوں۔" الوینہ نے اس کی ٹھوڑی چھو کر توتلی زبان میں کہا تو اس نے بچوں کی طرح جلدی سے ہاں میں گردن ہلائی۔

الوینہ کا شرارتی پن جاگ اٹھا تھا اس نے سنک کے پاس پڑے پانی سے بھرے جگ کو اٹھایا اور مڑ کر سارا کا سارا ارسل پر انڈیل دیا, ارسل کا منہ حیرت سے پورا کا پورا کھل گیا۔
وہ سر تا پیر پانی میں بھیگ گیا۔

"اب پتہ چلا میرے صلو تم کتنے ےےےے کیوٹ ہو۔" ہنستی ہوئی وہ اس کے گیلے بال بگاڑتی وہاں سے بھاگ گئ۔
ارسل مسکرا کر سر ہلاتا اس کی پشت کو تادیر تکتا رہا۔

وہ کپڑے بدل کر دوبارہ سے وہاں آ گیا لیکن خالی ٹیبل دیکھ کر اسے اچھنبا ہوا۔

"آ۔۔۔۔دادی افغال کدھر گیا ہے؟" دادی کرسی سے اٹھ کر جانے لگیں جب نمال نے استفسار کیا۔

"وہ بس ابھی ابھی باہر نکلا ہے۔۔۔۔"

اسے افغال سے کچھ ضروری کام تھا, وہ دادی کے بتانے پر سر ہلاتا بھاگ کر داخلی دروازے کی طرف لپکا۔

"افغا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ دروازہ کھول کر اسے پکارنے لگا تھا جب کچھ فاصلے پر ان دونوں کو ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے یوں ایک دوسرے کے قریب دیکھ کر اس کی عضلات تن گئے , وہ الٹے قدموں واپس مڑ گیا۔

"اگر اجازت ہو تو۔۔۔۔" افغال اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں کے قریب لا کر شوخی سے بولا۔

آئیملک نے اس کے ذومعنی انداز پر جھینپ کر جلدی سے اپنا پیچھے کھینچ لیا۔

افغال اس کی اس حرکت پر کھل کر ہنسا۔

"اوں ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شادی ہونے سے پہلے بلکل اجازت نہیں۔"آئیملک اترا کر بولی۔

"مطلب۔۔۔۔۔۔مجھے جلد ہی پھر بارات لانی پڑے گی۔"

ان دونوں کا بے اختیار قہقہہ گونجا۔

وہ شدید غصے میں اپنے کمرے کی طرف جانے لگا , جب اپنے دھیان میں چلتی الوینہ سے اس کی بری طرح سے ٹکر ہوئی۔

نمال اگر اس کے نیچے ہاتھ نہ جماتا تو وہ فرش پر گر جاتی۔

"ایم سوری وہ۔۔۔۔۔۔" ابھی بات اس کے منہ میں تھی نمال اسے سیدھا کرتا بنا کچھ کہے بڑے بڑے قدم اٹھاتا کمرے میں جا کر دروازے کو دھڑام سے بند کر دیا۔
الوینہ اسے اتنے غصے میں پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"نمال سے تم نے کچھ کہا ہے؟" موبائل پر مصروف پاس سے گزرتی آئیملک کو روک کر اس نے استفسار کیا۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ میرا دماغ خراب نہیں ہے جو میں اس سے بات کروں گی۔"

"جھوٹ مت بولو ابی! پکا تم نے اسے کچھ کہا ہے ورنہ وہ اتنے غصے میں چیزیں نہ توڑ پھوڑ رہا ہوتا۔"

نمال کے کمرے سے آتی آوازوں پر الوینہ نے اس سے پریشانی سے پوچھا۔

"ارے ! کچھ بھی نہیں کہا یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرا بس چلے تو میں لائف میں کبھی اس سے بات نہ کروں۔"آئیملک نے کوفت سے کہا۔

اچانک پھر کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی ۔ وہ دونوں الجھ کر ایک دوسرے کا منہ تکتیں اس کے کمرے کی طرف جانے لگیں۔

"وہ دونوں میری بلا سے جو مرضی کریں , مجھے کیوں اتنا فرق پڑ رہا ہے۔" نمال نے بڑبڑاتے ہوئے یکے بعد دیگرے تین بار پوری قوت سے مکا دیوار پر دے مارا۔

لیکن اس کا غصہ جوں کا توں برقرار تھا۔
اس نے بیڈ پر بیٹھ کر بے بسی سے اپنا سر ہاتھوں میں گرا لیا ۔ وہ منظر بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔

نمال ایک جھٹکے سے اٹھ کر وارڈروب کی طرف آیا۔ الماری کھول کر اس میں سے ایک شرٹ نکالی۔ اس کے ہونٹوں کے نشان ابھی تک اس کی شرٹ پر ثبت تھے۔
اس دن نمال نے آتے ہی وہ شرٹ اتار کر الماری میں بہت پیار سے طے کر کے رکھ دی تھی۔

شرٹ پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے تھوڑی دیر پہلے واپا منظر پھر سے راشہ ہو گیا۔

نمال نے انتہائی طیش میں شرٹ کو رول بنا کر فرش پر پھینک دیا,جو ایک گول مول گٹھڑی کی صورت لڑھکتی ہوئی دروازے کے پاس جا کر رک گئ۔

پھر یکدم وہ بے چین ہو کر دروازے کے پاس آیا۔ شرٹ اٹھانے کے لیے اس نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا,

اسی پل الوینہ نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا تو وہ پورا کا پورا کھل گیا۔

ان دونوں کو خلافِ توقع سامنے کھڑا دیکھ کر نمال پہلے چونکا پھر سیدھا اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

"تم ---------- ٹھیک ہو؟" جب سے اس کی نمال سے دوستی ہوئی تھی تب سے وہ اسے آپ کی بجائے تم کہنے لگی تھی۔

نمال اور اس کے کمرے کو الجھی اور جانچتی نظروں سے جائزہ لینے میں مگن الوینہ جو اس سے ایک قدم کھڑی تھی اتنی فکرمندی پر آئیملک نے حیرانی سے اس کی پشت کو گھورا۔

"ہمم---------- میں ٹھیک ہوں , مجھے کیا ہونا ہے۔" خود پر ضبط کرتا اس نے الوینہ کو جواب دیا البتہ نظریں اس سے پیچھے کھڑی آئیملک پر جمی تھیں۔

اس کے آگے گول مول پڑی شرٹ کو الوینہ نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

الوینہ کی توجہ شرٹ پر لگی دیکھ کر نمال نے جھک کر شرٹ اٹھا لی۔

"کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے دروازہ نوک کیا جاتا ہے۔" وہ انتہائی اسپاٹ لہجے میں آئیملک کے چہرے کو تکتا جتا کر بولا اور ان کے منہ پر زور سے دروازہ بند کر دیا۔

الوینہ اس کے اتنے عجیب رویے پر الجھی جبکہ اس کے طنزیہ وار پر حیرت کی زیادتی سے آئیملک کے منہ کے ساتھ سینے پر بندھے بازو بھی کھل گئے۔

♡♡♡♥♡♡♡

لاؤنج میں ٹی وی کی ہلکی سی آواز گونج رہی تھی۔

ٹی وی پر کوئی ٹاک شو چل رہا تھا۔

سوائے سمیر اور فضہ کے کوئی بھی ٹی وی کی طرف متوجہ نہیں تھا, اتفاق سے دونوں کا ہی پسندیدہ پروگرام تھا۔

"لسن بھابھی۔۔۔۔۔۔!"

"ہوں۔۔۔۔۔" پاس بیٹھی فضہ کے پکارنے پر اپنے فیورٹ یوگریڈ فلیور لیز کا آخری ٹکڑا منہ میں رکھنے کے درمیان غیر دلچسپی کا مظاہرہ کیا, پھر لیز کا خالی پیکٹ ہتھیلی پر الٹا کر اوپر نیچے کیا اس امید پر کہ شاید کوئی بچا کھچا پیس نکل ہی آئے۔

اتنی جلدی لیز ختم ہونے پر اس نے بچوں کی طرح برا سا منہ بنایا۔

فضہ نے اپنا سر تھام لیا۔

"افوو۔۔۔۔۔! بھابھی میں اور لا دوں گی ابھی میری بات دھیان سے سنیں۔" اس کے ہاتھ سے پیکٹ لے کر ایک طرف کرتی فضہ نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنی چاہی۔

نویرہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

"آپ کو نہیں لگتی یہ چھپکلی کچھ زیادہ ہی بھائی کے ساتھ چپکنے لگی ہے, آئے روز تو یہاں ٹپکی ہوتی ہے۔" فضہ نے چڑ کر اس کے کان میں سرگوشی تو اس نے چونک کر سامنے ڈبل صوفے پر ایک ساتھ بیٹھے حدیر اور ثانیہ کو دیکھا۔ ثانیہ موبائل پر اسے کچھ دکھا رہی تھی۔

"ہاں اسے ڈر ہے کہیں میں حدیر کو اس سے چھین نہ لوں , حدیر میری طرف مائل نہ ہو جائے۔ حدیر کو کھونے کا ڈر اسے روز یہاں کھینچ لاتا ہے----------اور اس کا یہ ڈر بلکل ٹھیک ہے۔ میں چاہوں تو حدیر کو اپنی طرف مائل کر سکتی ہوں۔لیکن میں ایسا کچھ نہیں کروں گی کیونکہ میں چاہتی ہوں حدیر اپنی مرضی سے میرے پاس آئے۔"

نویرہ کی گہری ہوتی مسکراہٹ میں بہت سے مطلب چھپے تھے جن کو سمجھتے ہی فضہ بھی مسکرا دی۔

"ویسے ہمت ہے آپ کی, بھائی کو روز اس چڑیل کے ساتھ دیکھتی ہیں آپ کی جگہ میں ہوتی تو ریحان کا گلا ہی دبا دیتی۔"

"مائی ڈیئر! تمہاری اور میری کہانی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہماری زندگی میں کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جن خو لڑے بغیر نہیں جیتا جا سکتا۔ اور ایک بات تو طے ہے حدیر جتنا بھی ثانیہ کے پاس رہ لے لیکن وہ لوٹ کر میرے پاس ہی آئے گا۔"

"اگر بھائی لوٹ کر نہ آئے تو پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" فضہ نے نیا خدشہ ظاہر کیا۔

"حدیر ضرور لوٹ کر آئے گا۔" وہ پورے تیقن سے بولی , فضہ کو حیرانی ہوئی۔

"آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں؟"

"بس میرا دل کہتا ہے اور میرا اللہ ہے نہ میرے ساتھ , جس نے ہر قدم پر مجھے تھاما ہے۔"

"انشاءاللہ ! ایسا ہی ہو گا۔" وہ نویرہ کا ہاتھ گرم جوشی سے پکڑ کر دل سے بولی جواباً وہ بس مسکرا دی۔ "

بھابی! بہت دل کر رہا ہے آپ کے ہاتھوں کی کافی پینے کا پلیز بنا دیں نا؟ آپ کافی بہت مزے کی بناتی ہیں۔"

"اوکے ابھی بنا کر لائی۔۔۔۔۔۔۔" نویرہ اس کے اتنے لاڈ سے کہنے پر انکار کر ہی نہ سکی, فوراً اٹھ گئ۔

دائیں طرف سمیر کارپٹ پر ٹانگیں پسارے بیٹھا تھا اسے مجبوراً ٹیبل کی بائیں طرف سے جانا پڑا , جہاں حدیر اور ثانیہ ہنوز براجمان تھے۔

وہ ان کے آگے سے بہت احتیاط سے گزرنے لگی,

ثانیہ نے کن اکھیوں سے پہلے حدیر اور پھر نویرہ کو دیکھا دونوں کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔ اس نے آہستگی سے اچانک دایاں پیر راستے میں آگے کیا,

نویرہ جو دھیان میں جا رہی تھی یک بیک ٹھوکر لگنے پر بری طرح سے لڑکھڑا گئ گرنے کے ڈر سے نویرہ نے سختی سے آنکھیں بند کر لیں لیکن دو مضبوط ہاتھوں نے بڑے پیار سے اسے تھاما تھا۔

نویرہ نے سہارا دینے والے کو دیکھنے کے لیے پٹ سے آنکھیں کھولیں تو کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ گڑ بڑا کر سیدھی ہوئی۔

"آ۔۔۔۔۔۔آپ۔۔۔۔۔" اس کی ہکلاہٹ پر مقابل نے دلچسپی سے نویرہ کو دیکھا۔

"جی۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔شکر ہے پہچان لیا ورنہ مجھے پھر سے تعارف کروانا پڑتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے لگتا ہے میں یہاں صرف آپ کو گرنے سے بچانے کے لیے ہی آتا ہوں۔"

وہ اسے دیکھتا شرارت سے گویا ہوا نویرہ کو سابقہ ملاقات یاد آئی تو وہ بے ساختہ جھینپ گئ۔

اسی پل حدیر نویرہ کو غصے سے ایک طرف دھکیلتا تیزی سے ان کے پاس سے گزر کر کمرے میں بند ہو گیا۔

پیچھے سے ثانیہ اسے پکارتی رہ گئ۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" شارف کے پوچھنے پر نویرہ نے کندھے اچکا کر لا علمی کا اظہار کیا۔

"ارے شارف بیٹا آگے آؤ وہاں کیوں جم گئے ہو۔" راحیلہ شارف کی اچانک آمد پر خوشی و مسرت سے آگے بڑھیں, وہ بھی ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔
نویرہ نے بھی سر جھٹک کر کچن کا رخ کیا۔

ثانیہ نے نویرہ سے سابقہ ہونے والی بے عزتی کا بدلہ لینے اور حدیر سمیت سب کے سامنے اس کا مذاق بنانے کے لیے اسے گرانا چاہا تھا لیکن عین وقت پر شارف کی آمد نے اس کا سارا پلان چوپٹ کر کے رکھ دیا اوپر سے حدیر بھی اٹھ کر چلا گیا ثانیہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔
"ایک تو اس نویرہ کی بچی کی قسمت بہت اچھی ہے۔" ثانیہ دانت پیس کر بڑبڑائی۔

کوئی دس منٹ بعد نویرہ دوبارہ سے لاؤنج میں نمودار ہوئی۔ سب کو کافی سرو کرنے کے بعد وہ حدیر کا مگ لیے کمرے میں آ گئی۔

شام رات گہری رات میں ڈھل چکی تھی۔
وہ شیشے کی کھڑکی کھولے سگرٹ کے کش لیتا تاروں سے بھرے آسمان کو دیکھنے میں محو تھا۔
نویرہ بھی اس کے مقابل آ کر کھڑی ہو گئی۔

"کافی۔۔۔۔۔۔۔" اس نے مگ آگے کیا, حدیر نے جلتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔
اس کی سرخ ہوتی آنکھوں کو دیکھتی ایک پل کے لیے وہ بھی ڈر گئ۔

حدیر نے چند ثانیے کے بعد کافی کا مگ اس کے ہاتھ سے لے لیا, کچھ پل وہ مگ کو گھورتا رہا پھر ونڈو سے باہر مگ الٹا کر کافی گرا دی۔

نویرہ اس کی اس حرکت پر ہکا بکا رہ گئ۔

"میرا موڈ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جسٹ لیو می آلون۔۔۔۔!"
خالی مگ اس کے ہاتھ میں واپس تھماتا نویرہ کو بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کر کے وہ جیسے غرایا, پھر سیگرٹ کا کش لے کر سارا دھواں اس کے چہرے پر چھوڑ کر ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کیا۔

نویرہ ہاتھ سے دھواں یہاں وہاں کرتی بری طرح کھانسنے لگی۔
سیگرٹ کو راکھ سمیت ایش ٹرے میں مسلتا وہ بیڈ پر آ گیا اور لیپ ٹاپ کھول کر گود میں رکھ لیا۔

نویرہ نے دھندلائی نظروں سے حدیر کے سراپے پر نگاہ ڈالی پھر آنسو پیتی بھاگ کر کمرے سے باہر نکل گئ۔

اس کے جانے کے بعد حدیر نے لیپ ٹاپ بند کر کے سر بیڈ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

اس پل وہ اپنی بے چینی خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔

نویرہ کو شارف کے حصار میں پھر سے دیکھ کر اسے اتنا شدید غصہ کیوں آیا تھا کہ وہ آپے سے ہی باہر ہو گیا, اسے برا کیوں لگ رہا تھا؟

وہ ان سوالوں میں الجھا جواب ڈھونڈنے میں ہلکان ہو رہا تھا۔

♡♡♡ ❤ ♡♡♡

وہ بیڈ پر لیپ ٹاپ کھولے اس پر جھکا کی بورڈ پر تیزی سے انگلیاں چلا رہا تھا جب بوا دادی پاپ کارن سے بھرا پیالہ لے کر اس کے کمرے میں ہی آ گئیں۔

تھوڑے توقف کے بعد بوا دادی نے تجسس سے اس کے لیپ ٹاپ میں جھانک کر اس کی کاروائی ملاحظہ کی۔

پھر دوسری نظر اس کے سنجیدہ اور اترے ہوئے چہرے پر ڈالی۔

" فیشن فوٹو گرافر اور تم---------- تم نے یہ شوق کب سے پال لیا ہے؟"

اسے یوں فوٹو گرافی کی مختلف ویبسائٹس سرچ کرتے دیکھ کر بوا دادی نے حیرانی سے استفسار کیا۔

"بس ایسے ہی میں جاننا چاہتا ہوں کے فوٹو گرافر میں ایسی کیا خاص بات ہے جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔"

ارسل نے سکرین سے نگاہیں ہٹا کر کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے افسردگی سے جواب دیا پھر سر جھٹک کر ایک اور ویب سائٹ اوپن کر کے اس کی انفارمیشن چیک کرنے لگا۔

مزے سے پاپ کارن کھاتی بوا دادی نے بہت گہری نظروں سے اس کے چہرے کا ایکسرے کیا۔

"تمہیں فیشن فوٹوگرافی میں سر کھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم جو ہو, وہی بیسٹ ہو۔"
اس کی بات کا پسِ منظر سمجھ کر وہ سکون سے بولیں۔

"رئیلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

"آف کورس! میرے بچے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ہمم۔۔۔۔۔۔"

"یہ لو تم بھی کھاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔" پاپ کارن کا پیالہ بوا دادی نے اس کے آگے کر کے آفر کی۔

"نہیں بوا دادی من نہیں کر رہا۔" ارسل نے بے دلی سے نفی میں سر ہلا کر پیالے کو پیچھے کر دیا۔

"یہ چلے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" سائیڈ ٹیبل پر پڑی سگریٹ کی ڈبی اٹھا کر انہوں نے اس کے آگے کی اس نے پھر نفی میں سرہلایا۔

"لے لو۔۔۔۔۔۔۔۔ ویسے تو مضر اثرات ہے لیکن میں نے سنا ہے غم بھلانے کے لیے یہ ایک اچھی چیز ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" لائٹر سے ایک سگریٹ جلا کر بوا دادی نے ارسل کے لبوں سے لگایا تو ان کے ہاتھ سے لے کر کش لگاتا دھواں چھوڑ کر اس کے مرغولے کو گھورنے لگا۔

"تم اسے بتا کیوں نہیں دیتے کہ تم اس سے کتنا پیار کرتے ہو۔" شگفتہ نے پھر سے کلام جوڑا۔

"میں آل ریڈی اسے بتا چکا ہوں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا, اس کے دل میں میرے لیے کوئی خاص جذبات نہیں ہیں وہ صرف مجھے ایک دوست سمجھتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیٹس اٹ!" ارسل نے بوا دادی کی طرف نگاہ اٹھا کر مایوسی سے قدرے نم لہجے میں کہا۔

"کہنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا میرے لال! تمہیں اس سے ایک قدم اور آگے اسٹیپ لینا پڑے گا۔"

"مطلب ۔۔۔۔۔۔۔میں سمجھا نہیں۔" ان کر بات پر ارسل مزید الجھ گیا۔

"میں سمجھاتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب یہ کہ اسے ریئلائیز کرواؤ کہ اس دنیا میں تم سے زیادہ اور کوئی ایسا بندہ نہیں جو بے حد پیار کرے گا۔"

"اور اگر وہ پھر بھی نہ سمجھی تو۔۔۔۔" ارسل کی آنکھوں میں ایک دیا جل کر بجھ گیا۔

"مایوسی گناہ ہے میرے بچے! تم ایک بات کوشش تو کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو گے تو ہر کام میں خود بخود آسانی پیدا ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔ہوں؟"

ان کے سمجھانے پر اس اس کے دل میں امید کی کرن پھر سے جاگ اٹھی تھی۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر لیپ ٹاپ بند کر دیا۔

"آہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ویٹس لائک آ گڈ بوائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاباش میرے لال!" اس کے کندھے کو تھپتھپا کر بوا دادی نے جیسے اسے تسلی دی۔

اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

دل پر پڑے بوجھ کے سرکنے کی دیر تھی , وہ پھر سے تازہ دم ہو گیا۔

"جسٹ چل۔۔۔۔۔۔" اس کے ہاتھ سے ادھ جلے سگریٹ کو ہٹا کر پاپ کارن کا پیالہ اس کی گود میں رکھ دیا۔

وہ مزے سے پاپ کارن کھانے لگا۔

♡ ♡ ♡ □♡♡♡

چلو اٹھو شہری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاباش! دس بج گئے ہیں جا کر سو جاؤ, تمہیں صبح کالج بھی جانا ہے۔"آئیملک نے سینٹرل ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کر کے کہا۔

شہریار منہ بناتا صوفے سے اٹھ گیا۔

"اور یہ تمہیں صبح سات بجے ملے گا انڈراسٹینڈ!" وہ اس کے ہاتھ موبائل لے کر بولی۔

وہ بچوں کی طرح منہ بگاڑتا وہاں سے چلا گیا۔

دفعتاً اس کے موبائل بج اٹھا۔

جینز کی پاکٹ سے موبائل نکال کر اس نے موبائل اپنے سامنے کیا, جانا پہچانا نمبر دیکھ کر اس نے یس کا بٹن پریس کر کے سیل فون کان سے لگا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جی مسٹر نیازی! کہیئے کیسے فون کیا؟"آئیملک نے خوش دلی سے پوچھا۔

"جی جی! یہ میری ہی کمپنی ہے۔۔۔۔۔۔"دوسری طرف سے استفسار پر اس نے تصدیقی جواب دیا۔

"کاروباری دنیا میں جیسے آپ نے قدم جمایا ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ ایک بار پھر آپ کے ساتھ کنٹریکٹ کر کے ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ ہمیں یقین ہے پہلے کی طرح اس بار بھی سارے کام خوش اصلوبی سے انجام پائیں گے۔"

"جی بہت شکریہ!, اور آپ بے فکر ہو جائیں۔"

"کنٹریکٹ کے مطابق آٹھ دن ہیں آپ کے پاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کی قابلیت پر شک نہیں لیکن پھر بھی کوئی کمی بیشی نہیں ہونی چاہیئے۔"

"واٹ۔۔۔۔۔صرف آٹھ دن۔۔۔۔۔۔۔۔اتنے کم وقت میں سب مینجمنٹ کیسے ہو پائے گی۔ یہ کام بارہ پندرہ دن سے کم وقت میں ہو ہی نہیں پائے گا, آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔"

اس نئے انکشاف پر وہ دنگ رہ گئ۔ اس نے بے حد پریشانی سے موبائل کو کان سے ہٹا کر دیکھا۔

"سوری میم! کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی ہے ۔ آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اتنے کم وقت میں کام پورا کرنا بہت مشکل ہے لیکن کنٹریکٹ کے حساب سے اتنے دن کا ہی ایگریمنٹ درج ہے, اور کنٹریکٹ سائن کرنے والی آپ کی بہن مس الوینہ خود ہمارے پاس آئی تھی۔ "

"کیا؟ الوینہ ایسے کیسے کر سکتی ہے, اسے اس کام بلکل اندازہ نہیں ہے , ایگریمنٹ میرے علاوہ کسی کو سائن کرنے کی اجازت نہیں اور الوینہ ابھی اس فیلڈ میں نئی ہے اسے ان معاملات کے اتار چڑھاؤ کا کچھ آئیڈیا نہیں ہے۔ میں نے اسے فی الوقت صرف آفس کے کاموں کو اوبزرو اور لک آفٹر کرنے کا کام دیا ہوا ہے۔"

"ہم جانتے ہیں یہ بات آپ کی ریپوٹیشن اور کمپنی کا نام دیکھتے ہوئے ہی ہم نے کنٹریکٹ سائن کیا ہے کیونکہ آی کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتیں۔"

"آپ سے میری ایک ریکوسٹ ہے نیازی صاحب! کنٹریکٹ کے کچھ دن اور بڑھا دیں ۔ "

"لیکن میم--------"

"پلیز نیازی صاحب! کچھ دن تو بڑھائیں-------- Labors, vendors, there are many aspects to take care of.

(مزدور , تاجر, بہت سے پہلو دھیان میں رکھنے پڑتے ہیں۔)"

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔۔چلیں چار دن اور دے دیتا ہوں , بارہ دنوں کے اندر اندر کام پورا ہونا چاہیئے اب۔۔۔۔۔"

"جی بہت شکریہ ! انشاءاللہ ۔۔۔۔۔۔ایسا ہی ہو گا۔"

"پندرہ لاکھ سے زیادہ اماؤنٹ کریں کیونکہ اس طرح تو ہمارے پاس اتنا بجٹ ہی نہیں بچے گا۔"

"اوکے ڈن۔۔۔۔۔۔"

رابطہ منقطع ہونے کے بعد اس نے گہری سانس خارج کی پھر موبائل جیب میں ڈالتی غصے پر ضبط کرتی کمرے میں آ گئ۔

الوینہ ہیڈ فون لگائے دونوں ہاتھ اوپر کیے ایک ہاتھ میں موبائل پر فل آواز چھوڑے انگلش سونگ مزے سے سنتی, آنکھیں بند کیے ساتھ ساتھ رقص کرنے میں مگن تھی۔

آئیملک نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہیڈ فون اتار کر بیڈ پر پٹخ دیا۔

اس فئ افتاد پر الوینہ ہکا بکا اس کا کے غصے سے پر چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گئ۔

"ابی یار ! تمہیں اگر میوزک سننا تھا تو مجھے ویسے ہی بول دیتی یوں کرنا ضروری تھا کیا۔"

"ہر وقت مذاق کرنا اچھی عادت نہیں ہوتی الوینہ!" وہ یکدم چلائی۔ الوینہ اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے کو دیکھ کر ایک دم سے سنجیدہ ہوئی۔

"کیس ہوا ابی۔۔۔۔۔۔۔۔سب ٹھیک ہے؟"

"کچھ ٹھیک نہیں الوینہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جس طرح سے تم کام کر رہی ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ ٹھیک نہیں رہے گا, ہمارے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ جو کمپنی میں نے دن رات ایک کر کے اتنی محنت سے کھڑی کی ہے وہ دیوالیہ ہو جائے گی۔ تم کب بڑی ہو گی ۔ چیزوں کو کب سیریس لو گی؟"

آئیملک طیش سے بولتی پھٹ پڑی۔

اس کی آواز باہر تک جا رہی تھی۔

رات کے اس پہر اپنے لیے مزے سے پاستہ بنا کر اپنے کمرے کی سمت جاتے ہوئے نمال کے قدم خود بخود رکے تھے۔

"یہ ہر وقت غصے میں ہی کیوں رہتی ہے سمجھ نہیں آتی۔ اب پتہ نہیں کہاں کا غصہ اس بے چاری پر اتار رہی ہے۔" نمال نے تاسف سے سر ہلایا۔

"ابی ! آخر ہوا کیا ہے پلیز کچھ تو بتاؤ۔" اس کے اتنے بگڑے موڈ کو دیکھ کر الوینہ رونکھی ہوئی۔

"کیا ضرورت تھی مسٹر نیازی کے پاس جا کر اتنی جلدی کنٹریکٹ سائن کروانے کی ہاں۔۔۔۔۔۔۔کتنی بار سمجھایا ہے کہ جب بھی کوئی ایگریمنٹ سائن کرو دو دن پہلے بفرنگ کے کیے رکھ لیا کرو ۔۔۔۔۔۔۔لیکن نہیں تم کام کو سیریس ہی نہیں لے رہی۔ کچھ ہی دنوں میں میری شادی ہونے والی ہے میں چاہتی ہوں تم جتنی جلدی ہو سکے انڈیپنڈیڈ ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ۔ شہری ابھی بہت چھوٹا ہے میرے بعد تم نے ہی سب سنبھالنا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہی۔"

الوینہ نے بنا کچھ کہے خاموشی سے سر جھکا دیا۔

"شادی کے بعد ایک لڑکی کے بہت سے خواب ہوتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی شادی کے بعد مجھے کمپنی کی طرف سے کوئی بھی ٹینشن ملے۔ لیکن الوینہ جس طرح سے تم کام کر رہی ہو نہ کیا پتہ کمپنی ہی نہ بچے۔ یا مجھے کچھ ہو جاتا ہے تو ۔۔۔۔۔۔۔"

"اللہ نہ کرے۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے جھٹ سے سر اٹھا کر ابی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر نم لہجے میں کہا۔ "ابی پر میں نے تو تمہیں کنٹریکٹ کے پیپرز دکھائے تھے۔" وہ ممنائی۔

"ہاں! دکھائے تھے لیکن میں نے سائن یا اپروو نہیں کیے تھے۔ میں جتنا تمہیں سمجھاتی ہوں تم پھر وہی بار بار غلطیاں کرتی ہو۔"

نمال کا یکدم موڈ خراب ہو گیا وہ واپس کچن میں گیا۔ پاستے کی پلیٹ سلیب پر زور سے رکھی اور سب سے اوپر چھت پر آ کر سگریٹ سلگا لیا۔

اتنا کچھ کہنے کے بعد بھی الوینہ بنا کوئی جواب دیئے آنسوں سے لبالب بھری آنکھیں لیے باہر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

اس کے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی دیکھ کر آئیملک نے الجھ کر اس کی پشت کو دیکھا۔

♡ ♡ ♡ ♥ ♡♡♡

شارف حال ہی میں یونیورسٹی سے ٹاپ کر ماہرِ نفسیات کی ڈگری کے کر فارغ ہوا۔

اب وہ جاب شروع کرنے سے پہلے پہلی دفعہ اپنی خالہ کا شکوہ مٹانے یہاں رہنے آیا تھا۔

اس کے آنے سے گھر بھر میں رونق سی بھر گئ۔

خوش اخلاق , ہنس مکھ , شرارتی مگر نویرہ کو وہ کمال کا بندہ لگا۔

شارف کو یہاں آئے دو دن ہو گئے تھے اور وہ ایک دن بھی باہر گھومنے نہیں گیا۔

فضہ اور سمیر نے اسے گھمانے کا جھٹ پٹ پلان بنا لیا۔

شارف کے اصرار پر باقی سب بھی تیار ہو گئے , ماسوائے

شیرازی صاحب اور راحیلہ کے--------وہ دونوں گھر پر ہی رک گئے۔

ثانیہ کو ان کے پلان کا پتہ چلا تو وہ فوراً سے تیار ہو کر ان کی طرف آ دھمکی۔

"اس وقت وہ سب شہر کے مشہور اور قدرے مہنگے پبلک آئس پوائنٹ میں موجود خوش گپوں میں لگے تھے ۔

اسی ہنسی مذاق کے ماحول میں انہوں نے اپنی اپنی پسندیدہ آئس کریم مزے سے کھائی ۔

پھر وہ سب اس کے سامنے بنے ایک بڑے سے پبلک پارک میں آ گئے۔

واٹر بوٹ, کلوز ریسنگ کار گیم کھیلنے کے بعد وہ ادھر ادھر , یہاں وہاں گھومتے پھرتے رہے۔

اس سارے شغل میں دن کا آدھا حصہ گزر گیا۔

اب وہ وہاں موجود سوئمنگ پول کے کنارے کھڑے باتوں میں مگن تھے۔

دور فاصلے پر اونچی , لمبی اوپر نیچے بنیں سلائیڈز پر لوگوں کو سلائیڈنگ کرتے ہوئے نویرہ نے بڑی دلچسپی سے دیکھا۔

اس وقت وہ اتفاق سے حدیر کے پہلو میں کھڑی تھی ۔
ثانیہ کی تیکھی نظریں اس پر ہی جمی تھیں۔

وہ غیر محسوس طریقے سے پیچھے ہوتی ہوئی نویرہ کی طرف پشت کیے کھڑی لڑکی کے پاس سے گزرتی ہوء ی جان بوجھ کر اس سے ٹکرائی۔

وہ لڑکی لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف الٹ گئ, خود کو گرنے سے بچانے کے چکر میں وہ نویرہ سے بری طرح ٹکرائی۔
شور پر حدیر نے جلدی سے مڑ کر دیکھا۔

اپنے ہی دھیان میں کھڑی نویرہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور سوئمنگ پول کی طرف لڑھک گئ۔
اس
کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی۔
حدیر نے گھبرا کر تیزی سے اس کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں جکڑ لیا۔

نویرہ ششدر سی حدیر کو دیکھنے لگی, کچھ پل پہلے پول میں گرنے کا خوف اب اس کے چہرے سے غائب ہو چکا تھا۔
حدیر اور اس کی نظریں ملیں تو دونوں جیسے ایک دوسرے میں کھو سے گئے۔

ان دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر ثانیہ کے چہرے سے مسکراہٹ یک دم غائب ہوئی ۔ اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئ۔

اب وہ ان دونوں کو کینہ توز نگاہوں سے گھورنے میں مصروف تھی۔

ان دونوں کو کب سے ایک ہی پوزیشن میں جمے دیکھ کر شارف کو اچھنبا سا ہوا , اس سے پہلے اس نے جب بھی ان کے بارے میں سنا یا دیکھا بس لڑتے جھگڑتے ہی نظر آتے تھے۔

"حادی یار! تھوڑا بریک بھی لے لو, اگر ایسے ہی ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کر نویرہ کو گھورے جاؤ گے تو کچھ بعید نہیں کہ تم اسے بچاتے بچاتے خود بھی پول میں ڈوبکی مار جاؤ۔"

شارف یکدم پاس آ کر ہنستے ہوئے حدیر سے شریر پن سے مخاطب ہوا۔

حدیر کے ساتھ ساتھ نویرہ بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

پھر حدیر نے اسے اوپر کھینچ کر سیدھا کرتے ہی فوراً سے ہاتھ چھوڑ دیا۔

"آ ۔۔۔۔۔حدیر! " وہ جانے لگا جب نویرہ کی پکار پر اسے رکنا پڑا۔ اب وہ سوالیہ نگاہوں سے اسے تک رہا تھا۔ "آپ نے میرا اتنا خیال کیا, اگر پول میں گر جاتی تو مجھے تو تیرنا بھی نہیں آتا آپ نے میری ہیلپ کی, اس کے لیے تھینک یو سو م۔۔۔۔۔۔"

"اٹس فائن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہاری جگہ اگر کوئی اور لڑکی بھی ہوتی تو میں یہی کرتا۔" وہ اس کی بات ٹوک کر روکھے پن سے بولا اور آگے بڑھ گیا۔ نویرہ اس کے یوں ٹون بدلنے پر حیران

ہوئی۔

"ایک دم کھڑوس ----------ایک تو مجھے اس بندے کی سمجھ نہیں آتی گرگٹ کی طرح تو رنگ بدلتا ہے۔ کبھی دھوپ کبھی چھاؤں والا مزاج ہے اس کا۔"

وہ اس کی پشت کو گھورتی دانت پیس کر بڑبڑائی ۔

" اس دھوپ چھاؤں کا ایک نام محبت بھی ہے۔ "

"محبت؟ --------واٹ ڈو یو مین بائے دیٹ!" شارف کی ئ منطق پر نویرہ نے الجھ کر اس سے پوچھا۔

"نتھنگ --------- شارف نے مسکرا کر نفی میں سر ہلا دیا۔ "اب چلیں سب واپس جا رہے ہیں۔" شارف نے ہاتھ کے اشارے سے آگے چلنے کا کہا تو وہ سر جھٹک کر اثبات میں سر ہلاتی اس کے ساتھ چل دی۔

"لسن مس ثانیہ!" وہ پارکنگ ایریا میں کھڑی اپنی گاڑی کی طرف جارہی تھی جب نویرہ کے پکارنے پر وہ چونک کر پیچھے کی طرف مڑی۔

"تھینکس فور دیٹ-------" نویرہ لبوں پر مسکراہٹ سجائے اس کے مقابل آ کر کھڑی ہو گئ۔ ثانیہ نے جل کر اس کی جانب دیکھا۔

"تھینکس فار واٹ------؟" سینے پر بازو باندھ کر ثانیہ نے اکتا کر پوچھا۔

"حدیر کو میرے اتنے قریب لانے کے لیے تم نے اتنی محنت جو کی اس لیے۔ " نویرہ نے اس

کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر استہزاء سے پر لہجے میں کہا۔

"واٹ نان سینس۔۔۔۔۔!" ثانیہ نے تیوری چڑھا کر کہا اور اپنی گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولنے لگی۔

"چچ۔۔۔۔۔۔۔چچ۔۔۔۔۔۔چچ! کبھی کبھی مجھے تم پہ بہت ترس آتا ہے ثانیہ! تم نے مجھے گرانے کے لیے , حدیر سے دور کرنے کے لیے اتنے پلان بنائے اور ہر بار تم ناکام ہو کر منہ کے بل گرتی ہو۔ تمہیں کیا لگتا ہے میں بے وقوف ہوں, احمق ہوں کہ تم اتنا کچھ کرو گی اور مجھے پتہ نہیں چلے گا۔ " گاڑی کے کھلے دروازے پر ہاتھ جمائے بڑے سکون سے بولتی نویرہ نے مقابل کا پل میں سکون غارت کیا تھا۔

"اس دن جان بوجھ کر کافی اپنے ہاتھ پر گرا کر حدیر کی توجہ سمیٹنا اور میری بے عزتی کروانا یہی مقصد تھا نا۔۔۔۔۔۔۔پھر لاؤنج میں تم نے مجھے گرانے کے لیے جو گری ہوئی حرکت کی تھی اور آج۔۔۔۔۔۔۔آج بھی تم نے مجھے پول میں گرانا چاہا لیکن ہر بار کی طرح تم آج بھی اپنے مقصد میں ناکامیاب رہی۔۔۔۔۔۔۔۔سیانے ٹھیک ہی کہتے ہیں ویسے جو کسی کے لیے کنواں کھودتا ہے ,وہ اس میں خود ہی گر جاتا ہے۔۔۔۔۔جسٹ لائک دیٹ یو!"

نویرہ الفاظ پر زور دیتی چبا چبا کر بولی۔

"ارے تم کیا ترس کھاؤ گی مجھ پہ, قابلِ رحم تو تمہاری حالت ہے۔ آج نہیں تو کل حدیر تمہیں طلاق دے ہی دے گا, سوچو! پھر تمہارا کیا حال ہو گا؟ کہاں جاؤ گی تم؟ کبھی سوچا ہے اس بارے میں۔۔۔۔۔۔۔۔"ثانیہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"تم میری فکر مت کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور جہاں تک طلاق کی بات ہے تو ایک بات تم میری اچھی طرح سے ذہن نشین کر لو کہ حدیر مجھے کبھی طلاق نہیں دے گا۔ تم صرف اپنے بارے میں سوچو جب حدیر تمہیں ٹھکرائے گا تو تمہارا کیا حال ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آئی تھنک ! آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے, چلتی ہوں, بائے !"

نویرہ غصے کی شدت سے ثانیہ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے سے لطف اندوز ہوتی واپس مڑ گئی۔

"حدیر نے ایک بار ہاتھ کیا پکڑ لیا میڈیم تو خوش فہمیوں کے محل تیار کرنے بیٹھ گئ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چلو کوئی نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں بھی دیکھتی ہوں تم کیسے خوش رہ پاتی ہو۔ تمہیں اور حدیر کو تو الگ ہونا ہی ہو گا ۔۔۔۔۔۔۔ہر حال میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور ہر قیمت پر۔"

ثانیہ خطرناک تیور لیے گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی کو زن سے اڑا کر لے گئ۔

اگلا دن کیسے گزر گیا پتہ ہی نہیں چلا۔

وہ سب لاؤنج میں بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے۔

شیرازی صاحب کا اسٹڈی کا ٹائم ہو گیا تو وہ اٹھ کر اسٹڈی روم میں چلے گئے۔

فون کی گھنٹی بجتی دیکھ کر راحیلہ بھی سیل فون کان سے لگائے لاؤنج سے باہر نکل گئیں۔

فضہ , سمیر اور شارف کیرم بورڈ کھیل رہے تھے ۔ انہوں نے نویرہ کو بھی گیم میں شامل ہونے کی آفر کی, لیکن نویرہ نے موڈ نہیں ہے کہہ کر منع کر دیا۔

تھوڑے توقف کے بعد نیند آنے پر فضہ اور سمیر بھی آگے پیچھے اٹھ کر وہاں سے واک آؤٹ کر گئے۔

شارف اٹھ کر سنگل صوفے پر بیٹھ گیا۔

شام سے رات ہونے کو تھی لیکن حدیر ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔
نویرہ نے دیوار پر لگی وال کلاک پر وقت دیکھا گھڑی ساڑھے دس بجا رہی تھی۔
نویرہ کو بے چینی سی ہوئی۔ اس کی نظریں بظاہر ٹی وی پر مرکوز تھیں لیکن اس کا دل اور دماغ حدیر میں ہی کہیں اٹکے ہوئے تھے۔
شارف جو کب سے بغور اسے نوٹ کر رہا تھا, اٹھ کر اس کے ساتھ ڈبل صوفے پر آ کر ذرا کونے میں ٹک گیا۔
نویرہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر پورے لاؤنج میں نظریں گھمائیں اس وقت صرف وہ دونوں لاؤنج میں موجود تھے۔
"ڈونٹ وری حدیر بس آتا ہی ہو گا۔ کبھی کبھی آفس میں کام کا برڈن زیادہ ہونے کی وجہ سے دیر سویر ہو ہی جاتی ہے۔" شارف لبوں پر نرم تبسم بکھیرے اس سے مخاطب ہوا۔
نویرہ نے حیرانی سے کچھ فاصلے پہ بیٹھے شارف کو دیکھا۔
وہ واقعی! حدیر کے لیے پریشان ہو رہی تھی لیکن میری کیفیت کا اسے کیسے پتہ چل گیا۔ نویرہ نے الجھ کر سوچا۔

"رکیں پلیز ! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اف یو ڈونٹ مائینڈ؟

وہ اٹھ کر جانے لگی تھی جب شارف نے جلدی سے اس سے استفسار کیا۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔جی بولیں , میں سن رہی ہوں۔" وہ کچھ سوچ کر پھر سے واپس اپنی بیٹھ گئ۔

"میں یہاں صرف آپ کے لیے آیا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

شارف کی بات سن کر جہاں نویرہ کا حیرت سے منہ کھلا وہیں کوٹ اتار کر دائیں ہاتھ سے بائیں بازو پر جماتا لاؤنج میں داخل ہوتا حدیر اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔

ایک غصے کی شدیدلہر اسے اپنے تن بدن میں سرائیت کرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

رات کے اس پہر ان دونوں کو یوں ایک ساتھ اور اس طرح کی باتیں کرتے دیکھ کر حدیر کو لگا جیسے وہ کچھ دیر اور وہاں رکا تو خود پر سے اپنا ضبط کھو دے گا۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ان کے پاس سے تیزی سے گزر گیا۔

اور اپنے پیچھے دروازے کو زور سے بند کر دیا۔

نویرہ شارف پر ایک تیز نظر ڈالتی بھاگ کر دروازے کے پاس آئی۔ وہ حدیر کے بگڑے موڈ کو دیکھ چکی تھی۔

اس نے دروازہ کھولنا چاہا لیکن یہ کیا دروازہ تو لاکڈ تھا۔

نویرہ نے پریشانی کے عالم میں بار بار دروازہ ناک کیا , کئ بار حدیر کو بھی پکارا لیکن اندر سے کوئی جواب نہ پا کر وہ مایوس سی واپس پلٹ آئی۔

"مسٹر شارف! آپ کو کیا ضرورت تھی اس طرح کی فضول بات کرنے کی, اب حدیر پتہ نہیں میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے, دروازہ بھی لاکڈ ہے میں۔۔۔۔۔۔۔۔"

"حدیر کو آپ سے محبت ہو گئ ہے مس نویرہ!" شارف کی دوسری انوکھی بات سن کر نویرہ کی نان اسٹاپ چلتی زبان کو جیسے بریک لگی۔ نویرہ ایسے اچھلی جیسے اسے کسی بچھو نے ڈنک ماردیا ہو۔

جبکہ شارف کے ہونٹوں پر ابھی بھی مسکراہٹ جوں کی توں بر قرار تھی۔

☆☆☆ ☆☆☆

"ابی! ٹھیک ہی تو کہتی ہے میں کسی کام کی نہیں ہوں۔ ہر بار کی طرح لاکھ کوشش کے باوجود آج بھی اسے ہرٹ کر دیا میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صرف پریشانی کے علاوہ تو کچھ نہیب دے سکتی ابی کو انو!"

چھت پر پڑے کالی لکڑے کے خوبصورت سی کرسی پر بیٹھی وہ مسلسل آنسو بہانے کے درمیان خودکلامی کے سے انداز میں بولی۔

اپنی ہی سوچوں میں گھرا نمال یک دم پلٹ کر اسے تکنے لگا پھر سگریٹ کو راکھ سمیت وہیں مسل دیا اور ہاتھ میں پکڑی سٹنگ کی ٹھنڈی ٹھار بوتل اٹھائے کچھ سوچ کر اس کے پاس آ گیا۔

وہ اب بھی اس کی موجودگی سے بے خبر بس آنسو بہائے جا رہی تھی۔
بوتل کو ٹیبل پر رکھتا کرسی کی سمت تبدیل کر کے اسے الٹا کر کے رکھنے کی بعد اس کی پشت پر ہاتھوں پر ٹھوڑی جمائے دونوں طرف ٹانگیں کرتا خود بھی بیٹھ گیا۔
ہلکے سے کھٹکے پر الوینہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر آنسو صاف کرنے لگی۔
"ایم ------سوری! میں نے آپ کو دیکھا نہیں ,ورنہ میں اوپر نہ آتی۔" وہ شوں شون کرتی سر جھکا گئ۔
"اٹس فائن--------میں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھیان دیتا۔" نمال نے بے نیازی برتی۔، جواب میں وہ خاموش رہی۔
"ابی نا------پرفیکٹ ہے۔ وہ جو پہنتی ہے وہ پرفیکٹ ہے ,وہ جو کرتی پرفیکٹ ہے وہ جو بھی بولتی ہے وہ پرفیکٹ ہے----------ہر کام پرفیکٹ طریقے سے کرتی ہے۔ پرفیکشن اس پر آ کر ختم ہو جاتی ہے۔" وہ تھوڑے توقف کے بعد کھوئے کھوئے سے انداز میں پھر سے کہنا شروع ہوئی۔
"اللہ نے پوری دنیا ایک ہی ایسا انسان بنایا ہے جس پر پرفیکشن آ کر ختم ہو جاتی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں لاکھ کوشش کر لوں پر میں ابی نہیں بن سکتی کبھی بھی, وہ جتنا مجھے سمجھاتی ہے میں اتنی ہی غلطیاں کر بیٹھتی ہوں۔" اس پل اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ اس کا چہرہ بھی اداسی میں ڈوبا ہوا تھا۔

www.classicurdumaterial.com

نمال پوری توجہ سے اس کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔

آئیملک کمرے میں یہاں وہاں بے تابی سے چکر کاٹ رہی تھی۔ اس نے گھڑی پر وقت دیکھا, الوینہ ابھی تک کمرے میں نہیں آئی تھی۔

"آئی تھنک! آج میں نے اسے کچھ زیادہ ہی بول دیا ہے۔"

جب ٹہل ٹہل کر تھک گئ تو بیڈ کے کنارے بیٹھ کر بری طرح انگلیاں مسلتے ہوئے اس نے سوچا۔

"کہیں ناراض نہ ہو گئ ہو؟" وہ یکدم گھبرا کر باہر آ گئ۔

پھر کچھ سوچ کر کچن اس نے کچن کا رخ کیا۔

فریزر سے دو سٹنگ کی سیلڈ بوتکیں نکال کر کچن سے باہر آ گئ۔

"انو! پکا اس وقت چھت پر ہو گی۔" الوینہ کی فیورٹ سٹنگ بوتل کو دیکھ کر وہ مسکرائی پھر اوپر چھت پر اس حصے کی طرف آ گئ , جو اس نے اور الوینہ نے دل سے سجایا تھا, تاروں بھرے بھرے آسمان تلے چھت کا یہ خوبصورت سا حصہ اسے بہت اداس سا لگا۔

پھولوں کی خوشبودار اور خوش رنگ بیلیں چار سو پھیلی تھیں۔

پھرجانی پہچانی آواز پر اس نے چونک کر اندر کی طرف جھانکا۔

نمال اور الوینہ کو ایک ساتھ بیٹھے باتیں کرتا دیکھ کر وہ ششدر رہ گئ۔

"اچھا ! مجھے ایک بات بتاؤ۔۔۔۔۔۔۔تم ابی کی طرح کیوں بننا چاہتی ہو۔ تم الوینہ ہو تو الوینہ بن کر رہو۔ " وہ نرمی سے بولا۔ الجھن کا شکار ہوتی الوینہ نے حیرانی سے نمال کو دیکھا۔

"اور یہ پرفیکشن کیا ہوتا ہے؟ اپنی اندر کی خوبیوں کو پولش کرو ۔ اپنی غلطیوں کو سدھارو اور اپنے پوائنٹ آف ویو سے سوچو اور وہ کرو جو تمہیں صحیح لگتا ہے ہر کام کو اپنے طریقے سے کرنے کی کوشش کرو, پھر دیکھنا تم اپنے آپ میں پرفیکٹ بن جاؤ گی۔ " وہ رسان سے سمجھاتا ذرا دیر کو رکا ۔

الوینہ اسے خاموشی سے دیکھتی اور سنتی رہی۔

"راستے میں بہت سی مشکالات آئیں گیں۔۔۔۔۔۔۔لیکن تک گھبرانا نہیں , تم گرو پھر سنبھل جاؤ گی, پھر گرو گی پھر اٹھ کھڑی ہو گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر دیکھنا تم کیسے پرفیکٹ بنتی ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بی یور سیلف۔۔۔۔۔!"آخر میں وہ مسکرا کر بولا ۔

اس کی باتوں میں اتنا جادو تھا کہ غیر محسوس طریقے سے اس کے آنسو خود بخود رک گئے۔ جواباً وہ بھی مسکرا دی۔

"دیٹس لائک آ گڈ گرل!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چیئرز (cheers)!" نمال نے بوتل کی سیل اوپن کر کے بوتل کو اس کے آگے کر کے کہا۔

"چیئرز۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر اس کی کیپ اتار کر میز پر رکھی اور بوتل منہ کے ساتھ لگا دی۔

"کیوں کیا تم نے انو! آج سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا جو آج میں دیکھ رہی ہوں۔ تم اسے جانتی ہی کتنا ہو جو اپنے دل کی باتیں اس سے شیئر کر بیٹھی ہو۔ ہم دونوں کے بیچ کی باتوں میں تم نے ایک غیر, انجان تیسرے بندے کو شامل کر لیا ہے۔ جو آنسو تم آج تک میرے کندھے پر بہایا کرتی تھی آج کسی اور کے کندھے پر تم نے بہائے ہیں۔ -------کیوں -------آخر کیوں کیا تم نے ایسا, آج ایسا کیا بدلاؤ آ گیا۔"

آنسو تواتر سے اس کے مومی رخساروں کو بھگونے لگے, آئیملک نے زخمی نظروں سے دونوں بوتلوں کو دیکھا پھر دکھ سے سوچتی الٹے قدموں واپس پلٹ گئی۔

"ویسے تمہاری بہن غلط نہیں ہے۔ بڑے ہونے کی ایک بہت بڑی پرابلم ہوتی ہے اپنے سے چھوٹوں کے بارے سوچنا پڑتا ہے۔ ان کے لیے کیا صحیح ہے, کیا غلط ہے ؟ بڑوں پر بہت سی ذمہ داریاں ہوتی ہیں---------بس آئیملک بھی یہی کر رہی ہے وہ چاہتی ہے کہ تم اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ, انڈیپینڈڈ ہو جاؤ, اپنے decisions خود لو۔ اور آئی تھنک! وہ اپنی جگہ بلکل ٹھیک ہے۔"

الوینہ نے بوتل نمال کی طرف بڑھائی۔
اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر اس نے یکے بعد دیگرے دو تین گھونٹ بھرے پھر بوتل واپس ٹیبل پر رکھ دی۔

"تھیک یو سو مچ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں واقعی خود کو اب ہلکا پھلکا محسوس کر رہی ہوں۔" وہ اپنی جون میں پلٹ کر خوش ہوتی بولی۔

"اب دوستی کی ہے تو نبھانی تو پڑے گی ۔ " وہ شریر ہوا۔

پھر چھت پر دونوں کا قہقہہ گونجا۔

نمال سے باتیں کرتے اسے وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا ۔

جب وہ چھت سے نیچے اپنے کمرے میں آئی تو آئیملک سو چکی تھی۔

کمرے میں نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

بیڈ پر لیٹ کر الوینہ نے آئیملک کی پشت پر نظریں ٹکا دیں۔

پھر وہ جلد ہی نیند کی آغوش میں چلی گئ۔

آئیملک نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ سو چکی تھی۔ آئیملک اٹھ کر بیٹھ گئ۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ جب بھی ڈسٹرب ہوتی تو اسے نیند نہیں آتی تھی, آج بھی اس کے ساتھ ایسا ہی ہو رہا تھا۔

نیند آج بھی اس سے روٹھی ہوئی لگ رہی تھی۔

"آج تک کوئی پریشانی نمال جتنی بڑی ثابت نہیں ہوئی۔ ہمیشہ میں نے ڈٹ کر ہر مشکل کا سامنا کیا ہے پھر نمال۔۔۔۔۔۔۔۔ آخر کیوں یہ ہماری زندگی میں آیا ہے کیوں میری ہی بہن

کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔" اس نے ٹوٹے دل کے ساتھ سوچا۔ پھر دوبارہ لیٹ کر الوینہ کی طرف منہ کر کے نگاہیں اس پر ٹکا دیں۔

اس کی آنکھیں پھر سے چھلک پڑیں لڑی کی صورت بہتے آنسو تکیے میں جذب ہونے لگے۔

اذان کی آواز کان میں پڑتے ہی آئیملک نے بستر چھوڑ دیا۔ پھر وضو کرنے کے بعد اس نے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کی۔

نماز سے فارغ ہوکر وہ پھر سے بستر پر لیٹ گئ کہ شاید نیند آ جائے۔

پورے چوبیس گھنٹوں میں سے صرف ایک گھنٹہ نیند لینے کے بعد وہ دوبارہ بیدار ہو گئ۔

وہ فریش ہو کر باہر آئی تو دادو کو کچن میں پایا۔

صحت مند ہونے کی وجہ سے وہ اس عمر میں بھی جوان اور چاق و چوبند نظرآتی تھیں۔

دادو کو سلام کرنے کے بعد وہ توس گرم کر کے پلیٹ کیں جیم اور سلائس رکھے ناشتے کے میز کی طرف آنے لگی جب پلر کے پاس ٹاول گرا دیکھ کر اس کے ابرو تن گئے۔

"ایک تو بوائز کی سمجھ نہیں آتی اتنی بار کہا ہے کہ یوزڈ ٹاول کی جگہ یہاں وہاں نہیں بلکہ لانڈری بیگ ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن نہیں شہریار کو کہاں یہ بات سمجھ آتی ہے۔" اس نے پلیٹ میز پر رکھی پھر مڑ کر ٹاول اٹھا کر کرسی پر جمایا۔

دفعتاً اس کی نظر ہال میں صوفے پر پڑے ایک اور وائٹ کلر کے ٹاول پر پڑی۔

"تمہیں پتہ ہے آج شہریار نمال کے ساتھ جوگنگ پر گیا ہے۔" وہ اس ٹاول کو اٹھانے سوچ ہی

رہی تھی جب دادو کی آواز پر پلٹ کر ناشتے کی میز پر آ گئی۔

"اور ہماری الوینہ میڈیم ! جس نے زندگی میں کبھی صبح کا سورج اٹھ کر دیکھا ہے ؟" دادو کے استفسار پر آئیملک نے نفی میں سر ہلایا۔

"آج وہ بھی نمال کے ساتھ جوگنگ پر گئی ہے۔ "

کیا------؟ الوینہ اور جوگنگ ----------رئیلی دادو!" بریڈ پر جیم لگا کر اس کو منہ میں رکھتی آئیملک نے بے حد حیرانی کا مظاہرہ کیا۔ فاطمہ بیگم ہنس پڑیں۔

"ہاں! دیکھ لو پھر جو ہم اتنے سالوں میں نہ کر سکیں وہ نمال نے کر دکھایا شہریار تو بھائی بھائی کرتا نہیں تھکتا۔ نمال کی کمپنی وہ بہت انجوائے کرنے لگا ہے۔ واقعی ایک اور لڑکے کے آ جانے سے گھر بھر میں کیسا بدلاؤ آ گیا ہے نا۔ افغال ٹھیک ہی کہتا ہے نمال نہ صرف شکل و صورت کا اچھا ہے بلکہ کردار بھی بہت کمال کا ہے سامنے والے کو پل میں اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔"

دادو کو نمال کی اتنی تعریف کرنے پر وہ جل کر رہ گئی۔

پہلے سے خراب کوڈ قدرے اور بگڑ گیا۔

وہ بمشکل بریڈ حلق سے اتارنے لگی۔

"اچھا ! مجھے کچھ کام ہے تو میں اپنا ناشتہ کمرے میں ہی کر لیتی ہوں۔ نمال آ جائے تو باقی کے ساتھ اسے بھی بنا دینا۔"دادو خوشگواری سے کہتیں ناشتے کی پلیٹ اٹھا کر کمرے میں چلی

گئیں۔

"میں تو اسے زہر بھی نہ کھانے کو دوں ناشتہ تو دور کی بات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جسے دیکھو وہی اس کے قصیدے پڑھنے بیٹھ جاتا ہے اوہنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"آئیملک تپ کر بڑبڑائی ۔

وہ ابھی بریڈ کا ایک پیس بھی ختم نہ کر پائی جب الوینہ اور شہریار نے گھر میں قدم رکھا۔

آئیملک کے بگڑے موڈ کو بھانپ کر وہ دونوں ڈرتے ڈرتے اس کے پاس آئے۔

"گڈ مارننگ ۔۔۔۔۔۔۔" دونوں آگے پیچھے بولے۔

لیکن آئیملک خاموشی سے سیدھی دیکھتی ناشتہ کرتی رہی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"اوہ سوری آپی! جلدی میں ٹاول ادھر ہی بھول گیا آئندہ دھیان رکھوں گا۔" ٹاول پر نظر پڑتے ہی شہریارنے فٹ سے کرسی سے اٹھایا۔

اسی پل نمال ٹریک ڈریس پہنے تیزی سے ان کے پاس سے گزرنے لگا۔

"آج چل گیا ہے لیکن آئندہ نہیں چلے گا۔" وہ انتہائی اسپاٹ لہجے میں بولی تو شہریار نے جھٹ سے ہاں میں گردن ہلا دی۔

"اور ہاں ! یہاں کے رولز باقی لوگوں کو بھی سمجھا دو الوینہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہاں یوزڈ ٹاول کی جگہ ادھر ادھر نہیں بلکہ صرف لانڈری بیگ میں ہوتی ہے۔"

نمال کو جھک کر ٹاول اٹھاتے دیکھ کر آئیملک نے نیا حکم صادر کیا۔

نمال کے اعصاب یکدم تنے تھے۔ وہ خود پر ضبط کرتا بنا مڑ کر دیکھے , جواب دیئے آگے بڑھ گیا اس چکر میں بیک پر باندھی شرٹ کی گرہ کھل کر اس کی شرٹ نیچے گر گئ۔

آئیملک نے ناشتہ ادھورا چوڑ کر برتن سنک میں لا کر رکھے پھر جانے لگی جب الوینہ اس کے راستے میں آ گئ۔

"ابی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایم سو سوری کل کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے پکا ارادہ کرلیا ہے آئندہ پوری ایمانداری سے اور دل لگا کر محنت سے کام کروں, تمہیں کوئی شکایت نہیں ملے گی۔"

الوینہ نے جوش سے کہا لیکن آئیملک نے اسے کوئی رسپانس نہیں دیا۔

"ابی ! تم کیا ابھی تک ناراض ہو مجھ سے ۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسے ایک طرف کر کے آگے بڑھنے لگی جب الوینہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر افسردگی سے پوچھا۔

آئیملک کی آنکھیں نمکین پانی سے فوراً بھر آئیں۔

"ناراض نہیں ہوں انو!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بس دل ٹوٹا ہے تم نے کل سے سچ میں مجھے پرایا کر دیا ہے۔ جو ہم دونوں کی آپس کی باتیں تم نے کسی غیر سے شیئر کیں۔" آنسوں سے لبالب بھری اس کی آنکھیں دیکھ کر الوینہ تڑپ کر اس کے قریب ہوئی۔

"ٹو بی آنس ! کل رات میں نے تم دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔ تم دونوں میں کیا چل رہا

ہے کیا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آئی رئیلی ڈونٹ کیئر! دکھ صرف اس بات کا ہے کہ تم۔نے مجھے ری پلیس کیا ہے انو!"

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی بس پتہ نہیں اس کے سامنے کیسے سینٹی ہو گئ اور سب کچھ بول دیا۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن میری زندگی میں اگر کوئی سب سے اہم ہے تو وہ صرف تم ہو ابی۔۔۔۔۔۔۔ میں تمہیں سیڈ نہیں سکتی, میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتی, آئی رئیلی رئیلی لو یو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ گلو گیر لہجے میں کہتی بے اختیار اس کے گلے میں جھول گئ۔

"آج مسٹر نیازی سے میری میٹنگ ہے دیکھنا میں سبکچھ ٹھیک کر دوں گی۔ اور۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ کہتے کہتے اچانک رکی۔ آئیملک اس کے یوں چپ ہونے پر الجھی۔

"تمہیں اچھا نہیں لگتا نا کہ میں نمال سے بات کرو یا اس سے دوستی بڑھاؤں تو ٹھیک ہے آج کے بعد میں اس سے دور رہوں گی۔ میں اچھی طرح سے جانتی ہوں کے تم نمال سے اریٹیٹ ہوتی ہو, سو آئی ڈیسائڈ میں اس سے کبھی بات نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔۔۔آئی پرامس یو۔۔۔۔۔اور الوینہ اپنا پرامس کبھی نہیں توڑتی۔" وہ اس سے لگ ہو کر بولی۔

اب کی بار آئیملک نے اسے گلے لگایا پھر الگ ہو کر ایک دوسرے کے گال پر پیار کرتیں دونوں مسکرا دیں۔

آئیملک کا موڈ ٹھیک ے وتا دیکھ کر الوینہ نے اطمینان کا سانس لیا۔

www.classicurdumaterial.com

آئیملک موبائل پر مصروف اپنے کمرے کی طرف جانے لگی جب کسی چیز سے سلپ ہو کر گرتے گرتے بچی اگر اس کا پاؤں پھسلنے پر توازن بگڑ جاتا تو وہ بری طرح فرش پر جا گرتی۔

الوینہ دور سے دیکھ چکی تھی وہ بھاگ کر اس کے پاس آئی۔

آئیملک نے جھک کر شرٹ اٹھا کر اس کو گول مول کر کے رول بنایا۔

"اف فو! نمال یہ کیا کر دیا تم نے---------- یا اللہ ! نمال کو اس بار بچا لے--"

آئیملک کو انتہائی طیش کے عالم میں نمال کے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ کر الوینہ غائبانہ دعا مانگتی اس کے پیچھے لپکی۔

☆☆☆ 💔 ☆☆☆

"آپ ہوش میں تو ہیں یہ کیسی باتیں کیے جا رہے ہیں؟" اب کی بار نویرہ نے قدرے بگڑ کر کہا۔

"جی! میں پورے ہوش و حواس میں رہ کر ہی بلکل درست بات کر رہا ہوں۔" شارف ہنوز پر سکون رہا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟"وہ ایک دم سے الجھاؤ کا شکار ہوئی۔

"محترمہ! آپ بیٹھیں گی تو میں اپنی بات سمجھا پاؤں گا نا---------- بات آپ کے

فائدے کی ہے آئی پرامس میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔"

"اوکے فائن۔۔۔۔۔۔۔۔پر قسطوں میں بات کرنے کی بجائے کھل کربات کریں تاکہ میرے کچھ پلے بھی پڑے۔" نویرہ تذبذب کا شکار ہوتی پھر سے ٹک گئ۔

"جیسا کہ آپ جانتی ہیں میں ایک ماہرِ نفسیات ہوں۔ میں بنا کسی کچھ بتائے ہی ساری باتیں جان لیتا ہوں۔ دورانِ تعلیم ہی میں اتنے کیسیز حل کیے ہیں کے میرے پروفیسر حیران رہ گئے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ سنیں گی تو آپ بھی یقین نہیں کریں گی۔۔۔۔۔۔۔خیر یہ قصے کہانیاں پھر کبھی سناؤں گا فی الحال تو میں سیدھا مدعے پر آتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر رک کر جیسے الفاظ ترتیب دینے لگا۔ نویرہ کی منتظر نظریں اسی پر ٹکی تھیں۔

"انکل سے میں آل ریڈی بات کر چکا ہوں آپ دونوں کے مسئلے پر۔۔۔۔۔۔۔۔ان کی طرف سے مجھے پوری اجازت ہے۔ میں نے حدیر کو اوبزرو کیا ہے اس کی حرکات و سکنات کو پرکھا ہے, اچھے طریقے سے جانچا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ آپ سے محبت کرنے لگا ہے۔"

اتنا کہہ کر شارف خاموش ہو گیا۔

"اور آپ یہ بات اتنے کامل یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہیں؟" وہ بے یقین ہوئی۔

"میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میرے پاس نالج ہے دوسروں کے دماغ پڑھنے کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور آپ دونوں کا کیس تو اتنا کمپلیکیٹڈ ہے بھی نہیں۔"

"ہم کوئی ذہنی مریض نہیں ہیں حالات کچھ ایسے ہیں کہ فاصلے مٹ نہیں پا رہے۔"

"ایک دم غلط کہا آپ نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج کا ہر بندہ سائیکو پیشنٹ ہے۔ ہم دماغی طور پر بہت سی باتیں خود سے ہی فرض کر لیتے ہیں اسی لیے تو ہمارے مسائل ختم نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر آپ کی میری باتیں محض اس وقت کتابی لگ رہی ہیں اور ابھی حدیر کا ری ایکشن آپ نے نوٹ کیا ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ اس کے دل ودماغ میں غلط فہمی پیدا ہو گئ ہے کہ ہمارے درمیان ضرور کچھ چل رہا ہے۔"

نویرہ شارف کو سمجھی کچھ نہ سمجھی کے عالم میں دیکھ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں آپ کو میری باتوں کے مطلب سمجھنے میں دقت پیش آ رہی ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

اب کی بار نویرہ نے اسے شاکی نظروں سے گھورا, وہ ابھی سوچ ہی رہی ہوتی تھی کہ شارف اس کا خود ہی جواب بھی دے دیتا۔

"اب غور سے سنیں میں آسان لفظوں میں بات کرتا ہوں ۔ حدیر کا آپ کی یوں بے اختیار ناچاہتے ہوئے بھی کیئر کرنا , میرے ساتھ دیکھ کر جیلسی فیل کرنا, ثانیہ کے ساتھ ہوتے بھی اس کی نگاہیں آپ کو ڈھونڈ رہی ہوتی ہیں۔ تو یہ ساری علامات آپ کو لگتا ہے کہ نفرت کی ہیں؟" تفصیلی بات کرتا آخر میں اس نے نویرہ سے سوال کیا۔

"آئی ہیو نو آئیڈیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں آج تک اس بندے کو سمجھ ہی نہیں سکی وہ مجھ سے

چاہتا کیا ہے۔ وہ مجھے چھوڑنا بھی چاہتا ہے اور پاس بھی رکھنا چاہتا ہے۔" اب تک اسے جتنی بھے حدیر کی سمجھ آئی تھی اس نے الفاظ کی صورت شارف کے سامنے بیان کر دی۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور جب بندہ اس کنڈیشن میں ہو تو اسے خود پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے کیا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سب کچھ نارمل ہو سکتا ہے اگر جیسے میں کہوں آپ ویسے کریں تو۔۔۔۔۔۔؟"

وہ بہت تحمل مزاجی سے اور دوستانہ بات کر رہا تھا, نویرہ نے بے ساختہ اثبات میں سر ہلا دیا۔

"گڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ واقعی بہت ہمت والی اور سمجھ دار ہیں۔۔۔۔۔۔۔ویل سب سے پہلے تو آپ حدیر کو کچھ سپیس دیں, اس سے فاصلے پر رہیں ۔۔۔۔۔دین دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کرتا ہے۔"

"آپ چاہتی ہیں نا کہ حدیر آپ کے ساتھ ٹھیک ہو جائے؟" وہ خاموش رہی تو شارف نے پھر سے کلام جوڑا۔

نویرہ نے بے اختیار سر اٹھا کر شارف کو دیکھا جو عب تو اسے مل گیا تھا لیکن وہ پھر بھی اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔

"ظاہر ہے وہ میرا شوہر ہے میں چاہتی ہوں کہ وہ میرے ساتھ ٹھیک ہو جائے, ہمارے درمیان جو فاصلے ہیں وہ ختم ہو جائیں اور۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ روانی میں کچھ اور بھی بولنے جا رہی تھی پھر فوراً ہی زبان دانتوں تلے دبائی۔

شارف کو اس کی اس حرکت پر ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ دبا گیا۔

"اور یہ کہ آپ کو بھی اس بے حد پیار ہے---------- اور شاید آپ اپنی سیلف رسپیکٹ اور انا آڑے آنے کی وجہ سے حدیر سے اظہار نہیں کر پا رہی۔ ------ فائن؟"

بات کے اختتام پر شارف نے تصدیق چاہی لیکن وہ ہنوز خاموشی سے نچلا ہونٹ کاٹتی رہی ۔

کہتی

بھی کیا شارف کا ایک ایک لفظ سچ تھا وہ اس کے سامنے جیسے کھلی کتاب تھی وہ پڑھتا جا رہا تھا اور بتاتا جا رہا تھا۔

لیپ ٹاپ سامنے کھلا ہونے کے باوجود وہ بے توجہی سے کام کر رہا تھا۔ کہیں کا ڈیزائن کہیں فکس کر رہا تھا, بے وجہ فائلز کو اوپن کر کے کلوز کرنے میں لگا تھا۔

کاؤنج سے ابھی تک باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ اور یہی چیز اس کے غصے کو مزید ہوا دے رہی تھی۔

"میں اس کے بارے میں اتنا سوچ ہی کیوں رہا ہوں, میری طرف بھاڑ میں جائے۔" اس نے جھنجھلا کر لیپ ٹاپ بند کر کے بیڈ کی سائیڈ پہ رکھا کم اور پھینکا زیادہ ۔

پھر وہ تکیے سیدھے کرتا بیڈ پر دراز ہو کر بند دروازے کو دیکھنے لگی۔

پھر کروٹ دوسری طرف بدل کر سونے کی سعی کرنے لگا۔ دن بھر کی تھکاوٹ اور ذہنی الجھاؤ کے باوجود وہ جلد ہی گہری نیند میں ڈوب گیا۔

"ویل ----------آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے باقی باتیں ہم پھر کریں ابھی میں کچھ دن ادھر ہی رہوں گا--------وقت بہت ہو گیا ہے آپ بھی سو جائیں, کیوں بے چارے کا اتنا امتحان لے رہی ہیں۔" گھڑی پر وقت دیکھ وہ چونک کر اٹھا اور آخر میں شرارتی پن سے مسکراہٹ دبا کر بولا۔

نویرہ اس کی آخری بات پر بلش کرتی فوراً سے اپنی جگہ چھوڑتی اٹھ گئ۔

شارف نے اس کے چہرے پر پھیلتے دلکش رنگوں کو بڑی دلچسپی سے ملاحظہ کیا۔

"آج وہ دروازہ نہیں کھولے گا آپ اپنے سونے کا بندوبست کہیں اور کر لیں-----"

دروازے کی طرف قدم بڑھاتا وہ پھر مڑ کر گویا ہوا,

نویرہ نے اس کی گہری ہوتی مسکان کو گھور کر دیکھا۔

شارف کے جانے کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے کے پاس آ گئ۔

دروازہ دھکیلا تو وہ ہنوز لاکڈ تھا۔

نویرہ کو اب صحیح معنوں میں حدیر پر غصہ آنے لگا۔

لاؤنج میں سو کر وہ کوئی ایشو کری ایٹ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ خواہ مخواہ راحیلہ کو باتیں بنانے کا موقع مل جاتا۔

ثانیہ آج کی رات ادھر ہی رک گئ تھی اس لیے وہ فضہ کے کمرے میں بھی نہیں جا سکتی تھی۔

اب صرف دو ہی اپشنز بچے تھے یا تو اسٹڈی روم یا پھر گیسٹ روم--------

اسٹڈی روم بھی رسکی تھا صبح شام دو وقت اسٹڈی کرنا ان کا معمول تھا۔

کچھ پل سوچنے کے بعد وہ اوپر والے پورشن پر بنے گیسٹ روم کی طرف چلتی آئی۔

کمرے میں داخل ہو کر اس نے لائٹس آن کر دیں ۔ کوئی دیکھ نہ لے اسی ڈر سے اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا دیا۔

وہ بیڈ کی قریب آ گئ وہاں پہلے سے بستر کو موجود پا کر وہ سوچ میں پڑ گئ۔ پھر سر جھٹکتی بیڈ پر ٹک گئ۔

اسے نئ جگہ پر آسانی سے نیند نہیں آتی تھی لیکن اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور حل بھی نہیں تھا۔

آدھی سے زیادہ رات تو ویسے ہی گزر چکی تھی۔

ساری سوچیں ذہن سے جھٹک کر اس نے چپل سے پیر آزاد کر کے اوپر کر لیے ابھی وہ لیٹنے کا سوچ ہی رہی تھی جب واش روم کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔

نویرہ نے بری طح چونک کر واش روم کی طرف دیکھا اور اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

اس کے جسم سے جیسے جان نکلتی جا رہی ہو۔

پوری کی پوری چھت جیسے اس کے سر پر آن گری ہو۔

وہ جلدی سے دوپٹہ آگے پیچھے اچھی طرح لپٹتی بیڈ سے نیچے اتر گئ۔

"واہ میرے مولا! میری قسمت تو بہت شاندار نکلی ہے۔ اسے کہتے ہیں بن مانگی دعا پوری ہو جانا۔ " وہ خباثت سے بولتا اس کی طرف آنے لگا۔

نویرہ کو لگا وہ ایک بار پھر اسی جگہ آ کر پھنس گئ تھی , کچھ دن پہلے والا ہونے والا واقعہ پوری طرح اس کے ذہن میں تازہ ہو گیا۔

خوف کی شدت سے نویرہ نے ہونٹوں کے ساتھ اپنے جسم میں بھی کپکپاہٹ کو محسوس کیا۔

اگر اسے علم ہوتا کہ حشمت علی بھی یہاں قیام کرے گا تو وہ ساری رات اپنے کمرے کے دروازے پر بتا لیتی لیکن یہا کا رخ مر کر بھی نہ کرتی۔

لیکن اب تو وہ اس چنگل میں بری طرح پھنس چکی تھی۔

وہ ننگے پیر ہی دروازے کی طرف بھاگی۔

"کہاں بھاگ رہی ہے میری رانی! آج تو شکار خود جال میں آ کر پھنسا ہے اتنا حسین موقع میں کیسے گنوا دوں ہاں۔۔۔۔" اس کے دروازہ کھولنے سے پہلے ہی حشمت علی نے اسے لپک کر اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔

نویرہ کو اسے اتنا پاس پا کر اس وحشی درندے سے گھن آنے لگی ,وہ اپنی ابکائیوں کو بدقت روک پائی۔

"چھوڑوں مجھے کمینے --------ذلیل ----------تمہیں تو موت بھی نہیں آتی۔ کچھ تو خدا کا خوف کرو ------ آخر اسے جان دینی ہے۔" وہ اس کے چنگل سے نکلنے کے لیے پوری طاقت لگا کر جو منہ آیا بولتی چلی گئ۔

حشمت علی نے اسے یوں چیختے دیکھ کر جھٹ سے اپنا بھاری بھرکم ہاتھ اس کے منہ پر سختی سے جمایا۔

وہ خود کو چھڑواتے چھڑواتے اب تھکنے لگی تھی ۔ اسے جتنے آیات , جتنی سورتیں زبانی یاد تھیں وہ ان کا ورد کرنے لگی۔

اس کی گرفت میں وہ بن پانی کے مچھلی کی طرح تڑپنے لگی۔

لیکن وہ مرد تھا اس کئ گنا زیادہ طاقت رکھتا تھا اسے بے بس کرنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔

اپنی بے بسی پر نویرہ کے آنسو چھلک پڑے ----------اب سوائے اللہ کی ذات کے اس جانور کے جال سے اور کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔

"کہا تھا نہ تمہیں کسی کو منہ دیکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا, تم نے میری بہت بے عزتی کی ہے تمہیں تو میں چھوڑوں گا نہیں , تمہارا حال تو میں تمہاری ماں سے بھی زیادہ برا کروں گا۔

اس دن بڑے بڑے بول , بول رہی تھی نا کہاں گئے گئ تمہاری وہ ساری تقریریں اور تمہارے وہ سارے محافظ۔۔۔۔۔۔" وہ اس کے کان میں دبی دبی آواز میں غرایا۔

نویرہ کو یک دم اپنے کان کی لویں گرم ہوتی محسوس ہوئیں۔ اسے لگا جیسے کسی گرم سیال مادہ اس کے کام میں انڈیل دیا ہو۔

وہ منہ ادھر ادھر کرتی اس کا آہنی ہاتھ اپنے منہ سے ہٹانے کی کوشش میں بری طرح ہلکان ہو رہی تھی۔

حشمت علی اسے گھسیٹتا ہوں بیڈ کی طرف لانے لگا۔

نویرہ کے جسم سے جیسے روح پرواز کرنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے سختی سے آنکھیں بند کر کے دل کی گہرائیوں سے اپنے اللہ کو پکارا تھا۔

☆☆☆❤☆☆☆

وہ کارپٹ پر دونوں ہاتھ جمائے اوپر نیچے ہوتا ایکسرسائز کرنے میں مصروفِ عمل تھا جب دھڑام سے دروازہ کھلا۔

اس نے اپنا کام روک زمین پر ہاتھ جمائے جمائے ہی سر اوپر کر کے دیکھا۔

"ہیلو مسٹر ! یہ میرا گھر ہے کوئی ہوٹل روم نہیں کہ تم اپنی چیزیں یہاں وہاں پھینکتے پھرو۔ " آئیملک نے پوری قوت سے شرٹ اٹھا کر نمال کے منہ کے آگے کالین پر پٹخ دی۔

وہ سیدھا ہو کر ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات واضح جھلک رہے تھے۔

"الوینہ لوگوں سے کہہ دو کہ اپنی چیزیں اپنے کمرے تک ہی محدود رکھیں , پے انگ گیسٹ ہے تو پے انگ گیسٹ بن کر رہے فیملی میمبر بننے کی کوشش نہ کرے۔ یہ میرا گھر ہے یہاں یہ سب نہیں چلے گا۔۔۔۔۔۔۔۔از دیٹ کلیئر؟"

"یہ میرا کمرہ ہے اور میں جو چاہو گا وہ کروں گا۔" نمال نے بھی سارے لحاظ بالائے طاق رکھ کر روکھائی سے کہا۔

"یہ کیرا گھر ہے اور اس میں وہی ہوتا ہے جو میں چاہتی ہوں۔ جو اصول میں نے بنائے ہیں سب کو وہی فالو کرنے پڑیں گے آئی سمجھ۔۔۔۔۔۔"آئیملک اس کے قریب آ کر آنکھیں آنکھیں ڈال کر دانت پیس کر بولی۔

"اوکے ابی! نمال اچھی طرح سے سب سمجھ گیا ہے آئندہ خیال رکھے گا تم چلو اب۔" الوینہ نے اسے پیچھے کھینچنا چاہا لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئی۔

"میں paying guest ہوں اور میں پورے چسر مہینوں کا رینٹ پے کر چکا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔رائٹ؟"آئیملک پر تیز نظر ڈال کر اس نے الوینہ کو مخاطب کیا۔
وہ ہاں میں سر ہلاتے ہلاتے پھر ابی کے ڈر سے رک کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"رائٹ۔۔۔۔۔۔۔۔" نمال نے خود ہی اپنی بات پر زور دیا۔ "جسٹ ون منٹ!" وہ مڑ کر دیوار گیر الماری کی طرف گیا واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک پیپر تھا۔

"یہ رہا ایگریمنٹ پیپر ۔۔۔۔۔۔۔۔ جب وقت ملے اسے پڑھ لینا۔" نمال نے پیپر سختی سے قریب کھڑی آئیملک کے گال پر مار کر استہزاء سے پر لہجے میں کہا اور پیپر پیچھے کھڑی الوینہ کی طرف بڑھا دیا۔

جسے الوینہ نے جلدی سے پکڑ لیا۔

"اور اصول صرف ایک بندہ ہی کیوں فالو کرے یا ایک ہی کیوں بنائے۔۔۔۔۔۔۔۔ تین ماہ تک یہ کمرہ میری ملکیت ہے میں جو چاہے کوئی میری پرسنل لائف انٹر فئیر کرے مجھے بلکل پسند نہیں۔" وہ آئیملک کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے سختی سے بولتا اس کے قریب آنے لگا۔ آئیملک اس کے چہرے پر نظریں ٹکائے پیچھے پیچھے جانے لگی۔

"رول نمبر ون۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میرے کمرے میں بنا نوک کیے , بنا میری پرمیشن کے کوئی اندر داخل نہ ہو, اصول نمبر دو۔۔۔۔۔۔ میں جب چاہوں صرف تب مجھ سے بات کیا کریں, میں کیا کرتا ہوں کیا نہیں نہیں, میری زندگی میں کوئی ٹانگ اڑائے مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔۔۔۔" آئیملک پیچھے ہوتی ہوتی دروازے سے باہر تک آ گئی۔

الوینہ نے صورت حال گمبھیر ہوتی دیکھی تو بے ساختہ اپنا سر پکڑ لیا۔

"اوکے فائن۔۔۔۔۔۔ تم دونوں سمجھ گئے اور نمال ہم بھی آئندہ تمہاری اجازت کے بغیر کمرے

میں نہیں آئیں گی -------پلیز چلو ابی-------" الوینہ نے آئیملک کو بازو سے پکڑ کر بات ختم کرنی چاہی۔

لیکن آئیملک نے اپنے بازو اس کے ہاتھوں سے چھڑوا لیے۔

"اوکے نوک-------نوک-------نوک اب ٹھیک ہے۔"آئیملک نے زور زور سے دروازہ ہاتھ سے تین بار پیٹا اور اس کے قریب آنے لگی وہ الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا۔

"اب۔میرے اصول لکھ کر رکھ لو یا پھر زبانی یاد کر لو-------ایز یو لائک---------رول نمبر ون--------- اس گھر میں آج تک وہی ہوتا آیا ہے جو میں چاہتی ہوں, اس کی کمرے میں جیسے سیٹنگ ہے اچھی ہے خوبصورت ہے چینج کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جتنی لائٹس لگی ہیں کافی ہیں ایکسٹرا ایڈ کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ ابرو اٹھا کر بولی۔

نمال نے سختی سے مٹھیاں بند کر کے کھولیں۔ وہ ایسا تب کرتا تھا, جب شدید غصے میں ہوتا تھا۔

"رول نمبر دو---------- یہاں نو بجے تک رات کا۔کھانا سرو ہو جاتا ہے کھا لیا تو ٹھیک ہے , اگر نہیں کھایا تو کوئی ایشو نہیں بھوکے ہی سو جانا۔"آئیملک نے تنفر سے کہا۔

الوینہ بھی دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑی پیپر والے ہاتھ کو موڑے ٹھوڑی کے نیچے ٹکا کر اصول نامہ سننے لگی۔

"اینڈ رول نمبر تھری---------- دس بجے تک مین گیٹ کو تالا لگ لگ جاتا ہے آ گئے تو

ٹھیک ورنہ وہیں باہر ہی سو جانا۔"

نمال اس کی اس بات بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا الوینہ نے دلچسپی سے اسے قدرے حیران ہو کر دیکھا۔

"she is joking right؟"

نمال نے الوینہ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ سوچ میں پڑ گئ البتہ کہا کچھ نہیں۔

نمال پھر سے آئیملک کی جانب متوجہ ہوا۔

مس آئیملک صاحبہ! میں سکول اسٹوڈنٹ نہیں ہوں بلکہ فیشن فوٹو گرافر ہوں اس لیے جب شوٹ ختم ہو گا تب ہی واپس آؤں گا۔" اس نے بھی ابرؤ اکڑا کر تنقیدی لہجہ اپنایا۔

"واٹ ایور۔۔۔۔۔۔۔! اینڈ رول نمبر فور۔۔۔۔۔۔۔۔آخری اور سب سے اہم۔۔۔۔۔ تم paying guest ہو تو پے انگ گیسٹ ہی بن کر رہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فیملی میمبر بننے کی کوشش مت کرو۔ میری فیملی سے جتنا دور رہو گے تمہارے لیے اتنا ہی بہتر ہو گا۔"وہ ایک پل کے لیے رکی پھر گویا ہوئی۔

سو بی ان یور لمٹس اینڈ ڈونٹ یو ڈئیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اینڈ آئی مین, ڈونٹ یو ڈیئر چینج اینی تھنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان مائی ہاؤس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیپ اٹ ان یور مائینڈ!"

وہ کہنے کے بعد رکی نہیں تھی تیز تیز قدم اٹھاتی واپس پلٹ گئ۔ الوینہ نے بھی اس کی تقلید کی۔ نمال نے تاسف سے گھورا۔

☆☆☆□☆☆☆

وقت ہاتھ سے ریت کی مانند تیزی سے پھسلتا جا رہا تھا۔

"اس سے پہلے کے بہت دیر ہو جائے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "
اس نے بے بسی سے سوچا, پھر سختی سے آنکھیں بھینچ لیں کہ خالی ہوتے ذہن میں شاید کوئی بات آ جائے, شاید کوئی راہِ فرار مل جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاید کوئی امید کی رمق باقی ہو۔
خالی الذہن کو بیدار کرنے کے لیے اس نے اپنی بری طرح سے صلب ہوتی حسیات کو بیدار کرنا چاہا۔
اسے رہ رہ کر حدیر پر غصہ آ رہا تھا اگر وہ دروازہ لاک نہ کرتا تو وہ ایسی بری سچوایشن میں پھنستی ہی نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن قسمت میں جب درد لکھا ہو تو وہ مل کے رہتا ہے, پھر انسان چاہے جتنی مرضی تاویلیں دے لے, جتنے مرضی لائحہِ عمل تیار کر لے لیکن جو ہونا ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔وہ تو ہو کر رہتا ہے۔
خوشیاں شاید ابھی اس کے مقدر میں تھیں ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔
دکھ سے سوچتے ہوئے نویرہ کی آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح ٹوٹ کر گرنے لگے۔

اس کے شل ہوتے دماغ میں ایک امید کی روشنی چمکی, ایک دیا ٹمٹمایا, اسی خیال کے زیرِ اثر نویرہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں ۔

"ابھی نہیں------تو پھر کبھی نہیں نویرہ----------ڈونٹ گو اپ!" اس نے جیسے اپنی ہمت و حوصلے کو مجتمع کر کے دیوار میں آخری کیل ٹھونکا۔

وہ اسے جیسے تیسے کھینچتا بیڈ تک لے آیا۔ آگے وہ کیا کرنے والا تھا یہ سوچ ہی اس کے بدن سے روح کھینچنے کے لیے کافی تھی۔

وہ غائبانہ اس کے مکروہ چہرے پر فتح کی چھب دیکھ رہی تھی۔ نویرہ نے ایک ترچھی نگاہ بیڈ پر ڈالی۔

بچپن سے لے کر اب تک وہ رسک ہی تو لیتی آئی تھی۔

کبھی کسی اور کے لیے تو کبھی اپنی ذات کے لیے, آج بھی اس کے لیے ایک کڑا امتحان تھا۔

اسے کچھ بھی کر کے اس کے چنگل سے آزادی حاصل کرنی تھی۔

نویرہ نے پورا زور لگا کر اپنا منہ کھولنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی ---------اس نے ایک بار پھر وہی عمل دوہرایا اب کی بار وہ قدرے کامیاب رہی ۔

اس کے ہاتھ کے نیچے دبے منہ کو اس نے کھولا اور سارے کے سارے دانت اس کی ہتھیلیوں میں گاڑ دیئے اور اس نے تب تک یہ عمل جاری رکھا جب تک کہ اس کے چیخنے اور کراہنے کی آواز اس کے کانوں میں نہیں گونجی تھی۔

درد کی شدت سے حشمت علی کے ہاتھ نیچے سرک گیا۔

"یہ مجھے اپنے گندے اور ناپاک ہاتھ لگانے کے لیے۔" وہ حقارت سے غرائی۔

خلافِ توقع اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی دیکھ کر نویرہ نے تین چار بار آگے پیچھے پاگلوں کی طرح پیر اس کے پیروں پر مار کر رہی سہی کسر پوری کر دی ۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس گدھ نما درندے کو جان سے مات دیتی۔

"اور یہ عورت کی عزت کی تذلیل کرنے کے لیے۔" وہ غصے سے یکدم پھنکاری۔

وہ لڑھکتا ہوا پیچھے ہٹا, اپنے زخمی ہاتھ کو پکڑے اب وہ اپنے پیر بھی سہلاتا نویرہ کو خونخوار نظروں سے دیکھنے لگا۔

ابھی بھی خطرہ پوری طرح ٹلا نہیں تھا۔

پھر اسے کانپتے ہاتھوں سے پیچھے دھکیل کر نویرہ نے ایک زور دار ٹانگ اس کی باہر کو نکلی توند پر دے ماری۔

"اور یہ میری ماں کی بے عزتی اور میرے لیے تیرے ناپاک ارادوں کے لیے۔۔۔۔۔۔" وہ اس وقت شعلہ جوالا بنی جیسے آپے سے باہر ہو رہی تھی۔

حشمت علی بیڈ پر اوندھا پڑا ایک ہاتھ پیٹ پر رکھے باربار اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

نویرہ نے بے یقینی سے اپنے ہاتھوں کو اپنے سامنے پھیلا کر دیکھا, وہ اس کی گرفت سے, اس کے چنگل سے نکل چکی تھی ۔

وہ خود نہیں جانتی تھی کہ اس میں یکدم سی اتنی طاقت کہاں سے آئی

تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بس وہ اتنا جانتی تھی کہ کچھ بھی کر کے اسے یہاں سے بھاگنا ہے۔

اللہ نے اور قسمت نے آج پھر اس کا ساتھ دیا تھا۔

وہ بری طرح ہانپتی کانپتی, لڑکھڑاتی کمرے سے باہر نکل آئی۔

باہر گھپ اندھرا تھا۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہال تک آ گئی۔

بری طرح سے بھاری ہوتے سر کو ایکدم سے اس نے دونوں ہاتھوں سے تھاما لیا۔

اس کے رخسار نمکین پانی سے تر تھے , وہ پاؤں کہیں اور رکھ رہی تھی اور چل کہیں اور۔۔۔۔۔۔۔

پھر اس کی ہمت جواب دے گئ ,اس کی آنکھوں کے آگے مزید اندھیرا چھانے لگا۔

اچانک وہ چکرا کر زمین بوس ہو گئ۔

"نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔نویرہ ۔۔۔۔۔۔اٹھو ۔۔۔۔۔۔نویرہ۔۔۔۔۔" کوئی اس کے گال تھپتھپا کر اسے جگانے کی , اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

نویرہ کو لگا جیسے بہت دور کسی کنویں سے آواز آ رہی ہو۔

نویرہ نے آخری بار نیم وا آنکھوں سے اپنے اوپر جھکے ایک عکس کو بمشکل دیکھنا چاہا لیکن ناکام رہی, پھر وہ پوری طرح سے ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئ۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

دن

پوری طرح سے چڑھ آیا تھا ,

جب الوینہ نے ارسل کے ہمراہ "نیازی اینڈ سنز" کمپنی میں قدم رکھا۔

آج وہ پہلے کی بنسبت کچھ زیادہ ہی پراعتماد لگ رہی تھی۔

"ہیلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مسٹر نیازی آفس میں موجود ہیں کیا؟" الوینہ ارسل کو لیے سیدھی کاؤنٹر کی طرف آ گئ اور

کیبن کے پیچھے ڈیوٹی پر مستعد لڑکی کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"یس میم۔۔۔۔۔۔۔"

"اوکے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پورے گیارہ بجے میری ان کے ساتھ میٹنگ فکس تھی سو میں اپنے پورے ٹائم آ گئ ہوں۔" وہ لہجے میں بنا لچک پیدا کیے بولی۔

"اوکے میم ۔۔۔۔ابھی باہر ہی ویٹ کریں باس ابھی میٹنگ میں بزی ہیں۔" لڑکی اپنے مخصوص پیشہ ورانہ انداز میں جواب دیا۔

"ایم سوری! آئی کانٹ ویٹ فار دیٹ۔۔۔۔۔۔۔"

"ارے۔۔۔۔۔ میم, ایکسکیوز می! آپ ایسے اندر نہیں جا سکتیں۔"

اسے آفس کی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ لڑکی پیچھے سے پکارتی رہ گئ۔

اس کے بدلے بدلے تیور نوٹ کرتے ارسل نے بھی اس کی تقلید کی۔

"مے آئی کم ان-----" وہ دروازہ بجاتی اندر داخل ہو گی۔

مسٹر نیازی نے الوینہ کو حیرانی سے دیکھ کر اپنے سامنے کھلے لیپ ٹاپ کو بند کر دیا۔

"اوہ مس الوینہ ! آپ------ بیٹھیں پلیز۔"

وہ ان کے ہاتھ کے اشارے پر کرسی پیچھے دھکیل کر بیٹھ گئ۔

"جی ! چائے یا کافی-------؟"

"نو نیڈ فور دیٹ------آئی تھنک ہمیں فارمیلیٹیز نبھانے کی بجائے سیدھے سیدھے کام کی بات کرنی چاہیئے ۔" وہ نیازی کی آفر کو نظر انداز کرتی فارمل طریقے سے بولی۔

"اوکے---- شیور!"

جیسا کہ میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ یہ میرا پہلا ذاتی پروجیکٹ ہے جسے میں ہینڈل کر رہی ہوں ۔ پہلے غلطی ہو گئ تھی مجھ سے, ایگریمنٹ میں آٹھ دن مانگ تھے پھر آئیملک نے چار دن اور بڑھانے کا کہا لیکن مجھے لگتا ہے یہ بھی کم ہیں ہمیں دو دن اور چاہیئں --------پندرہ دنوں میں کام مکمل ہو جائے گا۔" وہ بڑے سکون سے بولتی کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوئی, ارسل نے ابرو اٹھا کر اسے دل ہی دل میں سراہا۔

"لیکن میں آل ریڈی چار دن دے چکا ہوں آپ کو--------یہ تو بہت ان پروفیشنل کام کر رہی ہیں آپ تو, ایسے ایگریمنٹ تبدیل نہیں ہو سکتا۔"

مسٹر نیازی تھوڑا برا بنا کر بولے۔

"بہرحال میرا یہی حتمی فیصلہ ہے دو دن بڑھانے کے ساتھ ساتھ ہمیں پے منٹ بھی زیادہ چاہیئے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ کای بھی چیز میں کوئی کمی رہ جائے۔ اگر ہماری شرائط منظور ہیں تو ٹھیک ادروائز! ڈیل کینسل ------"

اعمتاد سے کہتی الوینہ کرسی پیچھے کرتی اٹھ گئ۔ نیازی صاحب بھی کچھ حیران , کچھ پریشان سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"اوکے اب میں چلتی ے وں, مجھے بس یہی کہنا تھا۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھ گئ۔

"ارے واہ! آج تو مس الوینہ نے کمال کر دیا ہے , میں تو ابھی تک حیران ہو رہا ہوں کہ کیسے تم نے زبردست میٹنگ کی ہے۔" ارسل خوش ہوتا بولا تو الوینہ رک کر اسے دیکھنے لگی پھر ہلکے سے مسکرا دی۔

"بس آج پہلی بار میں نے اپنے طریقے سے کام کیا ہے۔۔۔اور یہ سب نمال کی باتوں کا اثر ہے اگر وہ نہ سمجھاتا تو شاید ابھی ادھر نہ کھڑی ہوتی۔" نمال کا تذکرہ کرتے ہی وہ کھو سی جاتی تھی ۔

وہ اپنی کیفیت خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

جبکہ نمال کے ذکر پر ارسل کا اچھا خاصا موڈ بدمزا ہوا ۔

"آئی جسٹ ہوپ کہ اب سب ٹھیک ہو جائے۔"

"ڈونٹ وری۔۔۔۔انشاءاللہ ! سب اچھا ہی ہو گا۔"

الوینہ نے مسکرا کر اسے دیکھا پھر وہ دونوں چلتے ہوئے باہر نکل گئے۔

وہاں سے وہ دونوں اپنے فیورٹ آئس پارلر چلے گئے۔ گرمی بھگانے کے لیے انہوں نے ٹھنڈی آئس کریم کھائی۔

پھر وہ گھر واپس آ گئے۔

فریش ہونے کے بعد وہ ایک چکر ہال کا کاٹنے کے بعد ٹیبک پر سجے فریش فروٹ میں سے ایک اٹھا کر اسے پینٹ کے ساتھ رگڑ کر منہ میں رکھا۔

آئیملک کو کمرے میں جاتا دیکھ کر اس نے ایک اپیل اٹھایا اور اس کے پیچھے پیچھے آ گئ۔

"یہ لو تم بھی کھاؤ۔۔۔۔۔" وہ سیب اس کی طرف اچھال کر بولی۔ آئیملک نے کمال مہارت سے کیچ کر کے پہلے اٹھ کر اسے دھویا پھر منہ میں رکھا۔

"ہف ! ایک تو یہ لڑکی فروٹ بھی پرفیکشن کے ساتھ کھاتی ہے۔" الوینہ نے بڑبڑا کر اپنے سیب کو۔گھورا پھر کاندھے اچکا کر پھر سے سیب کھانے لگی۔

"واہ بھئ آج تو ہماری انو بڑی خوش لگ رہی ہے۔" آئیملک نے اس کے فریش موڈ کا بڑے دھیان سے جائزہ لیا۔

"آج نا تیری بہن نے لائف میں پہلی بار اپنا decision لیا ہے , میں نے صبح بتایا تھا نہ کہ

مسٹر نیازی سے آج میٹنگ ہے تو بس ادھر سے آ رہی ہوں ۔"

"اچھا تو کیا میٹنگ ہوئی پھر۔۔۔۔۔۔۔"آئیملک نے توجہ سے اسے دیکھا۔

"میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ پندرہ دن چاہیئں اور اماؤنٹ بھی اس حساب سے زیادہ , پہلے بارہ دن تھے بفرنگ کے لیے ہمیں دو دن اور دیں۔۔۔۔۔۔۔ اگر شرائط منظور ہیں تو ٹھیک ورنہ ڈیل کینسل۔۔۔" الوینہ نے من و عن اسے ساری باتیں بتائیں۔

"یہ کیا کر دیا تم نے انو! ایسے ڈیل نہیں کرتے کچھ اپنی شرائط رکھتے ہیں اور کچھ کسٹمر کیا چاہتے اس کو بھی دیکھنا پڑتا ہے یار۔۔۔۔ یوں دھمکی نہیں دیتے۔"آئیملک نے اپنا سر تھام لیا۔

"لیکن میں نے تو اپنے طریقے سے کام کیا ہے, جو مجھے صحیح لگا بول دیا۔۔۔۔۔۔۔اب کیا ہو گا۔" وہ سیب کھانے کے درمیان پریشانی سے بولی ۔

"کرنا کیا ہے اب صرف ان کال کا ویٹ کرتے ہیں کیا کہتے ہیں؟"

دفعتہً ڈور بیل بجی,

"میں دیکھتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ اٹھ کر باہر چلی گئ۔

ٹھیک اسی پل الوینہ کا موبائل بج اٹھا۔آئیملک نے سیل فون اٹھا کر دیکھا تو مسٹر نیازی کی کال تھی ۔

اس نے جلدی سے اٹینڈ کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔

مسٹر نیازی سے بات کر کے اس نے موبائل ایک طرف رکھا۔

انہیں ساری شرائط کے ساتھ ڈیل منظور تھی ۔ نیازی صاحب کو الوینہ کی تعریف کرتے دیکھ کر آئیملک کو دلی خوشی ہوئی۔

اس کا دل خوشی سے ناچنے کا کر رہا تھا۔

وہ یہ خوش خبری سنانے باہر نکلی ۔

دروازہ کھولتے ہی اس کے سامنے ایک ینگ سا باوردی کوریئر کھڑا تھا۔

"کنگریچولیشنز! میم باس کو آپ کی ڈیل قبول ہے اور یہ تحائف آپ کے لیے خاص بھیجے ہیں۔"

"او رئیلی۔۔۔۔۔۔۔ تھینکس۔۔۔۔۔" وہ اس کے ہاتھ سے فریش فلاور بکے اور سویٹ کا ڈبہ پکڑے خوشی خوشی واپس مڑی۔

اس کا رخ نمال کے کمرے کی طرف تھا۔

نمال کے کمرے کی طرف الوینہ کو بڑھتے دیکھ کر اس کی ساری خوشی چہرے سے یکدم غائب ہو گئ۔

نماپ بیڈ پر نیم دراز تھا جب وہ دروازہ بجاتی اندر آ گئ۔

وہ اس کے ہاتھ میں بکے اور ڈبہ دیکھ کر حیرانی سے اٹھ کر اس کے مقابل آ گیا۔

"تھینک پلیو تھینک یو سو مچ۔۔۔۔۔۔۔۔ میں بتا نہیں سکتی کہ کتنی خوش ہوں۔ جیسا تم نے کہا میں نے ویسے ہی کیا اور دیکھو سب کچھ ٹھیک ہو ڈیل بھی ہو گئ۔"

وہ جوش سے چہکی ۔

"دیٹس گریٹ۔۔۔۔۔۔۔مبارک ہو ۔" وہ خوشدلی سے گویا ہوا۔

"لو تم ہی کھولو ڈبہ اور یہ بکے بھی تمہارا ہوا اگر تم نہ ہوتے تو یہ سب پاسبل نہ ہوتا۔"

"اوکے۔۔۔۔۔۔" نمال نے ڈبہ اوپن کیا الوینہ نے ایک برفی کا ٹکڑا اٹھا کر سارا کا سارا اس کے منہ میں ڈال دیا وہ روکتا رہ گیا۔

پھر وہ دونوں ہنس پڑے۔

ہنستے ہنستے الوینہ کی یکدم دروازے پر نظر پڑی تو ہنسی کو اچانک بریک لگی۔

اسے آئیملک سے کیا ہوا اپنا وعدہ یاد آیا جو وہ بے دھیانی میں اب تو توڑ چکی تھی۔

اس کی نظروں کے تعاقب میں نمال بھی آئیملک کو دیکھ چکا تھا۔

پھر نمال کے اشارے پر وہ آئیملک کی طرف بڑھی۔

"ڈیل پکی ہو گئ ہے۔۔۔۔۔۔"

اس نے جوش سے سویٹ کا ڈبہ کھول کر اس کے آگے کیا۔

آئیملک کے چہرے پر بے یقینی ہی بے یقینی تھی ۔

"ڈبہ تو آلریڈی کھلا ہے الوینہ!" وہ آنسو پیتی گویا ہوئی۔

کیری آن۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم دونوں انجوائے کرو ۔" ڈبے کو ہاتھ سے پیچھے کرتی وہ تیزی سے وہاں

سے چلی گئ۔

الوینہ کا منہ اتر گیا۔

غلطی تو اس نے کی تھی وعدہ توڑ کر اپنی خوشی جو وہ بچپن سے لے کر آج تک سب سے پہلے آئیملک سے شیئر کرتی تھی نمال سے کر بیٹھی۔ اس کا ناراض ہونا تو بنتا تھا۔

رات تک الوینہ نے خاص آئیملک کو منانے کے لیے پارٹی ارینج کی ۔
پزاہٹ سے اس کا فیورٹ پیزا اور ساتھ سٹنگ منگوا کر جب اس نے ہال میں قدم رکھا تو آئیملک افغال سے فون پر مصروف تھی۔
ترچھی نگاہ ٹینل پر ٹرے رکھتی الوینہ پر ڈالی پھر دوسرے لمحے فون بند کر کے سیل فون جینز کی جیب میں رکھا۔
الوینہ نے چہرے پر دنیا بھر کی معصومیت سجا کر سٹنگ کی بوتل اس کے آگے کی۔
"آئیملک نے ایک نظر الوینہ کو دیکھا پھر چٹ بوتل سے اتار لی جس پر سوری لکھا ہوا تھا۔
الوینہ یکدم خوش ہوئی۔
آئیملک نے چٹ کو پھاڑ کر کئ حصوں تقسیم کر دیا۔ پھر ڈسبن میں ڈال کر وہ اس کے مقابل آ گئ جس کا چہرے پر اب اداسی رقم تھی۔
"تم نے ایک پل میں پرایا کر دیا ہے انو! یہ سوری جیسی فارمیلیٹیز کب سے ہونے لگی ہیں

ہاں۔۔۔۔۔"

"پھر بھی ایم سوری میں نے تمہیں ایک بار پھر سے ہرٹ کر دیا۔"

"اٹس اوکے مجھے برا لگا ہے پر تھوڑا سا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تم سے ناراض ہوں۔" وہ جبراً مسکرائی۔

"میں اچھی طرح سے جانتی ہوں تم نمال کو پسند نہیں کرتی اور یہ بھی سچ ہے کہ میری زندگی میں تم سے زیادہ اہم اور کوئی بھی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔نمال بھی نہیں۔"

الوینہ آنسو صاف کرتی اس کے قریب آ کر اس کے ہاتھ تھام کر بولی۔

"پاگل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جانے بھی دو اب , اور میں ٹھیک ہوں خوش ہوں دیکھو تمہارے سامنے۔"

"ابی ! تم نے واقعی معاف کر دیا ہے نا یا صرف۔۔۔۔۔"

اس کی بات پوری کرنے سے پہلے ہی آئیملک نے اسے گلے سے لگا لیا۔

پھر الوینہ نے اس سے الگ ہو کر سٹنگ کی بوتل ابی کی طرف بڑھائی۔

ابی نے بوتل کو اچھی طرح ہلا کر ڈھکن اتار دیا۔

بوتل میں سے ایک دم سے فوارے کی صورت جھاگ باہر نکلی اس نے جلدی سے الوینہ پر انڈیل دی۔ الوینہ نے اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر آئیملک پر گرانی چاہی لیکن اپنا بچاؤ کرتی

بھاگ کھڑی ہوئی۔

اس رات ان دونوں نے خوب مستی اور بہت ہلا گلا کیا تھا۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

اس نے آنکھ کھولی تو خود کو بیڈ پر پایا۔

اس نے غائب دماغی کے ساتھ کمرے کا جائزہ لیا۔ ایک پل کے لیے وہ بھول گئ تھی کہ کہاں پر ہے؟

پھر ذہن کے پردے پر زور ڈالتے ہی اسے سب کچھ یاد آنے لگا۔ اس کی آنکھیں پوری طرح سے کھل گئیں , وہ ہڑبڑا کر یکدم اٹھ کر بیٹھ گئ۔

دوپٹے کو اچھی طرح سے پھیلا کر اس نے ہاتھوں سے جکڑ لیا۔ اسے لگا جیسے وہ اب اسی بھیانک احساس کے زیر اثر ہے۔

"نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔آر یو اوکے؟" شارف اس کی حرکات کو بغور نوٹ کرتا پریشان ہوا۔

نویرہ نے چونک کر دائیں طرف کھڑے شارف کی طرف نگاہ اٹھائی۔

پھر گردن ہلاتی سر جھکا کر اب وہ سامنے کھڑے شخص کے جوتوں کو گھور رہی تھی۔

اس کی حالت دیکھ کر حدیر نظریں چرانے لگا۔

رات کا پتہ نہیں کون سا پہر تھا جب اسے شارف کی پریشان زدہ گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

اس نے بھاگ کر دروازہ کھولا تھا۔ شارف کی بانہوں میں جھولتا بے جان سا وجود کسی اور کا نہیں نویرہ کا تھا, اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ دم بخود رہ گیا تھا۔

پورے چار گھنٹے بے ہوش رہنے کے بعد ابھی اسے ہوش آیا تو اس نے غلطی سی بھی حدیر کی طرف دیکھنا گوارا نہ کیا۔

تب سے اب تک وہ خود کو ملامت کرتا ایک پل بھی سکون سے نہیں بیٹھا تھا اور اب نویرہ کی بے رخی اس کے لیے کسی امتحان سے کم نہیں تھی اور اس کی بے اعتنائی جائز بھی تھی----------

"گھر میں ابھی تک کسی کو بھی علم نہیں ہے کہ رات کیا ہوا, میں سیدھا تمہارے پاس لے کر آ گیا تھا۔ حشمت ماموں اور ثانیہ نے ادھر ہی قیام کی ہے خواہ مخواہ انہیں باتیں بنانے کا موقع مل جاتا۔ " وہ حدیر کو مخاطب کر کے بولا۔ حدیر نے سر ہلا دیا البتہ نگاہیں ابھی بھی نویرہ کے گرد گھوم رہی تھیں جس کے چہرے پر اب خوف کے ساتھ ساتھ پسینے کے ننھے ننھے قطرے بھی نمودار ہو نے لگے۔

"پسینہ وہ بھی اتنی صبح سویرے ----" وہ نویرہ کی حالت کے پیشِ نظر سوچتا ہوا تشویش کا شکار ہوا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو نویرہ کی یہ حالت-----" حدیر نے شارف سے پوچھتے ہوئے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی کیونکہ نویرہ کا اچانک سے غصے سے لال پیلا ہوتا چہرہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

"آئی ڈونٹ نو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ تو نویرہ ہی بہتر بتا سکتی ہے کیونکہ میں جب تک پہنچا تب تک یہ بے ہوش ہو چکی تھی۔"

شارف اور حدیر بات کرتے ہوئے گاہے بگاہے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بھی ملاحظہ کر رہے تھے۔

"پلیز چپ ہو جائیں آپ دونوں اور جائیں یہاں سے مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی ۔۔۔۔۔۔۔۔میں کچھ دیر اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔" کب سے خود پر ضبط کرتی وہ یکدم پھٹ پڑی ۔

"اوکے۔۔۔۔۔۔۔اوکے ریلیکس ! ہم چلے جاتے ہیں۔"

شارف جلدی سے بولا اور حدیر کو اشارہ کرتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم جب تک طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی بیڈ پر سو سکتی ہو۔" اسے بیڈ سے اتر کر صوفے کی طرف بڑھتے دیکھ کر حدیر کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"اپنی مہربانیاں آپ اپنے پاس ہی رکھیں, میری فکر میں گھلنے کی قطعاً ضرورت نہیں میں اپنا خیال خود رکھ سکتی ہوں۔" وہ ترش لہجے میں کہتی صوفے پر دراز ہو کر چھت کو گھورنے لگی۔

حدیر پریشانی سے نچلا ہونٹ کاٹتا چند ثانیے اسے تکتا رہا پھر تیزی سے باہر آ گیا۔

شارف اسی کے انتظار میں ابھی باہر ہی کھڑا تھا۔

"شارف یہ ایسے کیوں بی ہیو کر رہی ہے آج سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز مجھے کچھ تو بتاؤ آخر رات ایسا کیا ہوا جو اس کی یہ حالت ہو گئ ہے۔

آخر میں تو وہ تمہارے ساتھ ہی تھی نا؟" حدیر خود نہیں جانتا تھا کہ اسے ایسے دیکھ کر اسے کیوں بے چینی ہو رہی تھی۔

"یار اگر مجھے پتہ ہوتا تو کیا میں تمہیں نہیں بتاتا , خود سوچو!" شارف جھنجلایا۔

"ہمم------ آخری بار تمہیں یہ کہاں ملی؟" ذہن میں خیال آتے ہی حدیر نے ترنت پوچھا۔

"اوپر والے پورشن پر ہال میں نیم بے ہوش پڑی ملی اور بے ہوشی میں بھی بار بار ایک ہی بات بولے جا رہی تھی-------چھوڑ دو مجھے, مجھے ہاتھ مت لگانا۔" وہ حدیر کو بتاتا ہوا خود بھی تذبذب کا شکار ہوا ۔

"پھر اب کیا کریں ؟وہ تو سیدھے منہ بات تک نہیں کر رہی۔"

"فی الوقت تو اسے کچھ دیر کے لیے اکیلے ہی رہنے دو,بعد میں آرام سے اور نرمی سے پوچھنا شاید کچھ بتا دے۔ نویرہ کسی چیز کو لے کر خوفزدہ ہے۔" شارف نے پر سوچ انداز اپنایا۔

"خوفزدہ----------؟" حدیر نے چونک کر استفسار کیا۔

"ہاں! ابھی دیکھا نہیں کیسے اس کے چہرے پر خوف پھیلا ہوا تھا اور اس کا جسم بھی کانپ رہا تھا۔"شارف نے ایک نئے پہلو کو واضح کیا۔

"ویل تم۔پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جب وہ بہتر محسوس کرے تب اس سے بات کرنے کی کوشش کرنا, تم اس کے شوہر ہو آئی تھنک ! وہ تمہیں ضرور بتائے گی۔"

اس کی بات پر حدیر نے سر ہلایا پھر وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔

ایک دن ایسے ہی خاموشی کے ساتھ کٹ گیا۔

نویرہ بظاہر تو پہلے سے بہتر لگ رہی تھی لیکن حدیر کو وہ مسلسل نظر انداز کر رہی تھی اور یہی بات حدیر کی بے چینی کو بڑھا رہی تھی۔

اس نے ایک دو بار بات کرنے کی کوشش کی بھی لیکن ناکام رہا۔

دوسرا دن وہ آفس میں گزارنے کے بعد گھر واپس آیا تو شام رات میں ڈھلنے کو تیار تھی۔

فریش ہونے کے بعد اس نے کھانا کھایا پھر دوبارہ کمرے میں آیا تو نویرہ اسے کہیں دکھائی نہیں دی۔

وہ اسے آوازیں لگاتا باہر نکل آیا۔ ہال میں , کچن میں حتیٰ کہ اس نے فضہ کے کمرے میں بھی چیک کر لیا لیکن وہ اسے کہیں نہ ملی تو اس کی پریشانی میں حقیقتاً اضافہ ہوا۔

کچھ سوچ کر وہ لان میں چلا آیا۔

لان میں بچھی کین کی کرسیوں میں سے ایک پر وہ دونوں پیر موڑے گھٹنوں پر ٹھوڑی جمائے اسے گم صم سی بیٹھی نظر آئی۔

وہ گہری سانس خارج کرتا ایک ہاتھ جیب میں پھنسائے آرام آرام سے قدم اٹھاتا اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

نویرہ نے اس پر سرسری سی نگاہ ڈال کر دوسرے ہی لمحے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

کچھ لمحے یونہی خاموشی کی نظر ہو گئے۔

"تم مجھ سے ابھی تک ناراض ہو کیا؟" تھوڑے توقف کے بعد حدیر نے بات کا آغاز کیا۔

"مسٹر حدیر! ناراض ان سے ہوا جاتا جو کسی رشتے میں بندھے ہوں جبکہ ہمارے درمیان تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے کہ ایک دوسرے سے روٹھیں یا ایک دوسرے کو منائیں۔ ہمارا رشتہ محض ایک کاغذ کے ٹکڑے پر ٹکا ہے جو بقول آپ کے آج نہیں تو کل ٹوٹ جائے گا۔" وہ ہنوز سر جھکائے زخمی لہجے میں بولی۔

"ضروری تو نہیں جو میں پہلے چاہتا تھا وہی اب بھی چاہوں گا۔"

نویرہ ابھی بھی اس کی نظروں کے حصار میں تھی۔ حدیر کے ذومعنی انداز پر اس نے پہلی بار الجھ کر جھکا سر اٹھایا۔

"مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کہنے کیا چاہتے ہیں؟" اس کی بھنویں یک دم تن گئیں۔

"کچھ نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم کمرے میں چلو یہاں ویسے بھی بارش ہونے والی ہے۔"

نگاہ اٹھا کر گرجتے چمکتے گہرے ہوتے بادلوں کو دیکھ کر اس نے بات کو گول مول کر دیا۔

"بائے دا وے ! آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ کون سا کمرہ؟" اس کے طنزیہ انداز میں چھپی بات کو سمجھ کر حدیر نے لب بھینچ لیے۔

"ایم سو سوری! اس رات جو کچھ بھی ہوا اس کے لیے مجھے معاف کر دو , میں خود نہیں جانتا مجھے اچانک کیا ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خیر رات گئ بات گئ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئی پرامس آئندہ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔۔بلیو می!" اس کا لہجہ خلافِ توقع التجا سے بھرا تھا,

"حدیر اور سوری------پھر پرامس ------اور وہ بھی مجھ سے-------یہ حقیقت ہے یا کوئی ,کوئی حسین خواب----" نویرہ نے اچھنبے اور غیر یقینی سے سوچا۔

"اور اگر میں کہوں کے آپ کی زیادتی کے مقابلے میں معافی بہت چھوٹا لفظ ہے تو پھر---------" وہ سپاٹ تاثر کے ساتھ بولی ۔

"میں پھر بھی یہی کہوں گا کہ بندہ بشر ہوں غلطی ----------نہیں سوری غلطیاں ----" اس نے کہنے کے دوران جیسے خود ہی اپنی بات کی تصیح کی۔ " معافی نہیں تو کم از کم تلافی کرنے کا موقع تو مل سکتا ہے یا وہ بھی نہیں---؟ " اس نے الٹا سوال چھوڑ کر نویرہ کو مشکل میں ڈالا۔

"پتہ نہیں-------" تھوڑے توقف کے بعد اس نے کہا بھی صرف دو حرفی جملہ------حدیر نے ٹھنڈی سانس جیسے ہوا کے سپرد کی۔

"انسان خطا کا پتلا ہے--------- جب تک زندگی ہے تب تک ایسے ہی غلطیاں اور ان کی معافی تلافی ہوتی رہے گی۔ اس حقیقت سے ہم منہ نہیں موڑ سکتے۔" وہ افسردگی سے مسکرا دیا۔

"خیر چھوڑو ----------میں بھی پتہ نہیں کہاں سے کہاں نکل گیا۔" نویرہ کو اس پل اس کی مسکراہٹ پھیکی لگی۔

وہ اتنے کم وقت میں اس کی ایک ایک عادت , ایک ایک بات سے واقف ہو چکی تھی , حدیر سے متعلق ہر چیز , ہر بات اسے جیسے خود بخود ازبر ہو جاتی تھی۔

"محترمہ! اب چلنا پسند کریں گی یا ساری رات یہیں بسر کرنے کا ارادہ ہے۔" بارش کے قطرے اس کے شفاف چہرے پر گرتے دیکھ کر حدیر کو موضوع بدلنا پڑا۔

"ادھر ہی رکنے کا ارادہ ہے---------- آپ جائیں یہاں سے -------اپنے کمرے میں۔" بات کا جواب دیتی وہ آخر میں طنز کیے بغیر نہ رہ سکی۔

حدیر کا بے ساختہ قہقہہ گونجا۔

"الٰہی خیر! حدیر میری بات پر کھل کر ہنس بھی سکتا ہے ---------- " اس نے حیرانی سے شاکی نظریں حدیر کے وجیہہ چہرے پر ٹکا دیں۔

"پھر تو آپ کے ارادے نیک نہیں ہیں------ لگتا ہے مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔" ماتھے پر بارش کی وجہ سے قدرے نم ہوتے بالوں میں انگلیاں چلاتا ترنگ میں بولتا دو قدم آگے بڑھا کر اس نے فاصلے کو کم کرنا چاہا۔

ایک تو موسم ایسا بن گیا تھا اوپر حدیر کی شخصیت اتنی مقناطیسی اور سحر انگیز تھی کہ وہ بدک کر دو قدم پیچھے ہٹی۔ وہ کسی بھی فسوں خیز لمحے میں آکر کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی , ابھی تو بہت سے حساب چکانے باقی تھے۔ حدیر کو اتنی آسانی سے وہ معافی نہیں دے سکتی تھی۔

حدیر اس کی اس حرکت کو ملاحظہ کرتا لطف اندوز ہوا۔

"اب مان بھی جاؤ , دیکھو تمہارے چکر میں میں بھی بھیگ رہا ہوں۔ "

"آپ اپنی مرضی سے بھیگ رہے ہیں میں نے آپ کو نہیں روکا۔ " وہ عادت کے مطابق بائیں

ابرو کو حرکت دیتی گویا ہوئی۔

"تو میں نے کب کہا کہ تمہاری مرضی سے رکا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حدیر شیرازی آزاد پنچھی ہے اسے کوئی بھی اپنی مرضی میں نہیں ڈھال سکتا۔" اس نے غیر ارادی طور پر وضاحت دی۔

"پلیز آپ جائیں یہاں سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے تنگ مت کریں۔" کن من بارش اب مسلادھار بارش میں تبدیل ہونے لگی تھی۔ موسم کے بگڑے تیور کی طرح وہ بھی بگڑ کر بولی۔

"تم نے جو غصہ کرنا ہے کر لینا , جو ناراضگیاں دیکھانی ہے دکھا لینا پر۔۔۔۔۔۔۔ابھی چلو یہاں سے ۔۔۔۔۔ دیکھو بیمار پڑ جاؤ گی۔"

اس کا لہجہ منت بھرا تھا ایک پل کو نویرہ کا دل کیا کہ پچھلی سب باتیں بھولا کر وہ اس کے ساتھ چل پڑے لیکن پھر اس کی عزتِ نفس جاگ اٹھی۔۔۔۔۔۔

"آپ کو میری فکر کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں میں اپنا خیال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" بات کے درمیان اسے یکدم چھینک آئی۔ "خود رکھ سکتی ہوں۔"

حدیر نے تاسف سے سر ہلایا۔

"اتنی ضد کیوں کر رہی ہو۔ " اسے اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر وہ چڑ کر بولا۔

"میں ایسی ہی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نے ترنت جواب دیا۔

اس نے ایک بار پھر دونوں ہاتھ رکھ کر چھینک کو آنے سے روکا تھا۔

"مطلب تم میری بات نہیں مانو گی؟" وہ یکدم اس کی طبیعت خراب ہوتی دیکھ کر سنجیدہ ہوا۔

"نہیں تو بس نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ ۔۔۔۔۔"

ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی جب حدیر نے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

"واٹ آر یو ڈوئنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جسٹ لیو می۔۔۔۔" نویرہ اس غیر متوقع حملے پر لال سرخ ہوتی دبی دبی آواز میں چیخی۔

"میں نے کہا چھوڑیں مجھے ۔۔۔۔۔۔۔" اسے ایک بار پھر زبردست چھینک آئی۔ " نیچے اتاریں , آپ میرے ساتھ یوں زور زبردستی نہیں کر سکتے۔"

نویرہ نے ایک بار پھر ہاتھ پاؤں مارے۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے اپنی بے بسی پر رونا آ رہا تھا۔

لیکن مقابل پر خاک اثر نہ ہوا۔ وہ اسے بانہوں میں بھرے لان سے باہر نکل آیا۔

ایک اس کی قربت کا احساس , اوپر سے اس کے کلون کی دلفریب سی مہک۔۔۔۔۔۔اس کے حواس معطل ہو رہے تھے۔ اس کی دھڑکنیں پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تھیں,

وہ شرم سے پانی پانی ہو رہی تھی۔

اس نے خشمگین نگاہوں سے حدیر کو گھورا, جس کے لبوں تلے شریر سی مسکان دبی تھی۔

شارف کب سے کھڑکی میں کھڑا ان دونوں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا, اسے ایک ساتھ حدیر کی قسمت پر رشک کے ساتھ ساتھ اس سے جیلسی بھی محسوس ہوئی۔

نظروں سے اوجھل ہونے تک وہ ان کو دیکھتا رہا پھر اس نے مسکرا کر پردے برابر کر دیے۔

آفس میں کام نہ ہونے کی وجہ سے وہ آج جلدی گھر آ گیا تھا۔

ہال کے داخلی دروازے میں قدم جماتے ہی کھانوں کی اشتہاءانگیز خوشبوؤں نے اس کا استقبال کیا۔

وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ڈائننگ ٹیبل پر سجے رنگا رنگ انواع و اقسام کے کھانے دیکھ کر حیران رہ گیا۔

آج اتفاق سے اس کا لنچ کرنے کا ارادہ بن گیا تو وہ سیدھا گھر چلا آیا اور اتنے مزیدار کھانے دیکھ کر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا۔

"کیا کوئی خاص مہمان آ رہے ہیں-----؟" وہاں موجود خانساماں سے اس نے استفسار کیا۔

"جی چھوٹے صاحب!" وہ احتراماً ہاتھ باندھے , نظریں جھکائے بولا۔

"اچھا! کون آ رہا ہے------؟ انکل جہانگیر اپنی فیملی سمیت آ رہے ہیں کیا؟" آئیملک کا خیال آتے ہی اس کا دل یکایک خوش فہمی میں گھرا۔

"نہیں-------صاحب! بڑی بیگم صاحبہ کے گیسٹ آ رہے ہیں , آج وہ بہت خوش لگ رہی ہیں اسی لیے انہوں نے پارٹی رکھی ہے--------- اس سے زیادہ مجھے نہیں پتہ۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں کہتا واپس کچن۔کی جانب مڑ گیا۔

"پارٹی----------مام کے گیسٹ-------؟" وہ الجھتا ان کے کمرے کی طرف چلا آیا۔

"تم نے آج مدیحہ وحید کا دل خوش کر دیا ہے اس لیے مانگو اور کیا مانگنا چاہتے ہو---------- تمہیں منہ مانگی قیمت سے زیادہ رقم میں نے ایک آدمی کے ہاتھ بھجوا دی ہے, کچھ دیر تک وہ پہنچ جائے گا۔" تھوڑی دیر رک کر مدیحہ بیگم نے دوسری طرف آواز سنی۔

"اب جیسے میں کہہ رہی ے وں ویسے ہی کرو۔ کچھ دنوں کے لیے تم روپوش ہو جاؤ یا ملک سے باہر چلے جاؤ۔ اور اپنا بند رکھنا---------- ورنہ تم مجھے جانتے ہی ہو ------- سمجھے۔" وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولیں ۔

افغال جو دروازہ نوک کرنے والا تھا ہاتھ وہیں تھم گیا۔ مام کی باتوں سن کر اسے اچانک اس دن والی گفتگو یاد آئی۔

وہ یکدم پیچھے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔

فون بند ہونے کے بعد اس نے مام کو واش روم کی طرف جاتے دیکھا۔

"آئیملک---------" اس کا خیال آتا ہی افغال کو بے چینی نے گھیر لیا۔

وہ تقریباً بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکلا تھا۔

اب کہاں کی بھوک---------- اس کا دل کسی انہونی کا سوچ کر بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔

اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔

کار میں بیٹھ کر اس نے آئیملک کو فون لگایا ----؟ساتھ ہی گاڑی سٹارٹ کر کے گھر سے

باہر آ گیا۔

" پلیز ! ابی۔۔۔۔۔۔۔۔پک اپ دا فون۔۔۔۔۔۔"آئیملک کا فون مسلسل بند جا رہا تھا اسے بے حد پریشانی ہوئی۔

"آئی جسٹ ہوپ کہ آئیملک اور اس کی فیملی محفوظ ہو ۔ مام کا جو بھی مقصد ہو ناکام ہو جائے۔ " اس نے دل میں دعا کرتے ہوئے گاڑی سپیڈ اور بڑھا۔

وہ جلد از جلد آئیملک کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔

رش ڈرائیونگ کی وجہ سے جلد ہی پہنچ گیا۔

چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی سلام کر کے دروازہ کھول دیا ۔

گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے وہ فرنٹ ڈور کھول کر تیزی سے باہر نکلا۔

سلام کے جواب کا اسے کہاں ہوش تھا۔

چوکیدار نے افغال کو یوں گھبراتے ہوئے پہلی بار دیکھا تھا۔

"آئیملک۔۔۔۔۔۔۔۔آئیملک۔۔۔۔۔۔۔۔الوینہ۔۔۔۔۔۔۔نمال , دادی۔۔۔۔انکل سب کہاں ہیں۔۔۔۔؟" گھر میں داخل ہوتے ہی وہ چیخ کر باری باری سب کے نام پکارتا ہال تک آیا۔

سارے حیران پریشان پل میں اس کے آگے پیچھے جمع ہو گئے۔

"ابی! آر یو اوکے۔۔۔۔۔۔۔۔"آئیملک پر نظر پڑتے ہی وہ سب کو نزر انداز کرتا اس کے قریب آ گیا۔

"ہاں! میں بلکل ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے۔" اسے یوں پریشان حال دیکھ کر اب وہ بھی پریشان ہوئی۔

سب کو باری باری صحیح سلامت سامنے دیکھ کر اس کی جیسے جان میں جان آئی۔

"پتر! سب ٹھیک ہے نا تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں لگ رہے ہو؟" پیچھے سے دادی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑ کر ازحد پریشانی سے پوچھا۔

"میم۔۔۔۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں دادی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس ایسے ہی کافی دنوں سے ادھر چکر نہیں لگایا تو شاید۔۔۔۔۔۔۔" یک دم کچھ یاد آنے پر اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"ان۔۔۔۔انکل۔۔۔۔۔۔۔۔۔انکل کہاں ہیں۔۔۔۔۔۔۔" جہانگیر کو نہ پا کر اس کی گھٹی گھٹی سی آواز برآمد ہوئی۔

"پاپا تو کسی کام سے باہر گئے ہیں۔" آئیملک نے اس کے بری طرح ہکلانے پر حیرانی سے جواب دیا۔

"کب سے۔۔۔۔۔۔۔مطلب کتنا ٹائم ہو گیا ہے انہیں گھر سے باہر گئے ہوئے؟"

"یہی کوئی ایک ایک ڈیڑھ گھنٹہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایگزیکٹ نہیں پتہ۔۔۔۔" آئیملک نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

"انکل کو فون لگاؤ اور پتہ کرو کہ وہ کہاں ہیں ؟" وہ بے چینی سے ہال میں چکر کاٹتا ہوا گویا ہوا۔

آئیملک نے جلدی سا کال لگائی لیکن فون ناٹ ریچڈ ایبل جا رہا تھا۔

اس سے پہلے کے وہ پھر سے کوشش کرتی اچانک ڈور بیل کی آواز پورے گھر میں گونجی۔

افغال کا دل جیسے بند ہو کر کھلا تھا۔

وہ حواس باختہ بھاگ کر دروازے کی طرف گیا نمال بھی پریشانی اور نا سمجھی کے عالم میں اس کے پیچھے لپکا۔

ایمبولینس کی گونج کی جان لیوا آواز ان کے گھر کے پاس آ کر رک گئ۔

چوکیدار نے دروازہ پورا کا پورا کھول دیا۔

وہ سب بھی ان کے پیچھے گیراج میں آ کر رک کر کھلے دروازے پر نظریں ٹکا دیں۔

ایمبولینس کو اپنے مین گیٹ پر رکتے دیکھ کر فاطمہ بیگم نے دھل کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

"یااللہ خیر۔۔۔۔۔۔۔اب اور غم اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔"

ایمبولینس سے اسٹریچر کو باہر نکال کر دونوں طرف کھڑے آدمی اسے لیے مین گیٹ میں داخل ہوئے۔

خون میں لت پت وجود جس کے اوپر سفید چادر ڈالی ہوئی تھی وہ چادر بھی اب لہو رنگ ہو چکی تھی۔

اسٹریچر کو زمین پر رکھ کر وہ آدمی واپس پلٹ گئے۔

پھر ایک شخص ان کے قریب آیا۔

"یہ لاش ہمیں ہائی وے پہ ملی ہے, ان کی گاڑی کا سامان سے بھرے ٹرک کے ساتھ بری طرح ٹکراؤ ہونے کی وجہ سے ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ ایکسیڈنٹ اتنی بری طرح سے ہوا ہے کہ یہ موقع پر ہی جان کی بازی ہار گئے۔ ان کا چہرہ پوری طرح سے بگڑ چکا ہے اگر یہ آئی ڈی کارڈ نہ ہوتا تو شناخت مشکل تھی۔" وہ شخص کمبی چوڑی بات کرنے کے بعد کچھ چیزیں افغال کو منتقل کرتا واپس مڑ گیا۔

آئیملک , دادی, الوینہ سب کے سب ایک ساتھ زمین پر پڑی کاش کی طرف بھاگے تھے۔
آئیملک نے کانپتے ہاتھوں سے چادر ہٹانی چاہی لیکن چہرہ اتنا بری طرح مسخ ہٹ چکا تھا وہ تھوڑا سا بھی دیکھنے کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں ڈھیر ہو گئ۔
نمال اور افغال دونوں تیزی اس کی طرف بڑھے تھے۔
جہانگیر خاندان پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی تھی, ایک کہرام مچ گیا تھا۔ ہر آنکھ نم تھی , ہر دل خون کے آنسو رہ رہا---------- وہاں موجود گھر مکینوں کے ساتھ ساتھ ہر دیکھنے والی آنکھ بھی اشکبار تھی۔
وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔ افغال کا دل کر رہا تھا وہ دھاڑیں مار کر روئے وہ آئیملک کی حفاظت نہیں کر سکا۔ وہ اس کے بازوں کے ہالے میں بے ہوش پڑی تھی۔
آنسوؤں سے تر آنکھوں کے ساتھ نمال نے آئیملک کا ہاتھ تھاما تھا جو برف کی طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"آئیملک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔۔ افغال جلدی سے ڈاکٹر کو فون کرو ۔ " نمال اس کے گال تھپتھپاتا اس کے نیلے پڑتے چہرے کو دیکھ کر یکدم چیخا تھا ۔

پھر اس کا سر سینے سے لگائے وہ خود بھی رو پڑا تھا۔

☆☆☆□☆☆☆

وہ صبح جان بوجھ کر دیر سے اٹھی تاکہ حدیر سے اس کا سامنا نہ ہو پائے۔

حدیر وقت کا بہت پابند تھا اسی لیے وہ اپنے پورے ٹائم پر آفس کے لیے گھر سے نکل جاتا تھا۔

آنکھ کھلتے ہی وہ آنکھیں مسلتی کسلمندی سے اس امید پر اٹھ کر بیٹھ گئ کہ حدیر پکا آفس جا چکا ہو گا۔

آنکھیں موندے ہی اس نے دونوں ہاتھ بازوں سمیت بلند کیے ایک خوشگواریت سے بھر پور انگڑائی لی۔

لیکن پھر دوسرے ہی لمحے بیڈ پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھیں جو کھل نہیں رہی تھیں پوری کی پوری بے یقینی سے پھیل گئیں۔

نویرہ نے جلدی سے ہاتھ نیچے کیے, سائیڈ سے دوپٹہ اٹھا کر اس نے فٹافٹ سے سر پر جمایا۔

"گڈ مارننگ ۔۔۔۔۔۔۔" حدیر بیڈ پر ترچھا لیٹا کہنی نیچے ٹکا کر ہاتھ سر کے نیچے رکھے اسے ہی

ملاحظہ کر رہا تھا, پھر یک دم سیدھا ہو کر چہکا۔

واش روم کی طرف جاتی نویرہ نے گھوم کر اسے ایسے دیکھا جیسے کوئی انہونی ہو گئ ہو۔

"صبح۔۔۔۔۔۔۔۔۔بخیر!" اس نے رک رک کر لیے دیئے انداز میں کہہ کر اسے شاکی نظروں سے دیکھا پھر رخ پھیر لیا۔

"یہ مسٹر حدیر کو اچانک سے کیا ہو گیا ہے گڈ مارننگ وش کر رہا ہے وہ بھی اتنے اچھے موڈ میں اور وہ بھی مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حیرت کا مقام ہے , ورنہ تو مجھے دیکھتے ہی اس کا موڈ ہمیشہ خراب ہی ہوتا تھا۔" وہ الجھتی سوچتی واش روم میں گھس گئ۔

تقریباً دس منٹ بعد وہ فریش ہو کر باہر نکل آئی۔

ٹاول سے منہ خشک کر کے اس نے ٹاول اسٹینڈ پر لٹکایا پھر باہر جاتے ہوئے اس نے ترچھی نگاہ حدیر پر ڈالی وہ لیپ ٹاپ کھولے اب پوری طرح ادھر مصروف ہو گیا تھا, اس نے سکون کی سانس لی اور باہر ناشتے کی ٹیبل پر آ گئ۔

ناشتے کے بعد کچھ دیر ادھر ادھر وقت گزارنے کے بعد وہ دوبارہ کمرے کی صفائی کرنے کی غرض سے کمرے میں آ گئ۔

سینٹرل ٹیبل پر ٹانگیں لمبی کیے وہ صوفے پر بیٹھا ابھی تک لیپ ٹاپ میں گھسا نہ جانے کیا ڈھونڈ رہا تھا۔

پتہ نہیں ناشتا کیا یا نہیں البتہ نہا دھو کر اس نے کپڑے ضرور تبدیل کر لیے۔

بیڈ شیٹ درست کرنے کے بعد نویرہ نے تکیے اٹھا کر بیڈ کی پشت پر سیٹ کر کے رکھ دیئے۔
اس نے دوبارہ نگاہیں اٹھا کر حدیر کو سرسری سا دیکھا وہ اب بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا

۔

کچھ سوچ کر نویرہ نے سائیڈ ٹیبل کی دراز بنا آواز پیدا کیے آرام سے کھول کر چیک کی۔
وہ کتنے دنوں سے طلاق کے کاغذات جوں کے توں ایک ہی جگہ پڑے دیکھ رہی تھی۔
اگر طلاق کے کاغذات ریڈی تھے اور وہ گھر بھی لے آیا تھا تو ابھی تک اس نے اس سے اس بارے میں بات کیوں نہیں کی تھی ---------- وہ کئ دنوں سے یہی ایک الجھن سلجھانے میں ہلکان ہوئے جا رہی تھی۔

وہ انگلی منہ میں دبائے چند لمحے دراز میں پڑے کاغذات کو گھورتی رہی پھر کسی خیال کے تحت اس نے ہاتھ بڑھا کر انھیں اٹھا کر دراز واپس بند کر دی۔
وہ آہستگی سے چلتی ہوئی حدیر کے بلکل سامنے آ کر کھڑی ہو گئ۔
چند ثانیے حدیر کو تکنے کے بعد اس نے ذرا زور سے کاغذات میز پر پھینکنے والے انداز میں رکھے۔
حدیر نے قدرے چونک کر سر اوپر اٹھایا۔
ایک نظر نویرہ کے سپاٹ چہرے پر ڈالی اور دوسری ان کاغذات پر---------
"یہ کیا ہے--------؟" حدیر نے سوال کیا۔ پھر منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔
"کیوں---------- آپ کو نہیں پتہ یہ کیا ہے؟" نویرہ نے ابرو کو ذرا سی جنبش دے کر

تپ کر الٹا سوال داغا۔

"ظاہر ہے یہ میں نے رکھے ہیں تو اچھی طرح سے جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زوجہ محترمہ! میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تم میرے سامنے یہ کیوں لے کر آئی ہو؟" اس نے طویل وضاحت دیتے ہوئے آخر میں پھر سوال پوچھا۔

"میں نے سوچا دراز میں پڑے پڑے بے چارے تھک گئے ہوں گے باہر نکال دیتی ہوں تاکہ آپ کو ان پر سائن کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔" وہ خود پر مصنوعی بے چارگی طاری کرتے ہوئے طنزیہ بولی۔

حدیر نے کھا جانے والی نظروں سے اسے اور ان کاغذات کو ایک ساتھ گھورا۔

پھر یکدم اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو صاف صاف بولو!" وہ واقعی نویرہ کے ارادے نہیں سمجھ پا رہا تھا۔

"جب ایک شوہر اپنی بیوی کا خیال نہ رکھ سکے, اس کی عزت کی حفاظت نہ کر سکے اور بیوی کی لاکھ کوششوں کے بعد بھی ناخوش ہو تو آئی تھنک! اس خالی خولی رشتے کو نبھانے کی کیا ضرورت ہے, ختم کر دینا چاہیئے۔" وہ خود پر بمشکل قابو پا کر گویا ہوئی۔

"کس نے کہا ہے کہ میں اپنی بیوی سے خوش نہیں ہوں۔"

"کسی کو کہنے کی کیا ضرورت ہے اب عقل آپ اور ثانیہ پہ ہی تو صرف آ کر ختم نہیں ہو جاتی, اور لوگ بھی صاحبِ عقل ہیں۔"

حدیر کی نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی چھوٹ گئ۔ پھر نویرہ کو بری طرح گھورتے دیکھ کر وہ یکدم سنجیدہ ہوا۔

"اگر میں کہوں کہ میں اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتا ہوں تو پھر------؟" حدیر نے سوال ادھورا چھوڑ دیا۔

"آپ کے کہنے یا نہ کہنے سے کیا ہو گا, حقیقت بیان کرنے کے لیے یہ ثبوت ہی کافی ہے۔" نویرہ کاغذات پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر طنز کیے بنا نہ رہ سکی۔

"ہاں! تو صرف لا کر ہی رکھے ہیں , دیئے تو نہیں ناں----------جس کا مطلب ظاہر ہے کہ میں نہیں دینا چاہتا۔"

"کیوں؟ اب ایسا کیا نیا ہو گیا ہے جو اب نہیں دینا چاہتے-----؟"

"پتہ نہیں-------"

"ایسے کیسے پتہ نہیں--------ہاں!"

"یار---------- نہیں جانتا -------" یہ واحد سوال تھا جس سے وہ بچنا چاہ رہا تھا لیکن نویرہ وہی پوچھنے پر اصرار کر رہی تھی۔

"کیوں نہیں جانتے----------یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔"

نویرہ کو بہلانا واقعی مشکل کام تھا , حدیر اسے دیکھتا رہ گیا اب کیا بتاتا جب اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی

۔ کل تک تو وہ تیار تھا لیکن اب کچھ دنوں سے اس کے سب کچھ عجیب ہی ہو رہا تھا۔ وہ اب نویرہ کو طلاق نہیں دینا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور کیوں نہیں دینا چاہتا اس کا سوال تو وہ خود تلاش کر رہا تھا۔

" بس پہلے ارادہ تھا اب نہیں ہے۔۔۔۔۔۔" اس سے جب کوئی اور جواب نہیں بن پڑا تو یہی کہہ کر بات کو ٹالنا چاہا۔

"حدیر ! یہ کوئی آئس کریم کا فلیور نہیں جس سے من بھر گیا تو فلیور چینج کر لیا۔" حدیر کی اس بات پر نویرہ کو عود کر غصہ آیا۔

حدیر تھوڑی دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر جھک کر کاغذات اٹھائے۔

"انہی سے تمہیں پرابلم ہو رہی ہے ناں؟" اس نے کاغذات نویرہ کے سامنے کر کے پوچھا جواباً نویرہ خاموش رہی۔

"یہی فساد کی جڑ تھے لو ختم کر دیا اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب اس بارے میں مجھ سے جرح مت کرنا۔" حدیر نے کاغذات کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اوپر کی طرف اچھال دیئے۔

نویرہ ہکا بکا اس کا منہ تکنے لگ گئ۔

"آپ کی نظر میں ان کی ویلیو اتنی ہی ہے جتنی ایک کتاب کی ہوتی ہے جیسے ایک گاہک دوکان پر جاتا ہے جا کر کتاب خرید لاتا وہ خراب ہو جائے تو پھر جا کر خرید لیتا ہے , بلکل ایسے ہی آپ کچھ دن بعد پھر وکیل کے پاس جائیں گے اور کاغذات بنوا کر گھر لے آئیں گے۔"

"اف فوہ! بات کو کہاں سے کہاں کھینچ کے لے گئ ہو سوری ۔۔۔۔۔۔۔۔میں تماہری طرح فلاسفر یا اکنامسٹ نہیں ہوں!"

"ہاں! تو کیا غل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

ایک دم چپ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت بول لیا اب میری بات سنو ! مانا کہ میں تمہارے ساتھ ناروا سلوک کرتا رہا ہوں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مجھے تمہاری عزت کی پرواہ نہیں۔ میں نے تم سے زبردستی ہی سہی نکاح کیا ہے اور تمہاری عزت کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔"

وہ اس کی بات کاٹ کر دوٹوک بولا۔

نویرہ سر جھکائے نچلا لب کاٹنے لگ گئ۔

"اب یہ بھی نہیں کہا کہ تم بلکل ہی چپ ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک بات تو طے ہے تم مجھ سے ضرور کچھ چھپا رہی ہو۔"

"مجھے کیا ضرورت ہے کچھ چھپانے کی۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر کے اٹل انداز پہ نویرہ نے بے ساختہ نظریں چرائیں۔

"تو پھر بتاؤ اس رات کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسا کیا ہوا کہ تم اتنے گھنٹے بے ہوش رہی اور اس کے دو دن بعد بھی تم سکون سے سو نہیں سکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کس بات سے تم اتنی خوفزدہ تھی؟"

حدیر ایک قدم چل کر اس کے قریب آ گیا۔

نویرہ سوچ میں پڑ گئی۔ " کیا حدیر میری بات پر یقین کرے گا؟" نگاہ اٹھا کر حدیر کو دیکھا پھر اس ڈر سے جھکا لیں کہ کہیں اس کے آنسو نہ چھلک پڑیں۔

"نویرہ پلیز بتاؤ ---------- کچھ تو بولو-----" اسے ہنوز خاموش دیکھ کر حدیر جھنجلانے لگا۔

"کیا آپ میری بات پر یقین کریں گے؟" دل و دماغ میں مچلتے سوال کو آخر اس نے زبان دے ہی دی۔

"ہاں-----! کیوں نہیں کروں گا۔"

"میری عزت خطرے میں ہے حدیر! یہ دوسرا اٹیک ہوا ہے مجھ پر----------اگر میں ایک لمحے کی بھی دیر کرتی تو بہت برا ہو جاتا----------یوں سمجھیں دو بار بھیانک طوفان سے گزر کر آئی ہوں میں۔" اس نے آنسو روکتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔

ایک پل میں فیصلہ ہوا تھا,

حدیر کی تھوڑی سی توجہ اور نرمی پر وہ جیسے پگھلنے لگی تھی , اس نے حدیر کو سب بتا دینا ہی بہتر سمجھا۔

"واٹ----------؟ یہ تم--------- تم کیا کہہ رہی ہو------؟" حدیر اس انکشاف پر حیران و ششدر ہی تو رہ گیا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں حدیر--------اس دن جب میں نے آپ کو پاگلوں کی طرح کالز کی تھیں یاد ہے؟"

آ--------ہاں! اچھی طرح سے یاد ہے-------" حدیر وہ دن یاد کر کے چونک پڑا۔

"اس دن بھی میری ایسی ہی حالت ہو گئ تھی۔ فضہ اور آنٹی بازار گئ ہوئی تھیں, اس دن میں گھر میں اکیلی تھی,اگر فضہ اور آنٹی وقت پر نہ آتیں تو نجانے کیا ہو جاتا آپ بھی تو فون نہیں اٹھا رہے تھے۔" نویرہ بھرائی ہوئی آواز میں بولتی بولتی چپ ہو گئ۔ وہ واقعات یاد کر کے اس نے جیسے جھرجھری لی۔

"اتنی کس کی ہمت ہوئی ہے جس نے شیرازی خاندان کی عزت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا ہے----------اور تم مجھے اب بتا رہی ہو---------" غصے سے حدیر کی آنکھیں لہو رنگ ہونے لگیں۔

"مجھے تھا آپ کیا اس گھر میں سوائے ماموں جان کے کوئی بھی میری بات پر یقین نہیں کرے گا۔" دوپٹے کے پلو سے آنسو صاف کرتی نویرہ نے اپنی بات جاری رکھی۔

حدیر نے سختی سے مٹھیاں بند کیں۔

"اس کمینے کا نام بتاؤ مجھے --------میں اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔" حدیر نے اسے بازو سے پکڑ کر سختی سے پوچھا۔

"ح------ حشش--------- حشمت--------- حشمت علی---------ممانی جان کے بھائی----------آپ کے ماموں----------" بری طرح ہکلاتے ہوئے اس نے بدقت بات پوری کی, اسے لگ رہا تھا جیسے وہ حدیر کے سامنے نام نہیں لے پائے گی۔

"نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر کا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا تھا۔

نویرہ اسے اتنے شدید غصے سے چلاتے دیکھ کر سہم کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوش میں تو ہو تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ تم کس کے بارے میں بات کرر ہی ہو؟" حدیر نے اسے بازو سے دبوچ کر سختی سے استفسار کیا۔

وہ پہلے والا حدیر پھر سے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ نویرہ کی آنکھیں بھرا گئیں۔

"ہاں! جانتی ہوں کس کے بارے میں بات کر رہی ہوں, اور یہ بکواس نہیں ایک تلخ حقیقت ہے مسٹر حدیر شیرازی!

جس سے آپ یوں نگاہیں نہیں موڑ سکتے۔ حشمت علی ایک انتہائی گھٹیا اور مکار شخص ہے جس نے آپ سب۔لوگوں کی آنکھوں پہ دھوکے کی پٹی باندھ رکھی ہے۔"

"شٹ اپ ۔۔۔۔۔۔جسٹ اپ نویرہ! بہت بکواس کر لی تم نے اور یہ کیا تم نے حشمت علی حشمت علی کی رٹ لگا رکھی ہے , وہ میرے ماموں ہیں تمہارے باپ کے برابر ہیں تمیز سے نام لو ان کا۔" وہ یکدم سے غرایا تھا۔ نویرہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا جو کچھ دیر پہلے اسے کتنا مہربان اور محافظ لگ رہا تھا۔

"ماموں ہوں گے وہ صرف آپ کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔شکر کریں ابھی صرف نام لیا ہے ورنہ میں اس نیچ آدمی کا نام لے کر اپنی زبان ناپاک نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میری نظر میں وہ

صرف ایک وحشی درندہ , جانور اور بھیڑیا ہے جس میں حوس کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ ایسا آدمی انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیطان ہے وہ شیط۔۔۔۔۔۔۔۔"

"انف از انف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آج تو سب کہہ دیا ہے آئندہ اگر ایسا ویسا کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا سنا تم نے۔۔۔۔۔۔۔" وہ اس کی بات کاٹتا غصے سے دھاڑا پھر اسے پیچھے جھٹک کر انتہائی طیش کے عالم میں کمرے سے باہر نکل گیا۔

نویرہ گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتی چلی گئ۔

اس کے رخساروں پر آنسو قطار کی صورت بہنے لگے, یکدم اس نے سر اوپر اٹھایا۔

"یااللہ ! اور کتنے امتحان لیں گے میرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں تھک چکی ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب اور ذلت سہنے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زندگی کی اتنی محرومیوں کے باوجود میں نے آج تک آپ سے کبھی کوئی شکوہ نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حدیر نے میری بات کا یقین نہیں کیا , میرے مولا! میں کیسے اسے یقین دلاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔کہ یہی سچ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مشکل سے تو حدیر میرے ساتھ ٹھیک ہونے جا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب پھر۔۔۔۔۔۔"

وہ فرش پر بیٹھی دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے اللہ سے شکوہ کناں ہوتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ اب رونے کے سوا اس کے پاس اور کوئی چارہ نہیں بچا تھا۔

☆☆☆💔☆☆☆

آٹھ مہینے بعد----------

ایک خالی کمرہ جو اندھیرے میں پوری طرح سے ڈوبا ہوا تھا۔
فرش پر بچھی جائے نماز پر سر جھکائے بیٹھی وہ ہاتھوں میں منہ گرائے روئے جا رہی تھی----------کمرے کے گھپ اندھیرے میں وحشت ہی وحشت تھی---------اس میں صرف اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں----------پھر سسکیاں ہچکیوں میں تبدیل ہو گئیں----------اب وہ باقاعدہ پھوٹ پھوٹ کر اونچی آواز میں رونے لگ گئ تھی----------وہ کب سے ایک ہی نشست میں بیٹھی نجانے اور کتنی دیر روتی بلکتی رہتی----------اچانک اس کمرے میں روشنی کا کوندا لپکا----------اس کمرے میں نہ کوئی کھڑکی تھی نہ کوئی دروازہ ----------صرف ایک ہی روشندان تھا جس میں سے روشنی کی کرنیں باریک دھاری دار لکیروں کی شکل میں اس لڑکی پر پڑ رہی تھی۔
اچانک وہاں روشنی تیز ہو گئ۔
ایک سفید اجلے----------بے داغ کپڑوں میں ملبوس نورانی صورت ظاہر ہوئی۔ جنکے ارد گرد نور کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ آرام سے چلتے ہوئے اس لڑکی تک آئے۔
" بیٹا!----------تم اتنا کیوں رو رہی ہو---------اور کس کے لیے رو رہی ہو؟" بہت پیار اور نرمی سے پوچھا گیا۔

سسکیاں اچانک رک گئیں۔

"میرے پاپا مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے بھی ان کے پاس جانا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے ان کی بہت یاد آ رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔" وہ لڑکی جھکے سر کے ساتھ پھر ہچکیاں لیتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میرے بچے! ایسے مت رو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارے آنسو مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔ میں تمہیں چھوڑ کر نہیں گیا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں تو آج بھی تمہارے آس پاس ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نورانی ہیولے نے لڑکی کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ کر کہا۔

لڑکی نے فوراً سر اٹھایا اور بے یقینی سے اس نورانی صورت کو تکنے لگی۔

"پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کہاں چلے گئے تھے مجھے چھوڑ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کو پتہ ہے میں آپ کے بغیر کتنی اکیلی ہو گئ تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب آپ آ گئے ہیں نا اب میں آپ کو نہیں جانے دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ لڑکی اٹھ کر ان کے گلے لگ گئ۔ نورانی صورت نے اس کے سر پر بوسہ لیا۔

"میرے بچے! میں فانی زندگی سے ابدی زندگی میں آ گیا ہوں اب واپس فانی دنیا میں کبھی لوٹ کر نہیں جا سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری طرح ہر انسان نے اپنے وقتِ مقررہ پر اس ابدی زندگی کی طرف لوٹنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" نورانی ہیولے نے لڑکی کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"پر پاپا میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔۔۔۔۔۔!"وہ پھر سے بے چین ہوئی۔

" نہیں میرے بیٹے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمت مت ہارو۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی بھی خود کو اکیلا مت سمجھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اب چلتا ہوں ۔۔۔میرے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اپنے ساتھ ساتھ میرے دوسرے بچوں کا بھی خیال رکھنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا حافظ!"

وہاں پھر سے گھپ اندھیرا ہو گیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ لڑکی پھر سے رونے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنے پاپا کو پکارنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن کمرہ پہلے کی خالی ہو گیا تھا۔

"پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔۔۔۔پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ یک دم ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔۔۔۔۔۔۔اس کا حلق پوری طرح سے خشک ہو چکا تھا۔ اس کا سارا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔

وہ اپنے اوپر سے بستر پیچھے ہٹاتی ننگے پاؤں بھاگ کر کمرے سے باہر نکلی ۔پھر وہ بنا ادھر ادھر دیکھے اپنے۔پاپا کے کمرے میں آ گئی۔

فریم میں لگی ان کی خوبصورت سی تصویر کے سینے کے ساتھ لگاتی وہ فرش پر بیڈ کا کونہ تھامے بیٹھ گئی۔

روانی سے بہتے آنسوؤں کو اس نے پتہ نہیں کتنی بار ہاتھ کی پشت سے صاف کیا تھا۔

" میں جانتی ہوں پاپا آپ میرے آس پاس موجود ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے رونے سے آپ کو تکلیف پہنچتی ہے ناں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں آئیندہ نہیں روؤں گی لیکن پاپا میں کیا کروں میرے آنسوؤں پر میرا اختیار نہیں ہے یہ رکتے ہی نہیں ہیں۔" گود میں رکھی تصویر کو اس نے اٹھا کر بوسہ لیا پھر پیار سے ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔

اس کے آنسو موتیوں کی صورت فرش پر گرنے لگے۔

" اور آپ فکر نہ کریں میں الوینہ اور شہریار کا اپنی جان سے بھی بڑھ کر خیال رکھوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انھیں معمولی کھروچ تک نہیں آنے دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ آپ کی آئیملک کا وعدہ ہے پاپا آپ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس آپ ہمیشہ میرے ساتھ رہنا۔"

وہ فریم کو اپنے سامنے کیے نجانے اور کیا کچھ کہہ رہی تھی۔

یہ جانے بغیر کہ اس کی تکلیف میں کوئی اور بھی شریک تھا, جو گھنٹوں دروازے پر کھڑا اس کی تکلیف کو محسوس کرتا تھا۔

لاکھ کوشش کے باوجود وہ آگے آ کر اس کے آنسو نہیں چن سکتا تھا۔

روتی وہ تھی لیکن نمال کولگتا جیسے اس کے سارے آنسو اس کے اپنے دل پر گر رہے ہوں۔

وہ چاہ کر بھی اا کا دامن خوشیوں سے نہیں بھر سکتا تھا۔

انکل جہانگیر کو اس دنیا سے گئے ہوئے آٹھ مہینوں سے زیادہ گزر گئے تھے۔ اور ان مہینوں میں اس نے ایک دن بھی آئیملک کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنی

نظروں کے سامنے پل پل مرتے دیکھا تھا۔

گزرتے دنوں کے ساتھ جہانگیر فیملی نے سمجھوتہ کر لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک دوسرے کی خاطر انہیں قسمت کے آگے سر جھکانا پڑا۔

الوینہ نے پھر سے آفس جانا شروع کر دیا اور اپنے ساتھ کبھی کبھی آئیملک کو بھی زبردستی لے جاتی ۔

ان سب کی کوششوں کی ہی بدولت آئیملک پھر سے زندگی کی طرف واپس لوٹ رہی تھی۔

☆☆☆ ☆☆☆

لاؤنج میں صوفے پر ترچھی لیٹی وہ میگزین کی ورق گردانی کر رہی تھی۔

پھر جلد ہی وہ اس کام سے بور ہوگئ۔

میگزین ایک طرف رکھتی وہ سیدھی ہوکر بیٹھ گئ۔ پھر ہاتھ بڑھا کر ٹی وی آن کر دیا۔

بے مقصد چینل سرچنگ کرتے ہوئے اسے پھر سے بوریت کا احساس ہوا۔

"اہننننن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سو بورنگ۔۔۔۔۔۔۔" اس نے بسور کر کہا پھر ٹی وی بند کر کے ریموٹ واپس میز پر اچھال دیا۔

"اوہ! میرے ہوتے ہوئے کوئی بور ہو رہا ہے۔۔۔۔۔یہ تو شارف کی توہین ہے اور ہو بھی پھر مس نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ویری بیڈ!" دونوں ہاتھوں میں کافی کے مگ اٹھائے وہ شرارتی ہوئی۔

نویرہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"کافی۔۔۔۔۔۔" شارف نے ایک مگ اس کی طرف بڑھا کر کہا۔

" او تھینکس۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے واقعی اس وقت کافی کی طلب ہو رہی تھی۔" شارف کے ہاتھ سے کافی کا مگ پکڑ کر وہ مشکور ہوئی۔

"یور ویلکم۔۔۔۔۔۔۔!" وہ خوش دلی سے ذرا سا آگے کو جھکا۔ اس کی اس حرکت پر نویرہ کی پھر ہنسی چھوٹ گئ۔

کچن کی طرف جاتے ہوئے شارف نے لاؤنج میں نویرہ کو دیکھ لیا تھا اسی لیے وہ اپنے ساتھ ساتھ اس کے لیے بھی کافی بنا لایا۔

" ویسے آپ باتیں بہت اچھی کر لیتے ہیں۔"

اور آپ کو کسی نے بتایا ہے کہ آپ ہنستی ہوئی بہت اچھی لگتی ہیں۔"

وہ دوبدو بولا تو نویرہ مسکرا دی۔ پھر کافی کا مگ منہ کا ساتھ لگا کر چھوٹا سا سپ لیا یہ چیک کرنے کے لیے کہ زیادہ گرم تو نہیں۔

" میں نے جب بھی دیکھا ہے آپ کو مسکراتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کو غصہ کیوں نہیں آتا؟" ذہن میں کب سے کلبلاتے سوال کو اس نے زبان دی۔

شارف اس کے معصوم سے سوال پر بے ساختہ ہنس پڑا۔

" ہاں! نہیں آتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یاد نہیں لاسٹ ٹائم کب آیا تھا

غصہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کیوں نہیں آتا یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ۔"

"ہمم صحیح ۔۔۔۔۔۔۔"

تھوڑی دیر خاموشی ان دونوں کے بیچ حائل رہی۔

" اچھا! ایک بات پوچھ سکتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اف یو ڈونٹ مائنڈ؟"مگ کے کنارے پر انگلی پھیرتے ہوئے نویرہ جھجک کر پوچھا۔

"شیور! "

"تھوڑا پرسنل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے ہونٹوں کو قدرے سکوڑ کر کہا۔

"آپ کو ہر طرح کا سوال پوچھنے کی اجازت ہے۔۔۔۔۔۔" شارف مسکرا دیا۔

"آہم۔۔۔۔آہم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنی امپورٹنس کیوں۔۔۔۔۔۔۔؟ " نویرہ کو حیرانی سی ہوئی۔

"ہر سوال کا جواب نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔خیر باقی باتیں چھوڑیں جو سوال پوچھنا چاہ رہی ہیں وہ پوچھیں۔"

"آپ کبھی کسی سے محبت ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔؟" اس نے جھجکتے جھجکتے پوچھ ہی لیا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!" وہ سکون سے بولا۔

"رئیلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کون ہے۔۔۔۔۔۔؟ اور شادی کیوں نہیں کی۔" نویرہ کا تجسس بڑھا۔

شارف کے چہرے پر ایک پل کے لیے تاریک سا سایہ لہرایا پھر وہ جلد ہی سنبھل گیا۔

"تب میں پندرہ سال کا تھا, اور وہ صورت ایسی بسی کہ پھر کوئی اور صورت اچھی ہی نہیں لگی۔

اور رہی بات شادی کی تو کبھی سوچا نہیں اس بارے میں۔"

وہ بڑے سکون اور اطمینان سے بولا۔

"ارے واہ یہ تو کمال ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب بچپن کا اور پہلی نظر کا پیار رائٹ۔۔۔۔۔۔؟"

شارف نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

نویرہ نے جوش سے پوچھا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"حدیر سے آپ کی کوئی بات ہوئی؟" شارف نے سرسری سا پوچھا۔

خالی مگ میز پر رکھ کر نویرہ نے بے اختیار ہونٹ بھینچے۔ حدیر کے ذکر پر شارف کو وہ پریشان اور الجھی ہوئی لگی۔

"نویرہ ! سب خیریت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی بات ہوئی ہے کیا؟"

"نہیں ۔۔۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔۔"

"اگر جھوٹ بولنا نہ آتا ہو تو نہیں بولنا چاہیئے ۔" شارف نے اپنی گہری نظریں اس پر ٹکا دیں۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔۔۔" وہ نظریں چراتی ہوئی صاف مکر گئ۔

"حدیر نے کچھ پوچھا آپ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ بھی۔۔۔۔؟"

ٹوہ لینا شارف کی عادت نہیں تھی لیکن یہاں معاملہ حدیر اور نویرہ کی زندگی کا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان کی خوشیوں کا تھا اور وہ دل سے چاہتا تھا کہ وہ دونوں آپس میں ٹھیک ہو جائیں۔

"اس رات جو کچھ بھی ہوا , اس فیز سے میں ایک بار پہلے بھی گزر چکی ہوں----------میں نے حدیر کو صاف صاف ساری باتیں بتائی ہیں لیکن حدیر نے میری باتوں پر یقین نہیں کیا , اسے لگتا ہے میں اس سے جھوٹ بول رہی ہوں۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی شارف سے ساری بات کہہ گئ۔ ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔

یا تو شارف کی شخصیت ایسی تھی یا پھر اسے بات کی طے تک پہنچنے کا ہنر بخوبی آتا تھا۔

"ڈونٹ وری ! سب ٹھیک ہو جائے گا--------وہ وقت دور نہیں جب وہ خود سے بھی زیادہ آپ پر بھروسہ کرے گا۔" شارف نے پر خیال انداز اپنایا۔

"آپ یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں؟" وہ غیر یقینی سے گویا ہوئی۔

"پتہ نہیں ---------- میری "سکس سینس" کہتی ہے ایسا ہی ہو گا۔" شارف نے پرتیقن لہجے میں کہا۔

"چلیں! آپ کہتے ہیں تو مان لیتی ہوں---------!"

"آپ نے کہا تھا کہ حدیر مجھ سے محبت کرنے لگا ہے-----"

نویرہ نے تھوڑے توقف کے بعد شارف پر نگاہیں جما کر پوچھا۔

" ہاں! تو اس میں غلط کیا ہے---------میں اب بھی یہی کہوں گا کہ حدیر آپ سے پیار-------"

"پلیز مسٹر شارف ! پیار کی بات تو آپ رہنے ہی دیں, آپ کی یہ واحد بات ہے جو میں نہیں مان

سکتی اور نہ ہی مجھے یقین ہے۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اگر میں یہ ثابت کر دوں تو پھر-------؟" شارف نے جیسے چیلنج دیا۔

"اور آپ یہ ثابت کیسے کریں گے-------- مثلاً ؟" وہ منہ انگلی دبا کر سوچ میں پڑ گئ۔

" اس کے لیے ہمیں کچھ ٹیسٹ کرنے ہوں گے-------اگر حدیر ان ٹیسٹوں میں پاس ہو جاتا ہے تو آپ کا ماننا پڑے گا کہ حدیر واقعی آپ سے بے حد محبت کرنے لگا ہے----------فائن؟"

اوکے فائن---------لیکن اگر وہ تمام ٹیسٹوں میں فیل ہو گیا تو پھر-------؟" نویرہ نے نیا خدشہ ظاہر کیا۔

"تو پھر------ میں مان جاؤں گا کہ میری پہلی بار کوئی بات, کوئی اوبزرویشن غلط ثابت ہوئی ہے-------- میرا ریکارڈ ٹوٹ جائے گا جو کہ بہت بڑی بات ہو گی میرے لیے۔" شارف کا لہجہ اب بھی پر سکون اور پر اعتماد تھا۔

"اوکے-----دین آئیم ریڈی فور دیٹ------"

پھر دونوں نے آپس میں مسکراہٹ کا تبادلہ کیا۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

آج پورے آٹھ مہینوں بعد آئیملک نے گھر سے باہر قدم رکھا تھا۔

باہر نکل کر اسے محسوس ہوا جیاے کسی نے اس کے اندر نئ روح پھونک دی ہو۔

وہ شہریار اور الوینہ کے بے حد اصرار پر ان کی خوشی کی خاطر آئس کریم کھانے آئس پوائنٹ میں بیٹھی تھی۔

مزے سے آئس کریم کھانے کے بعد وہ لوگ پارک بھی گئے تھوڑی دیر گھومنے پھرنے کے بعد انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔

ابھی وہ پارکنگ ایریا میں ہی تھے جب کچھ لڑکوں نے ان کا راستہ روک لیا۔

وہ تین لڑکے تھے اور تینوں ہی نہ صرف ٹین ایجرز تھے بلکہ شہریار کے ایج فیلو بھی تھے۔

شہریار نے دیکھتے ہی انہیں پہچان لیا۔

وہ جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر اس میں بیٹھنے لگا جب وہ انہوں نے اسے پیچھے سے جکڑ لیا۔

شہریار کو نیچے گرآ کر وہ اس پر بری طرح سے ٹوٹ پڑے۔

آئیملک اور الوینہ اس نئ افتاد پر گھبرا گئیں۔

آئیملک کو یکدم سے غصہ آیا اور اس نے ان تینوں کے اوپر ٹانگوں اور مکوں کی برسات کر دی ,

اتنے میں وہاں ہجوم بھی اکٹھا ہوتا دیکھ کر وہ تینوں بھاگ کھڑے ہوئے۔

لیکن اس کے باوجود شہریار کو اچھی خاصی چوٹیں آ گئیں۔

آئیملک نے جلدی سے اسے اٹھا کر اس کے کپڑے جھاڑے پھر اپنے گلے لگا کر پیار کیا۔
گھبراہٹ میں الوینہ نے نمال کو فون کر دیا تھا۔
پارک قریب ہونے کی وجہ سے وہ جلد ہی ان تک پہنچ گیا اور شہریار کی بری حاکت دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گیا۔
آئیملک اسے اچانک وہاں پا کر چونکی وہ الوینہ پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی۔
"آپ لوگ گھر چلیں میں اسے ڈاکٹر کے پاس بینڈیج کے لیے لے جاتا ہوں۔۔۔۔!" آئیملک اسے سہارا دے کر گاڑی میں بیٹھانے لگی تھی جب نمال اس کے پاس آ کر فوراً سے بولا۔
"نہیں آپ لوگ گھر جائیں میں خود سنبھال سکتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابھی میں اتنی کمزور نہیں ہوئی کہ اپنی ذمہ داریوں سے منہ موڑ لوں۔"
آئیملک نے دوسری طرف رخ پھیر کر آہستگی سے کہا۔
نمال خاموشی سے اس کی پشت کو گھورتا رہا بولا کچھ نہیں۔
"ابی ! چل نہ بحث مت کرو۔۔۔۔۔۔۔وہ کہہ رہا ہے ناں کہ بینڈیج کروا کے گھر لے آئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز میری خاطر۔۔۔۔۔۔۔۔۔بات مان لو۔ نمال کو اپنا کام کرنے دو۔" الوینہ کا لہجہ التجا بھرا تھا۔
آئیملک نے ایک تیز نظر نمال پر ڈالی پھر اگلے ہی لمحے وہ شہریار کو چھوڑ کر فرنٹ ڈور کھول کر گاڑی میں بیٹھ گئ۔

الوینہ نے بھی اس کی تقلید کی۔

انہیں گھر آئے آدھا گھنٹہ ہونے کو تھا لیکن نمال شہریار کو لے کر ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔

آئیملک ہال میں بے تابی سے ادھر ادھر چکر کاٹنے لگ گئ۔ کبھی کبھی رک کر وہ دروازے کو بھی دیکھ لیتی۔

جوان بیٹے کی موت کا صدمہ اتنا گہرا تھا کہ وہ بستر کی ہو کر رہ گئیں۔

اس وقت بھی وہ دوائی کے زیر اثر سو رہی تھیں, آئیملک کی تھوڑی پریشانی کم ہوئی۔۔۔۔۔۔۔ورنہ وہ شہریار کو زخمی دیکھ کر نجانے کتنی پریشان ہوتیں۔

نمال کی گاڑی کے مخصوص ہارن کے بجتے ہی وہ دونوں بھاگ کر پورچ میں آ گئیں۔

گاڑی گیرج میں کھڑی کر کے نمال اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر آ گیا پھر شہریار کو سہارا دیتا وہ اسے سیدھا اسی کے کمرے میں لے گیا۔

آئیملک جلدی سے ہلدی والا نیم گرم دودھ لے آئی۔

"جاؤ شہری کو دو اس سے کہنا پورا ختم کرے۔" دودھ کا گلاس الوینہ کو پکڑا کر وہ خود دروازے میں ہی کھڑی ہو گئ۔

"ہاں! تو ینگ بوائے اب بتاؤ ان لڑکوں نے تمہیں کیوں پیٹا؟" جب شہریار کی حالت کچھ بہتر ہوئی تب نمال نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا۔

"وہ لڑکے میرے کالج کے تھے۔ " اتنا کہہ کر شہریار رک کر باری باری ان تینوں کو دیکھنے لگا۔

"ہاں ! پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" نمال نے اس کی ہمت بندھائی۔

" وہ ٹوٹل چھے لڑکوں کا گروپ ہے ہمارے کالج کا سب سے بگڑا ہوا گروپ ۔۔۔۔۔۔۔ اس دن میرا تیسرا پریڈ فری تھا میں ایسے ہی کالج میں اپنے دوستوں کے ساتھ گھومنے لگ گیا کہ بیک گراؤنڈ کے ایک کونے میں مجھے ان کا گروپ نظر آیا۔ انہوں نے ایک لڑکی پکڑ رکھا تھا اور۔۔۔۔۔۔" وہ بولتا بولتا ایک بار پھر رک گیا۔

وہ تینوں خاموشی سے سنتے رہے۔

"پھر قریب جانے پر پتہ چلا کہ وہ لوگ اس کے ساتھ زور زبردستی کر رہے تھے۔ ہم تین تھے اور وہ چھے ان کا موقابلہ ہم نہیں کر سکتے تھے بس میں نے فوراً جا کر پرنسپل کو اطلاع کر دی ۔ کسی طرح انھیں میرا پتہ چل گیا اور بس آج اسی بات کا بدلہ لیا ہے ۔" ساری بات بتانے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔

"گڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ تو تم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ آئندہ ان لڑکوں نے تمہیں تنگ کرنے یا راستہ روکنے کی کوشش کی تو فوراً مجھے بتانا ان کو میں دیکھ لوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈونٹ وری اور اب تم آرام کرو پھربات ہو گی۔" شہریار کو بیڈ پر لٹا کر اس کے اوپر اس نے بستر درست کیا پھر بنا ان دونوں کی طرف دیکھے نمال ان کے پاس سے تیزی سے گزر گیا۔

وہ دونوں بھی اپنے کمرے میں آ گئیں۔

"آئی تھنک! تمہیں جا کر اسے تھینک یو بولنا چاہیئے ۔" الوینہ مزے سے بیڈ پر بیٹھی تھی جب ادھر ادھر چکر کاٹتی آئیملک نے اس کے پاس رک کر کہا۔

"رئیلی--------؟" الوینہ یکدم خوشی سے بیڈ سے اتر کر بولی۔

آئیملک نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔

"تمہیں نہیںلگتا ہم دونوں کو جا کر شکریہ ادا کرنا چاہیئے ؟" دروازے کی طرف بڑھتی الوینہ نے رک کر اس سے سوال کیا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ بھی اس کے ساتھ چل پڑی۔

دروازہ نوک کرنے کے بعد وہ دونوں کمرے کیں داخل ہٹ گئیں۔

نمال اپنی وارڈ روب سیٹ کر رہا تھا پلٹ کر انھیں دیکھا پھر حیرانی سے الوینہ کے ساتھ کھڑی آئیملک پر نگاہ ڈالی ۔

وہ اپنا کام چھوڑ کر ان کے پاس آ گیا۔

"تھینک یو سو مچ--------تم نے ہمارے لیے اتنا کچھ کیا۔" الوینہ نے خوش دلی سے کہا۔

"اٹس فائن--------شہریار میرے چھوٹے بھائی کی طرح ہے مجھے فرق محسوس نہیں ہوتا۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"امم-------تھینکس-----"

وہ آئیملک کی طرف دیکھنے سے کب سے گریز کر رہا تھا اس کے شکریہ ادا کرنے پر نمال کے

دل کی دھڑکن میں ارتعاش سا پیدا ہوا, وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا جیسے اسے اپنی سماعت پر گمان گزرا ہو۔

آئیملک مزید وہاں رکنے کی بجائے تیزی سے کمرے سے باہر چلی گئ۔

"تم چاہو تو اپنی دوستی دوبارہ سے قائم کر سکتی ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔۔۔۔" اپنے پیچھے آتی الوینہ کو اس نے رک کر کہا۔

الوینہ کا حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"آر یو شیور۔۔۔۔۔۔۔۔پکا نا؟" الوینہ بے یقین ہوئی۔

"یس۔۔۔۔۔۔ہنڈرڈ پرسنٹ شیور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یو مے گو ناؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں نے تمہارا وعدہ تمہیں واپس کیا۔"

کہنے کے ساتھ ہی آئیملک ہلکے سے مسکرا دی۔

"ویسے یہ کایا پلٹ ہوئی کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" الوینہ کو تجسس نے گھیرا تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"آئی تھنک۔۔۔۔۔۔۔۔ہی از نائس پرسن۔۔۔۔۔۔۔۔آج اس نے جس طرح ہماری مدد کی ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔" آئیملک اپنے کمرے کی طرف جاتے جاتے بولی۔

"تھینک یو سو مچ جانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایم سو ہیپی۔۔۔۔۔!" وہ پر جوش ہوئی۔

"پگلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"آئیملک نے سر دائیں بائیں ہلایا۔ جیسے کہہ رہی ہو اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆□☆☆☆

تاریک رات کا وہ نجانے کون سا پہر تھا جب نمال احتیاط سے ہال میں داخل ہوا۔
کھانا وہ پہلے باہر سے کھا چکا تھا, تھکن اور نیند کے غلبے کے باعث وہ بوجھل قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی طرف جانے لگا, لیکن پھر دائیں جانب نظر پڑتے ہی وہ ٹھٹک کر رک گیا۔
وہ بے اختیار اس طرف کھنچا چلا آیا۔
وہ آرام آرام سے چلتا ہوا ایک سائیڈ پر رکھے ڈبل صوفے کے پاس آ کر رک گیا۔
جہاں آئیملک بے خبری کی نیند سو رہی تھی اور ہال میں پھیلی مدھم نیلی گہری روشنی اس کے چہرے پر بھی پڑ رہی تھی۔
وہ فرش پر دوزانو بیٹھ کر یک ٹک اسے دیکھنے لگا۔
پرپل لانگ شرٹ نیچے بلیک جینز زیب تن کیے وہ سیدھی اس کے دل میں اترنے لگی۔
تھوڑی دیر پہلے نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں میں اب نیند کا شائبہ تک نہیں تھا۔ اب اس کی

نگاہیں صرف ایک ہی منظر دیکھنا چاہتی تھیں۔
اس کا سکون غارت کر کے وہ خود کتنے سکون سے سو رہی تھی۔

کبھی تم بھی نظر آؤ
صبح سے شام تک ہم کو
بہت سے لوگ ملتے ہیں
نگاہوں سے گزرتے ہیں
کوئی انداز تم جیسا
کوئی ہم نام تم جیسا
مگر تم ہی نہیں ملتے
بہت بے چین پھرتے ہیں
بڑے بے تاب رہتے ہیں
دعا کو ہاتھ اٹھتے ہیں
دعا میں یہی کہتے ہیں
لگی ہے بھیڑ لوگوں کی
مگر اس بھیڑ میں جاناں

www.classicurdumaterial.com

کبھی تم بھی نظر آؤ
کبھی تم بھی نظر آؤ !!

اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر آئیملک کے چہرے کی اور بڑھنے لگا, اس کے ساتھ ہونے والی اب تک ساری ملاقاتوں کے مناظر نمال کے ذہن میں کسی فلم کی طرح گھومنے لگے۔
وہ اس کے چہرے پر بکھری زلفوں کو ہٹانا چاہتا تھا لیکن پھر دوسرے ہی پل اس نے بند مٹھی کی صورت ہاتھ جلدی سے پیچھے کھینچ لیا۔
کندھے سے نیچے پھسلتے شولڈر بیگ کو پھر سے کندھے پر سیٹ کرتا وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔
دروازہ بند ہونے کی آواز پر آئیملک ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی, پھر غائب دماغی سے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ اسے اپنی کیفیت عجیب سی ہوتی محسوس ہوئی ۔
"کمال ہے مجھے تو اپنے بستر کے علاوہ کہیں نیند ہی نہیں آتی پھر آج میں یہاں کیسے سو گئ۔" اس کے دل میں خیال ابھرا۔
اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی پھر سر جھٹک کر شاید نیند کا غلبہ تھا یا کیا, وہ پھر سے وہیں سو گئ۔
"واٹس رونگ ود می-----! میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہوں۔" کمرے میں بے چینی سے ٹہلتے ہوئے اسے اب خود پر غصہ آنے لگا۔ "یہ میں کیا کرنے جا رہا تھا؟" اس نے رک کر

اپنے ہاتھوں کو گھورا۔

"مجھے یہاں سے چلے جانا چاہیئے --------ہاں یہی صحیح رہے گا------نہ یہاں پر رہوں گا اور نہ اس سے سامنا ہو گا۔" وہ ایک پل میں فیصلہ کرتا وارڈروب کی طرف تیزی سے بڑھا۔

اٹیچی کھینچ کر باہر نکالا اور بیڈ پر رکھ کر کھول دیا پھر الماری سے سارے کپڑے نکال کر بیگ میں منتقل کرنے لگا۔

بیگ کی زپ بند کر کے بیگ ہاتھ میں پکڑ لیا اور شولڈر بیگ کندھے پر رکھتا وہ پورے دس منٹ بعد دوبارہ سے باہر آ گیا۔

دروازے کی جانب اس کے بڑھتے قدم ایک بار پھر خود بخود رک گئے۔ اس کے ہاتھ سے بیگ چھوٹ کر فرش پر ٹک گیا۔

کچھ فاصلے پر کھڑا وہ آئیملک کی طرف رخ موڑے پھر سے اسی کیفیت , اسی منظر میں جکڑنے لگا۔

کچھ لمحے ایسے ہی سرک گئے۔

کمرے میں آ کر اس نے دونوں بیگ اٹھا کر بیڈ پر پٹخے اور خود بھی بیڈ پر بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

"کہاں پھنس گیا ہوں میں----------نہ رک سکتا ہوں , نہ جا سکتا ہوں ----------اگر رکا تو خود پر سے اختیار نہ کھو بیٹھو اور اگر چلا گیا تو اس کی صورت تک دیکھنے کے لیے ترس جاؤں

گا۔" اس نے بے بسی سے سوچا۔

"جو کر رہا ہوں غلط ہے , جو میں سوچ رہا ہوں یہ بھی غلط ہے پر میں اپنے دل کا کیا کروں ---------- افغال کے ساتھ منسوب ہونے کے باوجود مجھے ایسے کیوں لگتا ہے کہ تم صرف میرے لیے بنی ہو۔"

بیڈ کراؤن سے پشت ٹکائے اس نے آنکھیں موند لیں۔

"یااللہ ! یہ محبت بھی تو آپ نے ہی میرے دل یں ڈالی ہے نا---------- پھر اس میں میرا کیا قصور ہے کہ میں اس سے بے حد پیار کرتا ہوں-------- یا تو میرے اس دل سے اس کے لیے محبت کو نکال دے یا اسے میرا بنا دے۔"

آنسو ٹوٹ کر اس کے ہاتھ کی پشت پر گرے وہ چونک کر یک دم سیدھا ہو بیٹھا۔

"کیا کبھی نمال مراد علی بھی کسی لڑکی کے لیے آنسو بہا سکتا ہے---------- وہ جو کسی لڑکی کو ہاتھ تک لگانا پسند نہیں کرتا تھا , آج وہی نمال کسی لڑکی سے اتنی شدت سے محبت کر بیٹھا ہے۔"

وہ حیران و ششدر سا اپنے ہاتھ کی گیلی پشت کو بے یقینی سے چھونے لگا۔

☆☆☆ ☆☆☆

وہ رات گئے گھر واپس لوٹا تھا۔

بغیر کوئی کھٹکا کیے وہ سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

ناب گھما کر اس نے دروازے کو ہلکا سا دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا تو اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا۔

نظریں بیڈ پر آڑھی ترچھی سوئی نویرہ پر جا ٹکیں۔ اس کے سامنے کوئی کتاب کھلی پڑی تھی, شاید وہ پڑھتے پڑھتے وہیں سو گئ تھی۔ اس نے سوچا۔

ریڈ اور سکن کلر کی پرنٹڈ قمیص شلوار اس کے ساتھ ہم رنگ دوپٹہ , سرخ و سپید رنگت پہ خوبصورت نقوش کے ساتھ گلابی ہونٹوں کے نیچے ننھا سا تل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سیاہ لمبے سلکی بال , جو اس وقت چٹیا میں مقید تھے, کچھ بکھری ہوئی لٹوں نے اس کا آدھا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا۔ متناسب سا سراپا۔ اتنے سادہ سے حلیے میں ہونے کے باوجود بھی حدیر کو اس پر سے نگاہ ہٹانا مشکل لگ رہا تھا۔ وہ اسے کسی "سلیپنگ بیوٹی" سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ ساکت سا کھڑا محویت سے اسے تکنے لگا۔

جب سے اس کی شادی ہوئی تھی, آج پہلی بار اس نے اتنے غور سے نویرہ کو دیکھا۔ یک بیک اسے اپنی دھڑکن تیز ہوتی محسوس ہوئی, اس نے حیرت سے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ اچانک اس کے جسم میں کپکپی طاری ہوئی تو وہ چونک گیا۔ " شاید اسے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔" حدیر نے آنکھیں سکیڑ کر سوچا۔

پھر ہاتھ بڑھا کر احتیاط سے کمبل اس کے اوپر اوڑھا دیا اور خود وارڈ روب کا رخ کیا۔
نائٹ ڈریس پہننے کے بعد اس نے کمرہ لاک کیا, پھر نائٹ بلب آن کر کے لائٹس آف کر دیں۔ ریموٹ اٹھا کر اے سی کی کولنگ کم کر دی حالانکہ اسے گرمی لگ رہی تھی۔
"آہ! حدیر بیٹا۔۔۔۔۔۔۔۔آج تو صوفے پر ہی سونا پڑے گا۔" صوفے کے پاس آ کر اس نے خودکلامی کی۔
سونے کے لیے لیٹتے ہوئے اس نے ایک بار پھر بیڈ پر نظر ڈالی جہاں نویرہ آج اس کے بیڈ کے ساتھ ساتھ تکیے اور بلینکٹ پر بھی قابض تھی۔

بہت کوشش کے باوجود جب اسے نیند نہ آئی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اسے حیرت کے ساتھ ساتھ شرمندگی ہونی لگے یہ سوچ کر کہ روزانہ نویرہ کیسے صوفے پر سو جاتی تھی۔
اس نے انگلیوں پر حساب لگایا تو ان کی شادی کو چھے مہینے گزر گئے تھے اور ان چھے مہینوں میں اس نے نویرہ کو کبھی دانستہ تو کبھی نادانستہ طور پر تکلیف ہی تو دی تھی۔ اور اس کے برعکس نویرہ نے آج تک اس کے ناروا سلوک پر اف تک نہ کی اور نہ ہی بڑوں کو اس بات کا علم ہونے دیا۔
وہ اسے کس بات کی سزا دے رہا تھا۔
اگر اس کی زبردستی شادی ہوئی تھی تو نویرہ بھی کہاں رضامند تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھوپھو بیمار دیکھ کر اپنی بہن کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے پاپا نے اسے فورس کیا تھا لیکن اس

میں بھی اسے نویرہ ہی بے قصور ہوتے ہوئے بھی قصوروار لگی۔

ماں کی وفات کے بعد بجائے اس کے کہ وہ اس کا سہارا بنتا , اس کو حوصلہ دیتا لیکن الٹا اس کو کمزور کرنے کے لیے , اس کی ہمت توڑنے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔

اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو سوچ کر اس کے ضمیر پر ایک بھاری بوجھ آن پڑا۔

آگاہی کے درواہ آپو آپ کھلتے چلے گئے۔

"وہ کیا چاہتا ہے-------؟ کیسے چاہتا ہے-------؟ نویرہ یا ثانیہ----------"

وہ غیر ارادی طور پر ان دونوں خا موازنہ کرنے لگا۔

تکیے کو سر کے نیچے درست کر کے اس نے سونے کی ایک اور کوشش کی۔

لیکن کمبل اور تکیے میں سے آتی نویرہ کی مہک سے وہ پھر بے چین ہو گیا۔

انہی الجھنوں کو سلجھاتے سلجھاتے وہ رات کی نجانے کون سی گھڑی تھی , جب اس کی آنکھ لگ گئ۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

وہ ڈرائنگ روم میں صوفے پر ٹانگیں پسارے بیٹھا وقت گزاری کے لیے ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری ہو گی جب کچن سے برتنوں کی کھڑ پٹر کی آواز سن کر ٹی وی بند کرتا وہ بھی ادھر ہی آ گیا۔

"آہاں----------کافی بنائی جا رہی ہے اور وہ بھی اکیلے اکیلے ------ ایک کپ میرے لیے بھی پلیز-----"

الوینہ کو کچن میں پا کر اس نے خوشگواریت سے التجا کی اور اچھل کر صاف ستھری چمکدار خالی سلیب پر بیٹھ گیا۔

"وائے ناٹ ابھی بنا دیتی ہوں---!" الوینہ نے خوش دلی سے کہا اور ابلتے دودھ میں اس نے تھوڑا سا کافی پاؤڈر ڈال کر کتیلی کو اس کے ہینڈل سے پکڑ کر تین چار بار احتیاط سے اور اچھی طرح ہلا کر کتیلی واپس سلیب پر رکھ کر چولہا بند کر دیا۔

" جلدی کرو کہیں تمہاری ہٹلر بہن نہ ٹپک پڑے۔" وہ مصنوعی معصومیت سے بولا تو الوینہ کی ہنسی نکل گئ۔

"اب تمہیں میری بہن سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے , تمہارے ساتھ دوستی رکھنے میں اسے اب کوئی اعتراض نہیں۔" دو مگ سلیب پر رکھے اس میں کافی انڈیل کر اس نے مسکرا کر جواب دیا۔

"ارے واہ! کمال نہیں ہو گیا یہ تو----------پر یہ ہوا کیسے؟" وہ الجھ کر سوچنے لگا۔

"وہ سب چھوڑیں اہم بات تو یہ ہے کہ اب اس کا دل آپ کی طرف سے صاف ہو گیا

ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بائی دا وے! میری بہن اتنی بھی بری نہیں لاکھوں میں ایک ہے۔" الوینہ نے قدرے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔

"بس۔۔۔۔۔۔۔۔صرف لاکھوں میں, اتنی کم قیمت۔۔۔۔۔۔۔ میں سمجھا کروڑوں میں ایک کہو گی۔" نمال نے شریر پن سے کہا پھر زبان دانتوں تلے دبا لی۔

وہ اس کی شرارت سمجھ کر کھل کر مسکرا دی۔

تو میرا مطلب تو وہی تھا نا۔۔۔۔۔۔" اس نے کافی کا مگ نمال کی طرف بڑھا کر پھر سے خفگی دکھائی۔

"تھینک یو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اٹس اوکے۔۔۔۔!"

وہ دونوں اپنا اپنا مگ اٹھائے آگے پیچھے ڈرائنگ روم میں آ گئے۔

"ویسے تمہاری نک چڑھی بہن کہیں دکھائی نہیں دے رہی, کہاں غائب ہو گئی وہ بھی اتنی صبح۔۔۔۔۔۔" نمال نے کافی کا گھونٹ بھر کر اطراف میں نظریں دوڑائیں ۔

"صبح تو نہیں نمال۔۔۔۔۔۔اوپر سے دوپہر ہونے کو ہے اور ابھی تو صبح سات بجے ہی باہر نکل گئی تھی۔" اس نے وقت کی جانب اس کی توجہ مبذول کروانی چاہی۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔۔! اصل میں , میں دیر سے شوٹنگ ختم ہونے کی وجہ سے رات لیٹ گھر آیا تھا ۔۔۔۔۔۔اب اٹھا بھی دیر سے تو وقت دیکھا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔" اس نے وضاحت دی۔

"ویسے چھٹی کے دن بھی کام پر چلی گئ, تمہیں روکنا چاہیئے تھا ,ایسے تو وہ اپنی طبیعت خراب کر لے گی۔" وہ استفسار کرتا فکر مند سا ہوا۔

"کیسے روکتی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟ میرے اٹھنے سے پہلے ہی وہ جا چکی تھی۔ اصل میں پاپا کے جانے بعد بزنس کا بہت لاس ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت سے ایگریمنٹ سائن کر رکھے تھے جو رہ گئے۔ آئیملک نے دن رات ایک کر کے بزنس کو بمشکل سنبھالا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب پھر اسی جگہ میں اسے کھڑا دیکھ رہی ہوں۔" وہ افسردگی سے بولی, اس کا لہجہ نم آلود تھا۔

"ڈونٹ وری ! انشاءاللہ ۔۔۔۔۔۔سب پہلے جیسا ہو جاہے گا بلکہ اور اچھا ہو جائے گا۔۔۔۔" وہ تسلی ہی دے سکتا تھا سو اس نے دی۔

الوینہ نے محض گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

"تم نے کبھی اپنی مما کا ذکر نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" وہ اچانک سے خیال آنے پر پوچھ بیٹھا۔

الوینہ کی آنکھوں میں آنسو فوراً سے جمع ہونے لگے۔

" ایم رئیلی ویری سوری۔۔۔۔۔۔۔! میرا مقصد تمہیں دکھی کرنا نہیں تھا۔" نمال ازحد شرمندہ ہوا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری مما ایک بے سہارا عورت تھیں۔ قسمت اچھی

تھی کہ پاپا سے ملاقات ہو گئ۔ مما کا تعلق بہت نچلے طبقے سے تھا۔ نانا نانو نے چھوٹی عمر میں ہی مما کی شادی کر دی ۔ میری پیدائش کے کچھ سال بعد ہی پاپا اس دنیا سے چل بسے۔ مما پھر سے مجھے ساتھ لیے اپنے میکے چلی آئیں۔ " کچھ پل کے لیے وہ رکی۔

نمال بڑے دھیان سے ساری باتیں سن رہا تھا۔

"پھر پاپا سے مما کی بائے چانس ملاقات ہوئی۔ مما جوان تھیں قدرے خوبصورت بھی تھیں ۔ مما گھروں میں جا جا کر کام کرتی تھیں ایک دن کچھ اوباش آدمیوں نے مما کا راستہ روک لیا اگر وقت پر پاپا نہ پہنچتے تو بہت برا ہو جاتا۔ نانا نانو کا ساتھ بھی کچھ ہی عرصہ رہا ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد مما اور میں بلکل اکیلی پڑ گئ تھیں۔ خیر پھر پاپا نے مجھ سمیت مما کو اپنا لیا اور سادگی سے نکاح کر کے اپنے ساتھ گھر لے آئے۔ پھر شادی کے ایک سال بعد شہریار کی پیدائش پر مما اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ " اس نے رک کر اپنے آنسو صاف کیے پھر خاموش ہو گئ۔

"اوہ سو سیڈ---------- " نمال کو دلی افسوس ہوا۔

الوینہ جواب میں خاموش رہی۔

"اور آئیملک------؟ مطلب تم اور شہریار آئیملک کے سگے بہن بھائی نہیں ہو؟" تھوڑے وقفے کے بعد نمال نے پھر سے بات کا آغاز کرنا چاہا۔

"ہم بے شک سگی بہنیں نہیں ہیں لیکن پاپا اور آئیملک نے ہمیشہ خود سے بڑھ کر ہمارا خیال

رکھا , ہمارے نخرے اٹھائے۔ ہمیں ایک نئی اور عزت بھری زندگی دی۔ پاپا اور آئیملک میں جتنے اچھے کہوں اتنا کم ہو گا۔" الوینہ کے لہجے میں پیار ہی پیار بھرا تھا۔

نمال سر ہلانے لگا۔

"رشتوں کو کیسے نبھاتے ہیں, زندگی میں آنے والی ہر مشکل کا کس طرح سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جاتا یہ سب میں نے آئیملک سے ہی سیکھا ہے۔ اسی لیے تو ہم سب کی اس میں جان بستی ہے۔ شہریار اور مجھے آج تک کبھی بھی اکیلا پن محسوس نہیں ہوا کیونکہ آئیملک نے ماں اور بڑی بہن دونوں کا حق ادا کیا ہے آج تک کہے , بن کہے ہر خواہش کا اس نے دھیان رکھا ہے۔ آئیملک کے لیے تو میری جان بھی حاظر ہے۔"

وہ بے اختیار نمال سے ساری باتیں شیئر کرتی چلی گئ۔

پھر یکدم چپ ہو گئ۔

آئیملک کے بارے میں جان کر اس کے دل میں اس کے لیے عزت اور پیار اور بھی بڑھ گیا تھا۔

"اور آئیملک کی مدر----------وہ کہاں ہیں؟" یہ ایسا سوال تھا جو کب سے اس کے ذہن میں کھلبلی مچا رہا تھا---------آخر اس نے اس کی بابت پوچھ ہی لیا۔

"آئیملک کی مدر کے بارے میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آئیملک سات سال کی تھی جب وہ پاپا اور آئیملک کو چھوڑ کر چلی گئ تھیں۔ اب تک پتہ نہیں وہ زندہ بھی ہیں یا نہیں ان کا کچھ اتا

پتہ نہیں۔ آنٹی شاہینہ (آئیملک کی مدر) کے بارے میں , میں مزید صرف اتنا ہی جانتی ہوں کہ آئیملک شکل وصورت میں ہوبہو آنٹی کی طرح ہے ایسے سمجھ لیں کاپی پیسٹ ہے۔ میں نے آئیملک کے پاس ان کی فریم میں تصویر دیکھی تھی وہ بہت خوبصورت تھیں۔" وہ ایک بار پھر تفصیلاً بولی۔

نمال کو یہ سب سن کر بے حد حیرانی ہوئی۔

"اور آنٹی شاہینہ چھوڑ کر کیوں گئ تھیں؟" نمال نے سرسری سا پوچھا۔

"آئی ڈونٹ نو! اس بارے میں مجھے کچھ بھی نہیں پتہ , حالانکہ آئیملک نے بتایا تھا مجھے کہ پاپا ماما سے بے حد پیار کرتے تھے اور مجھے لگتا ہے ان کے چھوڑ جانے کی وجہ سے ابھی بھی لاعلم ہے ورنہ وہ مجھے ضرور بتاتی۔"

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔۔ صحیح !" نمال نے پر خیال انداز میں سر ہلا دیا۔ "اوکے۔۔۔۔! میں چلتا ہوں اب مجھے ایک دو ضروری کام کے سلسلے میں باہر جانا ہے۔" نمال کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

الوینہ بھی اثبات میں سر ہلاتی خالی مگ اٹھا کر کچن میں گھس گئ۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

www.classicurdumaterial.com

آج چھٹی کا دن ہونے کے باوجود سب پتہ نہیں کدھر غائب ہیں؟"

نویرہ نے پورے گھر میں چکرانے کے بعد لاؤنج میں جھانکا تو شارف لیپ ٹاپ کھولے نظر آیا۔ وہ چلتی ہوئی اس کے ساتھ والے صوفے پر آ کر ٹک گئ۔

"آپ باقی سب کو چھوڑیں صرف حدیر پر کنسٹریٹ کریں, اس کی خبر رکھیں کہ وہ کہاں ہے-----تاکہ ہم اپنے پلان کو عمل جامہ پہنائیں۔" وہ نویرہ کی بآواز بلند بڑبڑاہٹ سن چکا تھا ہنستے ہوئے بولا۔

"آ-------ہاں! ٹھیک ہے--------- پر اوو پس----مجھے وہ بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہا۔" نویرہ نے منہ بسورا۔

"آپ کیا کر رہے ہیں----کہیں میں نے ڈسٹرب تو نہیں کر دیا؟" نویرہ نے سر تھوڑا سا اوپر کر کے اس کی گود میں رکھے لیپ ٹاپ میں جھانکنا چاہا۔

"ارے نہیں آپ کے آنے سے ڈسٹربنس کیسی بھلا----میں بھی آپ کی طرح بور ہو رہا تھا تو اس پر ٹائم پاس کرنے بیٹھ گیا۔"

اوہ۔آئی۔ سی !" نویرہ نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹوں کو گول کر کے کہا۔

"ویسے ہمارے پلان کا فرسٹ پارٹ کیا ہو گا-------مطلب مجھے کیا کرنا ہو گا؟" تھوڑے توقف کے بعد نویرہ نے شارف پر نظریں ٹکا کر پر سوچ انداز میں پوچھا۔

"آہاں! گڈ کوائسچن---------- حدیر کسی طرح اگر ڈرائنگ روم میں آ جائے تو ہمارا پلان

آسان ہو سکتا ہے۔" شارف لیپ ٹاپ بند کرتا پرخیال لہجے میں گویا ہوا۔

"اوو اچھا!" نویرہ نے سامنے دیوار پر لگے کلاک پر وقت دیکھا پھر جوش سے شارف کو دیکھنے لگی وہ کچھ حیران سا ہوا۔

"گیارہ بجنے میں صرف دس منٹ رہ گئے ہیں حدیر کا فیورٹ پروگرام لگنے والا ہے وہ نیوز چینل پہ ہر اتوار کو گیارہ بجے تجزیہ کاروں کا تجزیہ ضرور سنتے ہیں۔" وہ چہک کر بولی, شارف بے ساختہ ہنس پڑا۔

"چلو یہ تو اور اچھا ہو گیا۔ آپ کو اب یہ کرنا ہے کہ حدیر کے آنے سے پہلے کچن میں گھس جانا ہے ۔اس کے یہاں آنے پر میں یہاں سے ہی پانی مانگنے کے لیے آواز لگاؤں گا لیکن آپ نے باہر نہیں نکلنا, میں یہ عمل دو تین بار دھراؤں گا اگر حدیر کو جیلسی ہوئی تو وہ خود اٹھ کر پانی کی بوتل مجھے لا کر دے گا اس کے کچن میں داخل ہونے سے پہلے آپ نے کیچپ اپنی فنگر پر گرا کر چیخ مارنی ہے دھیان رہے کیچپ گرانی ہے یہ نا ہو صحیح والا کٹ لگا لیں۔ آپ اپنے سامنے کچھ سبزی کاٹ کے رکھ لینا------ سمجھ گئ نا؟" شارف طویل بات کرنے کے بعد آخر میں اس سے استفسار کرنے لگا۔

نویرہ نے جلدی سے ہاں میں گردن ہلا دی۔

"تو ایسا کرنے سے کیا ثابت ہو گا ؟" نویرہ نے نیا سوال داغا۔

"اس سے دو باتیں ظاہر ہوں گی انسان کی سائیکی یہ ہے کہ ہمیشہ اس چیز سے جیلس ہوتا

ہے جس کی وہ شیئرنگ برداشت نہ کر سکتا ہو۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ مسٹر حدیر جیلس ہوتا ہے یا نہیں۔ اور دوسری بات تمہاری فنگر کو زخمی سمجھ کر اس کا ردِ عمل نوٹ کرنا ہے اور کیا۔"

"اور اگر حدیر اٹھ کر کچن میں نہ گیا تو پھر۔۔۔۔۔۔؟" نویرہ کو نیا خدشہ لاحق ہوا۔

"نہیں جیسے میں کہہ رہا ہوں ویسا ہی ہو گا انشاءاللہ !۔۔۔۔۔۔۔جسٹ ویٹ اینڈ واچ!" وہ ہنس کر بولا۔

"اب آپ جائیں بھی وہ آتا ہی ہو گا ٹائم تو ہو گیا ہے۔"

"او۔۔۔۔۔۔ہاں!" وہ بھاگ کر کچن میں چلی گئ جبکہ آہٹ پاتے ہی شارف سنجیدہ ہو کر پھر سے لیپ ٹاپ کھول کر اس پر جھک گیا۔

پھر کوئی پانچ منٹ بعد حدیر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔

"اوہ !پانچ منٹ لیٹ ہو گیا۔" حدیر نے بڑبڑا کر سیل فون کان سے ہٹا کر بند کیا پھر پینٹ کی پاکٹ میں ڈال دیا۔

میز پر جھک کر حدیر نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی چلا دیا۔

صوفے پر بیٹھتے ہوئے حدیر نے سرسری سا لیپ ٹاپ پر مصروف شارف کو دیکھا پھر ٹی وی دیکھنے میں مگن ہو گیا۔

"نویرہ! پلیز ایک گلاس پانی تو پلادیں۔" کوئی پانچ منٹ بعد لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے اونچی آواز

لگائی۔

حدیر نے چونک کر شارف کی طرف دیکھا۔

"نویرہ کیا آپ کچن میں موجود ہیں اگر ہیں تو پلیز ایک گلاس پانی دے دیں۔" حدیر کو کن اکھیوں سے دیکھ کر شارف نے پھر سے ہانک لگائی۔

اب۔کی بار حدیر نے بے ساختہ لب بھینچ کر کچن کی طرف دیکھا۔ لیکن وہ اپنی جگہ جوں کا توں بیٹھا رہا۔

"اب کیا کروں یہ تو اٹھ ہی نہیں رہا۔۔۔۔۔۔لگتا ہے تھوڑا مرچ مصالحہ اور لگانا پڑے گا۔" شارف نے پرسوچ انداز میں بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔

"نویرہ ہے تو کچن میں ہی ,شاید مصروف ہو میں خود ہی جا کر لے لیتا ہوں۔" وہ اونچی آواز میں بڑبڑاتا ہوا لیپ ٹاپ سائیڈ پر کرتا اٹھا۔

حدیر کو یکدم سے بے چینی ہوئی وہ شارف کی سرگوشی بآسانی سن چکا تھا۔

"آ۔۔۔۔۔ تم رکو میں۔۔۔۔۔میں لے آتا ہوں تمہارے لیے پانی۔۔۔۔۔" شارف اس کے پاس سے گزرنے لگا جب وہ اچانک سنجیدہ تیور لیے اٹھ کر رک رک کر بولا۔

"نہیں میں لے لیتا ہوں تم ٹی ۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اٹس اوکے تم اپنا کام کرو میں لے آتا ہوں۔۔۔۔۔۔" وہ اس کی بات کاٹتا تیز لہجے میں بولا۔

"ہمم ۔۔۔۔اوکے مہربانی جناب۔۔۔۔۔" شارف اپنی ہنسی دباتا واپس اپنی جگہ پر آ کر دھنس گیا۔

نویرہ کے کان ڈرائنگ روم کی طرف ہی لگے تھے۔ سبزی وہ پہلے ہی اپنے سامنے کاٹ کر رکھ چکی تھی۔ اب منتظر نظروں سے نگاہیں دروازے پر ٹکا دیں۔

آہٹ پاتے ہی وہ الرٹ ہو گئ۔

حدیر کچن میں داخل ہوا تو اس کی نظر کٹنگ بورڈ پر سر جھکائے سبزی کاٹنے میں مصروف نویرہ پر پڑی۔

چند ثانیے وہ کھڑا نویرہ کو تکتا رہا پھر سر جھٹک کر فریج کی طرف بڑھ گیا۔

نویرہ نے ترچھی نگاہ حدیر پر ڈالی۔

"اگر مسٹر حدیر کے ہوش اڑانے ہی ہیں تو کیوں نہ اصلی والا کٹ لگایا جائے مسٹر کھڑوس کا ری ایکشن دیکھنے میں تو تبھی مزا آئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے ہاتھ میں پکڑی چھری کو گھورا پھر دوسرے ہی لمحے انگلی پر ترچھا کٹ لگایا۔

ایک درد کی تیز لہر اس کے جسم میں سرائیت کر گئ۔

وہ یکدم آنکھیں بند کیے چیختی چلی گئ۔

اس کو یوں چیختے دیکھ کر بوتل اور گلاس حدیر کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر جا گرے,

"نن۔۔۔۔۔۔نویرہ ! آر یو اوکے۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ فق چہرہ لیے بھاگتا ہوا نویرہ کی طرف بڑھا۔

نویرہ کا ہاتھ خون میں تر بتر دیکھ کر وہ بوکھلا گیا۔

"یہ ۔۔۔۔یہ کٹ کیسے لگ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر سنک

میں نل کے نیچے کر کے نل فل کھول دیا۔

"کیا ضرورت تھی یہ سب کرنے کی ملازمہ ہے نا کام کرنے کے لیے لیکن نہیں تم نے ہمیشہ اپنی من مرضی کرنی ہوتی ہے۔" وہ غصے سے اسے ڈپٹتا اسے کھینچ کر ڈرائنگ روم میں لا کر صوفے پر بیٹھایا پھر بھاگ کر فرسٹ ایڈ باکس لے آیا۔

شارف بھی اس کا اتنا خون بہتا دیکھ کر پریشانی سے اس کی طرف بڑھا۔ اب وہ اس کے سر پر کھڑا نویرہ کو گھور رہا تھا۔

نویرہ نے بے چارگی سے شارف کو دیکھا۔

"اتنی بڑی اور تیز دھار چھری پکڑنے کی کیا ضرورت تھی اگر کچھ ہو جاتا تو پھر------" حدیر خون صاف کرتے ہوئے اس کا گہرا زخم دیکھ کر پھر سے غصے میں بڑبڑانے لگا۔

"آ---آہچھ------" زخم پر حدیر روئی کی مدد سے دوائی لگا رہا تھا جب وہ درد سے کراہ کر رہ گئ۔

"سوری-------زیادہ درد ہو رہا ہے کیا؟" اس کے یوں سسکنے پر حدیر نے فکر مندی سے پوچھا۔

نویرہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے ہاں میں گردن ہلا دی۔

اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھ کر حدیر یکدم بے چین سا ہوا۔

پھر وہ غصے سے ملازمہ کو آواز دینے لگا۔

ملازمہ بے چاری بوکھلائی بوکھلائی بھاگتی ہوئی آئی۔

"جج۔۔۔۔جی۔۔۔۔۔جی چھوٹے صاحب ۔۔۔۔۔۔کک کیا ہوا؟" ملازمہ چھوٹے صاحب کو اتنے طیش میں دیکھ کر بری طرح ہکلا کر بولی۔

"آپ کو کس لیے رکھا ہوا ہے جو سبزی بھی یہ کاٹے گی اب دیکھیں ہاتھ زخمی ہو گیا اس کا اگر میں وقت پر نہ پاس ہوتا تو جانتی ہیں کتنا خون بہہ جاتا۔" اسے یوں ملازمہ پر برستے دیکھ کر نویرہ تیزی سے اٹھ کر پاس گئ۔

"ان کو مت ڈانٹیں ۔۔۔۔۔۔۔ یہ تو مجھے روکتی رہی ہیں میں نے خود ے ی منع کر دیا تھا ۔۔۔۔ معمولی سا کٹ ہے دو دن تک ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ ملازمہ کے دفاع میں بولی۔

"اچھا! یہ ابھی معمولی سا زخم ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور تم چلو کمرے میں آرام کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ نویرہ کی طرف رخ موڑے اسے گھور کر بولا۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا ٹھیک ہوں میں اور میں یہی رہوں گی۔"

"بہت ضدی ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔ایسے تھوڑی مان جاؤ گی۔۔۔۔۔۔میں بھی دیکھتا ہوں تم کیسے نہیں جاتی ہو۔"

وہ صوفے پر دشبارہ بیٹھنے کا قصد کر رہی تھی جب حدیر دانت پیس کر بڑبڑایا اور اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود نویرہ کو کھینچ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

نویرہ نے گردن کو غیر محسوس طریقے سے پیچھے موڑ کر شارف کو دیکھا جو انگلی اور انگوٹھے کا گول دائرہ بنا کر اسے سراہا تھا۔

پہلا ٹیسٹ کامیاب ہونے پر شارف دل سے خوش تھا۔

نویرہ مسکراتی ہوئی سیدھی ہو گئ۔

شارف کے سارے اندازے درست ثابت ہوئے تھے وہ حیرانی کے ساتھ ساتھ شارف سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکی۔

☆☆☆❤☆☆☆

آج جہانگیر فیملی میں معمول سے ہٹ کر صبح سویرے ہی ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔

"ارے ! میرا بچہ ----ابھی تک سو رہا ہے, اٹھ جا میری شہزادی---------" دادی اڑی اڑی رنگت کے ساتھ تیزی سے کمرے میں داخل ہو کر سیدھی بے ہوشی سے پڑی آئیملک کے بیڈ کے سرے پر پہنچ کر اسے پچکارتے ہوئے بولیں۔

"کیا دادو ------سونے دیں ناں!"آئیملک خمار آلود آواز میں منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"لو ساری رات تو سوتی رہی ہو, ابھی تک نیند پوری نہیں ہوئی, چلو جلدی سے اٹھ جاؤ اب۔"

دادی اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کے سلکی بالوں میں دلار سے انگلیاں پھیرنے لگیں۔

اسی پل الونیہ ٹاول سے منہ صاف کرتی واش روم سے برآمد ہوئی۔

"اف فوہ! دادو جتنے پیار سے آپ جگا رہی ہیں ناں وہ اور میٹھی نیند سو جائے گی۔" تولیہ اسٹینڈ پر تولیہ ڈال کر الوینہ نے سر پکڑ لیا۔

دادو نے خفگی سے اسے گھورا۔

"آپ اٹھیں ذرا۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے انھیں دونوں کندھوں سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

"آپ باہر چلیں ! میں ابھی اسے اٹھا کر باہر لاتی ہوں ۔ مجھے پتہ ہے کیسے اس نے اٹھنا ہے۔ آپ ٹینشن مت لیں ورنہ بھری جوانی میں یہ سفید بال پھر سے کالے ہو جائیں گے۔" وہ دادو کے گال پیار سے چھوتی انھیں دروازے کی طرف لے آئی۔

"بہت شریر ہو گئ ہو ہاں , اپنی دادی کے ساتھ مستی کرتی ہو۔"

"ہاں! تو اپنی دادو کے ساتھ ہی کر رہی ہوں کون سا اپنے بوائے فرینڈ سے کر رہی ہوں۔" دادو کی پیار بھری ڈانٹ سے لطف اندوز ہوتی وہ ان کے گلے میں جھول گئ۔

"لاحولہ والا قوۃ۔۔۔۔۔۔ کچھ بھی اول فول بول دیتی ہو۔" دادو اسے اپنے سے الگ کرتیں خفگی سے گھورنے لگیں۔

"اب آپ جائیں بھی مہمان آنے ہی والے ہوں گے ابھی میں نے اس میڈیم کو بھی اٹھانا ہے۔"

"ایک تو مجھے اس لڑکی کی سمجھ نہیں آتی, مجھے لگتا ہے اس کو نظر لگ گئ ہے اچھی بھلی میری صبح خیز بچی آج کل دیر سے جاگنے لگی ہے۔"دادو بڑبڑاتی ہوئیں باہر نکل گئیں۔

"واقعی ! کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ وہم کوئی علاج نہیں ہوتا۔"وہ سر ہلاتی آئیملک کے سر پھر سے پہنچ گئ۔

"ارے ملکہِ عالیہ! آفتاب سر پر پہنچ گیا ہے اٹھ جایئے اور یہ شبِ خوابی کا چولہ اتار کر کوئی ڈھنگ کا جوڑا پہن لیجیئے ! کیونکہ آپ کے شہزادہ سلیم بمعہ اپنی اماں حضور تشریف لا رہے ہیں۔" اس نے کسی منجھے ہوئے درباری کی طرح آئیملک کے کان میں صدا لگائی۔

"انو صبح صبح سر مت کھاؤ میرا اور کون آفتاب میں کسی آفتاب کو نہیں جانتی؟" وہ غنودگی میں کوفت سے گنگنائی تو الوینہ کو تپ چڑھ گئ۔

"ہائے کہاں جاؤں میں ارے بہن! اتنی مشکل سے میں نے اردو بولی ہے اب تو اٹھ جا۔" الوینہ نے جھنجھلا کر اس کے اوپر سے بستر کھینچا۔

"افغال اور اس کی مما پہنچنے ہی والے ہیں پھر نہ کہنا مجھے بتایا نہیں۔"

"بتا تو ایسے رہی ہو جیسے وہ لوگ پہلی بار آ رہے۔" آئیملک نے پھر سے اپنے اوپر بستر لینے کے لیے ا دھر ادھر ہاتھ مارا۔

"تمہیں واقعی فرق نہیں پڑا۔۔۔۔۔۔۔تم نے ٹھیک سے سنا بھی ہے یا نہیں افغال اپنی مام کے ساتھ آ رہا ہے۔۔۔۔"

الوینہ کو حیرانی ہوئی اسی لیے اس نے پھر سے اونچی آواز میں کہہ کر باقاعدہ اسے جھجھوڑ ڈالا۔

"ہائیں۔۔۔۔۔۔افغال اور اس کی مام آ رہے ہیں۔" وہ ہڑبڑا کر اٹھی ۔ "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا انو کی بچی۔۔۔۔۔" وہ بستر چھوڑ کر باہر بھاگی۔

ارے منہ ہاتھ تو دھو لو۔۔۔۔۔۔" اسے واش روم کی بجائے باہر کی طرف دوڑ لگاتے دیکھ الوینہ

نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

"شیرنی کا منہ آل ریڈی دھلا ہوا ہوتا ہے ----------" دروازے میں پھر سے نمودار ہوکر آئیملک نے جیسے جواب دینا ضروری سمجھا اور دوبارہ چھپاک سے غائب ہو گئ۔

الوینہ نے اپنا سر تھام لیا۔

"ارے مجھے کسی نے جگایا کیوں نہیں---------میرے سسرال والے آ رہے ہیں اور یہاں کسی کو پرواہ ہی نہیں , سارا گھر بکھرا پڑا ہے۔" نیچے فرش پر گرے کشن اٹھا کر صوفے پر درست کر کے رکھتے ہوئے وہ جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی۔

"اف فوہ! ابی تم منہ ہاتھ دھو کر ریڈی ہو جاؤ میں کر لیتی ہوں یہ سب یار, ڈونٹ وری!" الوینہ اس کے ہاتھ سے ڈسٹنگ کلاتھ لے کر بولی۔

"پکا ناں------؟"

"ہاں ببا ایک دم پکا-------"

"ارے بچے ! شکر ہے تم جاگ گئ طبیعت تو ٹھیک ہے نا تمہاری پہلے تو اتنا کبھی نہیں سوئی۔" دادی فکر مند سی اس کے پاس آ کر اس کے ملائم گال چھو کر بولیں۔

"ہاں! دادو مجھے کیا ہونا ہے اور یہ سب چھوڑیں وہ لوگ اتنی صبح صبح کیوں آ رہے ہیں-----سب خیریت نا؟" وہ حواس باختہ سی ہوئی۔

"پتہ نہیں بچے! یہ تو وہ لوگ آئیں گے تو پتہ چلے گا پہلے تو ایسے کبھی نہیں ہوا۔" دادی نے

مکمل لاعلمی کا اظہار کیا۔

وہ الجھتی سوچتی کمرے میں آ گئی۔

پھر وارڈروب کھول کر کپڑے سلیکٹ کرنے لگی۔

اپنے مطلوبہ کپڑے نکال کر وہ شاور لینے گھس گئی۔

"ابی ! یہ میں نے ناشتہ بیڈ پر رکھا ہے جلدی سے نکل کر کر لو, ورنہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور جلدی سے تیار ہو کر باہر پہنچو وہ لوگ آ گئے ہیں۔" واش روم سے پانی گرنے کی آواز سن کر اس نے بآواز بلند کہا اور باہر کا رخ کیا۔

شاور لینے کے بعد اس نے ناشتہ کیا پھر سنگھار میز کے پاس آ کر تپائی پر بیٹھ گئی۔

ہلکا پھلکا لیکن فریش سا میک اپ کرنے کے بعد اس نے بال کھول لیے ۔ برش کرتے ہوئے نجانے کیوں اسے اچانک نمال کا خیال آیا۔ اس دن ساحل سمندر پر وہی تھا اس دن نمال نے اس کے بال کلچ سے کیوں کھولے تھے وہ ابھی تک اس کا جواب ڈھونڈ رہی تھی۔

پھر سر جھٹکتی سامنے سے بالوں کا کروم بنا کر اس نے نیچے بالوں کو ہلکا سا کرل کر لیا , دونوں طرف آدھے آدھے بال اس نے آگے کر کے کچھ حصہ پیچھے رہنے دیا۔

پھر سر پر دوپٹہ سلیقے سے سیٹ کرتی اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر اس قدآور آئینے میں جھانکا ۔ اپنی تیاری کو اوکے کرتی وہ باہر نکل آئی۔

"ارے ! یہ وہی ابی ہے ,یہ حقیقت ہی ہے نا یا پھر میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔" ساتھ

کھڑے نمال کو مخاطب کر کے اس نے ہال میں قدم رکھتی آئیملک کو حیرانی سے دیکھ کر آنکھیں پٹپٹائیں۔

نمال نے چونک آئیملک کی طرف دیکھا جو اب مدیحہ بیگم کے گلے لگ کر مسکرا رہی تھی۔

ارسل , الوینہ اور باقی سب کے ساتھ ساتھ نمال کو بھی اچھنبا سا ہوا۔

اس نے نوٹ کیا تھا کہ آئیملک جب بھی افغال اور اس کی مام آتیں وہ ایسے ہی کانشس سی ہو جاتی۔ لیکن آج اس کے سر پر دوپٹہ دیکھ کر نمال کو حیرانی تو ہوئی لیکن اچھا بھی بہت لگا۔

جب وہ افغال کے ہاں دعوت پر گئے تب اور دوسری بار آج وہ اسے اس گیٹ اپ میں نظر آئی۔

فیروزی رنگ کی لانگ فراک جس کے گلے دامن پر موتی جڑے تھے , نیچے چوڑی دار پاجامہ , ایک ہاتھ۔میں بریسلٹ اور دوسرے میں ہم رنگ چوڑیاں اور کیجوئل سے ہیئر اسٹائل میں کھلے بالوں پر جما دوپٹہ----------وہ آج ہر طرح سے اس کی پسند میں ڈھلی ہوئی تھی, ورنہ عام روٹین میں وہ لانگ شرٹ کے نیچے ینز پہنتی نظر آتی لیکن نمال کو وہ اس روپ میں پسند تھی یہی وجہ تھی کہ اس کی بار بار نگاہیں آئیملک کے دلکش سراپے پر اٹھ اور گر رہی تھیں---------جیسے وہ اس کے ایک ایک نقش کو اپنی آنکھوں کے ذریعے جذب کر لینا چاہتا ہو۔

باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو نمال,ارسل اور الوینہ جو کھڑے تھے صوفے کی جانب بڑھے۔

بوا دادی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ارسل کو اشارہ کیا, اس سے پہلے کے نمال الوینہ کے ساتھ بیٹھتا ارسل بوا دادی کے اشارے کا مطلب سمجھتا بھاگ کر الوینہ کے ساتھ صوفے میں دھنس گیا۔

"اف سلو! دھیان کہاں ہے تیرا ؟ ایٹ لیسٹ! مہمانوں کے سامنے تو ڈھنگ سے بیٹھا کر۔" وہ اس کے یوں دھڑام سے گرنے پر جھنجھکا کر بولی۔

"میں تو دھیان سے ہی بیٹھا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے کون سا تمہارا ہاتھ پکڑ لیا ہے جو یوں ری ایکٹ کر رہی ہو۔" وہ آنکھ مٹکا کر شرارت سے بولا۔

"سلو۔۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے ارسل کو آنکھیں نکالیں تو وہ منہ بسور کر رہ گیا۔

نمال بوا دادی کے ساتھ خالی جگہ پر ٹک گیا۔

اس کی نظریں ہنوز آئیملک پر جمی تھیں۔

آئیملک کے گھورنے پر الوینہ ہڑبڑا کر اٹھی اور لوازمات لانے کے کیے کچن میں گھس گئ۔

"اصل میں ماں جی! بھائی صاحب کو اس دن سے گئے کئ مہینے ہو گئے ہیں بات مناسب نہیں ہے لیکن آج نہیں تو کل کرنی تو ہے نا اس لیے میں آج یہاں آئی ہوں تاکہ ہم شادی کی ڈیٹ فائنل کر سکیں۔ بھائی صاحب کی کمی تو ساری زندگی پوری نہیں ہو پائے گی۔ بس میں اب اور انتظعر نہیں کر سکتی اکیلا پن اب مجھے کاٹنے کو دوڑتا ہے۔ بس اب میں ہماری امانت ہمارے حوالے کر دیں۔"

پاس بیٹھی آئیملک کو پیار کرتیں مدیحہ بیگم نے اپنے آنے کا مدعا پیش کیا۔

فاطمہ بیگم کچھ پل سوچتی رہیں پھر اپنی بیٹی (سعدیہ)اور داماد(احتشام ,ارسل کے والد)پھر دائیں طرف بیٹھی شگفتہ کو دیکھ کر جیسے رائے مانگی۔ ان تینوں نے ہاں میں سر ہلا کر فاطمہ بیگم کی مشکل آسان کر دی۔

"جی بچے! کیوں نہیں آپ کی اپنی بیٹی ہے جب چاہیں آ کر لے جائیں , ہمیں کوئی اعتراض نہیں اور جہاں تک شادی کی ڈیٹ کی بات ہے تو جو آپ کو مناسب لگے ہمیں بتا دیں۔" فاطمہ بیگم متانت سے بولیں۔

"ہففف دادو! اتنی بھی کیا جلدی ہے-------پلیز منع کر دیں۔" وہ اشاروں اشاروں میں دادو کو ریکوسٹ کر رہی تھی لیکن فاطمہ بیگم اسے صاف نظرانداز کر گئیں۔

"میرا بس چلے تو میں ابھی اسے اپنے ساتھ لے جاؤں----" وہ شرارت سے بولیں جبکہ کچھ فاصلے پر بیٹھے افغال نے سختی سے لب آپس میں پیوست کیے۔ وہ اپنی مام کے خطرناک ارادوں سے بخوبی واقف تھا۔ اب کچھ بھی کر اس نے آئیملک کو بچانا تھا۔ یہی سوچتا وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

"دیکھیں ماں جی! ہمیں جہیز وغیرہ کچھ بھی نہیں لینا وہ فکر آپ نہ کریں , اللہ کا دیا سب کچھ بے شمار ہے آپ لوگ بس اب تیاری پکڑیں۔" مدیحہ دوبارہ سے گویا ہوئیں۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن ہمارے گھر کی پہلی پہلی خوشی ہے تو ہمیں تیاری کے لیے کچھ

وقت تو لگے گا۔" اب کی بار احتشام نے لب کشائی کی ۔

باقی تینوں خواتین نے بھی احتشام کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

احتشام حال ہی میں بیرونِ ملک سے جہانگیر کی وفات پر واپس پاکستان آیا تھا اور اب ان کا ارادہ آئیملک کی شادی کے بعد واپس جانے کا تھا۔

"چلیں پھر آج سے ٹھیک تین مہینے بعد اگست کی بیس تاریخ کو مہندی کی رسم ہم ایک ساتھ کریں گے۔۔۔۔۔۔۔اس طرح تقریباً چار مہینے ہی ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔" مدیحہ حساب کتاب کرتیں ترنت بولیں۔

"بہت نیک خیال ہے آپ کا بہن۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا۔" احتشام نے خوش ہو کر خواتین کی طرف دیکھا۔ جواب میں وہ بھی مسکرا دیں۔

صوفے کے کور پر نمال کے ہاتھ کی گرفت یکدم سخت ہوئی تھی, اس نے لہو رنگ ہوتی نگاہوں سے آئیملک کو دیکھا تھا۔

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا

وہ کہ خوشبو کی طرح پھیلا تھا میرے چار سو
میں اسے محسوس کر سکتا, چھو سکتا نہ تھا

نمال کے اعصاب غصے اور جذبات کی شدت سے سختی سے تن گئے۔

"بہت بہت مبارک ہو آپ سب کو اب تاریخ طے ہو ہی گئ ہے تو منہ بھی میٹھا ہو جائے۔"

مدیحہ اپنے ساتھ لائیں میٹھائی کی بڑی بڑی دو ٹوکریوں میں سے ایک کھولنے لگیں۔

برفی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر مدیحہ بیگم سب سے پہلے گھر میں سب سے بڑی ہونے کے ناتے فاطمہ بیگم کی طرف بڑھیں۔

آئیملک مسکراتی , شرماتی, لجھاتی وہاں سے اٹھ گئ۔

"منا لیں جتنی خوشیاں منانی ہیں تم سب کی خوشیوں کو گرہن نہ لگایا تو میرا نام بھی مدیحہ حیدر نہیں۔" سب کے خوشی و مسرت سے بھرپور چہروں پر نظر ڈالتی وہ مسکرا دیں کہ ایک بار پھر وہ اپنی چال میں کامیاب رہی تھیں جیت کی خوشی ان کے چہرے کے ایک ایک نقش سے واضح جھلک رہی تھی۔

افغال ایک تیز نظر اپنی مام پر ڈالتا وہاں سے اٹھ کر آئیملک کے پیچھے چلا گیا۔

نمال کی برداشت جب جواب دے گئ تو وہ اٹھ کر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے میں بند ہو گیا۔

الوینہ نے حیرانی سے اسے بگڑے موڈ کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا۔

کمرے میں آ کر اس کی گھبراہٹ میں اور اضافہ ہو گیا۔ ایک ہاتھ سے سینے کو مسلتا کھڑکی کے پاس آکر اس نے اسے کھول دیا , ایک تازہ ہوا کا جھونکا اس کے چہرے سے ٹکرایا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے پھر کھولیں۔

رات بھر پچھلی ہی آہٹ کان میں آتی رہی
جھانک کر دیکھا کہیں کوئی بھی آیا نہ تھا

یوں تو اس نے اپنے غم مجھ سے علیحدہ کر لیے
آج میں رویا تھا میرے ساتھ وہ رویا نہ تھا

اسی پل اس کی آنکھ سے آنسو گرے تو اس نے بے دردی سے انھیں وہیں رگڑ دیا۔

یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوتی تھی عدیم
بھول جانے کے سوا اب کوئی بھی چارہ نہ تھا۔

پھر وہ جلد ہی کھڑی سے ہٹ کر نڈھال قدموں سے چلتا ہوا بیڈ پر آ کر گر گیا۔ بیڈ پر پڑے کیمرے کو اس نے ہاتھ بڑھا کر غصے سے اٹھایا۔

"میں یہ قصہ آج ہی ختم کر دیتا ہوں, جب وہ میری ہو ہی نہیں سکتی تو ان تصویروں کو دیکھ کر دل جلانے کا کیا فائدہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ضروری تو نہیں جسے ہم چاہیں وہ ہمیں مل بھی جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زندگی میں کچھ چیزیں لاحاصل بھی ہوا کرتی ہیں جیسے آئیملک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جو ایک سراب تھی جس کی نہ منزل تھی, نہ کوئی ٹھکانہ۔ وہ صرف اسے دیکھ سکتا تھا لیکن اسے چھو نہیں سکتا تھا, وہ اسے چاہ سکتا تھا لیکن اسے پانا اس کی قسمت میں نہیں تھا۔"

نمال نے غصے سے سوچتے ہوئے کیمرہ آن کر کے تصویریں کھول لیں , اس کی تصویر پر نگاہ پڑتے ہی نمال کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ اس کی ساحل سمندر پر لی گئ پکچر کو ڈیلیٹ کرنے کی بجائے اس پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

پھر بے بسی سے کیمرہ ایک طرف ڈال دیا کہ یہ کام اس کے بس کا تھا ہی نہیں۔

"کیسے ڈیلیٹ کر دوں تصویریں ملک! تمہاری صرف یہ یادیں ہی تو بچی ہیں میرے پاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ افسردگی سے سوچتا آنکھیں موند گیا۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

نویرہ نے خشوع وخضوع سے نماز ادا کرنے کے بعد اپنی ہمت و استقامت کے لیے دل سے ایک لمبی چوڑی دعا مانگی۔

جائے نماز طے کر اس نے تپائی پر رکھی پھر الماری کے کیبن سے اے سی بلینکٹ نکال کر صوفے پر اپنا بستر لگایا۔

سونے کا ابھی قصد کر ہی رہی تھی پھر سائیڈ ٹیبل پر پڑے خالی جگ پر نظر پڑی تو جگ اٹھا کر باہر نکل گئ۔

کوئی پانچ دس منٹ بعد وہ دوبارہ پانی سے بھرا جگ لیے کمرے میں داخل ہوئی۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ صوفے کی طرف مڑی تو بھونچکا رہ گئ۔

"ہائیں ! میرا بستر کہاں غائب ہو گیا ہے؟ ابھی تو یہاں رکھا تھا۔" وہ الجھتی , بڑبڑاتی پھر سے کیبن میں تلاشنے لگی۔

وہاں سے مایوسی کے بعد وہ صوفے کے نیچے گرنے کے خیال سے اس کے نیچے جھانکنے لگی۔

اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کہیں اور چیک کرتی, اچانک حدیر نے بیڈ کراؤن کو ہاتھ کی پشت سے بجایا, وہ حیرانی سے فوراً اس کی طرف پلٹی۔

اپنی عادت کے مطابق کہنی کے بل لیٹا وہ کب سے اس کی کاروائی ملاحظہ کر رہا تھا۔

بیڈ کے بیچوں بیچ تکیوں کی باڑ لگائے دوسری طرف خالی جگہ پر اس کا بستر لگا تھا, یہ سب دیکھ کر نویرہ کا حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

نویرہ کو حدیر کی اس حرکت پر عود کر غصہ آیا پھر وہ سختی سے منہ بند کرتی بیڈ کی دائیں طرف بڑھی اور بستر اٹھا کر پھر سے صوفے پر لا کر پٹخا۔

حدیر غصے سے بیڈ سے نیچے اتر اس کے پیچھے آیا اور دوبارہ اس کا بستر اٹھا کر بیڈ پر رکھا۔

"اب کہاں بھاگی جا رہی ہو؟ آج کے بعد تم نے بیڈ پر سونا ہے صوفے پر نہیں,ایک سادہ سی بات تمہیں سمجھ کیوں نہیں آ رہی؟" اسے پھر سے بستر اٹھاتے دیکھ کر حدیر نے اس کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر جھنجھلا کر کہا۔

"کمال ہے آپ کی ہی خواہش کا احترام کر رہی ہوں میں اتنے مہینوں سے , خود ہی پابندی لگائی

تھی کہ میرے بیڈ کے قریب بھی مت ہونا, جیسے اس پر ہیرے جواہرات جڑے ہیں جو میں نے چرا لینے تھے اور اب میرا صوفے پر سونا بھی آپ کو چبھ رہا ہے۔" وہ ابھی تک اپنی تذلیل نہیں بھولی تھی اپنا بازو چھڑواتی وہ تنگ ہو کر بولی۔

"میں نے ہی پابندی لگائی تھی اور اب میں ہی ہٹا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو بس بات ختم ہو گئ اور ویسے بھی تب کی بات اور تھی۔" حدیر تحمل مزاجی سے بولا۔

"کتنی آسانی سے کہہ دیا آپ نے کہ بات ختم ہو گئ اور اب ایسا کیا ہو گیا ہے کہ آپ مجھ پر اتنے مہربان ہو رہے ہیں۔" نویرہ نے کھوجتی اور شاکی نظروں سے حدیر کو گھورا۔

"اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔ووہ۔۔۔۔۔۔ ہمم۔۔۔۔۔۔۔"حدیر نے گہری سانس چھوڑی اب وہ کیا بتاتا کہ اس کے دل کی دنیا آئے روز بدلتی جا رہی تھی جسے وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ "زوجہ محترمہ ! باقی نخرے کل کے لیے اٹھا رکھو ابھی چلو بیڈ پر مجھے سچ میں بہت نیند آ رہی ہے۔"

اب کی بار وہ بے چارگی سے ممنایا جبکہ نویرہ تو آج اس کے اندازِ تخاطب پر ہی حیران ہوئی جا رہی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو حدیر نے پھر اسے پکڑ کر بیڈ کی طرف دھکیلا۔

"ارے ے ے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا کر رہے ہیں؟" وہ بیڈ پر اوندھے منہ جا گری پھر سر اٹھا کر دوسری طرف سے بیڈ پر چڑھتے حدیر کو گھورنے لگی۔

"یہ ناگن کی طرح گھورنا بند کرو اور چپ کر کے سو جاؤ خبردار ! جو اب کوئی ڈرامہ کری ایٹ کیا

تو۔۔۔۔۔ڈرامہ کوئین!" سر کے نیچے بازو جما کر نظریں نویرہ پر ٹکا کر وارننگ دی۔

آج حدیر کی نگاہوں میں ایسا کچھ تھا کہ وہ زیادہ دیر اس سے نظریں نہیں ملا سکی۔

وہ جب سکون سے لیٹ گیا نویرہ بستر جھپٹ کر جھٹ سے بیڈ سے اتر کر تن فن کرتی صوفے پر چلی گئ۔

ابھی لیٹنے ہی والی تھی کہ غصے سے بھرے حدیر کو پھر سے سر پر کھڑے دیکھ کر اس کی سانس اٹکنے لگی۔

"وہ سچ ہی کہتے ہیں لاتوں کے بھوت باتیں سے نہیں مانتے ۔" حدیر نے اسے جھک کر اپنے مضبوط بازوں میں بھر لیا۔

"حدیر۔۔۔۔۔۔۔چھوڑیں مجھے ۔۔۔۔۔۔واٹس رونگ ود یو!" وہ اس کے حصار میں جکڑی ہاتھ پاؤں مارتی رونکھی ہوئی۔

"لو چھوڑ دیا۔۔۔۔۔۔۔اب خوش ۔۔۔۔!" حدیر نے اسے بیڈ پر لا کر چھوڑ دیا اور دونوں ہاتھ اوپر کر کے شرارتی پن سے کہا۔

"اور تم نے اب اٹھنے کی کوشش بھی کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" حدیر نے ابروؤں کو اوپر کو اٹھا کر جنبش دی پھر نائٹ بلب جلا کر خود بھی آ کر نویرہ کی طرف رخ موڑے لیٹ گیا۔

"آپ میرے ساتھ یوں زور زبردستی نہیں کر سکتے, میں بیوی ہوں آپ کی کوئی کنیز نہیں جو

جب دل کیا بیڈ پر لے آیا جب دل چاہا اتار پھینکا۔"

"اب نہیں اتاروں گا آئی پرامس یو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور حدیر اپنے وعدوں اور اصولوں کا بہت پکا ہے ۔" اس کے اٹل انداز پر نویرہ یکدم لاجواب سی ہو گئ۔

پھر "مرتے کیا نہ کرتے" کے مصداق وہ مخالف سمت منہ کر سوتی بن گئ۔

اسے سوتا دیکھ کر ایک دلفریب سی مسکراہٹ نے حدیر کے لبوں کا احاطہ کیا, وہ نجانے کتنی دیر اس کی پشت کو تکتا رہا پھر آنکھیں بند کرتے ہی وہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

نویرہ کو گھبراہٹ سی ہوئی اسے بھلا وہاں کہاں نیند آنی تھی, اس نے احتیاط سے سر قدرے اوپر اٹھا کر پیچھے دیکھا حدیر گہری نیند سو چکا تھا ۔

وہ سکون کی سانس لیتی آرام سے بستر اٹھا کر صوفے پر آ گئ۔

"نہیں ۔۔۔۔۔۔ مسٹر حدیر ! اتنی آسانی سے تو میں بھی تمہارے ہاتھ نہیں آؤں گی, میری تذلیل اور دن رات بہائے گئے آنسوؤں کا حساب ابھی باقی ہے۔"

نویرہ نے غصے سے سوچا پھر سونے کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

www.classicurdumaterial.com

دن کے بارہ بج رہے تھے۔

گرمی کی حدت سے اس کے چہرے پر بار بار پسینہ پھوٹ رہا تھا جسے وہ ہر بار ٹشو پیپر سے صاف کر کے آگ برساتے سورج کو بے بسی سے دیکھنے لگ جاتی۔

ٹھنڈے ٹھار جوس کو آنکھیں بند کر کے اس نے مزے لیکر حلق سے نیچے اتارا, گرمی کا تاثر کچھ کم ہوا تو وہ یک دم فریڈ ہو گئ۔جوس کا خالی ڈبہ راستے میں کسی کوڑادان میں پھینکنے کی غرض سے اس نے گاڑی کے اندر ہی رکھ دیا پھر فرنٹ ڈور کھول کر باہر آ گئ۔

اس وقت وہ ایک خوبصورت سی فلاور شاپ کے باہر کھڑی تھی۔

گلاس ڈور اوپن کرتی وہ شاپ کے اندر داخل ہوئی۔

کوئی دس پندرہ منٹ بعد وہ مطلوبہ چیزیں لے کر شاپ سے باہر نکل آئی۔

"آج میں تم سے اپنے دل کی بات کہہ دوں گی نمال! میں تمہیں بتا دوں گی کہ یہ رشتہ صرف دوستی کا رشتہ نہیں ہے میرے لیے میری زندگی, میری خوشیاں, میرا سب کچھ بن چکا ہے۔آج میں تمہیں بتا دوں گی کہ میں تم سے بے حد--------بے حد پیار کرتی ہوں--------آئی لو یو----------آئی لو یو سو مچ نمال! اور میں جانتی ہوں نمال جس طرح تم میری فکرکرتے ہو, میرا خیال رکھتے ہو ایم شیور تم بھی مجھ سے اتنا ہی پیار کرتے ہو گے۔"

اس نے سرخ گلاب کے تازہ پھولوں کی مہک کو سانس کے ذریعے اپنے اندر اتار کر سوچا۔

"آج یہ کارڈ اور بکے میں تمہیں دے کر اپنے دل کی ہر بات بیاں کر دوں گی , میں جو تمہارے لیے سوچتی ہوں, محسوس کرتی ہوں سب بتا دوں گی---------- میں آ رہی ہوں تمہارے پاس نمال!"

وہ مسکرا کر گاڑی میں بیٹھ گئ۔ بکے کو ساتھ والی سیٹ پر رکھ کر اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

سارے راستے وہ نمال کے بارے میں ہی سوچ کر مسکراتی رہی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ گھر پہنچ گئ۔

گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے وہ باہر نکل کر ہال کے داخلی دروازے کی جانب بڑھی ابھی ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول ہی رہی تھی جب تیزی سے آگے سے آتے ارسل سے اس کی مڈبھیڑ ہو گئ۔

"آؤچھ-------- سلو دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا , دیکھ کے نہیں چل سکتے کیا؟" الوینہ غصے سے کہتی اپنا ماتھا سہلانے لگی۔

پھر جھک کر تیزی سے الٹے پڑے بکے کو اٹھا کر ہاتھ سے نا دیدہ گرد جھاڑنے لگی۔

"سوری یار! میں جان بوجھ کر تو نہیں ٹکرایا اور تم کدھر تھی میں کب سے پورے گھر میں تمہیں ڈھونڈتا پھر رہا ہوں---------- تم نظر نہیں آئی تو پریشانی کے عالم میں تمہیں کالز بھی

کیں لیکن تم پتہ نہیں کہاں بزی تھی۔" ارسل نے چونک کر بکے اور پھر نیچے گرے کارڈ کو دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

"آ۔۔۔۔۔ہاں ! وہ۔۔۔۔۔۔میں مارکیٹ تک گئ تھی مجھے کچھ ضروری کام تھا۔" وہ رک رک کر بولی۔ "چلو شام میں۔ملتے ہیں ابھی مجھے ایک اور بہت اہم کام کے لیے آفس جانا ہے۔" وہ بکے سینے سے لگائے تیز تیز قدم اٹھاتی اندر چلی گئ۔

ارسل نے جھک کر کارڈ اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔

پھر الجھتا ہوا اسے لیے اپنے گھر آکر سیدھا اپنے کمرے میں آ گیا۔

بیڈ پر بیٹھ کر اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ درمیانے سائز کے اس خوبصورت سے کارڈ کو کھولا جس پر جگہ جگہ دل اور پھول بنے ہوئے تھے, ایک کیوٹ سا کپل بنا ہوا نظر آیا ساتھ انگلش ورڈنگ میں اظہارِ محبت بھی لکھا تھا۔

وہ شاکڈ سا کارڈ کو دیکھے گیا اس پر صاف صاف الوینہ نے نمال نے اپنی محبت کا اظہار کیا ہوا تھا۔

"آخر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا, کیوں الوینہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ " زیرِ لب کہتے ہوئے اس نے اپنے آنسوؤں کو بہنے سے بمشکل روکا پھر غصے سے کارڈ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے اوپر کی طرف اچھال دیا۔

کچھ پل وہ ایسے ہی ساکت کھڑا فرش پر گرے ٹکڑوں کو گھورتا رہا پھر جھک کر انھیں اٹھا کر

ڈسٹ بن کی نظر کر دیا۔

وہ دوبارہ سے بیڈ پر آ کر جوتوں سمیت سیدھا لیٹ گیا۔

"میں ہار نہیں مانوں گا الوینہ! مجھے یقین ہے اپنے سچے جذبوں پر, اپنی محبت پر تمہیں لوٹ کر میرے پاس آنا ہی ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جلد یا بدیر تمہیں سمجھ آ جائے گے کہ مجھ سے زیادہ نہ تو تمہیں کوئی سمجھ پائے گا اور نہ ہی پیار کر پائے گا۔"

وہ دل گرفتگی سے سوچتا چھت کو گھورنے لگا۔

☆☆☆ ☆☆☆

وہ آج صبح سے کمرے میں بند بے تابی سے یہاں وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔

وہ بہت مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والا شخص تھا اسی لیے آج تک اس نے اپنے جذبوں کی کبھی کسی کو بھی ہوا تک نہ لگنے دی کہ جو دل میں آگ لگی تھی وہ دل میں ہی دبی رہے تو بہتر تھا۔

لیکن کبھی کبھی تنہائی وہ خود پر اختیار کھو بیٹھتا تھا۔

محبت جذبہ ہی ایسا ہوتا ہے جو مضبوط سے مضبوط انسان کو بھی توڑ دیتا ہے, اس پر پوری طرح سے حاوی ہو کر انسان کو کمزور بنا دیتا ہے۔

حقیقت میں محبت کیا ہے یہ آج تک کوئی نہیں جان سکا, یہ محسوس تو کی جا سکتی ہے لیکن بیاں نہیں کی جا سکتی۔

آج ایک لمبے عرصے کے بعد اس کی وہی کیفیت ہوئی تھی۔

جب کمرے میں ٹہل ٹہل کر وہ تھک چکا تو بے بسی سے وہ اپنے بڑے سے بیگ کی طرف چلا آیا, اس میں سے ضرورت کی چیزیں نکال کر بیگ اس نے واپس اسی طرح بند کر دیا۔

وہ چیزیں اٹھائے کمرے کے وسط میں آ گیا۔

پہلے اس نے ایزل (سٹینڈ, فریم) کو سیٹ کیا پھر اس پر کینوس (وہ کپڑا یا کاغذ جس پر تصاویر بنائی جاتی ہیں۔) فکس کیا۔

وہ خالی الذہن بلینک کینوس کو کچھ پل کھڑا گھورتا رہا۔

پھر مختلف رنگوں سے بھری پلیٹ کو ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر اٹھائے, دوسرے ہاتھ میں برش پکڑے وہ چند ثانیے سوچتا رہا پھر اس کے برش والے ہاتھ میں یک بیک حرکت پیدا ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوبصورت تصویر کی شکل میں پورٹریٹ تیار ہو گئ۔

اس نے تو آڑھی ترچھی لائنیں کھینچی تھیں پھر اس کے ہاتھ نے یہ کون سی تصویر بنا دی تھی۔

وہ ہکا بکا کھڑا ایزل پر ٹنگی اس تصویر کو بنا پلکیں جھپکے دیکھتا چلا گیا۔

نجانے وہ کب تک اس سحر میں جکڑا رہتا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی ۔

ایک بار--------دو بار---------جب تیسری بار قدرے زور سے دروازہ بجا تو وہ ہڑبڑا کر جیسے ہوش میں آیا۔

اس نے پھرتی سے وہ تصویر ہٹا کر چھپا دی اور نیا بلینک کینوس اس کی جگہ رکھ دیا۔

"یس کم ان-----! دروازہ کھلا ہے۔" وہ ٹوٹے لہجے کو جوڑ کر قدرے اونچی آواز میں بولا۔

ہلکی سی چرچراہٹ کے ارتعاش سے دروازہ کھل گیا۔

دونوں ہاتھوں میں پکڑی پلیٹ اور برش پر اس کی گرفت غیر ارادی طور پر سخت ہوئی تھی۔

لیکن دوسرے ہی پل کمرے میں داخل ہوتی ملازمہ کو دیکھ کو شارف نے بے اختیار سکون کی سانس چھوڑی---------- اس کے تنے ہوئے عضلات فوراً سے ڈھیلے پڑ گئے---------

اب وہ پہلے کی طرح بلکل نارمل ہو چکا تھا۔

☆☆☆ ☆☆☆

"آر یو ریڈی فار دا نیکسٹ ٹاسک----------؟"

"یس-------آف کورس!!"

وہ تینوں اس وقت اوپر والے پورشن کے ڈرائنگ روم میں صوفے پر سر جوڑے بیٹھے اگلے پلان کا لائحِہ عمل تیار کر رہے تھے جب ساری بات سمجھانے کے بعد شارف نے نویرہ سے استفسار کیا تو نویرہ نے اعتماد اور جوش بھرے انداز میں جواب دیا۔

آج ان کے پلان میں فضہ بھی شامل ہو گئ تھی۔

"تو فضہ ڈھونڈ کر لاؤ ذرا اپنے پیارے بھائی صاحب! کو آج ان سے دودو ہاتھ ہو ہی جائیں۔" وہ مسکرا کر پاس بیٹھی فضہ سے مخاطب ہوا تو وہ جھٹ سے سر ہلاتی باہر نکل گئ۔

چلیں! جب تک وہ لوگ نہیں آ جاتے تب تک ہم کچھ سیٹ اپ کر لیتے ہیں ۔" شارف نے کہا۔

نویرہ جوابی سر ہلاتی فوراً سے اٹھ کر شارف کے دائیں طرف کارپٹ پر آ کر بیٹھ گئ۔

اب ان کے درمیان ایک درمیانے سائز کی سینڑل ٹیبل موجود تھی۔

شارف نے اپنی مٹھی میں دبی کاغذ کی بنی چار پرچیاں جو اس نے ابھی ابھی بنائی تھیں , ہاتھ کھول کر ٹیبل پر رکھیں۔ دو پر اس نے بال پن سے ڈاٹ کے بلکل چھوٹے سے نشان لگائے اور دو کو خالی چھوڑ دیا۔ نویرہ بڑے دھیان اور دلچسپی سے اس کی کاروائی دیکھنے لگی۔

"میں نے اپنی اور فضہ کی پرچی پر ڈاٹ لگا دیا ہے باقی جو دو خالی ہیں وہ ایک تمہاری اور ایک حدیر کی ہے۔

سو------ میں پہلے اٹھا لوں گا پھر آپ نے اور پھر فضہ اٹھا لے گی آخر میں خالی پرچی وہ حدیر اٹھا لے گا------فائن؟" پرچیوں کو سیٹ کر کے شارف نے بات اچھی طر سے سمجھانے کے بعد آخر میں پوچھا۔

"فائن---------- لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ حدیر آخری پرچی ہی اٹھائے,وہ اوپر والی بھی اٹھا سکتا ہے۔" نویرہ پرسوچ انداز میں بولی۔

شارف یک دم ہنس پڑا تو نویرہ خفیف سی ہوئی۔

"وہ آخری پرچی ہی اٹھائے گا دیکھ لینا کیونکہ وہ ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر کھیلنے کا فیصلہ کرے گا اس لیے بے دلی سے وہ آخری ہی پرچی اٹھائے گا۔" شارف نے مسکرا کر کہا۔

"اوکے۔۔۔۔۔۔لیٹ سی! قبل از وقت میں آپ کی بات پر یقین نہیں کر سکتی۔" نویرہ نے جواب دینے کے ساتھ ہی منتظر نظریں دروازے پر ٹکا دیں۔

جبکہ شارف نے بے نیازی سے کندھے اچکا دیئے۔

"بھیا۔۔۔۔۔کم ہیئر۔۔۔۔!" فضہ ادھر ادھر متلاشی نظریں دوڑاتی حدیر پر نگاہ پڑتے ہی اونچی آواز میں اسے پکارا۔

اپنے کمرے کی جانب بڑھتے حدیر نے چونک کر گرل کو پکڑے نیچے جھانکتی فضہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا پھر سر ہلاتا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔

"ہاں! فضہ بولو۔۔۔۔۔۔۔۔۔سب خیریت مجھے یوں اوپر کیوں بلوایا؟" فضہ کے پاس آ کر حدیر نے الجھ کر دریافت کیا۔

"جیسا کہ آج سیچرڈے نائٹ ہے ہم لوگ کب دے بور ہو رہے ہیں اس لیے ہم نے سوچا کیوں گیم ہو جائے آپ بھی آج گھر پر ہیں تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا خیال ہے؟" فضہ نے چہک کر پوچھا۔

"نہیں ۔۔۔۔۔۔تمہیں پتہ تو ہے مجھے گیم ویم کھیلنا نہیں پسند۔۔۔۔۔مجھے کچھ کام بھی ہے تو

میں چلتا ہوں, انجوائے یور سیلف!" حدیر مسکرا کر کہتا واپس جانے لگا۔ فضہ کا منہ اتر گیا۔

"ایک منٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہم سے کیا مطلب؟ تمہارے ساتھ اور کون کھیل رہا ہے؟"

ذہن میں خیال ابھرتے ہی اس نے پلٹ کر پوچھا۔

فضہ پھر سے پرجوش ہو گئ اور اس نے فوراً سے ڈرائنگ روم کی طرف اشارہ کیا۔

فضہ کی نظروں کے تعاقب میں حدیر نے ڈرائنگ روم کی طرف دیکھا, نویرہ اور شارف کو یوں ساتھ بیٹھے دیکھ کر اس کے ابرو تن گئے۔

وہ بنا کچھ کہے ان کی طرف جانے لگا جس کا صاف مطلب تھا کہ وہ گیم کھیلنے کے لیے تیار تھا۔

فضہ خوشی خوشی اس کے پیچھے لپکی۔

حدیر نویرہ کے بلکل سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ نویرہ نے جھجکتے ہوئے سرسری سا حدیر کو دیکھا, وہ سپاٹ تاثرات کے اسے ہی تک رہا تھا۔

"گیم بہت سادہ اور ہلکی پھلکی سی ہے اگر دل سے کھلیں گے تو ایم شیور! مزہ آئے گا۔ کرنا ہم نے یہ ہے کہ باری باری سب نے ایک ایک پرچی اٹھانی ہے پھر اسے کھول کر دیکھنا ہے کہ کس کا نام ہے اس میں۔۔۔۔۔۔۔۔پھر اپنے پاٹنر سے کچھ سوالو خواب ہوں گے اور کچھ پسند ناپسند پوچھی جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یا جو کچھ بھی دل میں ہے وہ پوچھ سکتے۔۔۔۔۔۔۔۔ کلیئر؟"

پوری گیم سمجھانے کے بعد شارف نے ہاتھ اٹھا کر سوال کیا۔ سب نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

"سو لیٹس سٹارٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" شارف نے اوپر کی ایک پرچی اٹھالی ساتھ ہی نویرہ کو اشارہ بھی کر دیا۔

نویرہ نے ہاتھ بڑھا کر جھٹ سے پرچی اچک کر اسے کھولا تو اس میں حدیر کا ہی نام درج تھا اس نے مسکرا کر شارف کی طرف دیکھا۔

فضہ کے بعد حدیر نے کچھ پل سوچنے کے بعد آخری پرچی اٹھالی۔ نویرہ کو ایگزیکٹ ویسے ہوتا دیکھ کر قدرے حیرانی ہوئی۔

"فضہ۔۔۔۔!" شارف بولا۔

"شارف!" اس کے بعد فضہ نے پرچی کھول کر نام پڑھا۔

حدیر نے آرام سے پرچی کھولی تو نویرہ کا نام دیکھ کر اس نے بے ساختہ نویرہ کی جانب نگاہ اٹھائی۔

" اوکے گائز۔۔۔۔! پہلے میں اور فضہ کھیلتے ہیں تاکہ تم دونوں کو بھی آئیڈیا ہوجائے۔" شارف نے کہا۔

"پہلے میں پوچھوں یا آپ ؟" فضہ نے سوال کیا۔

"اپ ٹو یو!" شارف نے شانے اچکا دیئے۔

"اوکے تو پہلے پسند ناپسند ہوجائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔امم۔۔۔" فضہ نے کچھ پل سوچا۔ "
آپ کو چکن نہیں پسند , بیف پسند ہے۔۔۔۔۔۔۔!"

"نہ چکن , نہ ہی بیف۔۔۔۔۔۔۔۔۔اونلی مٹن پسند ہے۔" شارف نے تصیح کی۔

اوہ اچھا!" فضہ نے اپنا سر کھجایا۔

"آپ کا کہنا ہے کہ آپ ایک اسٹرپٹ فارورڈ اور پریکٹیکل انسان ہیں تو آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟"پسند ناپسند کا اسے اتنا پتہ نہیں تھا اسی لیے فضہ نے ڈائریکٹ سوال پو چھا۔

ابھی ابھی تو ڈگری ملی ہے تو پہلے اپنے پیروں پرکھڑا ہوں گا اس کے بعد شادی کے بارے میں سوچوں گا۔"

"اوکے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ ماہرِ نفسیات ہیں تو مصوری میں کیسے شوق پیدا ہوا؟" فضہ کے اس سوال پر نویرہ کو حیرانی ہوئی , اس سے پہلے وہ نہیں جانتی تھی کہ شارف ایک مصور بھی ہے۔

"ماہرِ نفسیات بننا میرا خواب تھا جبکہ مصوری میرا شوق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے قدرت کے رنگوں میں شروع سے ہی دلچسپی رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور ایک چہرہ۔۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے یک دم رک گیا۔

"چہرہ۔۔۔۔۔۔؟" فضہ کے ساتھ ساتھ حدیر اور نویرہ بھی چونکے۔

"پلیز لیو اٹ نیکسٹ۔۔۔۔۔۔؟"

"کچھ ایسا جو ابھی تک بھول نہ پائے ہوں؟"

"ایک چہرہ۔۔۔۔۔۔۔۔" شارف مبہم سا مسکرایا۔

نویرہ نے دلچسپی سے سنا جبکہ فضہ نے الجھ کر دیکھا۔

"کبھی کسی سے پیار کیا ہے؟"

"ہاں!"

"کتنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"بے انتہا۔۔۔۔۔۔"

"نام بتا سکتے ہیں؟" فضہ نے کھوج لگائی۔

شارف کچھ پل خاموش رہا۔ "نویرہ۔۔۔۔!" پھر اس کی زبان سے پھسلا۔

وہاں موجود تینوں نفوس کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ فضہ , حدیر, نویرہ تینوں ہکا بکا شارف کا منہ تکنے لگے۔

"ارے ایسے کیا گھور رہے مجھے تم سب, پوری دنیا میں صرف یہی ایک نویرہ بچی ہے کیا, کسی اور کا نام نہیں ہو سکتا کیا؟" شارف ہنس پڑا۔ تو باقی سب کی اٹکی ہوئی سانس جیسے بحال ہوئی۔

"بس ۔۔۔۔۔۔۔اب میری باری!" شارف نے ہاتھ اٹھا کر کہا تو فضہ الرٹ ہو گئ۔

پھر دس , پندرہ منٹ تک سوال و جواب ہوتے رہے , ہنسی مذاق چلتا رہا پھر ان دونوں کی باری

آئی۔

پہلے حدیر نے پہل کی۔

"میری فیورٹ ڈش------؟"

"مٹن کڑاھی, فش---------- اور سویٹ میں ٹرائفل کسٹرڈ , گاجر کا حلوہ۔"

"رائٹ--------اور فیورٹ فاسٹ فوڈ؟

"پیزا----------"

"مائی بگ ڈریم---؟"

"اپنے بزنس کو بہت آگے تک لے کر جانا۔ اپنی کمپنی کو آپ صف ِاول پر دیکھنا چاہتے ہیں۔"

اپنی طرف سے حدیر نے مشکل سوال پوچھا تھا لیکن نویرہ کے صحیح جواب پر اس نے حیران ہو کر ابرو اٹھائے۔

"کسی سے کوئی شکوہ-----؟" حدیر کا انداز کھوجنے والا تھا۔

"ہاں-------"

"کیا------؟ " حدیر چونکا۔

"کوئی ایک ہو تو بتاؤں---"

نویرہ نے طنزیہ کہا حدیر نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"اگر کوئی دل سے معافی مانگنا چاہے تو کیا تم معاف کرو گی؟"

"سوچنا پڑے گا, فی الوقت تو ایسا کوئی ارادہ نہیں۔۔۔" نویرہ کے بے نیازی سے کہنے پر حدیر نے اسے خفگی سے گھورا۔

بغور سنتے شارف اور فضہ نے بمشکل تمام ہنسی کو روکا۔

"میں کس کو دکھ پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا؟"

"ماموں جان۔۔۔۔!"

حدیر کو لگ رہا تھا وہ جواب نہیں دے پائے گی لیکن اس نے درست جواب دے کراسے پھر سے حیران کر ڈالا۔

"میری نیچر کو مختصراً بتاؤ؟"

"شدت پسند۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی بھی کام ہو آپ شدت پسندی سے کرتے ہیں چاہے وہ پھر محبت ہو یا نفرت۔"

وہ تیکھے پن سے بولی, حدیر خاموشی سے اسے بس دیکھتا رہا۔

"ایک آخری سوال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر کچھ پل سوچتا رہا۔ نویرہ ہمہ تن گوش ہوئی۔ "اگر کبھی مجھ سے کچھ مانگنے کا موقع ملے تو کیا مانگنا چاہو گی؟" وہ باقاعدہ اس کی آنکھوں میں جھانک کر بولا۔

"جو میں چاہوں گی ۔۔۔۔۔۔کیا وہ آپ دے پائیں گے؟" جواب کی بجائے نویرہ نے الٹا سوال

کیا۔

"تم مانگ کر تو دیکھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دنیا کی ایسی کوئی چیز نہیں جو میں تمہیں نہ دے سکوں۔" حدیر نے بڑے سکون اور تیقن سے جواب دیا۔

"ایک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کیا۔۔۔۔؟" وہ بے حد سنجیدہ ہوا۔

"پہلے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اب۔۔۔۔" نویرہ نے رک کر گہری سانس بھر کر خارج کی۔ "اب میں چاہتی ہوں کے آپ مجھے ۔۔۔۔۔۔۔چھوڑ دیں۔۔۔۔۔۔۔آپ مجھے طل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"شٹ اپ جسٹ۔۔۔۔شٹ اپ نویرہ! آج تو بات کی ہے آئندہ اگر کی تو مجھ سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور نہیں کھیلنی مجھے یہ فضول گیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئی ہیو ٹو گو!" مٹھی میں بند پرچی کو دبا کر اس نے ٹیبل پر پٹخ دیا اور غصے سے بھرا اٹھ کر جانے لگا۔

"ابھی میری باری رہتی ہے, آپ میرے سوالوں کا جواب دیئے بنا یوں گیم ادھوری چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔" نویرہ نے پرسکون انداز میں کہا۔

دروازے کی طرف بڑھتے اس کے قدم رکے تھے۔

"اوکے پوچھو۔۔۔۔۔۔۔۔کیا پوچھنا چاہتی ہو؟" وہ خود پر ضبط کرتا پھر سے آ کر بیٹھ گیا۔

"پہلے پسند, ناپسند ہو جائے, میری فیورٹ ڈش؟"

"بریانی, بادام کا حلوہ----"

"اور پینے میں-----؟"

"کافی, اسٹرابری ملک شیک, پینا کولاڈا سلش------" وہ فوراً سے بولا۔

"فیورٹ آئس کریم فلیور----؟" نویرہ نے بنا متاثر ہوئے اگلا سوال کیا۔

"

اسٹرابیری , پستہ, ونیلا --------ان شارٹ مکس فلیور۔" حدیر نے ابرو اٹھا کر جواب دیا ,نویرہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر اگلا سوال سوچنے لگی۔

"فیورٹ پرفیوم ---؟" اپنی طرف سے نویرہ نے اسے مشکل میں ڈالنا چاہا۔

"کوئی ایک مخصوص نہیں ہوتا, تم کچھ مہینے بعد چینج کرتی رہتی ہو ۔ چیرش(cherish), ٹونکل(Twinkle), بیوٹی آرٹ(Beauty art) ناؤ آ ڈیز! تمہارے فیورٹ پرفیوم ہیں جو ابھی بھی سنگھار میز پر پڑے ہوں گے۔"

حیرت سے نویرہ کا منہ کھلتا دیکھ کر حدیر نے اپنی بے ساختہ امڈنے والی مسکراہٹ کو دبایا۔

"مجھ سے کوئی شکایت-----؟ یہ الگ بات کہ میں نے کبھی موقع نہیں دیا۔" اس نے سوال کے ساتھ تصیح بھی کر دی۔

حدیر نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میری کوئی بات جو بری لگتی ہو؟"

"کوئی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔" حدیر نے ترنت جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔۔۔۔کب سے؟"

نویرہ کے طنز کو حدیر نے کڑوے گھونٹ کی طرح پی لیا کہ وہ اپنی جگہ بلکل ٹھیک تھی۔ اسی لیے وہ جواب میں خاموش ہی رہا۔

"مجھ سے پیار کرتے ہیں؟"

حدیر نے ایک گہری سانس چھوڑی۔ "پتہ نہیں۔۔۔۔!"

نویرہ نے شارف کی طرف دیکھا تو اس نے کندھے اچکا دیئے۔

"اب آخری سوال۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" نویرہ نے بہت سوچ سمجھ کر اور مشکل سے یہ سوال پوچھا۔

سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ کچھ پل کے لیے حدیر کچھ بول ہی نہ سکا۔

اس نے ایک نگاہ نویرہ کے چمکتے چہرے پر ڈالی , جو سر جھکائے انگلیوں سے ٹیبل پر نجانے کیا کھرچ رہی تھی۔

"میں۔۔۔۔۔۔۔۔ہمم۔۔۔۔" حدیر نے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری۔"میں زندگی بھر کے لیے تم سے ,تمہارا ساتھ چاہتا ہوں!"

نویرہ نے بے یقینی سے فوراً سر اٹھایا۔

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

نویرہ ساکت بیٹھی اس کی خالی جگہ کو گھور رہی تھی۔

یہی حال فضہ کا تھا البتہ شارف بلکل ریلکیس بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

"جب کوئی کسی سے سچا پیار کرتا ہے تو اس کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی خیال رکھتا ہے , اسے کیا پسند ہے کیا نہیں ----------سب کچھ پتہ ہوتا ہے۔ میری طرف سے تو حدیر کو فل بٹا فل مارکس ملے ہیں وہ اس ٹیسٹ میں بھی پاس ہو گیاہے----------"

شارف پر سوچ انداز میں گویا ہوا۔

"لیکن جب میں نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے تو اس نے پھر ایسے کیوں کہا کہ پتہ نہیں۔" نویرہ خفیف سی ہوئی اسے ابھی بھی یقین نہیں آیا تھا۔

"جب سب کچھ کلیئر ہو جائے گا ,تب وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے گا اور صاف لفظوں میں اظہار کرے گا دیکھ لینا-------خواہ کوئی بھی کام ہو وہ ہمیشہ اپنے مناسب وقت پر ہی پورا ہوتا ہے پھر چاہے انسان کتنی ہی جلد بازی سے کام کیوں نہ لے۔" وہ مبہم سا مسکرا کر نویرہ پر ایک گہری نظر ڈالتا وہاں سے اٹھ گیا۔

وہ تو آج تک سمجھتی رہی تھی کہ حدیر اسے کمرے میں پڑی ایک بے جان چیز کی طرح سمجھتا تھا لیکن وہ پہنتی تھی ؟ کیا کھاتی پیتی تھی ؟ ایون دیٹ----------اس کے پرفیوم کے

نام تک یاد تھے۔۔۔۔۔۔۔ہاؤز پاسبل؟ کیا حدیر واقعی! مجھ سے پیار کرنے لگا ہے یا۔۔۔۔؟"
وہ بھی سوچوں کے گرداب میں پھنسی نیچے جانے کے لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئ۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

سورج ڈھلنے کو تیار تھا۔

جب ایک وائٹ اور دو بلیک لینڈ کروزر آگے پیچھے ایک جھٹکے کے ساتھ گیراج کے نیچے جا کر رکیں۔

وہاں پہلے سے اور بھی کئ گاڑیاں کھڑی تھیں۔

"مراد علی ہاؤس" میں آج خوب گہما گہمی کا سماں بندھا ہوا تھا۔

"جہانگیر" اور" حیدر "فیملی آج "مراد علی " فیملی کی طرف سے نمال کی سرپرائز پارٹی کے لیے انواٹڈ تھے جس کے بارے میں نمال کو عین وقت پر پتہ چلا تو واقعی سرپرائزڈ رہ گیا۔

سب اندر داخل ہو گئے وہ بھی گھر کا اچھی طرح سے جائزہ لیتی ٹک ٹک کرتی ان کے پیچھے پیچھے آہستگی سے چلتی آ رہی تھی۔

گھر کے باہر کا حصہ کیا قابلِ دید تھا جو گھر کا اندرونی حصہ قابلِ تحسین تھا, آئیملک ایک ایک چیز کو سحر انگیزی سے تکنے میں محو تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ اتنا بڑا گھر پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ اس نے خود اپنی نگرانی میں پتہ نہیں کتنے گھر, ہال ,ہوٹل, اسٹیج اور پیلس ڈیکوریٹ کروائے تھے لیکن یہاں کی سجاوٹ تو کمال کی ہی تھی۔ وہ بس ایک ایک چیز کو دلچسپی سے ملاحظہ کر رہی تھی۔

وہ نمال کے مما پاپا سے بہت خوش اخلاقی سے ملی اور لگے ہاتھوں گھر کی تعریف بھی کر دی۔

نمال کی فیملی بہت کیوٹ تھی لیکن نمال کی ینگ سی مما کو دیکھ کر آئیملک کی حیرت دوچند ہوئی۔

انھیں دیکھ کہ لگتا نہیں تھا کہ وہ دو جوان بیٹوں کی ماں ہیں۔

افغال اپنی مام کے ساتھ پہلے وہاں موجود تھا اور اس وقت بھی نمال کے ساتھ کھڑا وہ مہمانوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں مصروف تھا جب اچانک اس کی نظر آئیملک پر پڑی وہ مہمانوں سے ایکسکیوز کرتا تیزی سے اس طرف آنے لگا۔ آئیملک کی بھی اس پر نظر پڑ چکی تھی۔

نمال بھی افغال کے پیچھے پیچھے ادھر چلا آیا۔

نمال پر نگاہ پڑتے ہی الوینہ کو افسردگی نے گھیر لیا۔

کتنی چاہ سے وہ کل کارڈ اور بکے لائی تھی لیکن کارڈ کہیں گر گیا تھا, بہت ڈھونڈنے کے بعد بھی اسے نہ ملا اور بکے پر اس کے اپنے ہاتھ سے ہی پانی گر کر سارے پھول خراب ہو گئے تھے, وہ کتنا تیار ہو کر نمال سے اپنے پیار کا اظہار کرنے جا رہی تھی لیکن وائے رے قسمت! سارا پلان چوپٹ ہو کر رہ گیا۔

"ارے! آج میری برتھ ڈے پارٹی ہے اور تم یوں منہ لٹکا کر کھڑی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔دس از ناٹ فیئر!" نمال پاس آ کر خفگی سے بولا تو وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلانے لگی۔

"پھر یا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ منہ پہ بارہ کیوں بجے ہیں؟ ایک سیکنڈ! کہیں تمہاری ہٹلر بہن نے تو کچھ الٹا سیدھا تم سے نہیں کہہ دیا؟" نمال نے اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں پوچھا تو وہ پھر سے نفی میں گردن ہلاتی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

نمال سے باتوں میں لگ کر اس کا موڈ ایک دم سے فریش ہوگیا, کچھ دیر پہلے والی افسردگی کہیں اڑنچھو ہو گئ۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔۔۔کارڈ اور بکے کون سا شاپ سے ختم ہو چکے ہیں میں پھر خرید لوں گی ۔" الوینہ من ہی من میں سوچ کر مسکرانے لگی۔

"ارسل کیوں نہیں آیا؟" سب کے بیچ ارسل کو نہ پا کر نمال نے اس کی بابت پوچھا۔

"پتہ نہیں ۔۔۔۔۔۔۔میرے بے حد اصرار کرنے پر بھی نہیں مانا آج لائف میں پہلی بار اس نے میری بات نہیں مانی ۔۔۔۔۔۔اب دیکھنا دو دن بات نہ کر کے میں حساب برابر کرنا ہے۔" الوینہ نے دانت کچکچائے۔

نمال اس کے انداز پر کھل کر ہنسا۔

"سلو! کی کمی تو مجھے بھی بہت محسوس ہو رہی ہے اصل میں ہم دونوں جہاں بھی جاتے ہیں ایک ساتھ ہی جاتے ہیں اس لیے مجھے اس کی عادت سی پڑ گئ ہے۔" اسے یک دم ارسل کی

یاد ستانے لگی۔

"اوہ پھر تو بہت سٹرونگ والی دوستی ہے تم دونوں کی کمال ہے!" نمال نے سراہا تو الوینہ نے مسکرا کر ہاں میں گردن کو حرکت دی۔

احد اور حنان کی کسی بات پر قہقہہ لگاتی اچانک سامنے ایک لڑکی پر نظر پڑتے ہی اس کے قہقہے کو بریک لگی تھی۔

"ویٹ۔۔۔۔۔۔مجھے کچھ کام ہے میں تھوڑی دیر تک آتی ہوں۔" اس نے احد سے کہا اور نکل کر سائیڈ پر آ گئ۔

ہاتھ میں پکڑے موبائل کو اس نے اوپن کر کے گیلری کھول لی اور مطلوبہ تصویر نکال کر اس لڑکی سے میچ کی۔

"اوہ! یہ تو وہی لڑکی ہے۔۔۔۔۔" روزیہ نے ہونٹوں کو سکوڑ کر آہستگی سے کہا۔ پھر اپنی حیرانی چھپاتی اس کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

میرون سلک کا لانگ کرتا جس کے گلے سے لے کر کچھ نیچے تک آف وائٹ موتی ہار کی صورت چار پانچ لیئر میں جڑے تھے, نیچے پرنٹڈ ملٹی شیڈ کا پاجامہ پہن رکھا تھا۔ پانچ فٹ سے نکلتے قد کے باوجود اس نے ہیل پہن رکھی تھی , کانوں میں جھولتے ٹرائی اینگل شیپ کے باریک سے آویزے, اوپر براؤن بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے, کچھ لٹیں آگے چہرے پر آویزوں کے ساتھ جھول

رہی تھیں , ایک ہاتھ میں پکڑے میچنگ ہی کلچ کے ساتھ وہ بلاشبہ وہاں موجود سب لڑکیوں سے منفرد لگ رہی تھی۔

"کمبخت ! ہے ہی اتنی خوبصورت تبھی تو نمال جیسا لڑکا بھی اس پر اپنا دل ہار بیٹھا ہے, لیکن میرا نام بھی روزیہ ہے آج تک جو چاہا ہے وہ پایا ہے اور یہاں تو پھر نمال ہے جسے میں نے خود سے بڑھ کر چاہا ہے۔" وہ خودکلامی کے سے انداز میں بڑبڑائی ۔

"ہیلو! پریٹی گرل----------یور نائس نیم؟"

وہ غصے کو من میں ہی دباتی اس کے پیچھے پہنچ گئ اور کمال مہارت سے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر خوش اخلاقی سے کندھے پر ہاتھ رکھ کر استفسار کیا۔

آئیملک نے حیرت سے مڑ کر اس سمارٹ سی اجنبی لڑکی کو دیکھا۔

"آئیملک ---------- بٹ سوری ٹو سے دیٹ-------ہوذ یو؟" آئیملک نے اپنے ازلی اعتماد سے پوچھا۔

"میں نمال کی بیسٹ فرینڈ ہوں , نمال کے گھر میرا اکثر آنا جانا لگا ہی رہتا ہے۔"روزیہ نے صفائی کے ساتھ جھوٹ بولا۔

"اوہ گریٹ----------نائس ٹو میٹ یو!" آئیملک نے فارمیلٹی نبھائی۔

"می ٹو---------" روزیہ نے مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجائی۔ "کیا مجھے آپ کا تھوڑا سا وقت مل سکتا ہے اصل میں مجھے آپ کو کچھ دکھانا ہے۔" وہ تیز تیز لہجے میں بولی۔

"مجھے دکھانا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب ؟" وہ بری طرح الجھی۔

"آپ چل کر خود ہی دیکھ لیں۔" اس نے ہاتھ سے ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

کچھ پل سوچنے کے بعد آئیملک نے اس جانب قدم بڑھا دیئے۔

روزیہ اس کے آگے آگے چل رہی تھی ۔ اس وقت اس کے چہرے پر ایک شاطرانہ مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

روزیہ جانتی تھی کہ جب نمال گھر پر ہوتا تب وہ اسٹوڈیو کو لاک نہیں لگاتا تھا اور نہ ہی کسی ملازم کی اس طرف آنے کی اتنی ہمت ہوتی تھی۔

ان سب باتوں سے بے خبر آئیملک اس کے پیچھے پیچھے جانے لگی۔

کوئی پانچ منٹ بعد وہ لڑکی ایک بڑے اور کشادہ مگر نیم تاریک ہال سے گزر کر ایک کمرے کے پاس آ کر رک گئ۔

"آخر ایسی بھی کیا چیز ہے جو یہ مجھے دیکھانا چاہتی ہے اور وہ بھی نمال کے گھر میں۔" آئیملک نے تحیر آمیز انداز میں سوچا۔

"اندر آ جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈرو نہیں میں تمہیں اغواء نہیں کروں گی ڈونٹ وری!" وہ کہنے کے بعد کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"نہیں میں ڈرنے والوں میں سے ہوں بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے نڈر پن پر روزیہ نے بھنویں اچکائیں۔

اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی روزیہ نے ساری لائٹس آن کر دیں۔

"آپ بتانا پسند کریں گی کہ مجھے یہاں کیو--------"

سامنے نظر پڑتے ہی وہ حیران و ششدر ہوتی بات پوری کرنا بھول گئ۔

کمرے کے وسط میں کھڑی وہ سامنے آویزاں تصویر کو یک ٹک دیکھے گئ۔

ساحل سمندر پر لی جانی والے یہ پکچر ایک بڑے سے فریم میں لگی ہوئی تھی۔

پھراس کے ساتھ دیواروں پر لگی تصویروں کو وہ پاگلوں کے طرح گھوم کر دیکھنے لگی۔

اس کی انگیجمنٹ کی , مال میں وہ جس جس جگہ گئ ایک ایک پوز کی پکچر موجود تھی۔

"نن---------- نہیں یہ نہیں ہو سکتا----------"بری طرح سے دکھتے سر کو اس نے دونوں ہاتھوں سے تھاما تھا۔

کمرہ سرخ گلاب کے پھولوں سے پوری طرح سے سجا ہوا تھا۔

شاک اتنا غیر متوقع اور بڑا تھا کہ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا , خالی الذہن وہ اطراف میں بے یقینی سے نظریں دوڑا رہی تھی یک دم اسے ایک زبردست چکر آیا وہ ایک طرف الٹ گئ۔ دفعتاً دو ہاتھوں نے اسے نیچے گرنے سے بچایا تھا۔

بند ہوتے ذہن کے ساتھ آئیملک نے تھامنے والے کو دیکھا۔ مضبوطی سے جکڑے اس کے گریبان سے آئیملک کا ہاتھ نیچے پھسلا تھا نتیجتاً کئ بٹن ٹوٹ کر نیچے فرش پر بکھر گئے۔

یہ منظر دیکھ کر روزیہ کے تن بدن میں آگ سی لگ گئ۔

نجانے کتنی دیر وہ دونوں مبہوت ایک دوسرے کے حصار میں جکڑے تکتے رہے۔

جب دل و دماغ کچھ اعتدال پر آئے تو آئیملک یکدم سیدھی ہوتی اسے دور جھٹک کر پیچھے ہٹی۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہ سب کرنے کی ہاں----------یہ سب کیا ہے نمال! ابھی کے ابھی ہٹاؤ ان سب کو ورنہ میں خود ان سب تصویروں کو آگ لگا دوں گی سنا تم نے۔"

ہاتھ اٹھا کر وہ ان تصویروں کی طرف اشارہ کر کے غصے سے پھنکاری تھی۔

آنسوؤں سے لبالب بھری آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

نمال بے چینی سے لب کاٹتا خاموشی سے کچھ پل آئیملک کو دیکھتا رہا۔

"نہیں ہٹا سکتا میں ان کو---------- میں نے تم سے پیار کیا ہے کوئی گناہ تو نہیں کیا۔" وہ اٹل لہجے میں بولا۔

"کیاکرو گے ان کا----------ان کو یوں سجاکے , پاس رکھ کے کیا حاصل ہو جائے گا تمہیں ہاں بولو" آئیملک اس کی ڈھٹائی پر بپھر کر چلائی۔

"تمہارے لیے یہ صرف تصویریں ہوں گی لیکن میرے لیے یہ بہت معنی رکھتی ہیں , بہت سی یادیں جڑی ہیں ان سے----------کیسے ہٹا دوں ان کو میں۔" اب کی بار وہ بے بس ہوا۔ اس کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

"میں افغال کی منگیتر ہوں, نسبت طے ہو چکی ہے میری اس سے----------تین مہینے ----------صرف تین مہینے بچے ہیں شادی

میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم یہ سب کیسے بھول سکتے ہو؟" وہ اس کے قریب آ کر دبے دبے غصے سے یکدم غرائی۔ نمال نظریں چرا گیا۔

"شاپنگ مال کے باہر میں نے تمہیں سیڑھیوں سے گرنے سے بچایا تھا تب میں نہیں جانتا تھا کہ پیار کیا ہوتا ہے؟ لیکن تمہیں دیکھنے کے بعد پہلی نظر میں ہی مجھے تم سے پیار ہو گیا تھا اور دوسری بار میرا دوست احد میں تو اس سے ملنے گیا تھا وہاں بھی میں نے تمہیں دوسری بار دیکھا اور دیکھتا رہ گیا میں تب بھی نہیں جانتا تھا کہ تم کون ہو؟ کہاں رہتی ہو؟ شادی شدہ ہو یا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر تیسری بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تیسری بار تمہاری منگنی والے دن افغال کے پہلو میں دیکھ کر میں ہوش کھو بیٹھا تھا۔ اس کے بعد میں نے جیسے تیسے ہی کر خود کو سنبھالا کہ یہ غلط ہے تم افغال کی امانت ہو۔ میں نے اپنے قدم پیچھے ہٹا لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد میں کبھی تمہارے راستے میں نہیں آیا اور نہ ہی کبھی تمہیں تنگ کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن میرے دل میں آج بھی صرف تم ہو ملک! میں چاہ کر بھی تمہیں اپنے دل سے نہیں نکال سکا۔"

وہ نم لہجے میں اعترافِ محبت کے بعد اب مضطربانہ آئیملک کو دیکھ رہا تھا۔ جو رخ موڑے خود پر ضبط کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔

اس کے جسم سے جیسے کسی نے لہو نچوڑ کر باہر نکال دیا ہو۔

وہ بنا کوئی جواب دیئے لڑکھڑاتے, ڈگمگاتے مردہ قدموں سے باہر کی طرف جانے لگی۔

نمال اسے پکارتا رہ گیا لیکن اس نے ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔

آئیملک کے جانے کے بعد نمال نے دیوار کے ساتھ لگی روزیہ کو خونخوار نظروں سے گھورا۔

"اور تم ----------مل گیا سکون تمہیں , یہی چاہتی تھی نہ تم ----------ہو گیا بدلہ پورا اب دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے ,ورنہ میں تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دوں گا----------اور آئندہ میرے اسٹوڈیو تو کیا میرے گھر میں بھی نظر آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا----------گیٹ لاسٹ!" نمال نے بری طرح چلاتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر باہر دھکیل دیا وہ فرش پر گرتے گرتے بچی۔

پھر بنا کچھ کہے غصے سے تن فن کرتی وہاں سے چلی گئ۔

بمشکل خود کو سنبھالتا وہ نڈھال قدموں سے باہر آیا تو سب جا چکے تھے سوائے افغال اور مدیحہ آنٹی کے ----------نمال نے آنکھیں بند کر کے جیسے اللہ کا شکر ادا کیا۔

پارٹی ویسے بھی ختم ہو چکی تھی۔

افغال کے پوچھنے پر اس نے تھکاوٹ کا بہانہ بنا دیا پھر انھیں دروازے تک چھوڑنے کے بعد وہ بے حد سنجیدگی اور کڑے تیور لیے سبین کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

ملازمین سے صفائی کرواتی سبین نے چونک کر اپنے لاڈلے بیٹے کے بگڑے موڈ کو دیکھا۔

"نومی! کیا ہوا بیٹا تم ----ٹھیک تو ہو نہ؟"

"کیا ضرورت تھی آپ کو روزیہ کو پارٹی میں انوائٹ کرنے کی ۔ ایٹ لیسٹ! ایک بار مجھ سے تو

پوچھ لیتیں۔" وہ نروٹھے پن سے کہتا خفا ہوا۔

"کیوں ----------کچھ ہوا ہے کیا؟ بتاؤ مجھے ؟" وہ یکدم فکر مند ہوئیں۔

"کچھ نہیں, آپ پریشان نہ ہوں اور آئندہ اسے گھر میں گھسنے نہیں دینا آپ نے , مما مجھے وہ بلکل پسند نہیں ہے۔"

"اوکے سوری بیٹا! مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ تمہیں اتنا پریشان کرے گی۔" وہ بیٹے کو اتنا ہائپر دیکھ کر شرمندہ سی ہوئیں۔

"اٹس اوکے-------- بٹ آگے سے دھیان رکھیئے گا----------لو یو-------گڈ نائٹ!" نمال ان کے ماتھے پہ بوسہ دیتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ سبین نمال کی چوڑی پشت کو تادیر پیار سے دیکھتی مسکراتی رہیں۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

وہ رات کو سونے کے لیے کمرے میں داخل ہوا تو نویرہ کو بیڈ پر اوپر نیچے اچھلتے کودتے دیکھ کر تحیر سے اسے دیکھا۔

"نویرہ! یہ کیا بچپنا ہے نیچے حالت دیکھو بیڈ کی۔" وہ دانت پیس کر بولا۔

"وہ سب چھوڑیں----------اسے ہٹائیں پہلے وہاں سے-----" وہ ہاتھ سے صوفے کی طرف اشارہ کر کے رونکھی ہوئی۔

"کیوں ---------- ایسا کیا ہے وہاں-----؟" وہ چونکا۔

"ووہ---------وہاں ---------- " نویرہ نے خشک ہوتے لبوں پر جلدی سے زبان پھیری۔ " وہاں صوفے پر--------کاک-----کاکروچ ہے وہ بھی اتنا بڑا--------" نویرہ نے بھرائی ہوئی آواز میں ہاتھوں کو پھیلا کر اس کے سائز کا جیسے نقشہ کھینچ کر کہا۔

حدیر کو ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ ضبط کر گیا۔

"کک------کیا--------کاک-----کاکروچ----------یہاں کیسے آ گیا؟" حدیر جوتوں سمیت ایک ہی جست لگا کر بیڈ پر چڑھ کر نویرہ سے بھی زیادہ خوفزدہ آواز نکال کر بولا۔

نویرہ حد درجہ حیرت سے اپنے پیچھے کھڑے حدیر کو دیکھنے لگی۔

"پپ-------پلیز نویرہ! اسے باہر نکالو-------- مجھے بہت گندے لگتے ہیں یہ , مجھے بہت ڈر بھی لگ رہا ہے یہ اڑ کر یہاں بیڈ پر آ گیا تو پھر-------نہیں کچھ کرو نویرہ!" وہ اس کے پیچھے کھڑا ڈر کے مارے بری طرح ہکلا کر منمنایا۔

نویرہ نے کھا جانے والی سے حدیر کو گھورا۔

وہ پہلا مرد دیکھ رہی تھی جو کاکروچ سے ڈر رہا تھا۔

"سیریسلی! تمہیں بھی کاکروچ سے ڈر لگتا ہے؟" اسے کسی طور یہ بات جب ہضم نہ ہوئی تو پھر مڑ کر غیر یقینی سے پوچھا۔

"کیوں مرد انسان نہیں ہوتے کیا----------کہیں لکھا ہے کہ صرف کاکروچ سے

لڑکیاں ہی ڈر سکتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔لکھا ہے کہیں؟" اس نے بات پر زور دے کر دہرایا۔

نویرہ نے جھٹ سے نفی میں سر ہلایا۔

"اب کیا کریں ۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے بھی ڈر لگتا ہے ,آپ کو بھی ڈر لگتا ہے پھر اسے باہر کون نکالے گا؟" نویرہ نے تھوک نگل کر کہا پھر سر اور ایڑیاں قدرے اوپر اٹھا کر دیکھا وہ جوں کا توں صوفے کے بیچوں بیچ بیٹھا اسے ہی گھور رہا تھا۔

"اب اس کا ایک ہی حل ہے کہ تم بیڈ پر ہی آج سو جاؤ کل دیکھتے ہیں اس کا کیا کرنا ہے؟" حدیر نے کمالِ معصومیت سے حل نکالا۔

"نہیں مجھے اپنے صوفے پر ہی سونا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کچھ بھی کر کے اسے یا تو باہر نکالیں یا پھر مار دیں۔" نویرہ بری طرح سے جھنجھلائی۔

"کیا مار دوں۔۔۔۔۔۔ تمہیں کیا میں اتنا ظالم۔۔۔۔۔۔۔اتنا سفاک نظر آتا ہوں۔" حدیر نے صاف انکار کر دیا۔

"بس۔۔۔۔۔بس! پتہ ہے کتنے رحم دل ہیں آپ۔۔۔۔۔۔سب جانتی ہوں میں۔" وہ ہاتھ اٹھا کر طنزیہ بولی۔

"میری مانو تو چپ چاپ ادھر ہی سو جاؤ, اسے بھی آج کی رات ادھر آرام کرنے دو۔۔۔۔۔۔۔ صبح سوچتے ہیں نا کہ کیا کرنا ہے۔" حدیر بڑے مزے سے بولتا بیڈ پر نیم کہنی کے بل لیٹ گیا البتہ نظریں ہنوز نویرہ کے تپے ہوئے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"کہہ تو ایسے رہے ہیں جیسے وہ کاکروچ نہیں بلکہ آی کا کوئی عزیز رشتے دار ہے۔" نویرہ نے دانت کچکچائے۔

حدیر بنا کوئی جواب دیئے اس کی حالت سے حظ اٹھاتا رہا۔

"شس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شسسس۔۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے دور سے ہی ہاتھوں سے کاکروچ کو نیچے اترنے کے لیے منہ سے آوایں نکالیں لکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"ایک تو آج کل کے کیڑوں کی مجھے سمجھ نہیں آتی ایک جگہ چپک کر ایسے بیٹھ جاتے ہیں کہ پھر گھنٹہ گھنٹہ ہلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب اسے ہی دیکھ لیں یہ ایک ہی جگہ پہ کب سے بیٹھا ہوا ہے۔" وہ منہ کے زاویے بگاڑ بگاڑ کر بسورنے لگی۔

"مجھے لگتا ہے وہ سو گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر نے مزے سے لیٹے لیٹے ٹکڑا لگایا۔

"آپ سے تو بات کرنا ہی فضول ہے, مجھے خود ہی کچھ کرنا پڑے گا۔" وہ منہ ہی منہ میں ممناتی ہمت مجتمع کر کے بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

کاکروچ کو دیکھتے ہی اس کی جان نکلنے لگتی تھی لیکن اب صوفہ خالی کرنے کے لیے اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

وہ آرام آرام سے پیر اٹھاتی صوفے سے کچھ فاصلے پر آ کر کھڑی ہو گئ بے چارگی سے پھر مڑ کر حدیر کو دیکھا لیکن وہ جوں کا توں لیٹا رہا۔

"نہ تمہیں پورا کمرہ چھوڑ کر میرا ہی شاہی بستر ملا تھا استراحت فرمانے کے لیے۔۔۔۔۔" جب

کچھ نہ سمجھ آئی تو وہ کاکروچ پر ہی برس پڑی۔

"میں کب سے نوٹ کر رہی ہوں یہ حرکت کیوں نہیں کر رہا , کب سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا ہے۔" نویرہ منہ میں انگلی دبا کر سچ میں پڑ گئ پھراور آگے آ کر اسے بغور دیکھا۔

اسے شک سا گزرا, پھر چپل اتار کر اس نے اسے ہلایا تو پھر بھی اس میں حرکت پیدا نہ ہوئی۔

اس نے دوبارہ وہی عمل دھرایا۔

اس کا شک یقین میں بدل گیا۔

"حدیییییییررررر !"آج میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں ---------"اس نے کشن اور تکیے اٹھا اٹھا کر اسے مارنے شروع کر دیئے حدیر اپنا بچاؤ کرتا ہنس ہنس کر دوہرا ہو رہا تھا۔

"کیا ملتا ہی آپ کو مجھے تنگ کر کے------" نویرہ نے نقلی کاکروچ اٹھا کر بیڈ پر حدیر کے اوپر غصے سے پھینکا۔ حدیر نے مسکرا کر ماہر کھلاڑی کی طرح کیچ کر لیا۔

"جب تک صوفے پر سوتی رہو گی تب تک میں ایسے ہی تنگ کرتا رہوں گا--------اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

وہ مزے سے کہہ کر لائٹ آف کر کے سو گیا۔

نویرہ بے بسی کی صورت بنی پیچ و تاب کھا کر رہ گئ۔

☆☆☆ ☆☆☆

گرمی اپنے پورے جوبن پر تھی,
جب اس کی گاڑی سڑک پر فراٹے بھرتی آگے ہی آگے رواں دواں تھی۔
دونوں طرف سر سبز درخت کچھ سیدھے اور کچھ سڑک پر جھکے ہونے کے باعث گرمی کی حدت میں کمی واقع ہوئی اور کچھ اس نے گاڑی میں اے۔سی آن کر رکھا تھا اس لیے بھی اس پل گرمی اسے قابلِ برداشت لگی۔
"مہران ریستوران " جو کہ شہر کی ایک جانی مانی پبلک پلیس تھی, وہاں وہ اپنے ایک کلائنٹ سے ملنے جا رہی تھی۔
کلائی پر بندھی نازک سی گھڑی پر اس نے وقت دیکھا, دن کے بارہ بج رہے تھے , میٹنگ میں صرف بیس منٹ باقی دیکھ کر اس نے قدرے چونک کر گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی۔
لیکن کوئی دس پندرہ منٹ بعد ہی اسے گاڑی کو بریک لگانا پڑی۔ گاڑی کے ٹائر یکدم چرچرائے۔
سڑک کی دائیں طرف اس کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر تین لڑکے ایک لڑکی کا راستہ روکے اسے تنگ کر رہے تھی۔
"بچاؤ ----------بچاؤ! کوئی ہے -----پلیز ہیلپ می!"
ایک بازو میں بچہ اٹھائے دوسرے سے اپنا اور اپنے ہینڈبیگ کا دفاع کرتے ہوئے وہ لڑکی چیخ و پکار کر رہی تھی۔
اس نے حیرت و غصے سے تاسف میں سر ہلایا۔

"اوہ گاڈ! اب کیا کروں --------اسے ایسے چھوڑ کر جا بھی نہیں سکتی-------" وہ ازحد پریشانی میں زیرِ لب بڑبڑائی ۔

اس کا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا ۔

سب سے پہلے اس نے سیل فون اٹھا کو پولیس کو کال ملائی , مختصراً ساری بات سے آگاہ کرنے کے بعد اس نے لوکیشن سمجھانے کے بعد اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔

گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر وہ تیزی سے باہر نکل کر اس طرف جانے لگی پھر کسی خیال کے تحت دوبارہ کے پاس آ کر اس نے ہینڈ بیگ میں سے نوٹ پیڈ اور بال پن نکال کر فٹا فٹ سے ایک نمبر لکھ کر کاغذ نوٹ پیڈ سے الگ کر لیا۔

پھر ڈش بورڈ کے اوپر اس کے چھوٹے سائز کے بنے کیبن میں سے ہاتھ مار کچھ تلاشنے لگی لیکن مطلوبہ چیز نہ ملنے پر اس نے برا سا منہ بسورا۔

"نہ کوئی اسٹک ہے نہ ہی ایلفی ,اب اس چٹ کو کیسے لگاؤں؟" وہ جھنجھلائی۔

اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح کوندا , اس نے جھٹ سے اپنا چھوٹا سا کلچ جس میں بال جوڑے کی شکل میں جکڑے تھے, اتار کر گاڑی کے دروازے کے سرے میں لگا کر چٹ اس میں پھنسا دی۔

پھر وہ احتیاط سے دبے قدموں بھاگ کر ان کے پیچھے پہنچ گئ۔

اپنا بچاؤ کرنے کے چکر میں وہ لڑکی بے دم سی ہو گئ تھی۔

آئیملک نے زمین پر پڑا پتھر اٹھا کر زور سے ایک لڑکے کو مارا,دوسرے لڑکے کو فوراً سے پیچھے سے پشت پر پوری قوت سے ٹانگ رسید کی نتیجتاً وہ اوندھے منہ سڑک کے کنارے جا گرا۔

وہ تینوں ہکا بکا اچانک نووارد لڑکی کو تکنے لگے ۔

"یہ پکڑو اور بھاگو یہاں سے ----------جاؤ-----" نیچے گرے لڑکے کے پیروں کے پاس گرا بیگ کو اٹھا کر آئیملک نے اس لڑکی کی طرف پھینکتے ہوئے حلق کے بل چلا کر کہا۔

پریشان حال وہ لڑکی مخالف سمت بھاگ کر جانے لگی۔

وہ تینوں لڑکے خونخوار نظروں سے اب گھورتے ہوئے اس کی جانب غصے سے بڑھنے لگے۔

"اوہ گاڈ! ہیلپ می-------" گاڑی اس سے کافی فاصلے پر کھڑی تھی اور سامنے وہ لڑکے جو شکل سے ہی اوباش نظر آ رہے تھے کھڑے اسے چھپٹنے کو تیار تھے۔

اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ----------ساتھ کچے راستے میں اتر کو دوڑ لگا دی۔

"یہ لڑکی کسی بھی طرح بھاگنے نہ پائے چلو پیچھا کرتے ہیں----------یہ چھٹانک بھر لڑکی آخر کب تک بھاگے گی اور کہاں تک بھاگے گی۔

اس نے اپنے پیچھے ان میں سے ایک لڑکے کو کہتے ہوئے سنا پھر اپنے پیچھے قدموں کی بھاری آواز بھی-------

جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا کہیں کہیں درخت , کہیں گھاس پھوس اور جھاڑیاں تو کہیں کچی ویران جگہ----------

دن ہونے کی وجہ سے اسے اتنا ڈر نہیں لگ رہا تھا لیکن لڑکے مسلسل اس کا پیچھا کر رہے تھے جو کہ بے حد پریشانی کی بات تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ آگے راستہ تھا بھی یا نہیں یا صرف جنگل تھا وہ بس بھاگ رہی تھی۔

بھاگتے بھاگتے اس کی سانس اکھڑنے لگی , پیاس کی شدت سے اس کے حلق میں جیسے کانٹے اگ آئے تھے۔

ایک گھنے اور قدرے بوسیدہ درخت کو تھام کر وہ سانس لینے کے لیے اس کی اوٹ میں چھپ گئ۔

"اب تک پولیس گاڑی کے پاس پہنچ چکی ہو گی-------- اللہ! جانے گاڑی پر لگے نمبر کو دیکھ کر پولیس نے کال کی ہو گی یا نہیں۔"

اس نے اوپر چہرہ اٹھا کر درختوں میں سے جھانکتے نیلگوں آسمان کو دیکھ کر انتہائی پریشانی کے عالم میں سوچا۔

وہ اس وقت بڑے اہم شوٹ میں مصروف تھا۔

ایک نئی ماڈل کو وہ انٹروڈیوس کروانے جا رہا تھا , اسی سلسلے میں وہ اپنی ٹیم کے ساتھ سیٹ پر

موجود ڈسکشن کرنے میں لگا تھا۔

جب اس کا سیکرٹری موبائل ہاتھ میں لیے بھاگ کر اس کے پاس پہنچا۔

"ایم۔۔۔۔۔سوری سر! بٹ ایک انجان نمبر سے کیسے کالز آ رہی ہیں اس لیے مجھے آنا پڑا۔"

سیکرٹری ہاتھ آگے بڑھائے تیز تیز لہجے میں بولا۔

نمال نے کچھ حیرانی سے سیل فون کو پکڑ کر چیک کیا تو نمبر واقعی اس کے لیے ان۔نون تھا۔

"ایکسکیوزمی! آپ لوگ کام شروع کریں میں ابھی آیا۔" ایک بار پھر سیل فون کی سکرین جلنے بجھنے لگی نمال دوبارہ وہی نمبر دیکھ کر چونکا پھر اپنی ٹیم سے ایکسکیوز کرتا سائیڈ پر آ کر یس کا بٹن دبا دیا اور موبائل کان سے لگا لیا۔

دوسری طرف سے ملنے والی خبر سے اس ک چودہ طبق روشن ہو گئے تھے, وہ فق چہرہ لیے بھاگ کھڑا ہوا۔

گھنٹے کا فاصلہ وہ منٹوں میں طے کرتا رش ڈرائیونگ کر کے وہ پولیس کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچا تو وہاں پولیس کی بھاری نفری موجود تھی۔

وہاں سخت ناقہ بندی لگ چکی تھی۔

سڑک کی بائیں طرف کھڑی گاڑی پر نگاہ پڑتے ہی وہ بھاگ کر وہاں آیا۔

"یہ تو واقعی آئیملک! گاڑی ہے۔۔۔۔۔۔۔" گاڑی اور اس میں موجود چیزیں کا جائزہ لیتا وہ سیدھا ہو کر بے چینی سے بولا۔

"آپ کا نام نمال ہے؟" انسپیکٹر اس کی پاس آ کر بولا۔ نمال نے جکدی سے سر ہلایا۔

"یہ نمبر یہاں گاڑی کی کھڑی پر چسپاں تھا, یہ بھی یقیناً آپ کا ہو گا۔"

نمال نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"انسپیکٹر کچھ پتہ چلا۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

جواب میں انسپیکٹر نے نفی میں گردن ہلادی۔

اس لڑکی نے اطلاع دی ہے کہ تین لڑکے تھے اور اس لڑکی کو بچانے والی اور لڑکے اس طرف کچے راستے میں اتر گئے تھے, میں نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے ہیں جلد چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا۔" انسپیکٹر نے اسے تسلی دی۔

"انسپیکٹر صاحب, بھیا پلیز اس لڑکی کو بچا لیں اس نے اپنی جان پر کھیل کر میری جان بچائی ہے۔" وہ لڑکی ابھی تک وہیں تھی ,ان۔کے پاس آ کر روتی ہوئی بولی۔

"بے فکر رہیں میں اسے کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔"

نمال پر تیقن لہجے میں کہتا کچے میں اتر گیا اور جنگل کی جانب اسے پکارتا تیز تیز بھاگنے لگا۔

"آئی جسٹ ہوپ ملک ! تم بلکل ٹھیک ہو۔۔۔۔۔۔"

بھاگتے بھاگتے وہ چونکا تھوڑے فاصلے پر بلیو چوڑیاں گری پڑی تھیں, آئیملک نے اپنے پیچھے نشان چھوڑے تھے۔

"اس کا مطلب میں صحیح ٹریک پر جا رہا ہوں۔۔۔" وہ کو خودکلامی کرتا اور تیز تیز دوڑنے لگا۔
انسپیکٹر بھی اپنے باقی سپاہیوں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے آنے لگا۔

باتوں کی اور قدموں کی آوازیں آنا جب بند ہو گیئں تو آئیملک نے سکون کا سانس لیا۔
ہاتھ میں پکڑے موبائل کی سکرین اس نے جلدی سے آن کی , پھر وہ ایک نمبر کال کرنے لگی۔
"اوہ شٹ ! ایک بھی سگنل نہیں ہے۔۔۔۔۔اب کیا کروں۔۔۔" وہ حد درجہ جھنجلا کر بولی۔
"وہ رہی لڑکی۔۔۔۔۔۔۔چلو! اس طرف ہے۔"
درخت کی اوٹ سے اس کی شرٹ کی جھلک دیکھ کر وہ لڑکے پھر سے بھاگنے لگے۔
آوازیں قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔
آئیملک ایک بار پھر سے دوڑنے لگ گئ۔
بھاگتے بھاگتے ایک ٹہنی میں اس کی ہیل اٹک گئ۔
"واٹ دا ہیل از دس۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ بھی ابھی ہونا تھا۔
جب ہیل نہ نکلی تو اس نے جلدی سے اسٹریپس کھول کر دونوں اتار کر وہیں چھوڑ دیں۔
کوئی دس منٹ بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئ تھی جہاں چاروں طرف جنگل ہی جنگل تھا اور بیچ میں بنجر ریتلی زمین کا کچھ خالی حصہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔
آئیملک نے گھبرا کر اطراف میں گھوم کر دیکھا۔

لڑکوں کو وہاں بھی دیکھ کر وہ بری طرح چونکی ۔

وہ پھر سے بھاگنے لگی لیکن پیچھے سے اچانک ایک زور دار بھاری پتھر اس کی پشت پر جا لگا۔

وہ لڑکھڑا کر ریتلی زمین پر جا گری۔

"بس نکل گئ نا غبارے سے ہوا, بھاگ لیا جتنا بھاگنا تھا۔ اب تو دیکھ میں تیرے ساتھ کرتا کیا ہوں۔" ان میں سے ایک لڑکے نے گھٹنوں پر دونوں ہاتھ جما کر گہرے گہرے سانس لینے کے درمیان کہا پھر خطرناک عزائم لیے اس کی طرف آنے لگا۔

"اے بھائی! مجھے تو یہ کوئی امیر مال لگتا ہے۔" دوسرا بھی مکروہ چہرہ لیے آگے آیا۔

"مالدار بھی اور خوبصورت بھی ہم تو بیٹھے بیٹھائے دولت مند ہو گئے ہیں۔" تیسرا لڑکا دانت نکوستے ہوئے آگے بڑھا۔

ان کے خطرناک ارادے بھانپ کر آئیملک اب حقیقتاً ڈرنے لگی۔

اس نے خونخوار نظروں سے ان تینوں کو گھورا۔

پھر لیٹے لیٹے ہی پیچھے کھسکنے لگی, اس نے محسوس طریقے سے دونوں میں مٹھیوں میں ریت بھرنی شروع کر دی۔

وہ جب قریب آئے آئیملک نے یکدم اٹھ کر ان کی آنکھوں میں ریت پھینک دی۔

وہ یک بیک کراہتے ,آنکھیں ملتے چند قدم پیچھے ہٹے۔

آئیملک نے پھر سے ہمت کر کے بھاگنا شروع کیا لیکن اب پہلے والی نہ تو جسم میں طاقت بچی

تھی اور ٹانگیں الگ شل ہو گئیں تھیں۔ اس نے کچھ آگے جا کر اپنی لڑکھڑاتے ہوئے اپنی ٹانگوں کو سہلایا۔

"آئیملک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئیملک ! رک جاؤ۔۔۔۔۔۔۔" ابھی وہ بھاگنے کا قصد کر ہی رہی تھی جب اسے نمال کی آواز پیچھے سے سنائی دی۔

اس تیزی اور بے یقینی سے رخ موڑ کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمکنے لگ گئے۔

"ہینڈزاپ! بھاگنے کی کوشش بھی مت کرنا تم تینوں چاروں طرف سے پولیس کی گھیرے میں ہو لہذا کوئی بھی ہوشیاری کرنے کو کوشش بھی مت کرنا۔"

انسپیکٹر دور کھڑے ہو کر سپیکر میں دھاڑ کر بولا۔

چاروں طرف سپاہی کھڑے دیکھ کر وہ تینوں ویسے ہی سہم گئے۔ انہیں سپاہی ہتھکڑی لگا کر واپس لے جانے لگے۔

"نمال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال۔۔۔۔۔" آئیملک نے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیر کر بمشکل پکارا۔

وہ دونوں بھاگ کر ایک دوسرے کے قریب پہنچے تھے۔

"ملک! تم ٹھیک ہو نا۔۔۔۔۔" آئیملک نے سر اٹھا کر ایک نظر نمال پر ڈالی

۔۔۔۔۔۔۔۔پریشانی, بے چینی , خوشی , آنکھوں میں چمکتی نمی ۔۔۔۔۔۔۔۔کیا کچھ اس کے

چہرے پر رقم نہیں تھا۔

"ہاں! میں بلکل ٹھیک ہوں!" وہ پھر سے سر جھکا گئ۔

"لاؤ پہنا دوں۔۔۔۔۔۔۔۔"

"نہیں میں۔۔۔۔۔۔۔۔خود پہن لوں گی۔۔۔۔" اس نے نمال کے ہاتھ سے اپنے جوتے لے کر ادھر ہی ریتلی زمین پر بیٹھ کر پہننے لگی۔

"ملک! کبھی تو میری بات مان لیا کرو۔" اس کے سامنے دوزانوں بیٹھتے نمال کی زبان سے ہلکا سا شکوہ ادا ہوا۔

"مجھے اپنے کام خود کرنا پسند ہے۔۔۔۔۔۔۔" وہ آخری اسٹیپ درست کرتی نرمی سے کہتی اٹھ کر کھڑی ہو گئ۔

"چلو چلیں! شام ہونے والی ہے۔" وہ اسے سہارا دینے کے لیے قریب ہوا خب وہ بدک کر دو قدم دور ہوئی۔

"مم۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں, میں خود چل لوں گی۔"

وہ نظریں جھکا کر بولی, آج نجانے کیوں وہ اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ پا رہی تھی۔

"آر یو شیور۔۔۔۔۔۔!"

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔" وہ سر ہلا کر آگے آگے نڈھال قدموں سے چلنے لگی۔

نمال چند ثانیے اس کی پشت کو شکایتی نگاہوں سے گھورتا رہا پھر خود بھی اس کے پیروی میں

چلنے لگا۔

"یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔ وہ جب بھی آتا میں اپنا آپ کیوں کھونے لگتی ہوں۔ افغال, ارسل, الوینہ مجھے تو ان۔میں سے کسی کا نمبر لکھنا چاہیئے تھا پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال کا کیسے لکھ دیا میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ جب آس پاس ہوتا ہے تو کیوں مجھے اپنی ذات محفوظ لگتی ہے, جب نظروں سے اوجھل ہوتا ہے تو کیوں بے چینی ہونے لگتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اپنی ہی سوچوں کے گرداب میں پھنسی تھی جب اچانک اس کا جھاڑی پر پیر پھسلا۔

"ملک۔۔۔۔۔۔۔! دھیان سے۔۔۔۔۔۔۔۔" نمال نے بھاگ کر اسے اپنے بازوں کے مضبوط حصار میں بھر لیا۔

آئیملک نے شکایتی نظروں سے اسے گھورا, اس کی بانہوں کو پیچھے دھکیل کر وہ کسمسائی بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن نمال سب نظر انداز کرتا اسے تھامے سیدھا چلتا رہا۔

آئیملک نے سر جھکا دیا۔

دل اُداس ہے بہُت کوئی پیغام ہی لِکھ دو
تُم اپنا نام نہ لکھو گُم نام ہی لکھ دو

میری قسمت میں غمِ تنہائی ہے لیکن
تمام عمر نہ لکھو مگر ایک شام ہی لکھ دو

شام کے سرمئی سائے پھیل رہے تھے, جب آئیملک نے نمال کے ساتھ سڑک پر قدم رکھا۔
دور ڈوبتے سورج کو اس نے آسودگی سے دیکھا تھا۔
سڑک پر آتے ہی وہ تیزی سے اس کے پہلو سے الگ ہو گئ۔
نمال آئیملک کی اس حرکت پر دلفریب انداز میں مسکرا دیا۔
اس کے ساتھ گزرے وہ چند پل اس کے لیے کسی قیمتی اثاثے سے کم نہیں تھے, اس کا پاگل دل اتنی سی بات پر بھی خوش ہو اٹھا تھا۔ نمال بڑے جذب سے آئیملک کی طرف دیکھنے لگا۔
"مس آئیملک ! ویل ڈن----------آپ نے جس طرح سے سب کچھ ہینڈل کیا ہے ,ایک لڑکی ہو کر اپنی جان اور عزت کی پرواہ کیے بنا جس طرح سے اس بہن کی جان بچائی ہے وہ واقعی قابلِ تعریف ہے اور آپ نے بروقت پولیس کو اطلاع دے کر بہت اچھا کیا--------ورنہ ہونے کو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔"

انسپیکٹر اس کے پاس آ کر خوش ہوتا ہوا بولا۔ آئیملک نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ اس وقت وہ جتنا تھکی ہوئی تھی اسے لگ رہا تھا وہ وہیں گر جائے گی۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں۔۔۔۔۔۔۔" وہ لڑکی ابھی تک ادھر ہی کھڑی تھی ,اس پر نظر پڑتے ہی آئیملک نے ملائمت سے پوچھا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں, اللہ ! آپ کو اس کا اجر دے, میں زندگی بھر آپ کا یہ احسان نہیں بھول پاؤں گی۔" وہ آنسو صاف کرتی تشکر آمیز لہجے میں بولی ۔

"میں نے بارہا کہا کہ آپ گھر چلی جائیں لیکن ان کی ایک ضد تھی کہ جب تک آپ کو صحیح سلامت دیکھ نہیں لیتی واپس نہیں جائے گی۔" انسپیکٹر نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

آئیملک نے بڑھ کر اس لڑکی کو گلے لگا لیا۔

"اررے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آر یو میڈ! چلو نکلو باہر۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ فرنٹ ڈور کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے لگی تھی جب نمال نے اسے کھینچ کر باہر نکال لیا۔

آئیملک نے اسے گھور کے دیکھا۔

نمال نے بے نیازی سے اسے دوسرا ڈور کھول کر ساتھ والی سیٹ پر بٹھایا , پھر خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"آ۔۔۔۔۔۔نمال! آج جو کچھ بھی ہوا گھر میں کسی کو کچھ مت بتانا پلیز, خواہ مخواہ! سب پریشان ہو جائیں گے۔"

وہ نرمی سے کہتی رخ موڑ کر کھڑی سے باہر دوڑتے بھاگتے مناظر دیکھنے لگ گئ۔

"اوکے ! ڈونٹ وری۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اہم بات یہ ہے کہ تم بلکل ٹھیک ہو۔۔۔۔۔۔"

وہ آپ سے تم پر آ کر اپنے اور اس کے درمیان کے فاصلے مٹانا چاہتا تھا۔

آئیملک بنا جواب دیئے ہنوز باہر تکتی رہی۔

"یااللہ ! تیرا شکر ہے کہ ان غنڈے موالیوں کے پاس کوئی خطرناک ہتھیار نہیں تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ورنہ اگر ملک کو آج کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

نمال نے جھرجھری لے کر سوچا پھر سر جھٹک کر گہری نگاہیں آئیملک پر ٹکا دیں۔

اس کی نظروں کا حصار ہی تھا کہ آئیملک نے اچانک اس کی طرف الجھ کر دیکھا, نمال گڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

"یہاں آگے سے لیفٹ ٹرن لے لیں پاس ہی ایک شاپنگ مال ہے میں نے اپنا حلیہ درست کرنا ہے ایسے دیکھ کے تو سب کو شک ہو جائے گا اور سوالات کی بوچھاڑ الگ سے شروع ہو جائے گی۔"

مٹی اور ریت میں اٹے کپڑوں پر ایک افسردہ سی نگاہ ڈالتی وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

نمال نے سر ہلانے کے ساتھ بائیں طرف گاڑی موڑ دی۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

تیسرا اور آخری ٹیسٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"آ----------فضہ! یہ نویرہ کہاں ہے ----------کہیں دکھائی نہیں دے رہی----------؟"

فضہ لاؤنج میں بیٹھی بے دلی سے میگزین الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی جب شارف نے اسے پکار کر استفسار کیا۔

کچھ فاصلے پر براجمان گود میں لیپ ٹاپ رکھے نویرہ کے نام پر حدیر کے کان یکدم کھڑے ہوئے۔اس کی, کی بورڈ پر تیزی سے ٹک ٹک کرتیں انگلیاں غیر ارادی طور پر رکیں۔

"پتہ نہیں شاید کچن میں ہو----------" فضہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کنفیوز سا جواب دیا۔

"وہاں بھی نہیں ہے ہر جگہ تلاش کر لیا پتہ نہیں کہاں پھنسی ہے یہ لڑکی--------" شارف نے لہجے میں افسردگی سمو کر کہا۔

"شافے بھیا! اگر کوئی ضروری کام ہے یا بات ہے تو مجھے بتا دیں میں اسے میسج دے دوں گی۔" فضہ نے جھٹ سے حل نکالا۔

"سو سویٹ آف یو گرڑیا! بس یہ گفٹ نویرہ کو دے دینا یاد سے------" کن اکھیوں سے حدیر کو دیکھ کر شارف نے فضہ کو مخاطب کیا اور ایک گفٹ پیک اس کی جانب بڑھا دیا۔

"بس اتنا سا کام--------ڈونٹ وری ! میں دے دوں گی۔" فضہ نے خوشدلی کا مظاہرہ کیا ۔ شارف کے ہاتھ سے گفٹ پکڑ کر ٹیبل پر رکھ دیا۔

"اوکے گڈ ! مجھے کچھ کام ہے میں چلتا ہوں پھر۔۔۔۔۔۔" شارف کی بات پر فضہ نے فوراً سے سر ہلا دیا۔

شارف جیسے آیا تھا ویسے ہی باہر نکل گیا۔

حدیر نے بڑی تیکھی اور گہری نگاہوں سے ٹیبل پر پڑے گفٹ کا ایکسرے کیا۔

حدیر تیزی سے اٹھ کر فضہ کے پاس سر پہ آ کر کھڑا ہو گیا۔

فضہ نے سوالیہ نظریں حدیر پر ٹکا دیں۔

"یہ گفٹ میں۔۔۔۔۔میں نویرہ کو دے دوں گا بے فکر ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔۔"حدیر نے دانت پیس کر کہا اور آخر میں مسکرا دیا۔

"نہیں میں خود۔۔۔۔۔۔مجھے شارف بھیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"کہا نہ دے دوں گا اور ایسا دوں گا کہ ہمیشہ یاد رکھے گی تمہاری نویرہ بھابھی۔" حدیر نے پر اسرار انداز میں کہا اور گفٹ کو ایسے فٹ سے اٹھالیا جیسے چیل چوزے پر جھپٹتی ہے۔

"مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں کچھ سمجھی نہیں۔۔۔۔۔۔" وہ ہونق بنی اپنے بھیا کو تکنے لگی۔

"نتھنگ مائی ڈئیر سسٹر! جسٹ چل۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ فضہ کے گال پیار سے چھوتا یہ جا وہ جا۔

فضہ نے لاؤنج کے دروازے سے باہر جھانکا جب پوری تسلی ہو گئ کہ حدیر چلا گیا وہ بھاگتی ہوئی کچن میں گھسی۔

"ارے یہ تو کمال ہی ہو گیا ہم نے جیسا سوچا تھا ایک دم ویسے ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔نہ ایک انچ ادھر

نہ ایک انچ ادھر۔"

فضہ نے نویرہ کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر پرجوش ہو کر کہا۔

نویرہ حیران ہوئی جبکہ شارف مبہم سا مسکرا دیا۔

"چلو میں اب چلتی ہوں دیکھوں تو سہی یہ مسٹر حدیر! آخر کرنے کیا والا ہے۔" نویرہ آنکھیں سکوڑ کر کہتی اپنے کمرے کی طرف چلی آئی۔

آرام سے ہینڈل کو گھما کر اس نے تجسس سے اندر جھانکا۔

حدیر گفٹ ہاتھ میں تھامے غصے سے کچھ بڑبڑا رہا تھا نویرہ نے کان لگا کر سننا چاہا۔

"بڑا آیا نویرہ کو یاد سے گفٹ دینا -------" حدیر نے منہ بگاڑ کر نقل اتاری۔

دروازے کی آڑ میں چھپی نویرہ نے بے ساختہ امڈنے والی ہنسی کا فی الوقت گلا گھونٹا۔

"دیکھوں تو آخر اس میں ہے کیا؟" حدیر نے بڑ بڑ کرتے گولڈن شیٹ کو تیکھی نظروں سے گھورا پھر شیٹ نوچنے والے انداز میں اتار پھینکی۔

درمیانے سائز کے ڈبے کو حدیر نے بڑے دھیان سے ملاحظہ کیا۔

پھر ڈبے کا اوپری حصہ اٹھاتے ہی اس کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں۔

"اوہ! تو یہ گفٹ دیا ہے چوائس تو بڑی کمال کی ہے بٹ انفورچونیٹلی! شارف میاں----------یہ میرے ہاتھ لگ گیا ہے , پلان اچھا تھا تمہارا میری زوجہ محترمہ! کو امپریس کرنے کا----------" وہ ایک رائل بلیو گھیر دار لمبی سی فراک کو الٹ پلٹ کر

جائزہ لیتا شارف سے غائبانہ مخاطب تھا۔

نویرہ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بےآواز ہنسی کے ساتھ ہنس دی۔

"تمہاری اوقات یہ ہے-------" حدیر نے غصے سے فراک کو گول مول کر کے گھڑی کی صورت کارنر میں پڑی ڈسٹ بن میں اچھال دیا۔

لیکن اس کا غصہ ابھی بھی کم نہیں ہو پا رہا تھا۔

پھر سے کوڑادان سے نکال کر اس نے بیڈ پر فراک پھیلا دی , دراز سے قینچی نکال کر پہلے اس کے بازو الگ کیے پھر گلا کاٹا اور پھر دامن کو دو تین حصوں میں کاٹ کر تقسیم کر دیا۔

"ہاں اب ٹھیک ہے-------" حدیر نے فراک کے ٹکڑے اٹھا کر فرش پر پٹخ دیئے۔

نویرہ ہکا بکا دیکھتی رہ گئ۔ "کیا واقعی ! حدیر کو اتنا برا لگا ہے کہ اس نے بےچاری فراک یہ حشر نشر کر دیا ہے؟" وہ سچ مچ سوچ میں پڑ گئ۔

حدیر اب بھی کچھ فاصلے پر کھڑا فراک کو ہی گھورے جا رہا تھا۔

پھر مڑ کر دراز کے پاس آ کر لائٹر اٹھایا اس کے بٹن کو دو تین بار سائیڈ سے دبا کر جلا کر سیدھا فراک کے اوپر پھینک دیا یکدم آگ کا شعلہ لپکا۔

"ہاں! اب ٹھیک ہے------" اب وہ پرسکون سا نظر آنے لگا۔

نویرہ کی تحیر سے آنکھیں پھٹ پڑیں-------

کمرہ دھواں دھواں ہونے لگا۔

وہ کھانستی , دھویں کے مرغولوں کو ہاتھ سے ادھر ادھر کرتی اندر داخل ہوئی۔

حدیر نے چونک کر دھویں میں نویرہ کے ابھرتے ہوئے چہرے کو دیکھا۔

پھر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"حدیر---------- یہ کیا پاگل پن ہے----------اس بے چاری کو کیوں جلا دیا۔" اس نے بری طرح کھانستے ہوئے کہا۔

پھر بھاگ کر کھڑکیاں پوری کی پوری کھول دیں ۔

"شکر کرو ابھی صرف اسے جلایا ہے ورنہ من تو کر رہا---------" حدیر نے دانت کچکچائے۔

"گفٹ ہی تھا اس میں اتنا اوور ری ایکٹ کرنے والی کون سی بات تھی--------" نویرہ کو اتنے پرسکون اور لاپرواہی سے بات کرتے دیکھ کر حدیر نے اختی سے ہونٹ بھینچے۔

"وہ کون ہوتا ہے تمہیں گفٹ دینے والا--------ہاں! تم پر صرف میرا حق ہے سمجھی ---------- تم نویرہ جدیر شیرازی ہو کوئی عام لڑکی نہیں ہو۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر بولا۔

"اچھا جی! یہ خیال بڑی جلدی نہیں آ گیا آپ کو----------میں تو آج تک خود کو نویرہ کمال احمد سمجھتی رہی ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتی بڑے تیکھے پن سے بولی۔

"دیر آید درست آید------! آئندہ سے خیال رکھنا--------" حدیر نے بڑے پرسکون سے کہا۔

جواب۔میں نویرہ کچھ نہ بولی اور خود کو اس کے حصار سے نکالنا چاہا جب حدیر نے پھر اسے ہکا

سا جھٹکا دیا تو نویرہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اور میں دیکھ رہا وہ آج کل کچھ زیادہ ہی تمہارے آگے پیچھے منڈلا رہا ہے اور تم بھی تو سر جوڑے گھنٹہ گھنٹہ بیٹھی رہتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کے قریب مت جایا کرو۔" حدیر کے لہجے میں خود بخود سختی در آئی۔

"لا حول ولا قوۃ! چھی۔۔۔۔۔۔کیسی باتیں کر رہے ہیں میں اس کے قریب کیوں جاؤں گی۔" نویرہ خفیف سی ہوئی۔

"اف فوہ! میرا مطلب ہے کہ اس سے زیادہ بات چیت مت کیا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔"حدیر نے جیسے اپنی ہی بات کی تصیح کی۔

"وہ کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

نویرہ نے الجھ کر پوچھا۔

"کیوں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔کیونکہ مجھے اچھا نہیں لگتا جب تک اس یوں ہنس ہنس کے باتیں کر رہی ہوتی ہو , میری ساتھ تو کبھی ایسے بات نہیں کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا میں تمہیں اچھا نہیں لگتا۔۔۔۔" حدیر کا یکدم لہجہ بدلا, انداز بدلہ , نویرہ کو اس کی گرفت اور تنگ ہوتی محسوس ہوئی۔ بنا اس کی بات کا۔جواب دیئے وہ اس کے قید سے نکلنے کی سعی کرنے لگیلگی۔

"نویرہ۔۔۔۔!" حدیر بڑی ترنگ میں اس کا نام پکارا, نویرہ نے ٹھٹک اسے دیکھا۔ وہ پہلے اس کے اتنے قریب ہوئی تھی تو جیسے سانس لینا بھوک گئ ہو , حدیر کا گمبھیر لب و لہجہ , اس کے کلون

کی کی دلفریب مہک , اس کی ساحرانہ نگاہیں نویرہ کے چہرے پر جمی تھیں, وہ اپنی پوری وجاہت کے ساتھ اس پر حاوی ہو رہا تھا۔

"حدیر--------چھوڑیں مجھے پلیز-------- " وہ آہستگی سے منمنائی۔

"کیوں --------کیوں چھوڑ دوں---------چھوڑنے کے لیے تھوڑی پکڑا ہے تمہیں--------" وہ بڑی ترنگ میں بول رہا تھا نویرہ چہرہ کا رنگ یکلخت متغیر ہوا۔

"پلیز حدیر مم --------مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" وہ بے بس ہوئی۔

"مسز حدیر! اب اس کی عادت ڈال لو--------"وہ مبہم سا مسکرا دیا۔

نویرہ اس کا یہ روپ دیکھ کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔ یہ وہ حدیر تو نہیں تھا جو اس کا نام تک حقارت سے لیتا تھا, جس کے ہونٹوں سے صرف اس کے لیے انگارے نکلتے تھے یہ تو کوئی نیا حدیر تھا جس کی اس نے چاہت کی تھی۔ کیا حدیر واقعی! بدل گیا ہے , کیا شارف کا اندازہ درست ثابت ہوا ہے؟ حدیر---- حدیر مجھ سے پیار--------" وہ حیرانی سے دیکھے گئ۔

"میرا اتنا اچھا گفٹ آپ نے خراب کر دیا , کیا ضرورت تھی اسے نذرآتش آرش کرنے کی؟" وہ شکوہ کناں ہوئی۔ اس نے حدیر کو موضوع سے ہٹانا چاہا۔ اور وہ کامیاب بھی رہی----- حدیر کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی وہ نکل کر چند قدم دور جا کھڑی ہوئی تو اس کی سانس جیسے بحال ہوئی۔

"وجہ میں بتا چکا ہوں!" وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

"کچھ کرنے سے پہلے گفٹ شیٹ پر نام گفٹ بھیجنے والے کا نام ہی دیکھ لیتے۔۔۔۔۔۔۔"
نویرہ کے پراسرار انداز پر حدیر نے چونک کر گفٹ شیٹ کو دیکھا پھر جھک کر نیچے سے اٹھا کر اوپر لگی چٹ پر نام پڑھنے لگا۔

"ارم۔۔۔۔۔"

"ہاں جی ! ارم۔۔۔۔۔۔۔۔۔میری بہت پرانی اور اچھی والی دوست اسی نے گفٹ بھیجا تھا آپ نجانے کیا سمجھ بیٹھے جو ایسے غصہ اتار دیا۔"
وہ مصنوعی افسردگی سے بولی۔

"اوہ۔۔۔۔۔ایم سو سوری۔۔۔۔۔۔پتہ نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا ایک دم سے , نام پڑھنے کی طرف دھیان ہی نہیں گیا۔" وہ خجل ہوتا پلٹا۔لیکن نویرہ کمرے سے جا چکی تھی۔

"لو جی! پھر سے بھاگ گئی۔۔۔۔۔۔یہ لڑکی بھی نہ۔۔۔۔۔کمال کی ہے۔" وہ کچھ رک رک کر بولتا اپنے خوبصورت بالوں میں انگلیاں چکاتا مسکرا دیا۔

نویرہ باہر آ کر فضہ سے لپٹ گئی۔

"شارف کا اندازہ بلکل ٹھیک نکلا ہمارا پلان کامیاب رہا ہے۔۔۔۔۔۔ اگر شارف احساس نہ دلاتا تو چھوٹی سی غلط فہمی ہمارے درمیان ہمیشہ دراڑ بن کر رہتی, آپ کی ہی بدولت حدیر کے جذبات مجھ پر کھلے ہیں اب سب اچھا ہو گا۔۔۔انشاءاللہ ۔۔۔۔۔۔۔اینڈ تھینک یو سو مچ۔۔۔۔۔۔۔۔آپ واقعی بہت اچھے ہیں۔" نویرہ نے شارف کی طرف دیکھ کر دل سے تعریف کی۔

"ارے واہ!آج مس نویرہ نے میری تعریف کی ہے , یہ میرے لیے کوئی عام بات نہیں ہے۔"

وہ شریر ہوا۔

نویرہ بے ساختہ جھینپ گئ۔

"مطلب اب ڈگری کے بعد میں نے پہلا کیس حل کر دیا ہے تو اب میری ٹریننگ پوری ہو چکی ہے مجھے باقاعدہ جاب سٹارٹ کر لینی چاہیئے ۔" شارف نے شرارتی لہجے میں کہا۔

پھر تینوں کا قہقہہ لاؤنج میں گونجا تھا۔

☆☆☆ ☆☆☆

"کیا ہوا میرے بچے! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں, الوینہ بتا رہی تھی کہ تم آج آفس نہیں جاؤ گی اور تم نے ناشتہ بھی نہیں کیا۔"

فاطمہ بیگم نے بے حد فکر مندی سے پوچھا۔

جہانگیر کی وفات کے بعد ان کا دل چھوٹی چھوٹی بات پر پریشان ہو جاتا تھا جس کا سب کو اندازہ تھا اسی لیے پریشانی سے بچانے کے لیے گھر کا کوئی بھی فرد انھیں کچھ بھی نہیں بتاتا تھا۔

آئیملک نے سب کو سختی سے منع کر رکھا تھا۔

"کچھ نہیں دادو ! بس ایسے ہی تھکان سی ہو رہی ہے دل نہیں کر رہا اٹھنے کا , من کر رہا ہے یونہی لیٹی رہوں۔ " وہ کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتی ہوئی بولی۔

"دن رات کام جو کرتی رہتی ہو, خود کو مشین ہی بنا کے رکھ دیا ہے تین مہینوں کے بعد تمہاری شادی ہے بچے! اور تم ہو کے غیر دلچسپی کا مظاہرہ کر رہی ہو۔ کتنے کام ہے کرنے والے وقت بہت کم ہے ہمارے پاس۔"

فاطمہ روہانسی ہو کر بولیں۔

"ہاں ! وقت تو واقعی کم رہ گیا ہے اور جب وقت تھوڑا رہ جائے ہمیں تب ہی اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے پتہ نہیں۔۔۔۔۔کیوں؟" آئیملک کو اپنی ہی آواز کسی گہری کھائی میں سے آتی محسوس ہوئی۔

"پتہ نہیں کیا کہہ رہی ہو, کبھی کبھی مجھے تمہاری باتیں بلکل سمجھ نہیں آتیں۔ خیر تم آرام کرو میں پھر چکر لگاؤں گی۔" وہ اس کا سر سہلاتیں پیار کرتیں کمرے سے باہر نکل گئیں۔

اس دن پارٹی میں میں نمال کا اظہارِ محبت پھر کل جو کچھ ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اب تک سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ نمال کا نمبر لکھا تو کیوں لکھا تھا افغال بھی تو ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔۔پھر نمال ہی کیوں؟

"یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ایسا پہلے تو کبھی محسوس نہیں ہوا مجھے۔۔۔۔۔۔ طبیعت ٹھیک ہے اس کے باوجود خراب کیوں لگ رہی ہے, کچھ بھی اچھا کیوں نہیں لگ رہا۔" وہ افسردگی سے سوچتی یکدم اٹھ کر کھڑی کے پاس آ کر اس نے پردے سرکا دیئے۔

دور نیلے آسمان میں روئی کی مانند بادلوں کو اڑتے پھرتے اس نے الجھ کر دیکھا۔

وہ یک ٹک دیکھے گئ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کوئی دس منٹ وہ ایسے ہی بادلوں میں دیکھتی رہی جب اچانک ان میں ایک چہرے کا عکس نمودار ہوا۔

آئیملک نے گھبرا کر پردے برابر کر دیئے۔

"کہیں مجھے نمال سے پیار تو نہیں ہو گیا؟" وہ قد آور سنگھار میز کے سامنے آ کر کھڑی اب خود سے سراپائے سوال بنی پوچھ رہی تھی یا بتا رہی تھی۔

"کیوں اس کی پسند میں خود کو ڈھالنے کا من کر رہا ہے؟" وہ ایک ٹرانس کی صورت میں وارڈروب کی طرف چلی آئی الماری کا پٹ کھولے اس نے خالی الذہن کپڑوں کا جائزہ لیا۔

پیچ پنک کلر کی ہینگ ہوئی استری شدہ فراک نکال کر وہ واش روم میں گھس گئ۔

فریش ہونے کے بعد وہ باہر آ گئ۔

"کیوں اب کھلے بال اچھے لگنے لگے تھے؟" اس نے گیلے بالوں کو ڈرائیر سے خشک کر کے کمر پر کھلے ہی چھوڑ دیئے۔

ایک ہاتھ میں کلائی بھر چوڑیاں پہنیں, لائٹ پنک گلابی ہونٹوں پر لگانے کے بعد وہ اور سج گئے۔

گلے میں دوپٹہ ڈال کر اس نے ایک توصیفی نگاہ خود پر ڈالی , آج اسے اپنا اچھا کیوں لگ رہا تھا۔

وہ دھیمے سے مسکرائی تھی پھر تپائی پر بیٹھ کر اس نے ہاتھ بڑھا کر دراز میں سے ایک فوٹو فریم نکال کر گود میں رکھی پھر اس پر انگلیاں پھیرنے لگی۔

وہ چاہ کر بھی اپنی ماں سے نفرت نا کر سکی ۔ اس نے اپنی ماں سے بے تحاشا نفرت کی تھی لیکن یہ کیسی نفرت تھی کہ جب بھی اس کا دل اداس ہوتا تھا وہ ان کی تصویر نکال کر ساری باتیں ان سے کہہ دیتی۔

"نن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نہیں میں اپنی ماں کی طرح نہیں بنوں گی۔"آئیملک نے تصویر کو ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخ دیا۔

"میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں افغال کو دھوکہ نہیں دے سکتی , میں سب سچ سچ بتا دوں گی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں بتا دوں گی کہ میں نمال سے پیار کرتی ہوں اس سے نہیں , میں پوری امانت داری سے زندگی گزارنی چاہتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایسے نہ میں خود خوش رہ سکوں گی نہ ہی افغال کو خوش رکھ پاؤں گی۔" اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے حتمی فیصلہ کیا۔

"میں نمال کو بتا دوں گی کہ میں اس پیار کرنے لگی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سن کر کتنا ہو گا۔" وہ روتے روتے ہنس پڑی تھی۔

پھر یکدم اسے پتہ نہیں کیا ہوا اس کے قدم خود بخود نمال کے کمرے کی طرف اٹھنے لگے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر چلی آئی۔ وہ اس کی ایک چیز کو چھو کر اس کی موجودگی کو محسوس کر رہی تھی۔

"کچھ تو ہے تمہارے اور میرے درمیان جو یوں قسمت ہمیں بار بار ملا دیتی ہے, گھوم پھر کر ہم

ایک دوسرے سے کیوں ٹکرا جاتے ہیں۔" سائیڈ ٹیبل پر سجی اس کی دلکش سی تصویر اٹھا کر اس کی نیلی آنکھوں میں جھانک کر بولی۔

اس کے کمرے میں بہت سا وقت گزارنے کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آ گئ۔

دوپہر شام میں, شام رات میں ڈھل چکی تھی لیکن نمال ابھی تک واپس نہیں لوٹا تھا۔
وہ فکر مند سی ہوئی۔
پھر وہ ابھی لیٹنے کا قصد کر ہی رہی تھی جب گاڑی کا ہارن بجا آئیملک یکدم سیدھی ہو کر بیٹھ گئ۔
اس کا دل بے ترتیب سا ہوا۔
ایک نظر اپنے بستر پر بے سدھ سوئی الوینہ پر ڈال کر وہ باہر آ گئ۔
وہ آہستگی سے چلتی ہوئی نمال کے کمرے کے پاس آ کر رک گئ پھر دستک دے کر وہ اندر داخل ہو گئ۔
نمال کی اس کی طرف پشت تھی ۔
نمال نے مڑ کر دیکھا تو شرٹ اتارتے ہاتھ وہیں تھم گئے اس نے ہڑبڑا کر واپس شرٹ درست کر لی۔
اب وہ گھوم کر یک ٹک بے حد حیرانی سے آئیملک کو دیکھنے لگ گیا۔

"تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔؟" نمال نے دیوار پر لگے کلاک پر وقت دیکھا رات کے بارہ بج رہے تھے ۔

"کیوں رات دیر تک کیا صرف تم ہی جاگ سکتے ہو؟" وہ سرسری سا بولی۔

"ارے نہیں۔۔۔۔۔۔میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" نمال نے ہنس کر فوراً وضاحت دے ڈالی۔

"سب ٹھیک ہے ناں کوئی پریشانی تو نہیں یا کچھ کام تھا کیا؟" وہ حیرانی چھپا کر استفسار کرنے لگا۔

"کیوں کوئی کام ہو تبھی میں تمہارے کمرے میں آ سکتی ہوں , ویسے نہیں؟" اس نے کچھ برا منا کر کہا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں تم پہلے کبھی آئی ہی نہیں میرے غریب خانے پر۔" وہ اس سے پہلی بات کا اثر زائل کرنے کی غرض سے ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

اب کی بار آئیملک مسکرا دی۔

"میں کھانا گرم کروں ؟ تمہیں بھوک تو لگی ہو گی۔"آئیملک نے سوالیہ نظریں اس پر جما دیں۔

"آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں کرو گرم میں بس کپڑے چینج کر کے ابھی آیا۔"

وہ سر ہلاتی واپس مڑ گئی۔

"الٰہی خیر! آج سورج کہاں سے نکلا تھا یہ حقیقت ہے یا کوئی خواب؟" وہ تذبذب کا شکار ہوا۔ آئیملک کا حلیہ فراک ,چوڑی دار پاجامہ گلے میں لمبا سا دوپٹہ جھول رہا تھا, اوپر سے لبو لہجے میں

نرمی ہی نرمی, پھر مسکرانا اور کئیر کرنا وہ بھی نمال کی , جس کے نام سے بھی اسے سخت چڑ تھی----------؟-وہ حقیقتاً بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔

وہ ڈائننگ فریش ہو کر ڈائننگ ٹیبل پر آیا تو گرما گرم مختلف کھانوں سے میز سجی تھی۔

"ارے واہ! آج تو بہت اہتمام کیا ہوا ہے کوئی مہمان آیا تھا کیا----کہیں افغاک تو نہیں---آہم؟" وہ تھوڑا آگے کو جھک کر شرارتی پن سے بولا۔

آئیملک نے مسکرا کر نفی میں سر ہلا دیا۔

نمال باہر سے کھانا کھا کر آیا تھا لیکن آئیملک نے اس سے کھانے کا پوچھا تو وہ انکار کر ہی نہیں سکا۔

رات کے اس پہر اس کے ساتھ کھانا نمال کو کسی بھی کینڈل نائٹ ڈنر سے کم نہیں لگا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ جب کمرے میں آیا تو گھڑی دو بجا رہی تھی۔

"کتنے حسین پل تھے -----کاش! کہ وقت وہیں رک جاتا----لیکن' کاش' ہمیشہ ادھورا ہی رہتا ہے۔"

نمال نے آہ بھر کر سوچا۔

بیڈ پرکروٹ پر کروٹ بدلتا وہ مسلسل اسے ہی سوچے جا رہا تھا۔

"ملک! میرے ساتھ ٹھیک ہوگئ ہے مجھے آج رات نیند بھلا کیسے آ سکتی ہے-------اب بس سب اچھا ہو گا۔"

اس کا دل خوش فہمیوں میں گھرا نجانے کیا کچھ سوچ رہا تھا۔

وہ دونوں ایک ہی جگہ پر کھڑے تھے , ایک ہی جذبے سے گزر رہے تھے --------

لیکن ---------- جب انسان کو لگتا ہے کہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا , زندگی آسودگی سے گزرے گی, کوئی دکھ , کوئی پریشانی اس کی منزل میں حائل نہیں ہو گی------ حقیقت میں تب ہی تقدیرایک نیا موڑ لینے کے لیے تیار کھڑی ہوتی ہے۔

ایک نیا امتحان ان کا منتظر کھڑا ہوتا ہے-----

☆☆☆ ☆☆☆

آج اس نے آفس دیر سے جانا تھا۔

اس کی آج ایک بہت بڑے بزنس مین کے ساتھ میٹنگ فکس تھی۔

اسی لیے وہ پورے اہتمام سے تیار ہو رہا تھا۔

اس کمرے میں ایک طائرانہ نگاہ ڈالی, نویرہ اسے کہیں دکھائی نہ دی تو اسے بے چینی سی ہوئی۔

کچھ سوچ کر وہ کھڑی کے پاس آ گیا۔

پردے سرکا کر اس نے باہر جھانکا۔ پھر چونک اور دلچسپی سے وہ باہر کا منظر دیکھنے لگا۔

نویرہ ننگے پیر گیلی گھاس پر ہرے بھرے , رنگ برنگے پھوکوں سے سجے لان میں وہ چہل قدمی کرنے میں مصروف تھی۔

ڈیپ ریڈ ڈریس میں ملبوس وہ گلاب کے پھول کی خوشبو کو اپنے اندر اتارتی وہ خود حدیر کو گلاب کے پھول کی مانند لگی۔

وہ مسکرا کر اسے بس تکتا رہا۔

یکدم اس کا دل کیا کہ نویرہ اس کے قریب آئے, وہ اس پل اسے چھو کر محسوس کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کیسے پاس بلایا جائے۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سوچ میں پڑ گیا, دفعتاً اس کے ذہن میں ایک خیال ابھرا۔

ایک پراسرار مسکراہٹ نے اس کے خوبصورت لبوں کا احاطہ کر لیا۔

وہ باہر کی طرف لپکا۔

ملازمہ کو کچھ ہدایت کرتا وہ واپس اپنے کمرے میں آ کر آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اس نے جلدی سے اپنی بلکل نئ شرٹ کے اوپر کے دو بٹن توڑ دیئے۔

"آؤ آؤ مسز حدیر ! آج میں دیکھتا ہوں تم مجھ سے کیسے بھاگتی ہو۔۔۔۔" وہ ذومعنی انداز میں مسکرا دیا۔

اچانک دروازے پر کھٹکا ہوا تو وہ سنجیدہ ہوتا سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

نویرہ آرام سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو حدیر کو پریشان حال آئینے کے سامنے کھڑے پایا۔

"کیا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ملازمہ نے کہہ رہی تھی کہ آپ نے مجھے بلایا ہے خیریت؟" وہ فکر مند

سی ہوئی۔

"خیریت کہاں۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک بہت اہم میٹنگ مکس جانا ہے اور یہ شرٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بھی ابھی بٹن ٹوٹنے تھے۔" وہ منہ کے زاویے بنا بنا کر جھنجھلا کر بولا۔

"اوہ۔۔۔۔۔! لیکن یہ تو آپ کی بلکل نئی شرٹ ہی آج پہلی بار آپ نے پہنی ہے پھر بٹن کیسے ٹوٹ گئے استری کرتے وقت تو بلکل ٹھیک تھے ۔" وہ حیرانی سے الجھ کر کہتی اسے شاکی نظروں سے گھورنے لگی۔

"یہ ناگن کی طرح پھر گھورتی رہنا پہلے میرا مسئلہ حک کرو مجھے دیر ہو رہی ہے آفس بھی جانا ہے۔" وہ ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر پھر سے منمنایا۔

"اور بھی استری شدہ پڑی ہیں ان میں سے کوئی پہن لیں یہ اتار دیں میں ٹھیک کر دوں گی۔" وہ بڑے آرام سے کہتی بیڈ پر ٹک گئ۔

"اسے تو وکیل ہونا چاہیئے تھا ہر سوال کا جواب اور ہر جواب کا بھی سوال اس کے پاس موجود ہوتا ہے۔" حدیر نے کڑھ کر سوچا۔ "لیکن میرا نام بھی حدیر ہے اتنی آسانی سے تو میں بھی نہیں چھوڑنے والا۔"

"نہیں مجھے یہی پہن کر جانی ہے یہ میرا لکی کلر ہے اور آج اتنا اہم دن ہے تم بحث کیوں کر رہی ہو, جلدی سے بٹن لگا دو۔" اب کی بار وہ کوفت کا شکار ہوا۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔۔چلیں اتاریں پھر میں ابھی بٹن ٹانک دیتی ہوں۔" نویرہ نے اٹھ کر سائیڈ ٹیبل

کی دراز سے سوئیاور دھگہ نکال کر اس میں دھاگہ ڈالا اور اب منتظر نظروں سے حدیر کو تکنے لگی جو ہنوز شرٹ پہنے کھڑا تھا۔

"دیں بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کو دیر نہیں ہو رہی ۔۔؟" نویرہ حیرآن ہوئی۔

"اف فوہ! نویرہ بٹن ہی لگانے ہیں تو ادھر ہی لگا دو میرا ہیئر اسٹائل خراب ہو جائے خواہ مخواہ دس منٹ ادھر ویسٹ ہو جائیں گے۔" حدیر نے جواز پیش کیا لیکن مقابل بھی پھر نویرہ تھی اتنی جلدی ہاتھ کہاں آنے والی تھی۔

"یہ مردانہ شرٹ ہے اوپر سے اتارنے کی ضرورت بھی کیا ہے باقی بٹن کھولیں اور بازوں سے اتار کر مجھے دیں۔" ویرہ نے آسان سا حک تراشا۔

"اوکے فائن۔۔۔۔۔۔۔ تم میرا کام کرنا ہی نہیں چاہتی , لاؤ دو مجھے میں خود کر لوں گا۔" وہ نروٹھے پن سے کہتا اس کے قریب آ کر اس کے ہاتھ سے سوئی دھاگہ لے لیا۔

وہ ہنوز سینے پر بازو جمائے حدیر کو تکتی رہی۔

ایک آخری حربہ بھی آزما کر دیکھ لیا حدیر کو جب اس میں بھی ناکامی ہوئی تو وہ جیسے تیسے خود ہی بٹن لگانے لگا۔

ابھی اس نے ایک دو ٹانکے ہی بمشکل لگائے تھے جب نویرہ منہ اور پیٹ پر ہاتھ رکھتی آنکھیں بند کر ہنستی چلی گئ۔

"اپنی کھی کھی بند کرو , میں نے کون سا بٹن لگانے میں پی۔ ایچ۔ ڈی کر رکھی ہے جو لگانے

آئیں گے۔ تم جیسی بیوی ہو تو ہم جیسے مرد بے چارے کہاں جائیں۔" وہ ازحد افسردگی طاری کر کے بولا۔

پانچ دس منٹ کے بعد بھی جب وہ نہ لگا سکا تو نویرہ کو اس کی حالت قابلِ رحم لگی۔

"لائیے میں کر دیتی ہوں۔۔۔۔۔" وہ ناامیدی کی آخری سیڑھی پر تھا جب نویرہ اس کے پاس آ کر بولی۔

حدیر نے جھٹ سے اسے سوئی اور دھاگہ واپس پکڑا دیا۔

بڑے دھیان سے ایک بٹن لگانے کے بعد اب وہ دوسرا لگا رہی تھی جب حدیر نے اس کے کمر کے گرد بازو حمائل کر دیئے۔

نویرہ نے گھبرا کر حدیر کی طرف دیکھا۔

اس کے ہاتھ کانپنے لگ گئے۔ اور حدیر یہی منظر تو دیکھنا چاہتا تھا۔

اس کے چہرے پر شرم و حیا کی لالی بڑی تیزی سے پھیلی تھی۔ اس کی پلکیں گھبراہٹ کی وجہ سے اٹھ اور گر رہی تھیں۔

بلیک پینٹ پر میرون شرٹ پہنے نک سک سے تیار نکھرا نکھرا وہ بے حد ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

نویرہ کی اس پر نگاہ نہیں ٹھہر پا رہی تھی۔

"آ۔۔۔آپ کو اب دیر نہیں ہو رہی۔۔۔۔۔" سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ نویرہ نے بڑے تیکھے چتون سے یاد دلانا چاہا۔

"اوں ہونہہ۔۔۔۔۔! " حدیر نے بڑے مزے سے نفی میں سر ہلا دیا۔

حدیر نے اب کہ گرفت اور بڑھا دی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی شرارت کرتا نویرہ نے ارادہ بھانپ کر زور سے سوئی اس کے سینے پر چبھو دی۔

حدیر یکدم ایسے پیچھے ہٹا جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔

اس نے شکایتی نظروں سے نویرہ کو گھورا۔

نویرہ نے بائیں ابرو اچکا کر کچھ جتایا اور چھپاک سے باہر غائب ہو گئ۔

حدیر ٹھنڈی آہ بھرتا صوفے کی جانب جھکا اور بلیک کوٹ پہن ابھی تک نویرہ کے حصار میں جکڑا مسکراتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔

مایوسی کے کوہِ گراں سے امید کے نگیں تک

فاصلے سمیٹ رہے ہیں پھر بچھڑنے کے ڈر سے

(پوئٹرس : نورِ شال)

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

یہ ایک بہت ہی حسین صبح تھی۔

جب خلافِ معمول وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود ایک دوسرے سے ہلکے پھلکے انداز میں گفتگو

بھی کر رہے تھے۔

اسی پل وہ بڑا نکھرا نکھرا اور فریش موڈ کے ساتھ سب کو سلام کرتا آئیملک کی ساتھ والی چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا۔

اس نے ایک ترچھی نگاہ آئیملک پر ڈالی جو بڑے انہماک سے ناشتے کرنے میں مگن تھی۔

پھر اس دن کی طرح کوئی گڑبڑ نہ ہو, یہی سوچ کر وہ بڑے دھیان سے چیزیں اٹھا کر اپنے آگے رکھ کر ناشتہ کرنے لگا۔

"ارے واہ! آج تو لوگ بڑے چمک دمک رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔آہم!" الوینہ نے نمال کو اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے ازراہِ مذاق چھیڑا۔

نمال اس کا ٹکڑا سمجھتا مسکرا دیا۔

"ہم تو روز ہی چمکتے ہیں لوگوں نے ہی آج غور سے دیکھا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔آہم! " نمال نے اسی کے انداز میں خوشگواریت سے جواب دیا تو سب بے ساختہ ہنس پڑے۔

"ویسے یہ سچ ہے آج کچھ زیادہ لگ رہا ہوں اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔" نمال نے قدرے جھک کر اتنی سی ہی آواز میں کہا کہ صرف آئیملک سن سکے۔

آئیملک نے چونک کر اسے دیکھا لیکن وہ بے نیازی سے ناشتے میں مصروف تھا, آئیملک نے سر جھٹک کر ایک اور توس اپنی پلیٹ میں رکھا اور اس پر جیم لگانے لگی۔

بلیک پینٹ پر فٹنگ والی وائٹ شرٹ کے اوپر بلیک ہی کوٹ پہنے وہ سیدھا اس کے دل میں اتر رہا تھا۔ ہر رنگ اس پر کتنا جچتا تھا, پتہ نہیں وہ تھا ہی اتنا پیارا یا صرف الوینہ کولگتا تھا۔

"انو! جلدی سے ناشتہ ختم کرو یار مجھے آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" ٹھوڑی کے نیچے دونوں ہاتھ ٹکائے وہ ٹکٹکی باندھے نمال کودیکھنے میں محو تھی, جب ساتھ بیٹھے ارسل سے برداشت نہ ہو سکا تو وہ ٹوکے بنا نہ رہ سکا۔

"ہاں -----ہاں ! ہو گیا بس----------چلو!" وہ چائے کا آخری گھونٹ بھرتی اٹھ گئ۔

ارسل بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔

"اور تم اپنے آفس نہیں بلکہ میرے ساتھ ایک کلائنٹ سےملنے جا رہے ہو۔" اس کے نئے حکم پر ارسل نے بری طرح گھور کے اسے دیکھا۔

" انو کی بچی! کیوں باس سے مروانے کا ارادہ ہے مجھے---------- ابھی دو دن پہلے تو تمہاری وجہ سے میں نے چھٹی کی تھی--------اب پھر-----" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلتا یک دم رک کر بے چارگی سے بولا۔

"واٹ ایور! تم چل رہے ہو تو بس چل رہے ہو------" وہ بڑے استحقاق سے بولی۔

"پر انو----------"

"پر ----ور کچھ نہیں اب چلو بھی دیر ہو رہی ہے۔"وہ اسے کھینچتی دروازے کی جانب بڑھ گئ۔

ارسل بے بسی سے ٹھنڈی سانس بھر کررہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیونکہ الوینہ کو انکار کرنا یہ اس کے بس کا روگ نہیں تھا۔

"ایک تو یہ دونوں پتہ نہیں کب بڑے ہوں گے خیر سے جاب ہولڈر ہو گئے ہیں لیکن دونوں کا بچپنا ابھی تک نہیں گیا۔" فاطمہ بیگم ہنستے ہوئے دائیں بائیں سر ہلانے لگیں۔

"ابی بیٹا ! مجھے ذرا گلاس میں پانی ڈال کر دینا۔" فاطمہ بیگم نے مصروف سے انداز میں کہا ۔

"جی دادو! ابھی دیتی ہوں!" وہ فرمابرداری سے کہتی جگ اٹھانے لگی۔

اسی پل اپنے ہی دھیان میں نمال نے بھی ہاتھ بڑھایا نتیجتاً دونوں کا ہاتھ ٹکرا گیا۔ دونوں ٹکر ٹکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"اوہ۔۔۔۔۔۔۔آج پھر۔۔۔۔۔۔۔۔ایکسٹریملی سوری فار دیٹ!" نمال نے ہڑبڑا کر کہا۔

"اٹس فائن۔۔۔۔۔۔۔!"آئیملک نے اپنی بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے کہا اور پھر ہلکا سا مسکرا دی۔

"الٰہی خیر! یہ آج ہٹلر کے تیور کیوں بدلے بدلے سے ہیں۔" وہ حیرانی سے سوچتا , نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا اٹھ گیا۔

"ہففف۔۔۔۔۔۔! ایک تو یہ لڑکے اتنی جلدی پتہ نہیں کیسے کھا پی لیتے ہیں ۔" اس نے فٹافٹ گرم چائے اندر انڈیلی اور ہاتھ صاف کرتی تیزی سے اٹھی۔

دروازے کی طرف بڑھتے نمال کی پشت کو اس نے گھور کے دیکھا۔

"اچھا ! دادو میں بھی نکلتی ہوں اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شام میں ملتے ہیں اپنا خیال رکھیئے گا اور میڈیسن یاد سے کھا لیجیئے گا۔" وہ انھیں روز کی طرح ہدایات دیتی ان کے گال کے ساتھ گال ملا کر بولی۔

"جیتی رہو میری بچی! اللہ نگہبان ۔۔۔۔۔۔" ان سے ڈھیر سارا پیار اور دوعائیں سمیٹتی وہ دروازے کی طرف بھاگی۔

گیراج میں کھڑی اپنی گاڑی کے پاس آتے ہی اس نے کچھ فاصلے پر کھڑی اوپن جیپ کی طرف دیکھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا نمال اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

کسی خیال کے تحت آئیملک نے جھنجھلا کر گاڑی کے ٹائر پر دو تین بار پیر مارے۔

پھر تیز تیز قدم اٹھاتی اس کی جیپ کے پاس سے گزرتی باہر نکل گئ۔

"لگتا ہے میڈیم! کی آج پھر سے گاڑی دغا دے گئ ہے۔۔۔۔۔۔۔مس ملک ! آج تو میں تمہیں اپنی جیپ میں بٹھا کر ہی چھوڑوں گا۔" وہ مبہم انداز میں جیپ سٹارٹ کر کے اس کے پیچھے آ گیا۔

نمال نے ہارن بجایا لیکن وہ رکے بغیر آگے آگے چلتی رہی۔

نمال نے اب کی بار لمبا ہارن بجایا۔

آئیملک کی بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی۔

"مس ملک! مانا کہ تمہاری گاڑی کی طرح میری گاڑی میں اے۔سی نہیں ہے لیکن ایک بار

بیٹھ کر تو دیکھیں تم یہ سفر کبھی نہیں بھول پاؤ گی۔" جیپ کے شور میں وہ اونچی آواز میں بڑی ترنگ میں بولا۔

آئیملک نے رک کر دیکھا وہ جیپ روکے اسی کا منتظر بیٹھا تھا۔

پھر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پاس کر دونوں طرف ہینڈل پکڑ کر جمنپ لگا کر اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئ۔

"چلیں۔۔۔۔۔۔۔!" نمال نے مبہم سا مسکرا کر پوچھا۔

سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد اس نے بھی مسکرا اثبات میں سر ہلا دیا۔

جیپ مخصوص رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔

مسٹرڈ کلر کی فراک , ہم رنگ ایک ہاتھ میں چوڑیاں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گلے میں ہم رنگ ایک لمبا سا دوپٹہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کھلے بال جو ہوا کی وجہ سے باربار اس کے چہرے کو چھو رہے تھے , جنہیں وہ باربار جھنجھلا کر پیچھے کر رہی تھی, گلابی لبوں پر ایک انوکھی سی سجی مسکان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال اسے دیکھتے ہوئے بھول گیا تھا کہ سڑک پر ڈرائیو کر رہا ہے۔

"آ۔۔۔۔۔۔۔کیا ہوا نمال۔۔۔۔۔؟" اچانک آئیملک نے الجھ کر پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔۔" نمال نے کھوئے کھوئے سے انداز میں جواب دیا۔

"تو پھر گاڑی کیوں روک دی؟" آئیملک نے حیرانی سے آنکھیں کھولیں۔

"ہائیں۔۔۔۔۔۔! گاڑی کیسے رک گئ۔۔۔۔۔۔" نمال گڑبڑا کر دوبارہ سے آگے بڑھائی۔

"پتہ نہیں ملک! جب تم ساتھ ہوتی ہو تو میں اپنے ہوش و حواس کیوں کھو بیٹھتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سوچا نہیں تھا کہ کبھی کسی لڑکی سے اتنا پیار ہو جائے گا۔" وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

"آج کیوں دل کر رہا ہے کہ صرف تمہارے ساتھ وقت گزاروں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی اور کام نہ کروں۔۔۔۔۔۔۔۔کاش! یہ وقت ادھر ہی رک جائے۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ اس کے سنگ بیٹھی کسی اور ہی جہان کی سیر کر رہی تھی۔

اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کی ڈور نمال کے ہاتھ میں ہے , وہ اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور وہ اس کی اور کھنچی چلی جا رہی ہے۔

"یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج اپنی گاڑی ٹھیک ہونے کے باوجود میں جان بوجھ کر ایسا سین کری ایٹ کیا تاکہ نمال کے ساتھ سفر کر سکوں۔۔۔۔۔۔"آئیملک نے حیرانی سے سوچا۔

"پہلے پیار کو صرف پڑھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سنا اور دیکھا تھا لیکن آج میں محسوس بھی کر رہی ہوں اور کتنا حسین اور خوبصورت جذبہ ہے مجھے تو آج پتہ چلا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پیار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے کیا واقعی نمال سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔۔؟" اس نے الجھ کر ڈرائیونگ کرتے نمال کو دیکھا۔

اس کی نگاہیں خود پر جمی دیکھ کر نمال نے بھی اس کی طرف دیکھا۔

دونوں کی نظریں آپس میں ٹکرائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئیملک نے گھبرا کر دوسری طرف رخ موڑ لیا۔
جس پر نمال کے لبوں پر بہت دلکش سا تبسم پھیل گیا۔
نمال نے ہاتھ بڑھا کر سی۔ڈی پلیئر آن کر دیا۔ اس پر خوبصورت سی دھن بجنے لگی ۔
اب کی بار آئیملک نے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔
موسم کے تیور یکدم سے بدلے۔
نمال نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی نیلی چادر کر تیزی سے سرمئی رنگ میں بدلتے دلچسپی سے دیکھا ۔
کچھ خوشگوار موسم کا اثر تھا اور کچھ میوزک اس کے دل کی ترجمانی کر رہا تھا یہی وجہ تھی کہ
اس کی نگاہ بھٹک کر پھر سے آئیملک پر ٹک گئ۔

تیرا جنوں ہے سر پہ چڑھا
مجھے نہ سکوں ہے کر دے رہا
حال یہ میرا دیکھ ذرا
ہوش ہے باقی مجھ میں کہاں
جینا محال ہے اب۔۔۔۔۔۔۔۔
تیرا سوال ہے اب۔۔۔۔۔۔۔
دل بتا, تو ذرا , کیا نام لوں میں تیرے پیار کا؟
تو, تو محبت نہیں ہے تو کیا؟

تو, تجھ سے راحت ملے کیوں بتا؟

تیرے پڑھوں دل کے ورق سارے

لکھے ملیں میرے ہی حق سارے

جو سوچے تو محسوس ہو مجھ کو

مٹ سے گئے جیسے فرق سارے

دل میں کہیں پہ ایک ڈر سا لگا ہے

مجھ سے بھی زیادہ کوئی تم کو نہ چاہے

سانس چلے نہ تیرے بنا

مجھے نہ سکوں ہے کر دے رہا

جینا محال ہے اب, تیرا سوال ہے اب

دل بتا, تو ذرا , کیا نام لوں میں تیرے پیار کا؟

تو, تو محبت نہیں ہے تو کیا؟

تو, تجھ سے راحت ملے کیوں بتا؟

"نمال----------"آئیملک سامنے سے آتی گاڑی دیکھ کر یک دم گھبرا کر چیخی۔

"اوہ شٹ---!" نمال نے جلدی سے اسٹیئرنگ گھماکر جیپ کو ایک طرف کر کے اچانک بریک

لگائی۔

جھٹکا اتنا زبردست تھا کہ آئیملک کی پیشانی زور سے ڈش بورڈ پر سامنے لگنے لگی تھی کہ نمال نے تیزی سے اپنا ہاتھ نیچے رکھ دیا۔

"ملک ! تت۔۔۔۔۔۔تم ٹھیک ہو نا۔" نمال نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہوں۔۔۔۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں ۔"آئیملک نے حیرانی سے اپنی پیشانی کو چھو کر کہا۔

اگر وہ ہاتھ نہ رکھتا تو کچھ بعید نہیں تھا کہ سر بری طرح ٹکرا کر زخمی ہو جاتا۔

"آ۔۔۔۔۔۔نمال ! ہم آج صحیح سلامت آفس پہنچ تو جائیں گے نا؟"آئیملک نے بے ساختہ امڈنے والی مسکراہٹ کے درمیان شرارت سے پوچھا۔

"ایم سوری! پتہ نہیں میرا آج دھیان کدھر ہے۔۔۔۔۔" نمال نے اپنے ماتھے پر زور سے ہاتھ مار کر شرمندگی سے کہا۔

پھر میوزک بند کر کے پوری توجہ سے ڈرائیونگ کرنے گا۔

آئیملک رخ باہر کی طرف موڑ کر اپنی گہری ہوتی مسکراہٹ کو چھپانے لگی۔

☆☆☆□☆☆☆

آج سارا دن اس نے گھر کے کاموں میں خود الجھائے رکھا۔

ملازمہ کی مدد سے کچن سمیٹ کر اس نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

لیکن یہ کیا کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ حیران و ششدر رہ گئ۔

صوفہ سرے سے ہی غائب تھا۔

"یہ بھی یقیناً اسی کی کارستانی ہے۔" نویرہ نے بری طرح دانت کچکچائے۔

بیڈ پر پاؤں سے لے کر سر تک پوری طرح بستر تانے حدیر بڑے مزے سے سو رہا تھا۔

نویرہ فوراَ سے اس کے سر پر پہنچ گئ۔

"حدیر----------اٹھیں-----میری نیند , چین, سکھ سب خراب کر کے آپ اتنے مزے سے کیسے سو سکتی ہیں۔" وہ غرا کر بولی۔

لیکن حدیر ٹس سے مس نہ ہوا نویرہ نے جھٹ سے اس کے اوپر سے بستر کھینچ کر دور پھینکا۔

حدیر جھنجھلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"میں اچھی طرح سے جانتی ہوں آپ جاگ رہے تھے اس لیے یہ ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ دونوں ہاتھ کمر پر جمائے تپ کر بولی۔

مصنوعی جمائی روکتا حدیر کا ہاتھ یکدم رکا۔

"اب کیا آفت آ پڑی ہے جو میری نیند خراب کر دی---------ہائے خواب میں , میں اتنی پیاری حور پری کے ساتھ جھیل کنارے چلتے ہوئے پیار بھری باتیں کر رہا تھا اوپر سے تم کباب میں ہڈی بن گئ۔" حدیر

طویل ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

"میرا صوفہ کمرے سے غائب ہے اور میں پورے وثوق سے کہتی ہوں کہ اس کی گمشدگی میں آپ کا ہی ہاتھ ہے۔ اب شرافت سے بتائیں میرا صوفہ کدھر رکھا ہے؟" نویرہ نے بری طرح منہ بسور کر کہا۔

"پہلی بات --------میں کسی شرافت نامی آدمی کو نہیں جانتا اور دوسری بات----------ہاں میں نے تمہارا صوفہ کڈنیپ کیا ہے کر لو جو کچھ کرنا ہے ۔" وہ نویرہ کے تپے ہوئے چہرے سے لطف اندوز ہوتا ہوا بے نیازی سے کہتا پھر دراز ہو گیا۔

"ایییییہہہن----------" نویرہ پیر پٹختی ادھر ادھر صوفہ ڈھونڈنے لگی بڑے سے بیڈ کے نیچے جھانکا لیکن اسے مایوسی ہوئی۔

"کوئی فائدہ نہیں محترمہ! اسے بھول جائیں اب------چاہے تو آئی۔ایس۔آئی (ISIکی ٹیم کو بلا لیں وہ نہیں ملنے والا اس لیے خود ہلکان نہ کرو اور آرام و سکون سے بیڈ پر خود بھی سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔" دونوں ہاتھ سر کی پشت پہ جمائے پاؤں ہلا ہلا کے وہ بڑے مزے سے کہتا اس کے تپے ہوئے چہرے کو مزید تپادیا۔

"ویسے وہ جادوئی صوفہ نہیں تھا جو چھوٹا ہو کر بیڈ کے نیچے چلا جاتا۔"

"تو میں نے کب کہا-------؟" وہ خفیف سی ہوئی۔

"بیڈ کے نیچے تو ایسے ڈھونڈ رہی تھی جیسے صوفہ نہیں بلکہ کوئی بلی کا بچہ گھس گیا ہو۔" حدیر ہنوز شرارتی موڈ میں تھا۔

نویرہ نے بناجواب دیئے بیڈ پر لگی باڑ کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا اور پھر حدیر کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ سوچ میں پڑ گئ۔

"یہ کوئی پاکستان اور انڈیا کے بارڈر کی باڑ نہیں جو تم اتنا ڈر رہی ہو۔" حدیر اس کی ہچکچاہٹ محسوس کر چکا تھا۔

"مم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے ایسے نیند نہیں آئے گی۔" وہ ممنائی۔

"کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟پلیز وضاحت کرنا ذرا۔" وہ اپنی ہنسی دبائے کہنی کے بل لیٹ کر اب باقاعدہ نویرہ کو دیکھنے لگا۔

اس کے مبہم انداز کو نویرہ اچھی طرح سے سمجھ رہی تھی۔

اب کیا بولتی کے کیسے نیند نہیں آئے گی۔۔۔۔۔۔طوعاً و کرہاً وہ چپ چاپ پر بیڈ پر سکڑ کر لیٹ گئ۔۔۔۔۔۔۔۔نہ صرف لیٹ گئ بلکہ اچھی طرح سے بستر اپنے اوپر لپیٹ لیا۔

حدیر بھی اسے مزید ستانے کا ارادہ ملتوی کرتا دراز ہو گیا البتہ رخ اس کی طرف ہی کیے رکھا۔

اب وہ اس کی پشت کو گھور رہا تھا۔

"بہت جلد یہ دیوار بھی ہٹ جائے گے نویرہ پھر تمہارے اور میرے بیچ کوئی نہیں آئے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی بھی نہیں۔" حدیر نے اپنے اور اس کے بیچ تکیے کی لائن کو دیکھ کر سوچا پھر مسکرا دیا۔

اس کا بہت دل کیا کہ ہاتھ بڑھا کر نویرہ کا رخ اپنی طرف موڑ لے لیکن پھر وہ اپنی خواہش کو

دبا گیا۔

کچھ لمحے یونہی سرک گئے نویرہ نے آرام سے بستر ہٹا کر سر تھوڑا اوپر کر کے پیچھے دیکھا۔

حدیر نے پٹ سے آنکھیں بند کیں۔

نویرہ اٹھ کر بیٹھ گئ مجبوراً حدیر کو آنکھیں کھولنی پڑیں۔

"اب کیا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔سو کیوں نہیں رہی؟" حدیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ دوسری طرف رخ موڑ کر سوئیں۔۔۔۔۔۔۔۔شاید مجھے نیند آ جائے۔" نویرہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر سر جھکائے بولی۔

حدیر کو اس پر رحم سا آیا۔

پھر وہ فوراً ہی کروٹ بدل کر سو گیا تو نویرہ بھی واپس لیٹ کر آنکھیں بند کر کے سونے کی سعی کرنے لگی۔

یہ نجانے رات کا کون سا پہر تھا جب حدیر کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔

حدیر کو یوں غیر متوقع اٹھتے دیکھ کر نویرہ بری طرح چونکی۔

"یار! کیوں نہیں سو رہی ہو, ایسے جاگتی رہی تو تم اپنی طبیعت خراب کر لو گی۔"

اسے اٹھ کر تیسری بار پہلے سے درست کیے ہوئے تکیے درست کرتے دیکھ کر حدیر نے خمار الود لہجے میں کہا۔

نویرہ خاموشی سے لب کاٹتی رہی۔

"چلو! میں نیچے کارپٹ پر بستر لگا کر سو جاتا ہوں۔۔۔۔ہیپی؟" حدیر نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"نن۔۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔۔۔۔۔اس کی ضرورت نہیں۔" نویرہ نے دھیرے سے کہا۔

ہام۔۔۔۔۔۔تو پھر اب کیا ارادے ہیں جناب! کیا ایسے ہی جاگتی رہو گی کیا۔۔۔۔۔۔۔؟"

"کچھ نہیں, میری فکر نہ کریں آپ۔۔۔۔۔۔سو جائیں۔"

"ایسے کیسے سو جاؤں , تمہیں بے آرام دیکھ کر مجھے کیسے نیند آ سکتی ہے۔" حدیر گمبھیر آواز میں کہتا اس کے قریب ہوا۔

"میری نیند کی اتنی ہی پرواہ ہوتی تو میرا بیڈ غائب نہ کرتے۔۔۔۔۔" اسے اپنے صوفے کی یاد ستانے لگی تو وہ بھرائی آواز میں بولی۔

"اب اس کا غم منانا بس بھی کرو۔۔۔۔۔۔۔" حدیر نے قدرے چڑ کر کہا۔ "میں تمہاری کیفیت بخوبی سمجھ رہا ہوں۔ تم ایزی ہو کر سو جاؤ, تمہاری اجازت کے بغیر میں تمہیں ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اینڈ یو نو ویری ویل! حدیر جو کہتا ہے وہ کرتا بھی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سو جسٹ ریلیکس ! " وہ اس کی آنکھوں میں لکھی تحریر پڑھتا مسکرا دیا۔

نویرہ نے گہری سانس خارج کی پھر سونے کے لیے لیٹ گئ اور حیرت انگیز طور پر وہ بہت پرسکون سی ہو کر گہری نیند میں چلی گئ۔

سوتے سوتے اس نے حدیر کی جانب کروٹ بدلی۔

آتنے عرصے میں حدیر اسے اچھی طرح جان گیا تھا جیسے ابھی اس نے نویرہ کی فیلنگز کو سمجھا تھا کیسے وہ فوراً سے بے فکر اور بے خوف ہو گئ تھی۔

"میں بہت جلد تمخص اپنا بنا لوں گا نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارے سارے شکوے دور کر کے تمہارا ایک ایک حق ادا کروں گا, تمہیں وہ مرتبہ دوں گا جس کی تم حقدار ہوں۔ وہ بہت دور نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ انشاءاللہ !"

حدیر نے مسکرا کر سوچا اور سکون سے آنکھیں موند لیں۔

کہ ایک روشن صبح ان کی منتظر تھی۔

☆☆☆ ☆☆☆

وہ دن آئیملک اور نمال کے لیے خاص الخاص گزرا تھا۔

سارا دن وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے کبھی کسی کام سے تو کبھی کام سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آفس سے وہ دونوں جلدی ہی فارغ ہو کر شاپنگ مال چلے گئے۔ خوب شاپنگ کرنے بعد واپسی پر اوپن جیپ میں آئس کریم سے لطف اندوز ہوئے۔

شام ڈھلے وہ دونوں گھر میں ایک ساتھ داخل ہوئے تو کئ نظریں حیرت سے ان کی طرف اٹھیں۔

"انو۔۔۔۔۔۔؟" ارسل نے پرخیال انداز میں نویرہ کو پکارا۔

"ہاں۔۔۔۔۔بول؟" الوینہ جو انھیں ہی دیکھ رہی تھی مصروف سے لہجے میں دریافت کیا۔

"زمین اور آسمان۔۔۔۔۔؟؟۔آگ اور پانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دھوپ کی تپش اور بارش کی پھوار آج ایک ساتھ کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب میں کیا سوچ رہا ہوں , آخر یہ کایا پلٹ تو پلٹی کیسے۔۔۔۔؟" ارسل منہ کے زاویے بنا بنا کر سوچ میں پڑ گیا۔

"سلو تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم نہ ڈھکن کے ڈھکن ہی رہنا۔۔۔۔بس۔" الوینہ اس کے سر پر چپت لگا کر دائیں بائیں سر ہلاتی ہوئی بولی۔

ارسل نے اسے گھور کر دیکھا۔

"بائی دا وے! یہ میرے سوال کا جواب نہیں تھا۔" وہ برا منا گیا۔

" اے اے میرے شلو کا کب شے برا منانے لگا ہاں۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے توتلی زبان میں اس کے گال کھینچتے ہوئے چھیڑا۔

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔میں کیوں برا نہیں منا سکتا, میرے پاس دل نہیں ہے کیا؟"

ارسل نے اس کے ہاتھ پیچھے جھٹک کر نروٹھے پن سے کہا۔

"ہام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے ایسا کب کہا اور زیادہ سیریس ہونے کی ضرورت نہیں میں تو بس تمہیں تنگ کر رہی تھی۔ اور رہی بات ان دونوں کی تو نمال ہے ہی اتنا اچھا کہ سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے , کچھ ہی دنوں میں وہ ہمارے درمیان ایک فیملی میمبر کی طرح حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جسے دیکھو نمال نمال کر رہا ہوتا ہے وہ اپنا شہری جو ہے وہ تو نمال کا دیوانہ ہی ہو گیا

ہے۔" الوینہ نے ہنس کر کہا۔

"صاف کیوں نہیں کہتی کہ میری جگہ اسے دے دی ہے۔" ارسل ناراضگی سے کہتا اٹھا۔

پتہ نہیں کیوں نمال کے دیکھتے ہی اس کا موڈ خراب ہو جاتا تھا اور الوینہ کے پاس تو اب ٹاپک ہی یہی ہوتا۔

"کچھ بھی اول فول بولنے لگ جاتے ہو۔۔۔۔۔"الوینہ بھی اس کی تقلید میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں کہہ دو اب کہ مجھے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں۔" وہ ازحد سنجیدگی سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔

الوینہ پیچھے سے اسے پکارتی رہ گئ۔

"اسے کیا ہو گیا ہے ۔۔۔۔۔پہلے تو اتنا ویئر لے ہیو کبھی نہیں کیا۔۔۔۔" وہ واپس صوفے پر بیٹھتی قدرے پریشانی سے سوچنے لگی۔

وہ آج بہت دنوں بعد چھت پر آئی تھی ۔

کچھ دیر واک کرنے کے بعد وہ بینچ پر بیٹھ کر بڑی محوت سے چاند کو تکنے لگی۔

آج اسے ہر چیز اتنی اچھی کیوں لگ رہی تھی جیسے ابھی چاند۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو آج سے پہلے اسے کبھی اتنا پیارا نہیں لگا تھا۔

اے چاند !

تو کیوں اداس ہے--------؟

تیرے ساتھ تو چاندنی ہے

تو پھر کیوں بے چین ہے----؟

دن بے قرار, شبِ ہجراں,

اس درد کی مٹھاس بھی معلوم ہے

وہ بڑی ترنگ میں گنگناتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر پھولوں کے پاس آ گئ اور ایک بار پھر سے ادھوری نظم کو پورا کرنے لگی-----

آفتاب و مہتاب ہی نہیں اب تو

کلیاں بھی ہنستی ہیں ہم پر--------

اے ہم نشیں !!!

کچھ ایسا تیرے پیار نے حال کیا ہے

جیسے شنگرفی ہونٹوں پہ بکھرے تبسم!

یوں تیری یاد آس پاس مچلتی ہے

یادوں کی جھلمل میں سجا رکھے ہیں ہزاروں خواب

لیکن۔۔۔!!!

کبھی دل سے عمرِ رائیگاں کا گمان گزرتا ہے

اکثر ایک سوال ذہن کے پردے پر ابھرتا ہے

کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا میں بھی اسے یاد ہوں۔۔۔۔۔۔۔؟

کیا میں بھی اس کے پاس ہوں۔۔۔۔۔۔۔؟

کیا میں بھی اس کے ساتھ ہوں۔۔۔۔۔۔۔؟

تو دل ہر بار ہنس کر سرزنش کر دیتا ہے

اے پاگل!!!

اسے

تم ہی تو یاد ہو

صرف

تم ہی تو یاد ہو

(پوائٹرس: نورِ شال)

"ارے واہ ! بہت خوب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت ہی زبردست نظم سنائی آپ نے۔۔۔۔۔۔۔میرے پاس الفاظ نہیں بیاں کرنے کے لیے۔" اس کے چپ ہوتے اسے

اپنے پیچھے سے نمال کی سراہتی ہوئی آواز آئی۔

آئیملک نے حیرانی سے مڑ کر دیکھا۔

وہ واقعی اسے دل سے یاد کر رہی تھی۔

ایک مثل مشہور ہے۔۔۔۔۔۔۔۔کہ

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔"آج سے پہلے اسے ایسی باتیں افسانوی لگا کرتی تھیں۔

"آ۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھینک یو۔۔۔۔۔!"آئیملک مسکراتی ہوئی دوبارہ سے بینچ پر آ کر بیٹھ گئ۔

"یور ویلکم۔۔۔۔۔۔!" وہ شریر سا سر کو تھوڑا سا خم کر کے خوشدلی سے گویا ہوا۔

"اصل میں جب بھی میرا موڈ اچھا ہوتا ہے یا اداس ہوتا ہے تب میں یونہی اپنی پسندیدہ نظمیں ہوں یا غزلیں پڑھتی رہتی ہوں۔۔۔۔۔" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی وضاحت دی۔

"آں۔۔۔۔۔۔۔ہاں! مطلب آپ کو شاعری سے کافی لگاؤ ہے۔"

نمال کرسی کھینچ کر دونوں طرف ٹانگیں کر کے بیٹھ گیا۔

آئیملک نے محض اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس رات ان دونوں نے بہت سی باتیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتنے قریب آ گئے تھے کہ جیسے صدیوں سے ایک دوسرے کے شناسا ہوں۔

نمال نے آئیملک کا یہ روپ پہلی بار دیکھا تھا , اس کی شخصیت میں ایک ٹھہراؤ , ایک مقناطیسیت تھی یہ مقابل کو نا چاہتے ہوئے بھی زیر کر دیتی تھی۔

اس ایک دن اور رات میں اس کی مسکان صرف نمال کے لیے تھی اور یہ بات نمال کے لیے بہت بڑی تھی ۔

وہ اس کی کسی بات پر بے ساختہ مسکراتی ہوئی دوسری طرف رخ پھیر گئ تھی اور تب نمال نے اس کی دائمی خوشیوں کی دل سے دعا مانگی تھی۔

مؤذن کی خوبصورت آواز اطراف میں گونجی تو ان دونوں کو وقت کا احساس ہوا۔

وہ دونوں اذان کا جواب دیتے نمازِ فجر ادا کرنے تیزی سے نیچے کی طرف بڑھ گئے۔

کہ یہ رات شاید ان کی پہلی اور آخری رات تھی۔ آنے والے وقت سے وہ دونوں بے خبر تھے۔

اور---------قدرت

دور کھڑی ان پر ہنس رہی تھی---------

قہقہے لگا رہی تھی۔

کہ خوشیوں کی مدت طویل کہاں ہوتی ہے۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

صبح جب اس کی آنکھ کھلی ,

تو وہ ایک بھرپور انگڑائی لیتی اٹھ کر بیٹھ گئ۔

بالوں کو جوڑے کی شکل میں رول بناتی ان کو کلچ میں جکڑا پھر جمائی روکتی دوپٹہ سیٹ کرتی بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

"ہائیں ----------حدیر ابھی تک آفس نہیں گیا کمال ہے-----" واش روم سے پانی گرنے کی آواز آئی تو اس نے چونک کر سوچا پھر سر جھٹکتی کھڑی کے پاس آ کر پردے پیچھے سرکا دیئے۔

ایک تازہ ہوا کے جھونکے کو لمبی سانس کھینچ کر اپنے بدن میں اتارا۔

موتیے, گلاب اور گل لالہ کے پھول خوب بہار دیکھا رہے تھے ۔ اس نے تھوڑا آگے جھانک کر بوگن ویلیا کی بیل کو دیکھا , جو ساتھ لگی دیورا پر پھیلتی جا رہی تھی۔

وہ ایک بھرپور نظر لان پر ڈالتی واپس مڑ آئی۔

یک بیک اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر چارجنگ پہ لگے حدیر کے موبائل پر پڑی۔

نویرہ نے نچلا لب کچلتے ہوئے واش روم کی طرف دیکھا جو ابھی تک نہ صرف بند تھا بلکہ شاور کے پانی کی آواز متواتص آ رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ حدیر کو ابھی کچھ ٹائم اور لگ جانا تھا۔

کچھ سوچ کر وہ تیزی سے چلتی ہوئی وہاں آ گئ پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے سکرین آن کی۔

اس کی مخروطی انگلیوں نے ثانیہ ٹائپ کیا----------لیکن خلافِ توقع لاک نہیں کھلا۔

نویرہ کو لگا شاید اس سے سپیلنگ مس ٹیک ہوئی ہو گی۔

لیکن دو بار------تین بار -------ثانیہ نام کا پاسورڈ ان۔کوریکٹ نکلا تو اسے اچھنبا سا ہوا۔

پھر دھڑکتے دل کے ساتھ نویرہ نے اپنے نام کا پاسورڈ ایڈ کیا تو لاک فوراً سے کھل گیا۔
نویرہ ٹکر ٹکر موبائل کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔

"ہاؤز پاسبل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!" وہ زیر لب بڑبڑائی۔

اس نے پھر سیل فون آف کر کے یہ عمل دو تین بار دھرایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو اسی کے نام کا پاسورڈ لگا۔

"حدیر نے میرا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب وہ مجھے۔۔۔۔۔۔۔" حیرانی سی حیرانی تھی جو ختم نہیں ہو رہی تھی۔

دفعتاً واش روم کا لاک کھلنے کی آواز آئی۔

نویرہ نے جلدی سے سیل فون پہلی والی حالت میں رکھا اور بھاگ کر بیڈ پر چڑھ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھے میگزین کو ورا کا پورا کھول کر اپنے آگے پھیلا لیا۔

حدیر آ بھی نہ نکلتا تو وہ خوب جی بھر کے لڑیاں ڈالتی لیکن " دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے" کے مصدق اسے خود پر سنجیدگی طاری کرنی پڑی۔

حدیر نے باہر آ کر اسے صبح سویرے میگزین میں گم دیکھ کر کچھ حیرانی اور کچھ اچھنبے سے دیکھا پھر سنگھار میز کے آگے کھڑا ہو کر گیلے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔

نویرہ نے تھوڑے توقف کے بعد میگزین کی اوٹ سے جھانکا تو ایک اور جھٹکا اس کا منتظر تھا۔
میگزین بھول بھال اب اس کی نظریں پھر سے حدیر کا ایکسرے کرنے لگ گئیں۔

"سیم ٹو سیم۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نے ایک نظر حدیر کے اور دوسری نظر اپنے کپڑوں پر ڈالی۔ نویرہ کل سے بلیک ڈریس میں گھوم رہی تھی اور نویرہ کو یہ رنگ پسند بھی بہت تھا اسی لیے باوجود اتنی گرمی کے اس نے سیاہ رنگ زیب تن کیا ہوا تھا۔

اور حدیر بھی بلیک پینٹ شرٹ میں ملبوس تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" یہ حدیر کوآج کل ہو کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔" وہ بغور اسے دیکھتی سوچ میں پڑ گئی۔

دو دن اسے وہم اپنا وہم لگا تھا لیکن آج تیسرے دن بھی میچنگ کپڑے دیکھ کر شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں بچی تھی۔

حدیر نے یکدم قد آدم آئینے میں جھانک کر اس کی چوری پکڑی تو نویرہ نے اپنی خجالت مٹانے کی غرض سے دوبارہ میگزین اٹھا لیا۔

"آہم۔۔۔۔۔۔" حدیر کھنکارا۔" اپنی چیزوں کو یوں چوری چھپے نہیں دیکھا کرتے۔" حدیر مبہم سا کہتا پرفیوم گردن پر اپرے کرنے لگا۔

نویرہ نے بے اختیار زبان دانتوں تلے دبا لی۔

"گھنہ۔۔۔۔۔میسنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چلاکو خان۔۔۔۔ میری ہر بات کا، میری ہر موومنٹ کا اسے کیسے پتہ چل جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ہنف ! نویرہ بی بی۔۔۔۔۔۔۔۔یہاں سے کھسک لے جلدی سے۔" میگزین ایک طرف ڈالتی وہ چور قدموں سے چلتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ پیچھے سے حدیر نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا نتیجتاً وہ اس کے سینے سے جا

ٹکرائی۔

اسے اپنے ہوش معطل ہوتے محسوس ہوئے۔

"کہاں بھاگی جا رہی ہو زوجہ محترمہ! اور نہیں تو بندہ کم از کم "گڈ مارننگ "ہی وش کر دیتا ہے۔" وہ اسے نگاہوں میں بھر کر بولا۔

"آ۔۔۔۔آپ نے کہا تھا کہ آپ میری مرضی کے بنا مجھے۔۔۔۔۔۔نہیں چھویں گے۔۔۔۔اتنی جلدی بھول بھی گئے۔" وہ بدقت اپنی بات پوری کر پائی۔

"رات گئی بات گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ مہربانی تو صرف کے لیے ہے۔۔۔۔۔۔۔اب اتنا سختی بھی میں نہیں ہوں۔۔۔۔۔" حدیر نے بے نیازی سے کہا۔

"ناشتے پر سب انتظار کر رہے ہوں گے ۔۔۔۔۔پلیز چھوڑیں مجھے جانے دیں۔"نویرہ نے منمناتے ہوئے زور سے حدیر کو پیچھے دھکیلنا چاہا لیکن وہ ہلا تک نہیں۔

وہ رونکھی ہوئی۔

"اوکے لو۔۔۔۔۔۔چھوڑ دو۔۔۔۔۔۔۔میں نے تو اس لیے پکڑا کہ یوں دور سے کیا چوری چھپکے دیکھنا قریب سے دیکھ لو۔۔۔۔۔۔۔یہاں تو قدر ہی نہیں بھئی۔۔۔۔۔۔۔جائیے پلیز۔۔۔۔" حدیر نے معصومیت سے کہا اور ایک طرف ہو کر ہاتھ کے اشارے سے اسے آگے جانے کے لیے راستہ چھوڑا۔

وہ سکون کی سانس لیتی بھاگ کر واش روم میں گھس گئی۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

سورج سوا نیزے پر تھا۔

لیکن وہ دونوں باہری گرمی سے بے نیاز بڑے مگن ہو کر صوفے پر بیٹھ کر لیپ ٹاپ پر جھکے کام کرنے میں مصروف تھے۔

"میرج فنکشن کب سے سٹارٹ ہو رہے ہیں۔" نمال نے نظریں لیپ ٹاپ پر جمائے ہوئے ساتھ بیٹھی الوینہ سے پوچھا۔

"کل کا دن رہ گیا بس پرسوں مایوں, پھر مہندی, ڈھولک, بارات, ولیمہ----------یہ ویک میرا بہت بزی گزرنے والا ہے۔ " الوینہ نے انگلیوں پر گن کر تفصیل سے بتایا۔

"ہام---------- صحیح ---------" نمال نے مختصراً کہا۔ "لو ہو گیا سب سیٹ اپ, اب بس وہاں پر دھیان رکھنا کہ کوئی گڑبڑ نہ ہو, اور ورکرز کو ساتھ لے جاؤ آج ہی سے ارینجمنٹس شروع کر دو۔" وہ لیپ ٹاپ کا رخ اس کی طرف پھیر کر ناصح انداز میں بولا۔

"تھینکس آ لاٹ---! تم نہیں جانتے کہ تم نے میری کتنی بڑی ہیلپ کی ہے۔ " وہ ٹچ پلیٹ پر تیز تیز انگلیاں پھیرتی سارے پروگرام اور ان کا سیٹ اپ دیکھ کر ریلیکس ہوتی نمال کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ناٹ مینشن------! میں اگر تمہارے کسی کام آیا ہوں تو یہ تو اچھی بات ہے۔" نمال نے مسکرا کر کہا۔

"تم ہو تو "فیشن فوٹو گرافر" لیکن ڈیزائننگ میں بھی تمہاری سکلز کمال کی ہیں میں تو ابھی تک حیران ہوں جس طرح سے تم نے ہر فنگشن کا سیٹ اپ , کلر کمبینیشنز , فلورل ڈیکوریشن ہر چیز الگ الگ رکھی ہے مجھے تمہارے آئیڈیاز بہت پسند آئے ہیں۔" الوینہ خوش ہو کر بولی۔

"اف لڑکی! اب تعریفوں کے پل باندھنا بند بھی کرو میں بہت عام سا بندہ ہوں۔"نمال نے صوفے پر نیم دراز ہو کر کہا۔

"ابھی تم عام ہو تو خاص ہوتے تو پتہ نہیں کیا ہوتا۔" اس کا انداز ذو معنی تھا۔ "اور نہیں میں پل نہیں باندھ رہی سچ میں تم تعریف کے قابل ہو۔۔۔۔۔۔۔۔اتنی امیر فیملی کا کانٹریکٹ ملا ہے یہ سب میں اکیلی کبھی نہ کر پاتی۔ تمہیں پتہ ہے ایک کروڑ تک کی ڈیل ہے اور اتنا بڑا کانٹریکٹ میں پہلی بار کرنے جا رہی ہوں, آئی وش سب اچھے سے ہو جائے, ابی بہت خوش ہو گی۔" الوینہ کا انداز پرجوش تھا۔

نمال ہنس پڑا ۔آئیملک کے ذکر پر اس کا ذہن پھر اس کی طرف چلا گیا۔

"بیسٹ آف لک!" نمال نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ "یہ آئیملک ! کہیں دکھائی نہیں دے رہی؟" تھوڑے توقف کے بعد وہ پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"وہ آفس آئی تو تھی نجانے اب کدھر گم ہے میں نے بھی کافی دیر سے اسے نہیں دیکھا۔" الوینہ پرسوچ لہجے میں بولی۔

نمال نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

www.classicurdumaterial.com

"آ۔۔۔۔۔۔نمال۔۔۔۔۔" وہ اٹھنے لگا جب الوینہ نے اسے پکارا , وہ واپس بیٹھ گیا اور اپنی سوالیہ نظریں اس پر جما دیں۔

"آؤٹ آف سٹی جانا کیا زیادہ ضروری ہے؟" وہ افسردگی سے گویا ہوئی۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔۔بہت امپورٹنٹ پروجیکٹ ہے۔۔۔۔۔۔نہیں چھوڑ سکتا۔"

"ہمممم۔۔۔۔۔اچھا! تو واپسی کب تک ہو گی۔"

"دو دن تو لگ ہی جائیں گے۔"

"آئی نو! تمہیں کانٹریکٹ کی ٹینشن ہے ۔۔۔۔۔۔ڈونٹ وری ! سب بہت اچھا ہو گا دیکھ لینا اور کوئی بھی پرابلم ہو تو فوراً مجھے کال کرنا۔"

جواب میں جب الوینہ خاموش رہی تو نمال نے اس کی پریشانی سمجھتے ہوئے کہا۔

وہ اثبات میں سر ہلا گئی۔

"کم آن! الوینہ آج اس سے اپنے دل کی بات کہہ ہی دے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک آئی لو یو ہی تو بولنا ہے۔" الوینہ نے سوچتے ہوئے اپنی ہمت مجتمع کی۔

"ایک دم سے کتنی سردی لگنے لگی ہے ۔۔۔۔۔۔۔ہے ناں؟" نمال نے اس کی غیر متوقع بات پر بڑے اچھنبے سے اسے دیکھا۔

الوینہ کی یکدم گلاس وال پر پڑتی کڑکڑاتی دھوپ پر نگاہ پڑی تو اسے فوراً کچھ غلط بولنے کا احساس ہوا۔

"میرا مطلب ہے کتنی گرمی پڑ رہی ہے اتنی تیز دھوپ ہے باہر۔۔۔۔۔" اس نے گھبراہٹ میں پھر احمقانہ بات کی۔

"ہاں لیکن آفس روم میں تو اے۔ سی کی کولنگ کافی ہے ,گرمی تو صرف باہر ہے۔" نمال نے ہنستے ہوئے خواب دیا۔

الوینہ اپنی ہی بے تکی باتوں پر کچھ خجل سی ہوئی۔

"الوینہ! صاف صاف کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔۔۔۔۔۔؟" نمال نے اسے بری طرح انگلیاں آپس میں مسلتے دیکھ کر کے پوچھا۔

آم۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔۔۔کچھ نہیں ۔۔۔۔۔"الوینہ نے بری طرح ہکلاتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"اوکے۔۔۔۔تو پھر میں جاؤں۔۔۔؟" نمال نے کھڑے ہو کر جیسے اجازت چاہی۔

الوینہ نے بے چینی سے اسے دیکھا پھر اثبات میں سر کو حرکت دیتی لب بھینچ گئ۔

نمال الوینہ کے آفس سے باہر نکل گیا۔

گلاس ڈور سے باہر جاتے نمال کی پشت کو اس نے افسردگی سے دیکھا پھر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئ۔

کوریڈور سے گزرتے ہوئے وہ ایک جگہ ٹھٹک کر رک گیا۔

اس کے قدم خود بخود اس طرف اٹھنے لگے۔

الوینہ کے آفس سے کچھ فاصلے پر ایک اور آفس بنا تھا جس کے دروازے کے باہر ایک بڑی سی پلیٹ لگی تھی جس پر آئیملک کا نام لکھا تھا۔

" سر! پلیز آپ اندر نہیں جا سکتے ---------- میم کی پرمشن کے بغیر کسی کو بھی اندر جانا آلاؤ نہیں ہے-----" وہ گلاس ڈور کھولنے لگا جب ایک سمارٹ سی لڑکی جو غالباً ہر وقت ڈیوٹی پر موجود رہتی تھی, پھرتی سے دروازے کے آگے آئی۔

"اوہ!" نمال یکدم چونک کر پیچھے ہٹا۔

"آپ مس آئیملک! کو بتا دینا کہ نمال مراد علی پانچ منٹ کے لیے آفس میں گیا تھا--------ایم شیور ! وہ آپ کو کچھ بھی نہیں کہے گیں۔" نمال مبہم سا مسکرا کر بولا۔

"نمال مراد علی ----------جو مشہور فوٹو گرافر ہے-------وہی نہ؟" لڑکی نے پہلے چونک کر پھر جوش سے استفسار کیا۔

نمال نے ہنس کر سر ہلا دیا۔

"سر میں آپ کی نیو فین ہوں کچھ دن پہلے ہی میں نے آپ کا ٹی وی پر فوٹو شوٹ دیکھا تھا, جس میں آپ نے ایک نیو ماڈل "علیشا فیروز" کو متعارف کروایا --------آپ بہت کمال کی فوٹوز شوٹ کرتے ہیں۔"

"جی بہت شکریہ!"نمال پھر مسکرا دیا کہ یہ تعریف سننے کا وہ اب تو عادی ہو چکا تھا۔

آتے جاتے لوگ اسے پہچان کر ایسے ہی خوشی اور پیار کا اظہار کرتے۔

"سر پلیز ! آٹو گراف------؟" اس لڑکی نے جھٹ سے ہاتھ آگے کر دیا۔

"سوری ٹو سے دیٹ------میں آٹو گراف نہیں دیتا۔" نمال نے نرمی سے معذرت کر لی۔

لڑکی کا منہ اتر گیا۔

"ویل-----ڈونٹ وری! سر آپ جا سکتے ہیں میں میم کو۔کچھ نہیں بتاؤں گی۔" وہ لڑکی اب کی بار مسکرا کر بولی ۔

نمال ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتا اندر چلا آیا۔

آفس بہت دل سے اور خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔

وہ سارا آفس گھوم کر دیکھنے کے بعد میز کے پاس آ گیا جہاں تازہ گلاب کے پھولوں نے اس کا استقبال کیا۔

آئیملک واقعی ہرکام پرفیکشن کے ساتھ کرتی تھی۔ اس کی چوائس کمال کی تھی نمال نے متاثر ہو کر ابرو اٹھائے۔

اس کی غیر موجودگی میں بھی وہ اسے وہاں اپنے آس پاس محسوس ہوئی۔

اس کی ایزی چیئر پر انگلیاں پھیر کر وہ جیسے اس کا لمس محسوس کر رہا تھا۔

کچھ وقت وہاں گزار کر وہ رش ڈرائیو کر کے جلدی سے گھر پہنچا ۔

"اف---------- بہت دیر کر دی میں نے-----" وہ کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتا تیز تیز قدم اٹھاتا سیدھا اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔

لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے زبردست جھٹکا لگا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے خواہش کی تھی کہ سب سے پہلے جو چہرہ اسے نظر آئے وہ آئیملک کا ہو اور اب اسے اپنے کمرے میں موجود پا کر وہ بے طرح خوش ہو اٹھا۔

رائل بلیو فراک میں ملبوس , کمرے سے نیچے جاتے کھلے ریشمی بال -------وہ نمال کی طرف پشت کیے اس کے وارڈ روب میں گھسی نجانے کیا تلاش رہی تھی۔

دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے وہ ابھی تک اس کی آمد سے بے خبر تھی۔

"میرے کیبن میں کیا ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہو ملک-------؟" نمال نے حیرانی اور اچھنبے سے پوچھا۔

"اوہ نو-----!" نمال کی آواز پر آئیملک نے بوکھلا کر پیچھے دیکھا تو اس کی سانس جیسے رکنے لگی نتیجتاً نمال کے سارے تہ شدہ کپڑے کیبن سے گر کر زمین بوس ہو گئے۔

"مس ملک! تم نے میری بات کا ابھی تک جواب نہیں دیا۔" نمال سنجیدگی سے کہتا چلتا ہوا اس سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔

لیکن آئیملک ہنوز خاموشی سے نیچے پڑے کپڑوں کے ڈھیر کو بغور تکنے لگی۔

نمال نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا, پھر وہ اس کے بتائے بغیر ہی سب سمجھ گیا۔

"جو چاہیئے تھا وہ کیا مل گیا؟" نمال نے اپنی ہنسی دبا کر پوچھا۔

"ابھی تک تو نہیں-------" آئیملک نے چونک کر اسے دیکھا پھر آہستگی سے کہا۔

"یہاں وہ چیز جب ہے ہی نہیں تو ملے گی کیسے؟" نمال نے نیچے گرے کپڑوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔

اس کا اندازِ بیاں مبہم تھا۔

"جی۔۔۔۔۔۔۔؟" آئیملک کی آنکھیں پھیلیں۔

نمال نے آگے بڑھ کر وارڈ روب کے دوسرے کیبن کو کھول کر اس میں شیلف پر رکھی بڑے سلیقے سے تہ شدہ تین شرٹس باہر نکالیں۔

"اسے ہی ڈھونڈ رہی تھی ناں۔۔۔۔۔۔" نمال نے شرٹس آگے کر کے کہا۔

آئیملک نے چور نظروں سے اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔

"اگر یاد ہو تو میں نے ایک بار کہا تھا کہ تمہارے پیار کے نشان ابھی تک محفوظ ہیں میرے پاس۔۔۔۔" وہ بڑے مزے سے بولا۔

نمال نے ان شرٹس پر ہاتھ پھیرا سب سے اوپر والی شرٹ وہی تھی جس کے بٹن ٹوٹے تھے اور نمال نے اس کے بعد ان تینوں شرٹس کو نہ دھویا تھا اور نہ پہنا تھا بلکہ کسی قیمتی اثاثے کی طرح سنبھال کر رکھا۔

آئیملک اس کے صحیح اندازے پر بے حد حیران ہوئی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا افغال کے گھر پارٹی پر اس نے یہ الفاظ کہے تھے۔

"نن۔۔۔۔۔۔۔۔ نہیں تو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میرا ان سے کیا کام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تو اپنی

ایک شرٹ ڈھونڈ رہی تھی سب کے کیبن چیک کر لیے نہیں ملی اور پھر یہاں سے چیک کرنے ہی لگی کے تم آ گئے۔" وہ پہلے ہکلا کر پھر روانی سے بولی۔

نمال کی مسکان یکایک گہری ہو گئ۔

"اچھا ! میں اب چلتی ہوں!" وہ اسے یوں مسکراتا دیکھ کر خجل ہوتی واپس مڑ گئ۔

اس نے دروازے کی جانب قدم اٹھائے لیکن دوسرے ہی پل اسے ٹھٹک کر رکنا پڑا۔

"تم کہیں جا رہے ہو؟" بیڈ پر دھرے دو پیکنگ پیگ پر نگاہ ڈال کر آئیملک نے الجھ کر استفسار کیا۔

"ہاں! -------پروجیکٹ کے سلسلے میں آؤٹ آف سٹی جا رہا ہوں, ابھی بس نکلنے ہی والا ہوں۔"

"اور واپسی کب تک ہوگی؟" آئیملک نے بے چینی سے فوراً پوچھا۔

"دو دن بعد----------" نمال نے آہستہ سے بتایا۔

آئیملک کی دھڑکنیں یکدم تیز ہوئیں ۔

"ایک بات پوچھو-----؟" تھوڑے توقف کے بعد آئیملک نے ہچکچا کر پوچھا۔

"ہاں ! جو دل میں آئے , بلا جھجک جو مرضی پوچھ سکتی, تمہارے لیے اجازت ہی اجازت ہے۔" وہ مبہم سا مسکرا کر بولا۔

"تم مجھے ملک کیوں کہتے ہو--------؟ , آئیملک یا باقی سب کی طرح ابی کیوں نہیں کہتے؟"

"خاص لوگوں کو خاص نام سے ہی پکارا جاتا ہے اور مجھے ملک کہنا اچھا لگتا ہے ---------دیٹس اٹ!" وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"تو کیا میں آپ کے لیے خاص ہوں؟" آئیملک کی زبان سے جیسے پھسلا, اس نے جھٹ سے زبان دانتوں تلے دبا لی لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"بہت خاص---------- اتنی خاص کہ-------- "

"ابی بیٹا----------ابی ----------ادھر آؤ ذرا----------"

نمال کی بات پوری ہونے سے پہلے فاطمہ بیگم کی باہر سے آواز آئی۔

"جی دادو آئی---------" وہ ایک بھرپور نظر نمال پر ڈالتی دروازے کی طرف بڑھی۔

"پلیز ملک! کچھ دیر اور رک جاؤ----------صرف ایک بار کہہ دو کہ مت جاؤ, میں اپنا پروگرام کینسل کر دوں گا۔ میں تمہارے لیے سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں۔ ---------ابھی تو تم میرے قریب آنے لگی ہو۔" نمال نے آئیملک کی پشت کو گھورتے ہوئے بے تابی سے سوچا۔

محبت تم کرو، ❤❤

نبھانا ہم سیکھائیں گے

منزلیں تم چنو، ❤❤

راستہ ہم بتائیں گے

خواب تم دیکھو، ❤❤

تعبیر ہم بنائیں گے

ساتھ تم دو، ❤❤

خوشیاں ہم لائیں گے

ملنے کا وعدہ تم کرو، ❤❤

کانٹوں پر چل کے ہم آئیں گے.....

لیکن وہ بنا پیچھے دیکھے باہر نکل گئ۔

نمال نے طویل ٹھنڈی سانس بھری پھر بیگز کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"دو دن ---------- پورے دو دن میں نمال کو نہیں دیکھ پاؤں گی۔ اس کے دور جانے کا سنتے ہی مجھے اتنی بے سکونی , اتنی بے چینی کیوں ہو رہی ہے۔"آئیملک نے مغموم ہو کر سوچا۔

دھڑکنیں اتنی تیزی سے دھڑک رہی تھیں کہ اسے صاف آواز آ رہی تھی, اس نے گھبرا کر بائیں

طرف سینے پر ہاتھ رکھا۔

"ارے ابی بیٹا! آگے کہاں جا رہی ہو, میں تمہیں کب سے آوازیں دیئے جا رہی ہوں۔" وہ اوپن ڈرائنگ روم میں صوفے پر اپنے سامنے کارڈز کھولے بیٹھی تھیں آئیملک کو یوں پاس سے گزرتے دیکھ کر ٹوکا۔

وہ ہڑبڑا کر مڑ کر واپس ان کے پاس آئی۔

"جی دادو! آپ نے مجھے بلایا, کوئی کام تھا کیا؟"

"ہاں! کام ہی کام ہیں بچے --------اسی لیے تو ہیں بلایا۔" وے کارڈز کو ایک طرف کرتیں اٹھ کر اس کے پاس آ کر بولیں۔

لیکن آئیملک کا سارا دھیان سامنے کھڑے ایک بیگ ہاتھ میں پکڑے اور کیمرے والا بیگ کندھے پر ڈالے اسے کھڑا تک رہا تھا۔

وہ چند ثانیے اسے اپنی نظروں میں جذب کرتا رہا۔ پھر لبوں پر پھیکی مسکراہٹ سجائے آگے چل دیا یہاں تک کہ ہال دروازے سے باہر نکل گیا۔

"دن بہت کم رہ گئے ہیں میں نے الوینہ کو بتا دیا کہ کون کون آ رہا ہے شادی میں , بلکہ سب نے لسٹ بنا دی ہے ایک تمہیں ہی اپنے کاموں سے فرست نہیں۔" دادو نے شکایتی انداز میں کہا۔

"پلیز نمال واپس آ جاؤ----------مت جاؤ---------میری خاطر رک جاؤ--------"

آئیملک نے افسردگی سے خالی دروازے کو دیکھ کر سوچا۔

آئیملک کی جانب سے جواب نہ پا کر دادو نے حیرانی سے اسے دیکھا پھر اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دروازے کی طرف نظر اٹھائی۔

"بچے۔۔۔۔۔۔۔دھیان کہاں ہے تمہارا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ پتہ بھی ہے میں نے کیا کہا؟" اسے یوں کھوئے کھوئے دیکھ کر دادو نے اسے جھنجھوڑ کر پوچھا تو وہ ایک دم سے جیسے ہوش میں آئی۔

"آں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں ناں۔۔۔۔۔۔۔۔آپ نے کہا۔۔۔۔آلو, پیاز, ٹماٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ختم ہو گئے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بازار سے لانے والے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ پریشان نہ ہوں میں ابھی لے آتی ہوں۔" وہ بری طرح ہکلا کر بولی۔

"یا اللہ !" دادو نے صوفے پر بیٹھ کا سر پکڑ لیا۔ "کیا ہو کیا گیا ہے تمہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں کئ دنوں سے دیکھ رہی ہوں, تم ہر بات کا الٹ جواب دے رہی ہو۔"

" ایم سوری دادو!" وہ بے طرح شرمندہ ہوئی اور سوچ میں پڑ گئ کہ ابھی ابھی دادو نے کیا کہا تھا۔

☆☆☆□☆☆☆

آج کل حدیر کا نہ آفس میں دل لگ رہا تھا اور نہ ہی کام میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس وقت بھی وہ ایزی چیئر پر دائیں بائیں جھولتا, ایک ہاتھ سے بظاہر پیپر ویٹ کو میز پر گھوما رہا تھا لیکن اس کا سارا دھیان نویرہ کی طرف لگا تھا۔

نویرہ اس کے حواسوں پر بری طرح سے چھانے لگی تھی۔

ثانیہ کے ساتھ اتنا عرصہ گزارنے کے باوجود اس کی ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی تھی۔

یہ جذبات اس کے لیے نئے نئے تھے , وہ دن بہ دن اپنی بدلتی کیفیت پر حیران ہو رہا تھا۔

کچھ دنوں سے وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ اس کا نویرہ کی طرف وقتی جھکاؤ ہے لیکن حقیقت تو کچھ اور ہی تھی۔

کچھ سوچ کر وہ چیئر روکتا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

اپنا سیل فون اٹھا کر اس نے ایک نمبر پر کال ملائی۔

فضہ اپنے کمرے سے نکل کر کچن کی طرف جا رہی تھی , جب حدیر کی کال آتی دیکھ کر وہ حیران ہوئی پھر جلدی سے کال اٹینڈ کر کے اس نے سیل فون کان سے لگا۔

"بھیا ! سب خیریت ہے نا؟ " سلام و دعا کے بعد فضہ نے سرسری سا پوچھا۔

"ہاں! سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔آ۔۔۔ وہ نویرہ کیا تمہارے ساتھ ہے ؟"

"نہیں تو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں تو ابھی اپنے کمرے سے نکلی ہوں۔"

"اچھا! ذرا دیکھ کر بتاؤ کدھر ہے ؟ "

"اوکے ابھی بتاتی ہوں۔"

لاؤنج سے آتی ٹی وی کی آواز پر فضہ سیدھی ادھر ہی چلی آئی ۔

"بھابھی! تو لاؤنج میں بیٹھی ہے۔"

"ہمم ----اچھا! اور شارف------وہ کیا گھر پر ہے؟"

حدیر کے عجیب سے سوال پر فضہ نے موبائل کان سے ہٹا کر اسے اچھنبے سے گھورا پھر ساتھ لگا کیا۔

"ہاں! شارف بھائی بھی ادھر ہی ہیں لاؤنج میں نویرہ کے ساتھ بیٹھے کب سے گپیں لگا رہے ہیں۔" فضہ اصل کہانی تک پہنچ ہی گئ۔ پھر اپنے پاس سے مرچ مصالحہ لگا کر بات بنائی۔

فون کھٹاک سے فوراً بند ہوا تھا۔

فضہ کو بے حد حیرانی ہوئی۔

وہ چلتی ہوئی نویرہ کے ساتھ والے صوفے پر دھپ سے گری۔

نویرہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بھابھی! آپ نے تو بھیا پر جادو ہی کر دیا ہے سچ میں انھیں اب یہی لگتا ہے کہ آپ ہر وقت شارف کے ساتھ نہ ہوں ۔ ابھی انہیں کا فون سن کر آرہی ہوں۔" فضہ ہنس کر اسے بتانے لگی۔

"اوہ-----اچھا! تو کیا کہہ رہے تھے تمہارے بھیا؟" وہ بھی حیرانی سے مسکرا دی۔

"آپ کا ہی پوچھ رہے تھے کے کدھر ہیں کیا کر رہی ہیں؟ میں نے بھی کہہ دیا کہ صبح سے شارف بھائی کہ ساتھ گپ شپ چل رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔بس پھر غصے سے فون بند۔۔۔۔۔۔ صحیح کیا نا؟" فضہ نے شرارت بھری آنکھ مار کر نویرہ سے پوچھا۔

"بلکل ٹھیک کیا۔۔۔۔" نویرہ نے مزے سے لیز کا پیس منہ رکھ کر کھاتے کھاتے کہا۔

پھر دونوں ہنس پڑیں۔

"ویسے میرے معصوم سے بھیا کو کیوں اتنا ستاتی ہیں؟" فضہ نے مصنوعی بے چارگی سے کہا۔

"تو تمہارے بھائی نے کیا کم ستایا ہے مجھے, میں تو بس اپنا حساب برابر کر رہی ہوں۔ " نویرہ نے لیز کے خالی پیکٹ کو الٹا کر منہ بسور کر کہا۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔یہ تو ہے۔۔۔۔۔" اس نے نویرہ کی بات سے اتفاق کر کے سر ہلایا۔

"اب فٹافٹ جا کر شارف کو بلا لاؤ اور سمجھا بھی دینا حدیر بس آتا ہی ہو گا۔" اب کی بار نویرہ نے آنکھ کا کونا دبا کر کہا ۔

فضہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئ۔

کوئی پندرہ , بیس منٹ بعد حدیر بڑے کڑے تیور لیے لاؤنج میں داخل ہوا تو واقعی وہ دونوں باتوں میں لگے تھے۔

حدیر کے عضلات یکایک تن گئے۔

نویرہ شارف کی کسی بات پر عادت کے مطابق اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

حدیر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے چپ کروا دے۔ وہ غصے سے بھرا ان کے سر پر پہنچ گیا۔

"او ہائے۔۔۔۔۔۔آج بڑی جلدی آفس سے آ گئے۔" شارف نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

"بس کام ہی اتنا ضروری تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے آنا پڑا۔" حدیر نویرہ کو گھورتا ازحد سنجیدگی سے بولا۔

"آہاں۔۔۔۔۔۔۔۔کمال ہے۔" شارف نے کندھے اچکائے۔

"ہام۔۔۔۔۔۔شارف تمہیں مما اپنے روم میں بلا رہی ہیں ۔ " حدیر نے بڑے تیکھے چتون سے شارف کو وہاں سے اٹھانے کی غرض سے صفائی کے ساتھ جھوٹ بولا۔

"او اچھا! " شارف نے ہونٹوں کو سکوڑ کر کہا پھر اٹھ کر چلا گیا۔

نویرہ نے بے نیازی سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی دوبارہ سے آن کر دیا۔

ایک ترچھی نظر حدیر پر بھی ڈالی, ظاہر ہے حدیر کو اس کی یہ حرکت ذرا پسند نہیں آئی تھی۔

اسی لیے اس کے ہاتھ سے ریموٹ جھپٹ کر حدیر نے ٹی وی بند کر دیا۔

"اررے ے۔۔۔۔۔۔یہ کیا , کیا؟" وہ دانت پیس کی حدیر کی جانب رخ موڑ کر بولی۔

"وہی جو تم نے دیکھا۔" حدیر بے نیاز ہوا۔

"ویسے آپ نے شارف سے جھوٹ کیوں بولا؟" نویرہ نے گھور کر اس سے پوچھا۔

"جھوٹ۔۔۔۔۔۔۔کک کون سا جھوٹ۔۔۔۔۔۔۔۔اور مجھے کیا ضرورت ہے شارف سے جھوٹ بولنے کی۔" وہ گڑبڑا کر بری طرح ہکلایا۔

"اب یہ تو آپ کو ہی پتہ ہو کہ کیا ضرورت آن پڑی کہ جھوٹ کہنا پڑ رہا۔" نویرہ نے شانے اچکائے۔

"ارے پر میں نے جھوٹ نہیں بولا ۔۔۔۔۔۔اچھا!" حدیر نے اپنی بات پر زور دے کر کہا۔

"آنٹی گھر پر نہیں ہیں وہ کسی کام سے باہر گئ ہوئی ہیں جبکہ آپ کا کہنا ہے کہ شارف کو آنٹی اپنے کمرے میں بلا رہی تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔تو جھوٹ ہی ہوا پھر۔" نویرہ نے ابرو اٹھا کر اس کا جھوٹ پکڑا۔

"میری عادت نہیں ہے جھوٹ کہنے کی , تمہاری حرکتیں مجھے ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔" وہ خفیف سا ہو کر بولا۔

"ہائیں ۔۔۔۔۔۔۔اب میں نے ایسا کیا کر دی؟" وہ برا مان گئ۔

"جب میں نے تمہیں منا کیا تھا کہ شارف کے آس پاس بھی مجھے نظر نہ آؤ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بجائے اسے روکنے کے , نظر انداز کرنے کے تم الٹا اسے شہہ دے رہی ہو۔" حدیر کے لہجے میں خود بخود سختی در آئی۔

"جیسا آپ سوچ رہے ہیں ویسا کچھ نہیں ہے۔" وہ سکون سے گویا ہوا۔

"نویرہ ! ایک بات بتاؤں؟" وہ بڑے پراسرار انداز میں یکدم ٹون بدل کر بولا۔

"ہاں! بتا دی۔۔۔۔۔۔" نویرہ کو شک سا گزرا۔

"ایسے نہیں ۔۔۔۔۔۔۔کلوز یور آئز۔۔۔۔۔۔"

"ہام ! اوکے۔۔۔۔۔۔۔" خلافِ توقع وہ جلد ہی مان گئ اور آنکھیں بند کر دیں۔

"چلو ! اب کھول لو۔" کوئی پانچ منٹ بعد اسے حدیر کی شوخ سی آواز آئی۔

نویرہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور سوالیہ نگاہیں حدیر پر جما دیں۔

حدیر نے ابرو اور آنکھوں کے اشارے سے اس کی گود کی طرف توجہ دلائی۔

نویرہ نے چونک کر اپنی گود میں دیکھا ۔اس کا رنگ تیزی سے فق ہوا۔

لمبی لمبی مونچھوں والا کاکروچ اسے ہی گھور رہا تھا۔

"آاا ححح۔۔۔۔۔۔کک۔۔۔۔۔۔کاکروچ۔۔۔۔۔چھی ۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے بری طرح چیختے ہوئے کشن کی مدد سے اسے دور پھینکا۔

وہ ابھی بھی صوفے پر اچھل اچھل کر شور مچا رہی تھی ۔

حدیر اس کی کیفیت سے حظ اٹھاتا ہنس ہنس کر دہرا ہونے لگا۔

پھر نویرہ نے رک کر کاکروچ کو گھورا, اس نے اسے جہاں پھینکا تھا وہ وہیں کا وہیں پڑا ٹس سے مس نہ ہوا۔

"اوہ نقلی کاکروچ ۔۔۔۔۔۔۔پھر سے دھوکا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حدیر آج تو میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس دن جو میرا آدھا کلو خون جلا تھا ابھی تک وہ کمی پوری نہیں ہوئی جو آج

پھر۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ بڑبڑاتی ہوئے وہاں پڑے سارے کشن اٹھا کر حدیر کی طرف بھاگی۔

حدیر نے اپنے بچاؤ کے لیے دروازے کی جانب دوڑ لگائی۔

"چالاکو میاں۔۔۔۔۔۔ بھاگ کر جاؤ گے بھی کہاں۔۔۔۔" نویرہ نے یکے بعد دیگرے تین چار کشن حدیر کی طرف اچھالے کچھ تو حدیر نے مزے سے کیچ کر لیے ایک آدھ سر پر بھی لگا۔

اور ایک اپنی ہی رو میں ٹک ٹک کر کے آتی ثانیہ کے سیدھا میک اپ زدہ چہرے پر ٹھاہ کر کے پڑا۔

نویرہ اور حدیر کی ہنسی چھوٹ گئ۔

ان دونوں کے بیچ اتنا دوستانہ ماحول دیکھ کر اس کے تن بدن آگ سی لگ گئ۔

"ال مینرڈ۔۔۔۔۔۔نان سینس! تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے کشن مارنے کی۔" وہ پاگلوں کی طرح نویرہ کی طرف بڑھی۔

اس سے پہلے کہ وہ نویرہ کے ساتھ مزید کوئی بدتمیزی کرتی حدیر ان دونوں کے بیچ میں حائل ہو گیا۔

"تم تو ایسے ری ایکٹ کر رہی ہو جیسے کشن نہیں بلکہ پتھر لگ گیا ہو, نویرہ وہ کشن مجھے مارا تھا جو غلطی سے تمہیں لگ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئی اٹس ناٹ آبگ ڈیل!" حدیر مضبوط لہجے میں بولا۔

حدیر پہلی بار اس کی حمایت میں بولا, نویرہ تو جھوم اٹھی اور پیار سے اپنے سرتاج کی پشت کو تکنے لگی۔

ثانیہ نے بے یقینی سے اس بدلے بدلے سے حدیر کو دیکھا۔

"چلو ! بیٹھ کر بات کرتے ہیں ۔ "ثانیہ کو یوں آگ بگولہ ہوتا دیکھ کر حدیر نے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

نویرہ بھی اس کے ساتھ تقریباً جڑ کر بیٹھ گئ۔

ثانیہ نے جل کر اسے گھورا پھر پیر پٹختی ساتھ والے صوفے پر جا بیٹھی۔

"نویرہ ! جاؤ میرے لیے کولڈ کافی بنا کر لاؤ۔۔۔۔۔۔۔بنانی آتی ہے ناں؟"ثانیہ طنزیہ نویرہ کو مخاطب کر کے بولی۔

"اللہ کا شکر ہے ہر قسم کی کافی بنا لیتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن تمہارے لیے میں ہرگز نہیں بناؤں گی۔" نویرہ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

ثانیہ اس کے اعتماد پر ہکا بکا ہوتی کچھ پل بولنے کے قابل نہ رہی۔

"ثانیہ !آج کے بعد نویرہ سے تم اس لہجے میں بات نہیں کرو گی اور نویرہ میری بیوی ہے کوئی تمہاری ملازمہ نہیں جو تم یوں اس پر حکم چلاؤ گی۔ تم نے کافی ہی پینی ہے میں ابھی ملازمہ سے کہہ دیتا ہوں وہ بنا کر لے آئے گی۔" حدیر بڑے اسپاٹ سے انداز میں کہتا اٹھنے لگا۔

"نو تھینکس! اس کی ضرورت نہیں۔"ثانیہ نروٹھے پن سے گویا ہوئی۔

"نویرہ ! تم کمرے میں چلو میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں!" وہ نرمی سے اپنے پہلو میں بڑے استحقاق سے بیٹھی نویرہ سے مخاطب ہوا ۔ حقیقتاً اسے نویرہ کا یوں ساتھ بیٹھنا اچھا لگا تھا۔

نویرہ سر ہلاتی اٹھ کر باہر نکل آئی۔

دروازے پر پہلے سے موجود فضہ اور شارف کو اس نے اچھنبے سے دیکھا۔

"ہششششش۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ کچھ کہنے ہی والی تھی جب فضہ نے منہ پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

پھر وہ بھی ان کے ساتھ لاؤنج میں ہونے والے فری لائو شو کی طرف متوجہ ہو گئ۔

"بڑی دوستی ہو گئ ہے یہ وہی نویرہ ہے جس کا تم ذکر تک کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔"ثانیہ نے طنزیہ کہا۔

حدیر نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "اچھا کیا تم نے یہ تذکرہ خود چھیڑ دیا میں بھی اب اس قصے کو یہیں ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

"مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نویرہ کو طلاق دے رہے ہو؟"ثانیہ کی مسرت کے جذبے سے آواز کپکپا گئ۔ وہ یک دم سے خوش ہوئی۔

"میں نے ایسا کب کہا۔ " وہ تیکھے پن سے بولا۔

"ہنی ! جو کام کل کرنا ہے آج ہی کیوں نہیں۔۔۔۔۔اب تو انکل بھی بلکل ٹھیک ہو گئے ہیں۔"ثانیہ بڑی ادا سے لچکیلے لہجے میں بولی۔

"میں نویرہ کو چھوڑنے کا اب تصور بھی نہیں کر سکتا ۔آج سے تم میری طرف سے آزاد ہو۔ میں اور نویرہ ایک ساتھ بہت خوش ہیں اس لیے خود بھی سکون سے جیو اور ہمیں بھی سکون

سے رہنے دو۔" حدیر بڑے پرسکون اور تحمل آمیز لہجے میں گویا ہوا۔

ثانیہ حیرت سے منہ کھولے حدیر کو تک رہی تھی , حدیر کے منہ سے نکلنے والا ایک ایک لفظ ثانیہ کو اپنے دل پر تیر کی طرح پیوست ہوتا محسوس ہوا۔

"کیوں ہنی ---------- تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے--------- تم تو اس سے نفرت کرتے تھے اب یوں اچانک تمہیں وہ اچھی کیسے لگنے لگ گئ ہے۔" وہ روہانسی ہوئی۔

حدیر کے بدلتے تیور اس سے برداشت نہیں ہو پا رہے تھے۔

"پاکیزہ محبت کیا ہوتی ہے ؟پیار اصل معنی کیا ہوتے ہیں؟ یہ مجھے نویرہ نے سیکھایا ہے۔ مجھے لگتا تھا کہ میں نویرہ سے بہت نفرت کرتا ہوں لیکن میں غلط تھا , میں نے جب جب اسے طلاق دینی چاہی کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا اور-------اب , بات بہت آگے تک جا چکی ہے ثانیہ میں نویرہ کے ساتھ بہت خوش ہوں۔" وہ بڑے جذب سے بول رہا تھا, اس کے ایک ایک لفظ میں نویرہ کے لیے عزت ہی عزت , پیار ہی پیار بھرا تھا۔

"حدیر تم صرف میرے ہوئے ہو سنا تم نے----------اس دو ٹکے کی لڑکی کی اتنی اوقات نہیں کہ--------"

"شٹ اپ --------جسٹ شٹ اپ! وہ نویرہ حدیر شیرازی ہے کوئی عام لڑکی نہیں سنا تم نے---------- آئندہ اتنی گھٹیا لینگویج نویرہ کے لیے استعمال کی تو میں بھول جاؤں گا کہ تم میرے ماموں کی بیٹی ہو۔" حدیر ایک جھٹکے سے اٹھا تھا۔

ثانیہ بھی خون کے گھونٹ بھرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"سوچا تھا اس مسئلے پر تم سے آرام سے بات کروں گا لیکن تم تو اس قابل ہی نہیں ہو۔"

حدیر غصہ ضبط کرتا گویا ہوا۔

"آئی کانٹ بلیو دس! تمہیں اتنی جلدی محبت بھی ہو گئ نویرہ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے مجھے دھوکا دیا, چیٹ کیا ہے مجھے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے میرے ساتھ محبت کا ڈھونگ رچا کر ٹائم پاس کیا ہے۔" ثانیہ اب باقاعدہ آنسو بہانے پر اتر آئی

۔

"میں نے نہ تمہیں چیٹ کیا ہے نہ ہی ٹائم۔پاس۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پاگل تھا جو دوستی کو محبت سمجھ بیٹھا۔ سفینہ پھوپھو کی خواہش پر پاپا مجبور ہو گئے تھے اچانک میرا نکاح اس لڑکی سے ہو گیا تھا جسے میں جانتا تک نہیں جبکہ میری انگیجمنٹ تم سے ہو چکی تھی تو میرا غصہ کرنا فطری عمل تھا میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو ایسے ہی کرتا۔ عین ممکن تھا کہ میں نویرہ کو چھوڑ بھی دیتا پھر پاپا کی طبیعت بگڑ گئ۔ پھر شارف اس گھر میں آیا۔ میں بچپن سے اسے جانتا ہوں وہ ایسا ویسا لڑکا نہیں ہے بہت ہی شریف اور اچھا لڑکا ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کے ان دونوں کے درمیان کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود نویرہ اگر اس سے تھوڑی دیر رک کر بات بھی کرتی تھی تو مجھے برا لگتا تھا۔ مجھے جیلسی ہوتی تھی شارف کو نویرہ کے ساتھ دیکھ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور تم تو ابھی بھی اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ پارٹیز میں جاتی ہو, لانگ ڈرائیو پر جاتی ہو گھنٹہ گھنٹہ

اس سے فون پر بات کرتی ہو۔۔۔۔۔میرے سامنے کتنی بار تم نے اس کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالا۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے پیچھے تمہاری جو بھی انٹینشن تھی آئی ڈونٹ نو بٹ ! مجھے برا نہیں لگتا تھا نہ ہی میں جیلس ہوتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اٹس مین دیٹ !کہ مجھے تم سے پیار ہی نہیں تھا اگر ہوتا تو میں جیلس فیل کرتا , اگر تم سے محبت ہوتی تو دوبارہ نویرہ سے ہوتی ہی کیوں۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمیں جس فرد یا چیز سے محبت ہو ہم اس کی شیئرنگ برداشت نہیں کر سکتے۔ جو جذبات میں نے نویرہ کے لیے محسوس کیے ہیں وہ آج تک تمہارے لیے کبھی محسوس ہی نہیں ہوئے۔"

وہ ایک لمبی چوڑی بات کے بعد کچھ پل کے لیے رکا۔ اس نے گہری سانس لی۔

ثانیہ حیران و ششدر بس ٹکر ٹکر اس کا منہ تکتی رہی۔

"اوہ تو تم اسی لیے مجھے اگنور کر رہے تھے۔ میں نے تمہیں کتنی کالز کیں تم نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔" وہ شکست خوردہ لہجے میں بولی۔

" مجھے زندگی گزارنے کے لیے نویرہ جیسی مخلص, پاکیزہ, وفادار۔۔۔۔۔۔۔۔۔ محبت کرنے والی۔۔۔۔۔۔۔۔رشتے نبھانے والی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ خوشیاں بانٹنے والی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہر قدم پر ساتھ چلنے والی شریکِ حیات چاہیئے نہ کہ وقت گزاری کرنے والی, ٹاپ سکرٹس نیم عریاں لباس پہننے والی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بوائے فرینڈ کے ساتھ پارٹیز کرنے والی گرل فرینڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دوستی اب بھی رہے گی , تمہاری خالہ کا گھر ہے شوق سے آؤ

جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔آئی رئیلی ڈونٹ کیئر! لیکن میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جذبات نہیں ہیں اور نہ ہی میرے لیے یہاں آنے کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک دوست ہونے کے ناتے میرا یہی مشورہ ہے کہ ایک اچھا سا لڑکا دیکھ کر اسے اپنا لو اور اپنی زندگی ایک سراب کے پیچھے برباد مت کرو۔"

وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر ساری باتیں کلیئر کرتا چلا گیا۔

"تم اتنی آسانی سے مجھے یوں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔۔۔۔۔۔۔میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ۔۔۔۔۔۔۔۔میں نویرہ کو ہی ختم کر دوں گی۔۔۔۔۔۔" وہ پاگلوں کی طرح ہسٹریائی انداز میں حدیر کا بازو پکڑ کر چلائی تھی۔

"میں حدیر شیرازی ہوں ثانیہ مت بھولو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اپنی چیزوں کی حفاظت کرنا اچھی طرح سے جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور نویرہ۔۔۔۔۔۔ اس کے اور میرے درمیان اب کوئی بھی نہیں آ سکتا۔۔۔۔۔۔۔ تم بھی نہیں ثانیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ نویرہ حدیر شیرازی ہے میرے ہوتے ہوئے اس کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اٹل لہجے میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"حدیر تم ۔۔۔۔۔۔۔"

"بس مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا آج کے بعد میں اس موضوع پر دوبارہ بات کرنا پسند نہیں کروں گا۔۔۔۔۔۔۔۔کیپ اٹ ان یور مائنڈ!" وہ ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوکتا سخت لہجے میں کہتا دروازے کی

طرف بڑھ گیا۔

ثانیہ وہاں سے اتنے شدید غصے سے تن فن کرتی گئ کہ لاؤنج میں سائیڈ شیلف پر پڑا کرسٹل کا گلدان فرش پر گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا اور اس کے کانچ کے ٹکڑے یہاں وہاں بکھر گئے تھے۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

شام کا وقت تھا ----------

وہ کھانے کے بعد اپنے کمرے میں آئی تو اس کا فون مسلسل بج رہا تھا۔

"نمال کالنگ " سکرین پر دیکھ کر اس کے لب مسکرا اٹھے۔

یس کا بٹن پریس کر کے اس نے موبائل کان سے لگا کیا۔

ابھی دوپہر کو ہی تو وہ گیا تھا تب سے اب تک یہ اس کی دوسری کال تھی۔

تھوڑی دیر بات کرنے کے بعد نمال کے بے حد اصرار پر آئیملک نے اس کی ویڈیو کال اٹینڈ کر لی۔

الوینہ نے فون کر کے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ آج رات دیر سے گھر آئے گی۔

ارسل اس کے ساتھ تھا اسی لیے آئیملک ریلیکس ہو گئ ۔

ویڈیو کال پر کافی دیر باتیں کرنے کے بعد نمال نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ تمہارے کیے

آج ایک سرپرائز بھیجا ہے جو بس آتا ہی ہو گا۔

اور آئیملک تب سے الجھی بیٹھی تھی۔

دفعتاً ڈور بیل بجی۔

وہ بھاگتی ہوئی گئ۔ چوکیدار نے اسے ایک کوریئر کی اطلاع دی۔

سائن کرنے کے بعد کوریئر کے ہاتھوں سے ایک خوبصورت سا فریش ریڈ فلاورز کا بڑا سا بکے تھامے وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

بکے کے اندر ایک چھوٹا سا کارڈ موجود تھا۔

آئیملک نے نکال کر دیکھا تو نمال نے اس کے لیے بھیجا تھا۔

"مجھے تمہارا سرپرائز بہت بہت پسند آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھینکس!" آئیملک نے میسج سینڈ کیا

پھر بکے میں موجود پھولوں کی خوشبو کو اپنے اندر تک سانس لے کر اتارا۔

اس کا دل اس لمحے اتنا خوش تھا کہ اس کا رقص کرنے کا من کر رہا تھا۔

وہ ہنستی , مسکراتی بکے کو لے کر خوشی سے گول گول گھومتی رہی۔

پھر بکے کرسٹل کے گلدان میں سجا کر کارڈ نکال کر درازیں ڈال دیا۔

اسے لمحے اس کا موبائل پھر سے بج اٹھا۔

"افغال کالنگ" دیکھ کر وہ کشمکش میں پڑ گئ۔

پھر سیل فون ایک طرف کرتی وہ میز پر آ گئ۔

"میں افغال کو سب سچ سچ بتا دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اسے کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں بتا دوں گی کہ میں نمال سے محبت کرتی ہوں ۔۔۔۔۔۔بے حد۔۔۔۔۔۔بے تحاشا۔۔۔۔۔۔۔اس سے نہیں۔ ایم شیور ! افغال میری ہربار کی طرح یہ بات بھی ضرور سنے گا سمجھے گا۔"آئیملک نے مسکرا کر سوچا۔

پھر ایک بڑی سی ہارڈ شیٹ پر اس نے برشیز کی مدد سے خوبصورت سا " "I Love You لکھا۔

پھر اسے اپنی وارڈ روب کے کیبن میں رکھ دیا۔

"نمال تم جب آؤ گے تب میں یہ تھری میجیکل ورڈ تمہیں کہوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم نے تو اظہار کر دیا اب میرا باری ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس تم اب جلدی سے آ جاؤ۔" اس نے مسکرا کر سوچا پھر آنکھیں موند کر سونے کی سعی کرنے لگی۔

اگلی صبح بہت روشن اور اجلی تھی۔

آئیملک معمول کے مطابق جلدی اٹھ کر نماز کے بعد آفس کے لیے تیار ہو کر ناشتہ کرنے کے لیے میز پر آ گئی۔

الوینہ رات دیر سے واپس آئی تھی اس لیے اس نے اسے سونے دیا۔

ناشتے کے فوراً بعد وہ آفس کے لیے نکل گئی۔

الوینہ کی جب آنکھ کھلی گھڑی دس بجا رہی تھی۔ وہ کسلمندی اٹھ کر واڈ روم گئ پھر تیار ہو کر ناشتہ کرنے کے بعد آفس کے لیے نکل گئ۔

سارا دن وہ بے معنی سوچوں میں وہ گھری رہی۔

آئیملک شام ہونے سے پہلے ہی سارے کام نپٹا کر گھر چلی گئ۔

"کیا کروں بس آج کی رات باقی ہے کل نمال کسی بھی وقت واپس آ جائے گا -------اتنی بولڈ ہونے کے باوجود میں اس سے اپنے پیار کا اظہار نہیں کر پائی حد ہے-------ارسل ہوئے پسند نہیں ----------دادو پتہ نہیں کیا سمجھیں گی---------اور بوا دادی اف----------انھیں بتانا مطلب سب کو خبر کرنا ہو گا--------" الوینہ اپنے آفس کی چیئر پرنیم دراز نفی میں سر ہلاتی سیدھی ہو گئ۔

یکایک اس کے دماغ میں ایک خیال کوندا۔

آئیملک سے آج تک وہ چھوٹی سے چھوٹی بات شیئر کرتی آئی تھی---------- پھر اتنی بڑی بات کیسے چھپا سکتی تھی۔

اب تو آئیملک نمال کو ناپسند بھی نہیں کرتی۔

"ہاں ! یہ ٹھیک رہے گا۔ کمال ہے مجھے پہلے اس بات کا خیال کیوں نہیں آیا۔ ابی کو بتاؤں گی تو وہ میرا بھرپور ساتھ دے گی۔ آج تک ایسی کوئی خواہش نہیں جو ابی نے میری پوری نہ کی ہو۔" وہ خوش ہوتی اٹھی اورآفس سے باہر نکل آئی۔

ارسل کو سارا کام اور لوکیشن سمجھا کر خود تھوڑی دیر تک پہنچنے کا کہہ کر گھر کا رخ کیا۔
گھر پہنچتے ہی وہ سیدھی اپنے کمرے میں چلی آئی۔
آئیملک کسی سے فون پر بات کر رہی تھی اسے دیکھتے ہی سیل فون بند کر کے ایک طرف ڈال دیا۔

"ارے انو! تم آج اتنی جلدی گھر آ گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایوری تھنگ از اوکے ناں؟" وہ فکر مند سی اس کے قریب آ گئی۔

"آل از گڈ ابی۔۔۔۔۔۔۔۔ڈونٹ وری!" الوینہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اصل! میں ایک بہت اہم بات کرنی تھی اس لیے سوچا وہ تم سے شیئر کرنے کے بعد لوکیشن پر جاؤں گی۔ تم تو جانتی ہو بچپن سے لے کر اب تک میں نے ہر چھوٹی بڑی بات سب سے پہلے تمہیں بتائی ہے کیونکہ میری زندگی میں تم سے بڑھ کر کوئی بھی اہم نہیں ہے۔" الوینہ نے تمہید باندھی۔
آئیملک سر ہلاتی ہمہ تن گوش ہوئی۔

"وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔" الوینہ نے ہکلاتے ہوئے خشک ہونٹوں پر تیزی سے زبان پھیری۔

"آگے بولو۔۔۔۔۔۔۔۔۔کم آن یار! کھل کر اور ایزی ہو کر بات کرو, اتنا ہچکچا کیوں رہی ہو؟" آئیملک کو حیرت ہوئی۔

"ابی۔۔۔۔۔۔۔آئم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئم ان لو۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ نے سر جھکا کر اعتراف

محبت کیا۔

آئیملک کا حیرانی سے منہ کھلا۔

"رئیلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم سچ بول رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔کون ہے ؟ کیسا ہے؟ کہا رہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا کرتا ہے؟" خوشی و مسرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ آئیملک نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

"اف سانس تو لینے دو بتاتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ ہنس پڑی۔

" پہلے تو بتا پکا میری ہیلپ کرے گی نا؟" الوینہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"آف کورس ! میں ہر قدم پر تیرے ساتھ ہوں پگلی۔۔۔۔۔"آئیملک نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگا کر یقین دلایا۔

"اینی گیس؟" الوینہ پر اسرار لہجے میں پوچھنے لگی۔

"ا مممم۔۔۔۔۔۔۔۔ارسل؟"آئیملک نے جوش سے کہا۔

"اوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہوں۔۔۔۔!" الوینہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"یار بتا دے نا اب اور مجھ سے صبر نہیں ہو رہا۔"آئیملک بے صبری سی کچھ جھنجھلا کر بولی۔

"نن۔۔۔۔۔۔۔۔۔نم۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال مراد علی!" الوینہ نے آنکھیں بند کر کے جیسے تیسے اس راز سے پردہ فاش کر ے ی دیا۔

آئیملک دھواں دھواں چہرے کے ساتھ الوینہ کو دیکھتی رہ گئ۔ اسے لگ رہا تھا پوری چھت اس

پر آن گری ہو۔ یکایک زمین اس کے پاؤں تلے ہل گئ ہو۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ نمال کا نام لے گی۔

الوینہ نے اسے خاموش پا کر جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

اور آئیملک کا بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے لبا لب بھری دیکھ کر وہ ازحد پریشان ہوئی۔ مسکراہٹ یک بیک اس کے چہرے سے غائب ہوئی تھی۔

"ابی! تو رہ کیوں رہی ہے؟"

"کچھ نہیں پگلی یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے اچانک اتنی بڑی خبر سنائی ہے کہ آنسو آ گئے۔

"بہت بہت مبارک ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال بہت اچھا لڑکا ہے۔" آئیملک نے بدقت تمام مسکرا کر لڑکھڑاتی زبان سے کہا پھر اسے گلے لگا لیا۔

"تھیک یو سو مچ ابی۔۔۔۔۔۔۔! " الوینہ نے حد خوشی سے بولی۔

آئیملک کے آنسو ایک لڑی کی صورت بہہ نکلے تھے۔ اس نے بے دردی سے صاف کر ڈالے۔

"اچھا ! میں واپس آ کر بات کروں گی ابھی بہت دیر ہو رہی اور سلو بے چارہ انتظار میں سڑ رہا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔بائے لو یو!"

الوینہ اس سے الگ ہوتی تیز تیز بولتی اس کے گال پر بوسہ دیتی باہر بھاگ گئ۔

"لو یو ٹو انو! ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لو یو ٹو!"

آئیملک آنسوؤں کے درمیان بولی ۔

اسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم سے روح کھینچ لی ہو۔

وہ بستر پر بے دم سی ہو کر گر گئ۔

وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کر اتنی شدت سے روئی کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

☆☆☆ ☆☆☆

"ارے بھابھی! یہ آپ کن چکروں میں پڑی ہیں میں آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈتی پھر رہی ہوں۔"

نویرہ کچن میں گھسی گرمی بھگانے کے لیے اپنے لیے اسٹرابری ملک شیک بنانے میں مگن تھی جب فضہ پھولی سانس کے ساتھ دروازے میں نمودار ہوئی۔

نویرہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے کہ میں گم ہو گئ تھی۔" نویرہ نے مکسچر گرینڈر جگ میں ڈال کر گرینڈر کا بٹن دبا کر مصروف سے انداز میں کہا۔

"یہ ساری باتیں چھوڑیں-------میرے ساتھ چلیں! " فضہ اس کے قریب آ کر بولی۔

"ارے پر کہاں---------کچھ بتاؤ تو-----؟" شیشے کے گلاس میں ملک شیک انڈیلتے ہوئے نویرہ نے الجھ کر پوچھا۔

"نہیں, ایسے نہیں بتاؤں گی خود چل کر دیکھ لیں۔" فضہ اس کا بازو پکڑ کر دروازے کی طرف کھینچنے لگی۔

"اف فوہ! پر میرا شیک------" وہ معصومیت سے بولی۔

"بعد میں---------ابھی چلیں!"

"اچھا ! بیا ایٹ لیسٹ----------مجھے اسے فریج میں تو رکھ لینے دو۔ ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہو۔"

اس کے گلاس رکھنے کی دیر تھی فضہ اسے اپنے ساتھ گھسیٹتی ہوئی اوپر والی منزل کی سیڑھیاں دھڑا دھڑ چڑھتی ایک کمرے کے پاس آ کر رک گئ۔

"یہ تو شارف کا کمرہ ہے , پر تم مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟" نویرہ قدرے حیران ہوئی ۔

لیکن فضہ نے بنا جواب دیئے پہلے سے ادھ کھلے دروازے پر تیز تیز دستک دی اور پورا دروازہ وا کرتی اسے لیے اندر داخل ہوئی۔

شارف بیگ کی زپ بند کرتا چونک کر سیدھا ہوا۔

"ارے واہ! آج تو بڑے بڑے لوگ ہمارے غریب خانے پر تشریف لائے ہیں۔" شارف ہنستا ہوا شرارت سے کہتا ان کے قریب آ گیا۔

"ہائیں آپ کہیں جا رہے ہیں؟" اس کی بات کا جواب دیئے بنا پیکنگ بیگ جو ملازم اٹھا کر باہر لے جا رہا تھا, دیکھتی نویرہ نے حیرانی سے سوال کیا۔

" انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو

اس شہر میں جی کو لگانا کیا------"

شارف گنگنا کر ہلکا سا مسکرا دیا۔

"مطلب آپ واپس جا رہے ہیں------؟ "

"ہمم-----!" نویرہ کے سوال پر شارف نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پر یوں اچانک --------سب ٹھیک ہے؟"

"اچانک کہاں-------میں کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ اب بس بہت رہ لیا اپنے گھر چلتے ہیں۔ ایک مہینے سے اوپر ہونے کو ہے ماما بھی اصرار پر اصرار کر رہی تھیں سو ہم نے اپنا رختِ سفر باندھ لیا۔" شارف نے ٹھنڈی سانس بھر کر نویرہ کی الجھن دور کی ۔

"کیوں یہ گھر آپ کا اپنا نہیں ہے کیا؟" فضہ کو اس کا یوں کہنا برا لگا اسی لیے لہجے میں شکوہ در آیا۔

"ارے گڑیا! ایسی بات نہیں--------رات پاپا سے کال پر بات ہوئی تو وہ بتا رہے تھے کہ میری جاب لگ گئ ہے وہ بھی ڈبل ------فرسٹ ٹائم یونورسٹی میں ایز آ پروفیسر اینڈ سیکنڈ ٹائم ایک ہوسپٹل میں بطورِ سائیکالوجسٹ -------- خیر آج نہیں تو کل جانا ہی ہے۔" طویل بات کرنے کے بعد شارف نے ایک گہری سانس لی۔

"اتنی جلدی جاب لگ گئ وہ بھی دو دو------ڈگری لیے ابھی بمشکل مہینہ ہوا ہو گا

------واہ!" نویرہ نے سراہنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"واقعی! بھائی مجھے تو آپ کی قابلیت پر ذرا شک نہیں ۔ ایک مہینے کے اندر اندر آپ کے پلانز نے کیسے بھیا جیسے اکڑو مزاج بندے کو سیدھا کر دیا ہے کہ اب وہ بھابھی کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے فضہ نے آخر میں نویرہ کو شرارت سے ٹھوکا مارا۔

نویرہ نے جواباً اسے گھور کے دیکھا۔

"ویسے نویرہ ! تمہیں ابھی بھی اگر ہنڈرڈ میں سے ون پرسنٹ حدیر پر شک ہو تو تم ایسے کام کرنا جس سے حدیر چڑتا ہو یا اسے غصہ آتا ہے, اس کا ردِ عمل نوٹ کرنا اگر تم پر غصہ نہ نکالے تو شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں بچتی۔ کیونکہ ہم جس سے پیار کرتے ہیں اس کی اچھی ہو یا بری بات ہمیں بری نہیں لگتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہمیں اس پر غصہ نہیں آتا۔" شارف کہنے کے بعد مبہم سا مسکرا دیا۔

"ہاں ! مجھے ون پرسنٹ ڈاؤٹ ابھی بھی ہے۔" نویرہ ہنستی ہوئی بولی۔

"کیا تم دونوں تو میرے معصوم سے بھیا کے پیچھے ہی پڑ گئے ہو, انھیں اور تنگ نہیں کرنا بھابھی پلیز۔۔۔" فضہ ان کے ارادے بھانپ کر انھیں گھور کر تکنے لگی۔

جواب میں شارف ہنس پڑا۔

جبکہ نویرہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھی , شارف کی بات اس کے دل کو لگی تھی۔

"اوکے! مجھے اب چلنا چاہیئے ۔" شارف نویرہ کے ساتھ باتیں کرتا باہر نکل گیا۔

فضہ ان کے پیچھے جاتے جاتے رک گئ۔

اس نے مڑ کر بیڈ پر پڑے ایک سرخ رنگ کے کپڑے میں لپٹی چیز دیکھی جو یقیناً شارف یہاں بھول گیا تھا۔

وہ چلتی ہوئی بیڈ کے کنارے پر آ گئ۔

ہاتھوں میں اٹھا کر اس نے سرخ کپڑا ہٹایا تو حیرت سے دنگ رہ گئ۔

وہ ہکا بکا اس خوبصورت سی پورٹریٹ کو تکنے لگی۔

دروازے پر ہلکا سا کھٹکا ہوا ۔

فضہ نے چونک کر سر اٹھایا ۔

شارف سنجیدگی کا تاثر لیے اسے ہی گھور رہا تھا۔

فضہ نے غیر محسوس انداز میں کپڑا دوبارہ پہلے کی طرح اوپر درست کر دیا۔

شارف تیر کی طرح اس کی طرف بڑھا۔

"یہ آپ ادھر ہی بھول گئے تھے سوچا آپ کو دے دوں۔" فضہ نے اسے بغور جانچتی نظروں سے ملاحظہ کیا۔

شارف نے بنا کوئی جواب دیئے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے فریم لیا اور اسی تیزی سے رخ پھیر لیا۔

وہ فضہ کی سوالیہ نگاہوں کا مفہوم اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا اسی لیے بنا اسے کسی سوال کا

موقع دیئے وہ وہاں سے جانے لگا۔

"نویرہ نام کی لڑکیاں نام کے ساتھ ساتھ شکل و صورت میں بھی ہوبہو ہوتی ہیں , مجھے نہیں پتہ تھا۔" فضہ کے ذومعنی انداز پر شارف کے باہر کی طرف اٹھتے قدم یکدم برف کی طرح زمین پر جم سے گئے۔

"اوہ! تو تم نے کھول کے دیکھ لیا ہے ----------تمہیں پتہ ہے ناں یہ ایک غیر اخلاقی حرکت سمجھی جاتی ہے۔" شارف کا لہجہ ہموار تھا۔

وہ چوری پکڑے جانے پر نہ تو گھبرایا تھا نہ ہی پریشان ہوا ----------بلکہ پہلے کی طرح پراعتماد کھڑا تھا۔

"جانتی ہوں لیکن اب تو غلطی سرزد ہو گئ ہے اور جو شک تھا وہ بھی حقیقت میں بدل گیا ہے۔" اس نے پر اسرار لہجے میں کہا۔

" یہ قصہ ادھر ہی ختم ہو جائے تو بہتر ہے , میں نے پیار کیا ہے کوئی گناہ نہیں جو میں شرمندہ ہوں گا ۔ لیکن میرا کوئی غلط ارادہ بھی نہیں ہے ۔ تمہاری انگیجمنٹ پر میں نے دیکھا تھا نویرہ اور حدیر میں کچھ بھی ٹھیک نہیں تھا اس لیے میں نے ان دونوں کو ٹھیک کرنے کے لیے اپنے قیام کو اور بڑھا دیا۔ اور اب جب سب کچھ صحیح ہو گیا ہے ۔ جس کام کے لیے آیا تھا وہ پورا ہو چکا ہے تو اب میں واپس جا رہا ہوں۔" وہ ساری بات کی وضاحت کرتا اس کی طرف مڑا۔

"اور گڑیا یہ تمہارا اور میرا راز ہے , مجھ سے وعدہ کرو کہ تم کبھی بھول کر بھی کسی سے اس بارے میں تذکرہ نہیں کرو گی خاص طور پر نویرہ اور حدیر سے۔۔۔۔۔" شارف نے استفہامیہ انداز اپنایا۔

"ڈونٹ وری! کبھی کسی کو نہیں بتاؤں گا , یہ ایک بہن کا اپنے بھائی سے پکا والا وعدہ ہے۔" فضہ نے اٹل لہجے میں کہا اور مسکرا دی ۔

"دیٹس لائک آ گڈ گرل۔۔۔!" شارف نے خوش ہو کر کہا۔

پھر وہ دونوں باہر آ گئے۔

حدیر اور شیرازی صاحب آفس گئے ہوئے تھے ۔

گھر میں موجود راحیلہ, فضہ اور نویرہ اسے گیراج تک چھوڑنے آئیں۔

شارف نے ایک الوداعی نگاہ نویرہ پر ڈالی , بھرپور نظروں سے دیکھتا جیسے وہ اسے اپنی نگاہوں میں ہمیشہ کے لیے بھر لینا چاہتا ہو۔

بدقت نویرہ کے دلکش سراپے سے نظر ہٹاتا وہ فوراً سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

وہ تینوں اس کے جانے پر افسردہ اور غمگین تھیں۔

وہ جتنے دن گھر رہا تھا گھر بھر میں رونق سی لگی رہتی تھی۔۔

سب کے سامنے خود کو خوش و خرم بنا کر پیش کرنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے اس بات کا اندازہ شارف کو آج ہوا تھا۔

وہ جتنا یہاں آنے پر خوش ہوا تھا ,اس سے کہیں زیادہ وہ یہاں سے جاتے ہوئے مغموم لگ رہا تھا۔

جن کو ان کی محبت حاصل ہو جاتی ہے وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں۔ اور جن کو نہیں ملتی وہ زندگی میں بھلے آگے موو آن کر جائیں لیکن درد ہمیشہ ان کے سینے میں موجود رہتا ہے وہ چاہ کر بھی اس درد کو ختم نہیں کر سکتے ۔

شارف کا شمار بھی دوسری کیٹیگری کے لوگوں میں ہوتا تھا۔

ہمیشہ ہنس مکھ نظر آنے والا اس لمحے خود کتنا ٹوٹا ہوا تھا شاید کوئی نہ سمجھ پاتا۔

کچھ آگے جا کر اس نے گاڑی روک دی ۔ اور سر غیر ارادی طور پر سٹیئرنگ پر گرا دیا۔

اسے آج بھی وہ منظر پوری جزائیت کے ساتھ یاد تھا جب پہلی بار اس نے نویرہ کو دیکھا تھا تب وہ تقریباً دس بارہ سال کا تھا , پھر ایک فیملی فنکشن میں اس نے نویرہ کو دوسری بار جب دیکھا تب بھی وہ بمشکل اٹھارہ سال کا ہو گا۔

یہ چہرہ بچپن سے اس کے دل و دماغ پر قابض تھا۔

یونیورسٹی میں قدم رکھنے کے بعد وہ کامیابی کی منازل طے کرتا چلا گیا اور تب اس نے فیصلہ کیا تھا کہ اپنی ماما کو بتا دے گا کہ وہ نویرہ کو کتنا چاہتا ہے تاکہ اس کی فیملی نویرہ کے گھر اس کا رشتہ لے کر جاتے۔

لیکن انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے یہ تو صدیوں سے ایسے ہی چلتا آ رہا ہے۔

پھر اسے سفینہ آنٹی کی وفات کا پتہ چلا تو وہ ششدر رہ گیا تب وہ لاسٹ سمسٹر میں تھا۔
اس کا بہت دل کیا کہ جا کر اس بے سہارا لڑکی کا سہارا بنے , اسے بتا سکے کہ وہ اکیلی نہیں ہے۔
لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد کی بات ہے جب اس نے اپنی ماما کو کہتے سنا تھا۔
"بیٹا ! جلدی سے ریڈی ہو جاؤ تمہاری خالہ کا فون تھا , حدیر کا آج رات ولیمہ ہے۔"
لیکن ماما یوں اچانک ------کس کے ساتھ حدیر کی شادی ہوئی ہے؟ کیا ثانیہ کے ساتھ , اسی کے ساتھ حدیر کی انگیجمنٹ ہوئی تھی ناں؟"
اس نے پرجوش ہو کر پوچھا تھا کیونکہ بچپن سے وہ اور حدیر ایک ساتھ کھیلتے کودتے بڑے ہوئے تھے۔
"سفینہ کی بیٹی نویرہ کے ساتھ-------"
اور ماما کے وہ الفاظ , محض الفاظ نہیں تھے بلکہ ایک دھماکہ تھا جو اس کے سر پر پھٹا تھا۔ اس دن اس کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھا جو خود بخود ہاتھ سے چھوٹ کر فرش بوس ہوا تھا۔
پھر وہ بہانا کر کے ولیمہ پر نہیں گیا تھا۔
ہاں اس کے بعد فضہ کی انگیجمنٹ پر سب کے اصرار پر وہ چاہ کر بھی منع نہ کر پایا۔
اور اس دن فنکشن پر نویرہ کو اپنے بازوں میں ہار سنگھار سے لیس اتنے عرصے بعد اپنے سامنے پا کر وہ مبہوت رہ گیا تھا۔

پھراسے کچھ ماما کچھ فضہ کی اور خالہ کی زبانی نویرہ اور حدیر کے درمیان پچیدگیوں کا علم ہوا تو اس نے تحیہ کر لیا تھا کہ وہ نویرہ کا دامن خوشیوں سے بھر دے گا , حدیر اور اس کے بیچ دوریوں کو ختم کر دے گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

گاڑی کے تیز ہارن پر شارف نے چونک کر سر اوپر اٹھایا۔

وہ ایک مضبوط قوتِ ارادی رکھنے والا لڑکا تھا اسی لیے اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود خود کو سمیٹ کر جا رہا تھا۔

لیکن اس پل وہ ناچاہتے ہوئے بھی بکھرا تھا۔

اس کی آنکھوں سے پہلی اور آخری بار آنسو گرے تھے اور اس نے انھیں بہنے دیا تاکہ دل کا غبار آنسوؤں کے ذریعے بہہ جائے , ابھی گھر جا کر اس نے خود کو سب کے سامنے خوش ظاہر بھی تو کرنا تھا۔

پھر ٹشو باکس سے دو تین ٹشو نکال کر اس نے چہرہ صاف کیا اور اس راستے کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

شام گہری رات میں بدل گئ۔

اس نے چہرہ اٹھا کر تاروں سے بھرے روشن آسمان کو بڑے دھیان سے دیکھا۔

پھر چہار سو چاندنی بکھیرتے جگمگ کرتے گول چاند کو, وہاں سے نگاہ ہٹا کر وہ پھولوں کو تکنے لگی۔

ایک سکتے کی سی کیفیت میں وہ جکڑی ہوئی تھی۔

اسے اپنی طرح ہر چیز بجھی بجھی اور اداس سی محسوس ہوئی۔

کوئی منظر بھی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

حلانکہ یہی سارے مناظر کل اسے کتنے اچھے لگ رہے تھے۔ واقعی! کہنے والے ٹھیک ہی کہتے ہیں , دل کا موسم اچھا ہو تو ہر موسم اچھا لگنے لگتا ہے۔

وہ کل کتنا خوش تھی۔ ایک ہی دن میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

ایک دن اور ایک رات اس نے نمال کے ساتھ کھل کر جیا تھا۔ وہ حسین پل, خوبصورت یادیں اس کے لیے ناقابلِ فراموش تھیں۔

کتنے کام تھے جو اس نے کرنے تھے ۔ ایک کلائنٹ سے ملنے جانا تھا,اس نے ساری کی ساری میٹنگز کینسل کر دیں۔

کھانے کی ٹیبل پر دادو اسے آوازیں دیتی رہ گئیں لیکن اس نے نہ دوپہر کو کچھ کھایا تھا نہ ابھی----------اس کی بھوک جیسے مر سی گئ تھی۔

وہ اپنے ہی خیالوں میں کھوئی تھی جب اس کے موبائل کی اچانک کال ٹیون اور میسج ٹیون ایک ساتھ بجی۔ اس نے چونک کر جلتی بجھتی سکرین کو گھورا۔

نمال اسے دھڑا دھڑ کالز اور میسجز کر رہا تھا۔

آئیملک نے ایک میسج اوپن کیا۔

"ملک! پلیز ویڈیو کال پر آؤ, مجھے تمہیں دیکھنا ہے۔"

اس نے دوسرا میسج کھولا۔

"آئی مس یو سو مچ!" میرا یہاں کام میں دل نہیں لگ رہا, دل کر رہا ہے کل کی بجائے آج ہی اڑ کر تمہارے پاس آ جاؤں۔"

پھر تیسرے میسج پر ٹچ کیا۔

"آئی لو یو ملک! اور یہ تین میجیکل ورڈز میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔"

"کہاں ہو ------ایسی بھی کیا مصروفیت ------؟"

"آ بھی جاؤ ----------میں کب سے انتظار کر رہا ہوں!"

آئیملک نے یکے بعد دیگرے سارے میسنجز کھول کر پڑھے۔

"ایم سوری نمال! ہو سکے تو مجھے کر دینا لیکن ہمارا سفر یہیں تک تھا۔ آج کے بعد تمہیں ملک نہیں صرف آئیملک نظر آئے گی۔"

ایک بار پھر کال آتی دیکھ کر آئیملک زیر لب کہا اور سرے سے موبائل ہی آف کر دیا۔

آنسو ایک بار پھر اس کے گال بھگوتے نیچے گرنے لگے۔

پتہ نہیں اتنے آنسو کہاں سے آ گئے تھے جو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

تھک ہار کر اس نے ٹانگیں اوپر کر کے چہرہ گود۔میں گرا دیا۔

رات کا یہ نجانے کون سا پہر تھا جب وہ چھت سے اتر کر نیچے اپنے کمرے میں آ گئ۔

کمرے میں آتے ہی اس نے وارڈروب کا رخ کیا۔

الماری کا پٹ تھامے اس نے ہاتھ میں پکڑے درمیانے سائز کے چارٹ پر ڈالی جس پر آج صبح ہی اس نے کتنے پیار سے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا۔

وہ اسے لیے دوبارہ کارنر میں پڑی چھوٹی سی رائٹنگ ٹیبل پر آ گئ۔

برش اٹھا کر اس نے "فرام یور الوینہ " لکھا۔ اور لڑکھڑاتے قدموں سے نمال کے کمرے میں آ گئ۔

لائٹ آن کر کے اس نے سب سے پہلے دروازہ بند کیا پھر وہ چارٹ نمال کی وارڈروب کھول کر اس کے روزمرہ شرٹس میں احتیاط سے رکھ دیا۔

"آج کے بعد شاید میں اس کمرے میں نہ آؤں۔۔۔۔!" دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے افسردگی سے سوچا پھر تیز تیز چلتی اپنے کمرے میں آ گئ۔

ایک نظر بے سدھ پڑی الوینہ پر ڈالی پھر سر جھٹکتی اپنے بیڈ پر لیٹ کر وہ سونے کی سعی

کرنے لگی لیکن جانتی تھی کہ کم از کم آج کی رات اسے نیند نہیں آنے والی تھی۔
جو اذیت جس کی قسمت میں لکھ دی جاتی ہے وہ اسے سہنی ہی پڑتی ہے۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

دن کا اجالا پوری طرح سے پھیل چکا تھا۔
جب الوینہ کسمساتی, انگڑائی لیتی بستر ایک طرف کرتی اٹھ بیٹھی۔
"اوہ ! تم کہیں جارہی ہو؟" سنگھار میز کے سامنے بیٹھی سجتی سنورتی آئیملک کو اس نے چونک کر دیکھا۔
"ہاں! ایک ضروری کلائنٹ سے ملنے جانا ہے۔" وہ ہونٹوں کو گول کرتی برش سے گالوں پر بلش آن لگا کر بولی۔
الوینہ سر ہلاتی , ایک ہاتھ سے جمائی روکتی واش روم میں گھس گئ۔
آئیملک نے تیار ہونے کے بعد اپنا آخری جائزہ لیا۔
میک اپ سے کسی حد تک رت جگے کے تاثرات چھپ گئے تھے لیکن وہ اپنی آنکھوں کا کیا کرتی جو رات بھر رونے کی وجہ سے سرخ پڑ گئ تھیں۔ ان میں بسی ویرانی اور ادھورے پن کو کیسے ختم کرتی۔
"ارے بال کیوں باندھ رہی ہو؟, اتنے اچھے تو لگ رہے تھے۔" ٹاول سے چہرہ خشک کرتی الوینہ

نے اسے جوڑا بناتے دیکھ کر فوراً ٹوکا۔

"پر مجھے کھلے بال نہیں پسند اور باہر کتنی گرمی ہے اگر بال کھلے رہے تو اور زیادہ لگے گی۔"

آئیملک نے جوڑے کو آئینے میں دونوں طرف سے دیکھ کر الوینہ کی طرف مڑ کر کہا۔

"ہاں! یہ بات تو ہے ۔" اس نے ہاں میں گردن کو حرکت دی۔

" بہت خوبصورت لگ رہی ہو ہمیشہ کی طرح , اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے۔۔۔۔۔آمین!" وہ باہر جانے لگی جب الوینہ نے اسے پکڑ کر جھٹ سے گلے لگایا۔

"تھینکس۔۔۔۔۔۔" پھر الگ ہو کر ان دونوں نے ایک دوسرے کی گال پر پیار کیا۔

وہ کمرے سے باہر آئی ۔ ایک نظر کچن پر ڈالی دادو ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی موٹے عدسوں والی عینک ناک پر ٹکائے اخبار پڑھ رہی تھیں۔

آئیملک چور قدموں سے چلتی ہوئی ہال کے باہری دروازے کی جانب بڑھی ۔

"ابی بچے۔۔۔۔! یہ اتنی صبح صبح وہ بھی بنا ناشتہ کیے تم کہاں جا رہی ہو؟" دوادو نے اخبار کی اوٹ سے جھانک کر اس پر ایک سخت گھوری ڈالی۔

"ا۔۔۔اب۔۔۔۔ووہ۔۔۔۔۔۔دادو ضروری میٹنگ ہے ناں تو بس آفس جلدی پہنچنا ہے , میں آفس میں ناشتہ کر کوں گی ڈونٹ وری!" وہ بھاگتے بھاگتے بولی اور دروازے میں چھپاک سے غائب ہو گئ۔

فاطمہ بیگم اسے پکارتیں رہ گئیں۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی گیراج میں کھڑی گاڑی کی طرف رخ کیا لیکن اس سے پہلے ہی وہ مقابل سے بری طرح ٹکرا گئ۔

"آہ-----ہ----ہ! میرا سر-------" آئیملک نے کراہ کر ہاتھ سے سر کو سہلایا۔

پھر نگاہ اٹھا کر کڑے تیوروں سے سامنے دیکھا تو یک دم دو قدم پیچھے ہٹی۔

"اوہ تو تم ہو--------- تم نے مجھ سے ٹکرانے کے کیا پیسے لے رکھے ہیں یا لائف میں اور کوئی کام نہیں بچا۔" وہ بپھر کر بولی۔

پتہ نہیں انسان جس چیز سے جتنا بھاگتا ہے اسے اتنا ہی اس کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے۔

وہ ایک اسی شخص سے سامنا نہ ہو پائے اسی لیے اتنی صبح صبح گھر سے جانا چاہے تی تھی--------لیکن تقدیر کے آگے کس کا زور چل سکتا ہے۔

"الٰہی خیر! آج گرمی سے بھی پہلے گرمی پڑ رہی ہے, ناشتے میں کیا مرچیں کھالی ہیں اور یہ اتنی صبح سویرے تم بھاگ کر کہاں جا رہی ہو اور کا سے بھاگ رہی ہو ہاں؟" نمال مسکراہٹ دباتا ذومعنی انداز میں کہتا اس کے قریب جانے لگا۔

"میں کسی سے نہیں بھاگ رہی ۔" آئیملک نے رخ پھیر کر کھردرے پن سے کہا۔ " اور ویسے بھی تمہاری جوابدہ نہیں ہوں جو اپنی ٹائمنگ یا شیڈول بتاؤں۔"

"ملک ! تم ٹھیک تو ہو نا--------؟" نمال نے اس کا رخ اپنی طرف کر کے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں, مجھے کیا ہونا ہے اور میرا نام آئیملک ہے مجھے میرے پورے نام سے بلایا کرو, مجھے کوئی شوق نہیں خاص لوگوں میں شامل ہونے کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔انڈرسٹینڈ !" وہ ابرو اٹھا کر تیکھے لہجے میں تپ کر بولی۔

" واٹس رونگ ود یو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتنا غصہ کس لیے۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز بتاؤ کیا ہوا ہے ؟" وہ فکر مندی سے کہتا اس کے اور پاس آیا۔

"کہا نہ ٹھیک ہوں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک بار کہنے سے سمجھ نہیں آتی تمہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب کیا لکھ کر دوں۔ "آئیملک کے ہونٹ کپکپائے , اس کی آنکھوں کے کنارے تیزی سے گیلے ہوئے۔

لیکن نمال کو جیسے کچھ سنائی نہ دے رہا ہو وہ تو صرف اس کی آنکھوں میں الجھ گیا تھا۔

"اب ٹکر ٹکر مجھے کیا گھور رہے ہو پیچھے ہٹو, آئندہ میرے قریب آنے کی کوشش بھی مت کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔" اس نے غصے سے کہا اور نمال کے چوڑے سینے پر دونوں ہاتھ مضبوطی سے جماتی اسے پیچھے دھکا دے کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئ۔

نمال ہکا بکا سب خاموشی سے دیکھتا رہا۔

آئیملک اسے صاف نظر انداز کرتی زن سے گاڑی اڑا لے گئ۔

بیک ویو مرر میں نمال کے ابھرتے عکس کو جیسے اس نے نگاہوں کے راستے دل میں اتارا۔

دو دن بعد نمال کو صحیح سلامت اپنے سامنے دیکھ کر اس کے دل کو سکون سا مل گیا تھا۔

"کیا کروں میں نمال ؟ تمہارے قریب آنا نہیں چاہتی اور تم سے دور رہ نہیں سکتی----------یہ قسمت نے مجھے کس موڑ پر لا کر کھڑا کر دیا ہے-------نہ میں جی سکتی ہوں , نہ میں مر سکتی ہوں, مجھے معاف کر دو نمال میں تمہارا دل نہیں دکھانا چاہتی ----------میں تمہیں یوں اذیت میں نہیں دیکھ سکتی لیکن تم سے دور رہنے کے علاوہ میرے پاس اور کوئی اوپشن بچا ہی نہیں ہے--------" بے بسی سے سوچتی آئیملک نے آنسوؤں سے تر چہرے کو نجانے کتنی بار صاف کیا تھا۔

نمال کا موڈ یکدم بگڑ گیا۔

وہ اندر جانے کی بجائے پھر سے اپنی جیپ میں آ کر بیٹھ گیا اور تیزی سے چلا کر سڑک پر لے آیا۔

آئیملک کے الفاظ کے تیروں کی بازگشت ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

اس نے دیر سے آنا تھا لیکن آئیملک کو دیکھنے, اس سے اظہارِ محبت کرنے کی خوشی ہی اتنی تھی کہ وہ رات بھر سو ہی نہ سکا اور صبح سویرے اس کے سامنے پہنچ گیا۔

گھنٹوں کا سفر اس نے منٹوں میں طے کیا تھا۔ وہ جیسے ہواؤں میں اڑتا ہوا آیا تھا۔

لیکن ان دو دنوں میں ایسا کیا ہو گیا جو اس کی ملک سر تا پیر بدل کر رہ گئ ۔

فراک چوڑی دار پاجامہ اور دوپٹہ کی جگہ بلیک لانگ شرٹ اور جینز کے نیچے بلیک کھسہ پہنے , کھلے بالوں کی جگہ جوڑا, سرخ انگارہ آنکھوں میں تیرتی نمی ---------- لڑکھڑاتی آواز

------وہ جو بول رہی تھی زبان اور آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں---------جب وہ گیا تھا تب اس کے چہرے پر انوکھے ان کہے رنگ تھے , اس کی آنکھوں میں خوبصورت پیار کی تحریریں تھی لیکن آج حقارت, بیزاری, غصہ,اداسی کیا کچھ اس کے چہرے پر رقم نہیں تھا۔

نجانے کتنی دیر وہ بے مقصد سڑکیں ناپتا رہا پھر تھک ہار کر ایک جگہ جیپ روک کر سر پشت سے ٹکا دیا۔

دل بے خبر جو ڈھونڈے تجھے
ہر پل آس پاس ملے تو مجھے
نہ کوئی چاہت اب تیرے بنا
نہ کوئی حسرت تیرے سوا
اس دل میں ہے بس تیری محبت
اک تیری محبت,صرف تیری محبت
کتنا بے چین ہو کے تم سے ملا
تم کو کیا تھی خبر تھا میں کتنا اکیلا

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

آج اتوار کا دن نہیں بلکہ بے چارے حدیر کی شامت کا دن تھا۔

نویرہ تپائی پر کسی سادھو کی طرح آلتی پالتی مارے بیٹھی دونوں انگلیاں بندوق کی صورت بنائے ہونٹوں پر مارتی گہری سوچ میں گم تھی ,

"کہیں پہ نگاہ, کہیں پہ نشانہ" والی بات تھی -------یعنی سوچ وہ یہ رہی تھی کہ حدیر کو تنگ کرے تو کیسے کرے؟ ,اور شروع کہاں سے کرے؟ ,البتہ نظریں ہنوز بیڈ پر بے سدھ پڑے نیند کے مزے لیتے حدیر پر جمی تھیں۔

پھر اس کے شاطر میں آئیڈیا آ ہی گیا۔

"مسٹر حدیر! آج تمہیں ٹارچر نہ کیا تو میرا نام بھی نویرہ نہیں۔ اتنے تو اسٹوڈنٹس viva کے ایگزام میں پریشان نہیں ہوتے ہوں گے , جتنا پریشان آج میں تمہیں کرنے والی ہوں۔" نویرہ پر اسرار مسکراہٹ کے ساتھ سوچا۔

آئیڈیا نمبر ون----------(نیند خراب کرنا)

وہ اٹھ کر حدیر کی بائیں طرف بنا آواز پیدا کیے چور قدموں سے چلتی ہوئی آئی۔

پھر سائیڈ ٹیبل پر پڑے سیل فون کو اٹھا لیا۔

پہلے اس نے سامنے لگے وال کلاک پر وقت دیکھا ابھی تک صبح کے سات بجے تھے اور اتوار والے دن حدیر دس بجے کہیں جا کر اٹھتا تھا۔

نویرہ نے لاک کھول کر سوا سات کا الارم فٹ کر دیا اور خود کمرے سے باہر نکل کر ادھ کھلے دروازے میں جھانکنے لگی۔

"ون---------ٹو---------تھری---------سٹارٹ------" اور ادھر الارم بجنا شروع ہو گیا۔

اس نے فل والیم کیا ہوا تھا اس لیے آواز اتنی اونچی اور میوزک ٹیون اتنی اریٹیٹنگ تھی کہ حدیر ہڑابڑا کر اٹھ بیٹھا۔

نویرہ نے بے ساختہ امڈنے والی ہنسی کو روکنے کے لیے جھٹ سے ہاتھ رکھا۔

"میں نے الارم کب لگایا تھا؟, وہ بھی اتوار والے دن -------مجھے کہیں جانا بھی نہیں تھا پھر------ابھی تو سوا سات بجے ہیں اف---!" وہ بڑبڑاتا جھنجھلا کر پھر سے سو گیا۔

کوئی پانچ دس منٹ بعد پھر سے الارم بج اٹھا حدیر نے لیٹے لیٹے ہی اکتا کر الارم کو ڈس مس کر دیا۔

تیسری بار پھر وہی ہوا ----------

حدیر کوفت کے مارے اٹھ کر بیٹھ گیا, نیند تو ویسے خراب ہو گئ تھی وہ بستر چھوڑتا بیڈ سے نیچے اتر آیا۔ ادھر ادھر متلاشی نظریں گھمائیں لیکن وہاں نویرہ ہوتی تو دکھائی دیتی ۔

طبیعت پر چھائی سستی کی وجہ سے آج اس نے جوگنگ اور پریکٹس سے بھی چھٹی مار لی۔

"کمال ہے یہ لڑکی اتنی صبح صبح کہاں غائب ہو گئی ہے؟" کمرے میں نویرہ کو نہ پا کر وہ منہ ہی منہ میں ممناتا لڑکھڑاتے قدموں سے واش روم میں گھس گیا۔

"یس۔۔۔۔۔۔۔۔اٹھ گیا۔" نویرہ نے بچوں کی تالی بجائی۔

پاس کھڑے نیوز پیپر اٹھائے چوکیدار نے اچھنبے سے اپنی چھوٹی بیگم صاحبہ کو دیکھا۔

نویرہ نے چوکیدار کو دیکھتے ہی ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ جلدی سے نیچے کر لیے۔

آئیڈیا نمبر ٹو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(نیوز پیپر)

"یہ نیوز پیپر آپ مجھے دے دیں میں حدیر کو دے دوں گی۔۔۔۔۔آپ جائیے!" نویرہ نے مسکرا کر بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

چوکیدار چھوٹی بیگم صاحبہ کے رویے سے بڑا متاثر ہوا اور سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

حدیر صبح اٹھتے ہی ناشتے سے پہلے نیوز پیپر پڑھتا تھا۔ جس دن اسے وقت پر نہیں ملتا تھا اس دن بے چارے چوکیدار کی خیر نہیں ہوتی تھی۔

نویرہ کمرے میں آ گئی۔

اور ایک ایک پیج الگ کر کے ڈسٹنگ کرنے لگی کبھی کھڑکیاں تو, کبھی فرنیچر , پھر دروازے کی باری آئی۔

حدیر جب تک فریش ہو کر واش ر سے باہر نکلا وہ نیوز پیپر کا آخری پیج لے کر سینٹرل ٹیبل

رگڑنے میں ہلکان ہو رہی تھی۔

حدیر نے بڑی حیرانی اور فرست سے ایک نظر نویرہ اور دوسری نظر اخبار کے چھوٹے چھوٹے گول مول بنے بالز پر ڈالی, جو یہاں وہاں فرش پر گرے پڑے تھے ۔

"چوکیدار آج کا اخبار نہیں لے کر آیا کیا؟" اس نے گیلے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے نویرہ سے استفسار کیا۔

نویرہ ہونق بنی اسے ٹکر ٹکر تکنے لگی۔

"آ--------وہ--------پتہ نہیں یہاں ایک اخبار پڑا ہوا تو تھا میں نے اٹھا کر ڈسٹنگ شروع کر دی ۔" نویرہ نے معصومیت کی حد کر دی۔

حدیر نے چونک کر اس کے ہاتھ والا پیج لے کا ڈیٹ چیک کی تو نیوز پیپر آج کا ہی تھا۔

"زوجہ محترمہ! یہ آج کا ہی اخبار تھا---------جس کا آپ نے حشر نشر کر دیا ہے ۔ "

"ایم سوری ! مجھ سے غلطی ہو گئ مجھے نہیں پ--------"

"ریلیکس! اخبار ہی تھا آج اگر نہ پڑھا تو دنیا کا نظام رک نہیں جائے گا---------اتنی معمولی سی بات کے لیے تمہیں سوری بولنے کی ضرورت نہیں۔" حدیر فارمل سے انداز میں کہتا کلائی پر گھڑی باندھنے لگا۔

"معمولی سی بات----------اگر یہی غلطی بے چارہ چوکیدار کرتا تو پورا گھر کو پتہ چلتا ۔ " نویرہ حیران و پریشان سی رہ گئ۔

"اور ڈسٹنگ کے لیے کپڑے کیا ختم ہو گئے تھے اپنے ہاتھ دیکھو جتنے گندے کر لیے ہیں, کتنی بار کہا ہے کہ ان کاموں کے لیے ملازمین ہیں پتہ نہیں تم پھر بھی خود کو کیوں تھکاتی رہتی ہو۔"

یہ غصہ نہیں تھا حدیر کو اس کی فکر ہو رہی تھی۔

وہ دل ہی دل میں خوش ہوتی ہاتھ دھونے واش روم میں چلی گئ۔

آئیڈیا نمبر تھری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ٹھنڈا ناشتہ)

اتوار والے دن حدیر کمرے میں ناشتہ کرتا تھا۔

"ٹن ٹننانن۔۔۔۔۔۔۔۔بریک فاسٹ از ہیئر۔۔۔۔۔۔۔" موبائل پر مصروف حدیر نے چونک کر اس کے کھنکھناتے انداز کو نوٹ کیا۔

"حدیر ! جلدی سے شروع کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ورنہ ٹھنڈا ناشتہ مزید ٹھنڈا ہو جائے گا۔" اس نے حدیر کو پکارا اور آخری فقرہ دل میں ہی کہہ سکی۔

پھر سیل فون ایک طرف رکھتا اٹھ کر سیدھا بیٹھ گیا۔

نویرہ نے اس کے آگے ناشتے کی ٹرے رکھی۔

نویرہ کو اپنے ساتھ ناشتہ کرتے دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوا۔

وہ بلیک خوبصورت سے ڈریس میں ملبوس , سر پر سلیقے سے دوپٹہ ٹکائے بڑے مگن انداز میں ناشتہ کرنے میں لگی تھی جیسے اس سے اہم کام کوئی اور ہو ہی نہ۔

حدیر نے ایک گہری اور بھرپور نگاہ نویرہ پر ڈالی پھر ناشتہ شروع کر دیا۔

نویرہ جانتی تھی کہ حدیر سنڈے والے دن ناشتے میں پراٹھا لیتا تھا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے نوالہ منہ میں رکھتے ہی وہ بدمزہ سا ہوا۔ پھر چائے اس نے چیک کی وہ بھی ٹھنڈی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔البتہ پانی جسے ٹھنڈا ہونا چاہیئے تھا لیکن نیم گرم تھا۔

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا لیکن نویرہ کو مزے سے ناشتہ کرتے دیکھ کر وہ بھی چپ چاپ ناشتہ کرنے لگا۔

حدیر کو ٹھنڈا کھانا بلکل پسند نہیں تھا لیکن اس نے نویرہ کو اس بارے میں ایک لفظ نہیں کہا۔

ناشتے کے برتن اٹھاتی نویرہ حیران سی دروازے کی جانب چلی گئ۔

آئیڈیا نمبر فور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (فائل خراب کرنا)

لاؤنج میں لیپ ٹاپ پر جھکا حدیر ایک جھٹکے سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آیا۔

وہ کب سے ایک اہم فائل ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔

شاید کمرے میں کہیں رکھ دی ہو یہی سوچ کر اس نے کمرے کا رخ کیا۔

لیکن یہ کیا اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک ہوائی جہاز اڑتا ہوا سیدھا اس کی ناک پر لگا وہ ناک پکڑ کر رہ گیا۔

پھر گھور کر نویرہ کو دیکھنے لگا۔

پورے کمرے میں جہاز ہی جہاز بکھرے پڑے تھے۔

اس مے بچپن میں کہیں کاغذ کے جہاز اور کشتیاں بہت بنائی تھیں اور وہی ہنر آج کام آگیا۔

کہنے والے سچ ہی کہتے ہیں کہ "کوئی بھی ہنر وہ ضائع نہیں جاتا۔" اس نے حدیر کی کیفیت سے لطف اندوز ہو کرسوچا۔

حدیر آرام سے چلتا ہوا اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔۔۔۔۔نہ صرف بیٹھ گیا بلکہ نویرہ کے ہاتھ بھی اپنے ہاتھوں میں تھام لیے۔

اس کے گرم ہاتھوں کی حدت نویرہ بخوبی محسوس کررہی تھی۔

وہ بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس ہلکی ہلکی بڑھی شیو کے ساتھ بے حد چارمنگ اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔

اسے اتنا قریب پا کر نویرہ کی دھڑکنیں کسی اور ہی لے میں دھڑکنے لگیں۔

"نویرہ لک ایٹ می۔۔۔۔!" حدیر کی پکار پر اس نے گھنی پلکوں کی جھالر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم ٹھیک تو ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نوٹ کر رہا تم آج صبح سے عجیب عجیب حرکتیں کر رہی ہو, تمہاری طبیعت تو خراب نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" حدیر کے لہجے میں غصہ کا شائبہ طک نہیں تھا وہ بہت نرمی اور فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں , مجھے کیا ہونا ہے۔"

اس کی امیورٹنٹ فائل نویرہ نے خراب کی تھی جس پر اسے غصہ نکالنا چاہیئے تھا لیکن الٹا وہ فکر۔مند ہو رہا تھا۔

"اس کا مطلب حدیر واقعی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر کے جانے کے بعد وہ سوچتے ہوئے چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر شرما سی گئ۔

آئیڈیا نمبر فائیو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(کپڑے خراب کرنا)

شام کا وقت تھا۔

وہ دونوں اپنے کمرے میں موجود تھے۔

حدیر اپنی ڈریسنگ کے حوالے سے بہت کانشس تھا۔

یہی سوچ کر نویرہ اس کی وارڈروب کی طرف بڑھی۔

حدیر سے پوچھ کر صبح جو اس نے کپڑے پہننے تھے وہ نکال کر استری کرنے لگی۔

"حدیر ! ایم سو سوری ! آپ کی شرٹ مجھ سے جل گئ وہ بھی بری طرح سے۔۔۔۔۔۔" نویرہ منہ بسور کر بولی۔

"اچھا ! دیکھاؤ ذرا کتنی خراب ہوئی ہے؟" حدیر نے لیپ ٹاپ سے مضریں ہٹا کر اس سے پوچھا۔

نویرہ نے شرٹ آگے کر دی ۔ شرٹ کے درمیان سوراخ اتنا بڑا تھا کہ پیچھے کھڑی نویرہ کا چہرہ پورا کا پورا نظر آ رہا تھا۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔گرے کلر کی ہو گی وہ میں نے ابھی تک نہیں پہنی , اب ذرا دھیان سے استری کرنا۔" حدیر

نے ہدایات دیں۔

وہ سر کو جنبش دیتی پھر باہر چلی گئ اور ایک بار پھر سے اسی طرح ہوا ۔

"حدیر سیریئسلی! میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔" وہ اس کے سر پر کھڑی دھیمے سے منمنائی۔

حدیر نے شرٹ اس کے ہاتھ سے لے کر اس کا بھرپور جائزہ لیا۔

"کر استری سے ہی رہی ہو ناں, لگ تو ایسے رہا ہے کہ تم آگ پر جلا کر لا رہی ہو۔" اتنے بڑے سوراخ دیکھ کر حدیر نے حیرانی ظاہر کی۔

وہ سر جھکا گئ۔ اسے تھا اب تو پکا حدیر اسے ڈانٹے گا, اس پر غصہ اتارے گا لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

حالانکہ یہی حرکت کوئی اور کرتا تو وہ غصہ سے پھٹ پڑتا ۔

"تم آرام کرو میں چیک کرتا ہوں شاید استری میں کوئی پرابلم نہ ہو, اگر دونوں شرٹس کا اتنا برا حال ہو سکتا ہے تو تمہیں بھی کرنٹ لگ سکتا تھا اب تم آئرن کے قریب بھی نہیں جاؤ گے سمجھی۔" وہ اسے ڈپٹتا باہر نکل گیا۔

"میں نے چیک کر لیے ہیں استری اور سوئچ دونوں ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔۔۔ڈونٹ وری!"

اس کا اتنا غیرمتوقع برتاؤ دیکھ کر نویرہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

نویرہ نے ہر وہ حربہ آزما لیا تھا جس سے وہ چڑتا تھا یا غصہ ہو سکتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔

کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا۔

حدیر اس کی طرف پشت کیے سو رہا تھا۔

نویرہ نے لب بھینچ کر کچھ پل سوچا پھر ترچھی ہو کر لیٹ گئ ۔

اس نے پہلے ایک دو آرام سے پھر تیسری زور سے حدیر کی ٹانگوں پر ٹانگ ماری۔

حدیر یکدم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"کیا کروں میں اس لڑکی کا اتنی بڑی ہو گئ ہے پر بچپنا ابھی تک نہیں گیا۔" حدیر نے دائیں بائیں سر ہلا کر سرگوشی نما آواز میں کہا۔

پھر چونک کر نویرہ کو دیکھا وہ بنا بستر کے آج بھی سو رہی تھی۔

حدیر نے اس کی ٹانگیں پکڑ کر آرام سے سیدھی کر کے رکھیں۔ اس کے ہاتھ کے لمس سے نویرہ کے جسم میں کرنٹ سا دوڑ گیا۔

پھر حدیر نے اس کے اوپر بستر اوڑھا دیا۔

اور کہنی کے بل لیٹ کر اس کے چہرے کے بلکل پاس چہرہ کیے اسے تکنے لگا۔

اس کی سانسوں کی آواز نویرہ کو اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگی۔ نویرہ نے اپنی سانس تک روک لی۔

"اف فوہ! حدیر پیچھے کیوں نہیں ہو رہا, کیا کروں اس سے زیادہ میں سانس نہیں روک سکتی۔"نویرہ نے بے بسی سے سوچا۔

نویرہ کو چہرے پر جب تپش بڑھتی ہوئی محسوس ہوئی تو وہ یک دم اٹھ کر بیٹھ گئ اور لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

حدیر گڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

"کیا ہوا ۔۔۔۔۔۔۔تم ٹھیک ہو؟" حدیر پریشان سا ہوا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔۔۔ مم۔۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔" وہ لہجے کو ہموار کرتی بولی۔

"تو پھر لمبے لمبے سانس کیوں لے رہی تھی؟" حدیر نے گھور کر دیکھا۔

"وہ شاید ۔۔۔۔۔کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔اس لیے ڈر گئ۔" فی الوقت نویرہ کو یہی بہانہ سوجھا۔

"ایک بار پہلے بھی تم ڈر گئ تھی اور آج بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کتنی بار منع کیا ہے کہ ہارورر ڈرامے کم دیکھا کرو پر نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حدیر کی بات مان محترمہ کی شان میں گستاخی نہ ہو جائے۔" وہ تپ کر بولا۔

نویرہ کو ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ کنٹرول کرگئ۔

وہ بیڈ پر سے ایک جھٹکے سے نیچے اتری ۔

حدیر خاموشی سے تکتا رہا۔

نویرہ لائٹ آن کر کے اس گھوم کر اس کی طرف آ کر سر پر کھڑی ہو گئ۔

حدیر کے چہرے پر سوال ابھرا۔

"وہ -------حدیر -------آج صبح سے اب تک جو کچھ بھی ہوتا رہا ہے کیا آپ کو واقعی کچھ بھی نرا نہیں لگا؟" نویرہ نے کھریدنے والے انداز میں پوچھا۔

حدیر نے فوراً نفی میں سر کو حرکت دی۔

"سچی----------پکا ناں؟" وہ بے یقین ہوئی۔

" ہاں! مجھے تمہاری کوئی بھی بات بری نہیں لگتی پتہ نہیں کیوں----------آج تم نے اتنا کچھ کیا لیکن غصہ نہیں آیا میں خود حیران ہوں۔" حدیر ٹھنڈی سانس کھینچ کر نرمی سے بولا۔

"پر میں کیسے یقین کروں؟" نویرہ نے سر جھکائے انگلیاں مسلنے لگی۔

جدیر چند ثانیے اسے دیکھتا رہا پھر سائیڈ ٹیبل کی دراز میں سے نوٹ پیڈ اور بال پوائنٹ نکال کر اس پر کچھ لکھ کر نویرہ کے آگے کیا۔

"ایسے---------- اب تو آ گیا نہ یقین میں نے اب لکھ کر دے دیا ہے۔" حدیر مبہم سا مسکرا کر بولا۔

نویرہ بھاگتی ہوئی دوسری طرف جا کر بستر سر تک تانے سونے کے لیے لیٹ گئ۔

"ارے لائٹ کس نے آف کرنی ہے محترمہ؟" وہ منہ بسور کر بولا کہ اسے روشنی میں نیند نہیں آتی تھی۔

"آف کورس! آپ نے اور کس نے۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے بستر کے اندر سے جواب دینا ضروری سمجھا۔

حدیر نے مسکرا کر دائیں بائیں سر کو ایسے حرکت دی جیسے کہہ رہا ہو کوئی حال نہیں۔

پھر اٹھ کر کائٹ بند کر دی۔

اب کمرے میں صرف نائٹ بلب کی مدھم روشنی پھیلی تھی۔

"اف ! شارف تم کیا ہو, تمہارا ایک ایک اندازہ پتھر پر لکیر کی طرح ثابت ہوا ہے۔ اور میں آج کے حدیر آپ کو کبھی نہیں آزماؤں گی , مجھے آپ کی محبت پر یقین آ گیا ہے۔" وہ بستر کے اندر ہی مسکرا دی۔

"نویرہ! تم جتنا مرضی مجھے آزما لو , میں تمہاری ہر شرط پر پورا اتروں گا۔"

حدیر کے چہرے پر ذو معنی مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

پھر حدیر نے سونے آنکھیں بند کر لیں۔

اور آج کی رات نویرہ نے ایک بار بھی حدیر کی طرف پشت نہیں کی تھی۔

یہ اس کا حدیر کی طرف پہلا قدم تھا۔

اور راستہ چاہے کوئی بھی ہو پہلا قدم اٹھانے کی دیر ہوتی ہے آگے آسانیاں ہی آسانیاں پیدا ہوتی چلی جاتی ہیں۔

اور پل میں وہ ہو جاتا جس کا انسان نے کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ پاک ذات جو پوری کائنات اور ساتوں آسمانوں کی مالک ہے, جو ہر ممکن کام کو نا ممکن---------اور ہر ناممکن کو ممکن بنانے والی ہے, جو "کن" کہتی ہے تو پس ہو جاتا ہے اور----------وہ ذات صرف اللہ ﷻ کی ذات ہے۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

آج سارا دن اس کا بہت مصروف گزرا یا یوں کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ اس نے جان بوجھ کر خود کو کاموں میں الجھائے رکھا۔

وہ خود کو اتنا وقت بھی نہیں دینا چاہتی تھی کہ بیٹھ کر اپنی محبت جو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئ تھی اس کے انجام پر غم منا سکے۔

گھر آنے کے بعد وہ فریش ہونے کے بعد کمرے سے باہر آئی تو ڈرائنگ روم میں دادو, بوا دادی اور سعدیہ پھوپھو بیٹھی باتیں کرتی نظر آئیں ۔

اس نے کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی پر وقت دیکھا ابھی کھانے میں کچھ گھنٹے باقی تھے وہ بات کرنے کے بعد آرام سے کھانا بنا سکتی تھی۔

وہ ہمت مجتمع کرتی ان کے پاس آ کر بیٹھ گئ۔

اور سوچنے لگی کہ بات کیسے اور کہاں سے شروع کرے؟

تینوں نے چونک کر آئیملک کو دیکھا جو خاموشی سے گہری سوچ میں ڈوبی کسی غیر مرئی نقطے کو

گھور رہی تھی۔

"کیا بات ہے ابی بچے! تم کچھ پریشان پریشان سی لگ رہی ہو, آفس میں سب ٹھیک ہے ؟" دادو سے بھی پہلے بوا دادی نے دریافت کیا۔

وہ سر جھٹک کر ان کی طرف متوجہ ہو گئ۔ " ہاں بوا دادی! آل از گڈ۔"

"چلو! پھر تو اچھی بات ہے اللہ سب ٹھیک ہی رکھے, پہلے کون سا کم آزمائشیں آئی ہیں اس خاندان پر , اب کچھ اور جھیلنے کی مجھ میں سکت نہیں ہے۔" دادو نے آزردگی سے کہا۔

"کچھ نہیں ہو گا تم خواہ مخواہ پریشان نہ ہوا کرو۔ اتنے عرصے بعد خوش اس کی گھر کی دہلیز پر آئی ہے سب بھول کر تیاریوں میں لگ جاؤ بس۔۔۔۔۔" بوا دادی نے ہمیشہ کی طرح دادو کو حوصلہ دیا۔

آئیملک اور سعدیہ نے تشکر آمیز انداز میں بوا دادی کو دیکھا کہ مشکل گھڑی میں انھوں نے ہی فاطمہ بیگم کو سنبھالا , ان کی ڈھارس بندھائی۔

"ووہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دادو , بوا دادی , پھوپھو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اچھا ہوا آپ تینوں یہاں ایک ساتھ مل گئیں مجھے الوینہ کے بارے میں کچھ ضروری بات کرنی تھی۔" نچلا لب کاٹتے ہوئے آئیملک نے تمہید باندھی۔

"ہاں ہاں۔۔۔۔۔کہو, کیا کہنا چاہتی ہو؟" دادو نے پیار سے کہا۔

"میں چاہتی ہوں میری شادی کے ساتھ ساتھ الوینہ کی بھی شادی ہو جائے۔ "آئیملک اٹھ کر

دادو کے پاس آ کر ان کے ہاتھ تھام کر بولی۔

تینوں خواتین نے بے حد حیران سے پہلے آئیملک کو پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔

اپنے کمرے سے باہر نکلتے نمال کے قدم یک لخت آئیملک کی بات پر رکے تھے۔ " ملک! کیا کرنے جا رہی ہے؟" نمال نے ازحد پریشانی سے سوچا۔

"ٹھیک ہے لیکن بچے ! اچھا رشتہ اتنی جلدی کیسے ملے گا؟" دادو نے سوال اٹھایا۔

"اچھا رشتہ جب گھر موجود ہو تو باہر ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے دادو!" آئیملک مسکرا کر بولی۔

"تمہارا اشارہ ارسل کی طرف ہے ہر وقت تو وہ دونوں بچوں کی طرح لڑتے جگھڑتے رہتے ہیں۔"

دادو کی بات پر آئیملک نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ارسل بہت اچھا لڑکا ہے دادو , ہر قدم پر اس نے الوینہ کا ساتھ دیا ہے وہ اپنا کام چھوڑ کر اس کا کرنے لگ جاتا ہے, اپنے سے زیادہ اس کی پروا کرتا ہے, لیکن الوینہ اسے صرف اپنا ایک اچھا دوست سمجھتی ہے اور------"

وہ طویل بات کرتی یکدم رک گئ۔

"اور کیا؟" کب سے چپ بیٹھی سعدیہ نے بے چینی سے فوراً پوچھا۔

"اور یہ کہ--------الوینہ نمال سے محبت کرتی ہے۔" آئیملک نے سر جھکا کر آہستگی سے کہا۔

تینوں ہکا بکا اس کا منہ تکنے لگ گئیں۔

اس انکشاف پر نمال حیران و ششدر رہ گیا۔

"الوینہ مجھ سے پیار کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ کیسے ہوسکتا ہے میں نے تو آج تک صرف اسے ایک اچھی دوست کی نظر سے دیکھا ہے۔" نمال نے سوچتے ہوئے سختی سے لب بھینچ لیے۔

"اور مجھے لگتا ہے کہ نم۔۔۔۔۔۔نمال ۔۔۔۔۔۔۔۔نمال بھی ہماری انو کو چاہتا ہے ۔ "آئیملک نے خود سے ہی نظریں چرا کر بمشکل کہا۔

نمال کی کشادہ پیشانی پر ایک ساتھ کئی بل پڑ گئے۔

بوا دادی اور سعدیہ نے افسردگی اور بے بسی سے ایک دوسری کی جانب دیکھا۔ ان دونوں کو ارسل کی فکر ستانے لگی۔

"نمال مجھے شروع دن سے ہی پسند ہے, بہت سلجھا ہوا اور نیک بچہ ہے۔ اگر دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" فاطمہ بیگم نے شگفتہ اور سعدیہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور خوش ہو کر کہا۔

آئیملک یکدم کھل اٹھی ۔

"مطلب آپ راضی ہیں اس رشتے پر۔۔۔۔۔۔۔"

"ہاں بچے۔۔۔۔۔۔! میں نے نمال کو پرکھا ہے وہ ہر لحاظ سے بہتر ہے ۔۔۔۔۔۔ہماری الوینہ تو خوش قسمت ہے جو وہ اسے پسند کرتا ہے۔ کمال ہے یہ خیال مجھے پہلے کیوں نہیں آیا۔"

آئیملک کی بات کے جواب میں دادو نے ہنس کر کہا۔

فرطِ مسرت سے آئیملک دادو کے گلے لگ گئ۔

"بہتر نہیں وہ پرفیکٹ ہے دادو اور ہماری انو واقعی خوش قسمت ہے۔" آئیملک کے آنسو پلکوں کی جھالر سے ٹوٹ کر گرے تھے۔ پھر جلد ہی خود پر قابو پا کر وہ ان سے الگ ہو گئ۔

"نمال راضی ہے اس رشتے پر ----------؟" بوا دادی نے چونک کر اس سے پوچھا۔

"ہاں ! میری بات ہو گئ ہے, اسے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ وہ تو بہت خوش ہے۔" آئیملک نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

ان دونوں کو اتنا خوش دیکھ کر سعدیہ اور شگفتہ بھی ساری باتیں بھلا کر ان کی خوشی میں شریک ہو گئیں کہ اسی میں بہتری تھی۔

"ملک ! تم میرے جذبات کا یوں بے رحمی سے خون نہیں کر سکتی ۔" وہ غصے کی انتہا پر پہنچ گیا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے میں آ گیا اور دروازہ زور سے بند کر دیا۔

"ہیں -----یہ آواز کیسی تھی؟" دادو نے چونک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں دادو! ہوا سے کوئی کھڑکی بند ہوئی ہو گی ۔ آپ یہ سب چھوڑیں اور بتائیں الوینہ کا رشتہ لے کر نمال کے گھر کب جا رہی ہیں؟" آئیملک نے بے تابی سے پوچھا۔

"تھوڑا دھیرج رکھو لڑکی ایک دو دن میں چلتے ہیں۔ دو دو شادیاں -------کیسے ہوں گے اتنے سارے انتظامات -------میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" فاطمہ بیگم نے گھبرا کر شگفتہ

اور سعدیہ کی طرف دیکھا۔

"ارے ہو جائے گا سب , تم کیوں فکر کرتی ہو میں ہوں ناں سب سنبھال لوں گی۔" شگفتہ نے خوشدلی کا مظاہرہ کیا۔

فاطمہ بیگم مسکرا دیں۔ ان کے چہرے پر حقیقی خوشی کے رنگ چمکنے لگے۔

"یااللہ ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ دونوں بچیوں کے فرض سے سبکدوش ہو کر میں آخرت میں اپنے بچوں کے سامنے سر خرو ہو سکوں گی۔"

"انشاءاللہ ! ایسا ہی ہو گا۔۔۔۔" شگفتہ نے ان کے ہاتھ تھپتھپائے۔

آئیملک نڈھال قدموں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

واش روم گھس کے وہ جی بھر کے روئی , جب دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو اس نے منہ پر ٹھنڈے پانی کے تین چار چھپاکے مارے اور ٹاول سے چہرہ صاف کرتی باہر نکل آئی۔

اسی پل نمال انتہائی غصے میں اس کمرے میں آیا تھا۔

آئیملک کے چہرے کے زاویے یکدم بدلے۔

"واٹ آر یو ڈوئنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔؟" نمال کو دروازہ بند کرتے دیکھ کر وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ملک! میری طرف سے تمہیں کھروچ تک نہیں آئے گی, میں کانٹے کے برابر بھی تمہیں تکلیف دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" اس کے گھبراہٹ زدہ چہرے پر نگاہ ڈالتا وہ اس کے قریب آنے لگا۔

"میں کیوں ڈروں گی اور تم یہاں کرنے کیا آئے ہو نکلو میرے کمرے سے ابھی کے ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسے پیچھے دھکیلتی ہوئی کپکپاتی آواز میں بولی۔

"چلا جاؤں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیوں دل دکھایا میرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم اچھی طرح سے جانتی ہو میں الوینہ سے نہیں تم سے پیار کرتا ہوں تو پھر تم نے یہ ڈرامہ کیوں رچایا۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔۔۔۔جواب دو مجھے ملک۔۔۔۔۔۔۔کیوں کیا ایسا؟" وہ اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑ کر بولا۔

"ڈونٹ ٹچ می ۔۔۔۔۔۔۔۔چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں تمہاری کسی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتی۔" وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی چبا چبا کر بولی۔

"نہیں ملک! جواب تو تمہیں دینا ہی ہو گا۔ میں ابھی سب کو جا کر بتا دیتا ہوں کہ میں اور تم ایک دوسرے سے کتنا پیار کرتے ہیں , ہم ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں ہمیں کوئی جدا نہیں کر سکتا۔" نمال نے ٹوٹے لہجے کو جوڑ کر کہا۔

ایک پل کے لیے وہ اس کی نم نیلی آنکھوں میں مچلتے جذبات کو دیکھ کر پگھلی تھی , اس کا دل سکڑ کر جیسے یکدم پھیلا تھا۔

"نہیں آئیملک ! یہ وقت کمزور پڑنے کا نہیں ہے اگر نمال کے سامنے ابھی کمزور پڑ گئی تو سب گڑ بڑ ہو جائے گی۔ مجھے کچھ بھی کر کے نمال کو الوینہ سے شادی کرنے کے لیے منانا ہی ہو گا۔"آئیملک نے سوچتے ہوئے سر جھٹکا پھر اس کی گرفت سے اپنے بازو چھڑوا کر دو قدم پیچھے

ہٹ گئ۔

"میں تم سے پیار نہیں کرتی نمال, میں افغال سے پیار کرتی ہوں اور صرف دو مہینے بچے ہیں ہماری شادی میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیوں تم بھول جاتے ہو میں کسی منگیتر ہوں۔" وہ غصے سے دانت پیس کر کہتی رخ پھیر گئ۔

"تم جھوٹ بول رہی ہو, میں جانتا ہوں تم بھی مجھ سے پیار کرتی ہو۔ تم باقی سب کو بے وقوف بنا سکتی ہو لیکن مجھے نہیں اور جہاں تک افغال سے تمہارے رشتے کی بات ہے تو ابھی صرف منگنی ہوئی ہے نکاح نہیں ہوا ہے۔" نمال نے اس کا رخ اپنی طرف موڑ کر اب کی بار نرمی سے کہا۔

"نمال پلیز جاؤ یہاں سے میرا دماغ خراب مت کرو, اس موضوع پر مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی اور یہ خوش فہمی اپنے دل و دماغ سے نکال دو کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

وہ ابرو اٹھا کر کہتی دروازے کی طرف بڑھنے لگی جب نمال نے اس کا ہاتھ پکڑ اپنی طرف کھینچا۔

"اچھا! میں نہیں جانتا کہ ان دو دنوں میں ایسا کیا ہو گا جس نے تمہیں مجھ سے دور کر دیا ہے۔ میں نے خود تمہاری آنکھوں میں اس دن پیار کے جذبات اور تحریریں پڑھی تھیں, کیسے بھول سکتی ہو تم وہ سارے لمحے جو ہم نے ایک ساتھ گزارے ۔"

نمال نے اس کی روئی روئی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"دو دن مکس ہنس کر بات کیا کرلی تم تو کچھ اور ہی سمجھ بیٹھے , تم نے تو خوش فہمیوں کے پہاڑ

ہی کھڑے کر لیے ہیں۔ ایم سوری مسٹر نمال مراد علی! ہمارے درمیان نہ پہلے کچھ تھا اور نہ ہی آج۔۔۔۔۔۔"آئیملک نے دونوں بازو سینے پر حمائل کر کے اٹل انداز میں کہا۔

نمال اسے دیکھتا رہ گیا۔

"اگر ہمارے بیچ کچھ بھی نہیں ہے تو یہ پھول ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ پھول یہاں کیوں سجا کر رکھے ہیں یہ وہی پھول ہیں جو میں نے کل تمہارے لیے بھیجے تھے۔" نمال اسے پکڑ کر سائیڈ ٹیبل کے پاس لے آیا جہاں اس نے کتنے پیار سے کل گلدان میں پھول سجائے تھے ۔

"اوہ شٹ ! ان پھولوں کو چھپانا تو یاد ہی نہیں رہا۔"آئیملک نے سوچتے ہوئے سختی سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

"تمہاری یہ غلط فہمی بھی میں ابھی ختم کر دیتی ہوں, میرے نزدیک ان پھولوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" اس نے بے تاثر لہجے میں کہا اور گلدان سے پھول نکال کر ان کی پتی پتی کر کے اٹھا کر نیچے فرش پر پھینکا اور جوتوں سے مسل دیا۔

اس پل نمال کی آنکھوں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی اس کا دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوا تھا۔

"بس یا کچھ اور۔۔۔۔۔۔۔"آئیملک نے دونوں ہاتھ جھاڑ کر لاپروائی سے کہا۔

"تم بہت غلط کر رہی ملک! کیوں اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی اذیت دے رہی ہو۔"

"مجھے بہت نیند آ رہی ہے اور فی الوقت تو تمہاری یہاں موجودگی میرے لیے تکلیف کا باعث بن

رہی ہے۔" وہ اکتاہٹ و بیزاری کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ گویا ہوئی۔

نمال نے خود پر ضبط کرتے ہوئے سختی سے مٹھیاں بند کر کے کھولیں تھیں۔ وہ چند لمحے کھڑا اسے تکتا رہا تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کی دیر تھی آئیملک نے نیچے دیکھا پھر فوراً سے پیر پیچھے کیے تھے ۔

گھٹنوں کے بل وہ فرش پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گئ اور پتھائی نظروں سے بری طرح مسلے ہوئے پھولوں کو دیکھنے لگی۔

اس سے زیادہ وہ ضبط نہ کر سکی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

پھولوں کی پتیوں اور سبز ڈنڈیوں کو ہاتھوں میں بھر کر اس نے پہلے اپنی آنکھوں کے ساتھ لگایا پھر سینے کے ساتھ لگا کر وہ پتہ نہیں کتنی دیر روتی رہی۔

پھر مردہ قدموں سے چلتی ہوئی وہ اپنی وارڈ روب کی طرف آئی اور شاپنگ بیگ نکال کر ایک پتی اٹھا کر اس میں محفوظ کرنے لگی۔

اب فرش پر ایک بھی پتی اور ڈنڈی نظر نہیں بچی تھی ۔آئیملک نے شاپنگ بیگ کو اپنے کپڑوں کے پیچے چھپا کر رکھ دیا۔

پھر گہری سانس بھرتی اپنے بستر پر آ کر چت لیٹ گئ۔

"تمہیں اذیت پہنچا کر میں دہری تکلیف سے گزرتی ہوں نمال---------- تمہیں چوٹ پہنچا کر میں خود نجانے کتنے پہر روتی رہتی ہوں, ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔" وہ دل ہی دل میں

سوچتی کروٹ بدل گئ اور پھر سے بہتے آنسوؤں کو اس نے بے دردی سے صاف کر دیا۔

☆☆☆ ☆☆☆

یہ شام کا وقت تھا۔

"حدیر بس آتا ہی ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے سوچتے ہوئے دروازے کی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھا۔

"لگتا ہے آج کچھ زیادہ ہی بے صبری سے انتظار ہو رہا اپنے سرتاج کا۔۔۔۔۔۔" نویرہ کو بار بار دروازے کی جانب نظریں دوڑاتے دیکھ کر فضہ نے چھیڑا۔

نویرہ اسے گھورتی جھینپ سی گئ۔

نویرہ نے کلاک پر وقت دیکھا پھر اٹھ کر کچن میں آ کر کھانے کا جائزہ لینے لگی سب کچھ تیار تھا۔

دفعتاً ڈور بیل بجی۔ نویرہ کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔

اس نے ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگانے کی غرض سے ڈونگہ اٹھا کر اس میں گرم گرم آلو قیمہ ڈالا جو حدیر کے پسندیدہ کھانوں میں سے ایک تھا۔

ساتھ اس نے مصوری پکاؤ بنایا تھا وہ بھی ایک ڈش میں نکالا اور سالن والا ڈونگہ اٹھا کر کچن

سے باہر آ گئ۔

سمیر سیل فون کان سے لگائے بات کرتا ہوا کچن کی جانب پانی پینے کی غرض سے بڑھا لیکن سامنے سے اپنے ہی خیالوں میں کھوئی نویرہ سے بری طرح سے ٹکرا گیا۔

دونوں کا دھیان ہی کہیں اور تھا۔

نویرہ نے چونک کر سمیر کی شرٹ دیکھی جس پر ڈونگہ الٹنے کی وجہ سے اچھا خاصا آئل لگ گیا۔

نویرہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

سمیر نے فون بند کر کے اپنی صاف بے داغ شرٹ کو داغدار دیکھا تو یکدم سے غصے سے نویرہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"ایم ---------ایم سو سوری! سمیر مجھے نہیں پتہ تھا آپ آگے سے آ رہے تھے۔" نویرہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر شرمندگی سے بولی۔

"کیوں پتہ نہیں چلا----------آنکھیں نہیں ہیں کیا جو دکھائی نہیں دیا۔" وہ انتہائی غصے میں تپ کر بولا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں ----------میں نے واقعی ! آپ کو نہیں دیکھا ورنہ میں ایک طرف ہو جاتی۔ لاؤ میں صاف کر دیتی ہوں۔" نویرہ نے تحمل مزاجی سے کام لیا۔اور ڈونگہ فضہ کو پکڑا کر دوپٹے کا پلو پکڑ کر صاف کرنے لگی لیکن سمیر نے بدتمیزی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"زیادہ ڈرامے بازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں تم جیسی

لڑکیوں کو , اوپر سے کچھ ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"سمیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ان سے کچھ فاصلے پر کھڑا حدیر کب سے سب دیکھ رہا تھا یکدم دھاڑ کر بولا۔

سمیر ادھر ہی چپ کا چپ رہ گیا۔

"یہ تم کس لہجے میں نویرہ سے بات کر رہے تھے , بڑوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تم میں, کم از کم رشتے کا ہی لحاظ کر لیتے بھابھی ہے وہ تمہاری۔" پاس آ کر حدیر بارعب انداز میں بولا۔

سمیر نے ہونٹ سختی سے بینچ لیے۔ یہ سچ تھا کہ وہ نویرہ کو شروع دن سے ناپسند کرتا تھا لیکن حدیر سے پیار کے ساتھ ساتھ وہ بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے احترام بھی بہت کرتا تھا۔

"معافی مانگو نویرہ سے ابھی کے ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اسے ہنوز خاموش کھڑا دیکھ کر حدیر نے دبے دبے غصے سے کہا۔

"حدیر پلیز غلطی میری ہے مجھے دیکھ کر چلنا چاہیئے تھے , سمیر کا غصہ جائز ہے اس کے سارے کپڑے خراب کر دیئے میں نے۔" نویرہ نے دھیرے سے کہہ کر سر جھکا لیا۔

"شرٹ ہی خراب ہوئی ہے جا کر چینج کر لے اس میں بدتمیزی کرنے والی کیا بات تھی تم نے معافی بھی تو فوراً مانگ لی تھی اور اب یہ اپنی بدتمیزی کے لیے مانگے گا , آئی تھنک اٹس ناٹ آ بگ ڈیل۔۔۔۔۔۔۔کیوں سمیر صحیح کہہ رہا ہوں نا میں؟" حدیر نے ابرو اچکا کر آخر میں سمیر کو

مخاطب کیا۔

"جی بھائی۔۔۔۔۔۔" سمیر نے اثبات میں سر کو حرکت دے کر ادب سے کہا۔

"تو پھر کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو, معافی مانگو۔"

"ایم سوری !" وہ بنا نویرہ کی طرف دیکھے تیز تیز لہجے میں بول کر جانے لگا۔

"رکو! آئندہ نویرہ سے اس لہجے میں بات کرنے کے بارے میں سوچنا بھی

مت۔۔۔۔۔۔۔۔انڈرسٹینڈ ۔۔۔۔ جاؤ اب۔"

"جی بھائی! آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" سمیر سر جھکائے آہستگی سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔؟" حدیر نے فکر مندی سے پوچھا۔

نویرہ حیرانی سے سر ہلاتی دوبارہ کچن میں گھس گئ۔

"شاباش ! میرے بیٹے! تم نے بہت اچھے طریقے سے ہینڈل کیا ہے مجھے فخر ہے تم پر کہ تم میرے بیٹے ہو اور میں بے حد خوش ہوں کہ تم نویرہ کے ساتھ ٹھیک ہو گئے ہو۔" اپنے پیچھے کھڑے شیرازی صاحب کی آواز پر حدیر فوراً سے مڑا تھا۔

"تھینکس پاپا۔۔۔۔۔۔۔" شیرازی صاحب کو خوش دیکھ کر وہ بے طرح خوش ہوا۔

"سسرال میں بیوی کی عزت اپنے شوہر کی وجہ سے ہوتی ہے اور تم نے آج ثابت کر دیا ہے کہ تم میرے ہی بیٹے ہو, جو تربیت میں نے تمہیں دی ہے تم اس پر پورا اترے

ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ جیتے رہو , خوش رہو اور میری بیٹی کا اسی طرح خیال رکھنا , آج تم نے میرا سیروں خون بڑھا دیا ہے۔"

شیرازی صاحب اس کا کندھا تھپتھپاتے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

آج کتنے مہینوں بعد اس کے پاپا نے اس سے پہلے کی طرح محبت و شفقت سے بات کی تھی۔

وہ خوشگوار موڈ کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔

☆☆☆□☆☆☆

الوینہ تھکی ہاری گھر میں داخل ہوئی ۔

دادو اسے لاؤنج میں ہی نظر آ گئیں۔ ان کے قریب آ کر اس نے سلام کیا۔

پھر دادو نے جو خوشخبری اسے سنائی وہ یک بیک تازہ دم ہو گئ اور شرماتی , لجاتی کمرے کی طرف بھاگی۔

"تھینک یو سو مچ ابی! تم بہت بہت بہت اچھی ہو, میں کتنی لکی ہوں ناں جسے تم جیسی بہن ملی ہے۔" الوینہ آتے ہی آئیملک سے لپٹ کر گول گول گھومنے لگی۔

آئیملک اسے اتنا خوش دیکھ کر مسکرا کر دیکھتی رہی۔

الوینہ کچھ دیر اس سے باتیں کرنے کے بعد فریش ہونے کے لیے واش روم میں گھس گئ۔

یہ رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔

آئیملک بے چینی سے کروٹیں بدلتی یکدم اٹھ کر بیٹھ گئ ۔

"کہیں نمال کل کوئی گڑ بڑ نہ کر دے , مجھے اس سے ایک بار پھر بات کرنی ہی ہو گی----------" وہ کچھ دیر بیٹھی سوچتی رہی پھر ایک نظر الوینہ کو دیکھا جو گہری نیند سو رہی تھی۔

"نہیں ----------کہنا سے بات بڑھ نہ جائے ایسا کرتی لکھ کر کاغذ اس کے کمرے میں رکھ دیتی ہوں -------ہاں یہ صحیح رہے گا۔" وہ سر ہلاتی رائٹنگ ٹیبل کے پاس آ گئ۔

پھر کاغذ پر کچھ لکھ کر اسے نوٹ پیڈ سے الگ کرلیا۔

گیلری کی طرف ایک دروازہ کھولتا تھا وہ اسے احتیاط سے کھول کر گیلری میں آ گئ۔

گھر کی پچھلی طرف ہر کمرے کے باہر تنگ سی گیلری بنی ہوئی تھی اور ہر کمرے کا دوسرا دروازہ گیلری کی جانب کھلتا تھا۔

وہ چور قدموں سے چلتی ہوئی نمال کے کمرے کی پچھلی طرف بنی کھڑکی کے پاس آ کر رک گئ۔

اس نے جھانک کر اندر دیکھا نمال سو رہا تھا اس نے سکون کی سانس لی۔

کھڑکی پہلے سے کھلی تھی اس نے اس پر چڑھ کر بلیوں کی طرح اندر چھلانگ لگا دی۔

کمرے میں صرف نائٹ بلب کی مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

وہ سائیڈ ٹیبل کے پاس آ گئ اور مٹھی میں بند کاغذ ٹیبل پر رکھ دیا ۔

اس نے ایک بھرپور نظر بیڈ پر سوئے نمال پر ڈالی۔

سوئے ہوئے بھی اس کے چہرے پر تکلیف اور پریشانی کے تاثرات جھلک رہے تھے۔

آئیملک نے ٹھنڈی سانس خارج کی ۔ کچھ پل اسے تکتی رہی پھر الٹے قدموں واپس مڑ گئ۔

صبح پورے گھر میں ایک ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی۔

دن کی شروعات ہی پر اسرار انداز میں ہوئی تھی۔

آج الوینہ نے آفس سے چھٹی مار لی کہ آج کا دن اس کے لیے خاص الخاص تھا۔۔۔۔۔۔۔پھر اس کا آفس میں کہاں دل لگنا تھا۔

فاطمہ بیگم , شگفتہ , سعدیہ اور احتشام نمال کی فیملی سے ملنے گئے ہوئے تھے ۔

نمال اسے صبح سے نظر نہیں آیا تھا۔

آئیملک بھی آفس جا چکی تھی۔

"پتہ نہیں نمال کے مما پپا ہاں کرتے ہیں یا نہیں۔۔۔۔" یہی سوچ اسے بے چین کر رہی تھی۔

الوینہ بے تابی سے ہال میں ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

دوپہر ڈھلنے کو تھی جب ان لوگوں کی واپسی ہوئی۔

الوینہ سر جھکائے بری طرح انگلیاں مسل رہی تھی جب دادو اس کے پاس آ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا کر پیار کرنے لگیں۔

"بہت بہت مبارک ہو سب کو بھئی۔۔۔۔۔۔" بوا دادی نے اونچی آواز میں کہا اور صوفے پر گر سی گئیں۔

"رشتہ پکا ہو گیا کیا, وہ لوگ مان گئے۔۔۔۔۔؟" شہریار آج اتفاق سے گھر پر ہی تھا پرجوش ہو کر بولا۔

نمال اسے بھی بہت پسند تھا۔

"ارے کیوں نہ مانتے میری بچی میں کسی چیز کی کمی ہے کیا, لاکھوں میں ایک ہے۔" سعدیہ الوینہ کے پاس آ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دے کر بولیں۔

"ارے واہ ! پھر تو منہ میٹھا کرنا بنتا ہے۔" شہریار نے خوشی سے کہتے ہوئے سویٹ کے ڈبے میں سے گلاب جامن کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں رکھا۔

احتشام نے الوینہ کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھا۔

الوینہ تقریباً بھاگتی ہوئی کمرے میں گئی۔

خوشی کے مارے وہ گول گول گھومتی رقص کرتی بیڈ پر جا گری۔ خوشی اتنی تھی کہ اس سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی۔

اس نے جھٹ سے آئیملک کو کال ملائی۔

"مبارک ہو بہت بہت تمہاری دلی مراد بر آئی۔ "آئیملک نے کال ریسیو کرتے ہی کہا تو الوینہ حیران سی ہوئی ۔

"خیر مبارک پر تمہیں کیسے پتہ چلا؟" الوینہ نے اسے غائبانہ گھور کے پوچھا۔

"بس ایسے ہی مجھے یقین تھا ہاں ہی ہو گی۔" آئیملک پھیکی سی مسکراہٹ سجا کر بولی۔

"خیر چھوڑو--------ہائے فائلی---------فائلی! وہ دن آ ہی گیا جس کا میں نے تصور بھی نہیں کیا تھا----------اور یہ سب تمہاری وجہ سے ممکن ہو سکا ہے ابی----------میں بتا نہیں سکتی کہ کتنی خوش ہوں , مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی میں سیلیبریٹ کیسے کروں۔" وہ چہک کر بولی۔

"گھر آتی ہوں پھر پلان کرتے ہیں کچھ -------ابھی میں--------فون رکھتی ہوں---"وہ ٹھہر ٹھہر کر بدقت بولی۔

"اوکے! ایم ویٹنگ!" الوینہ کھنکھناتی آواز آئی پھر رابطہ منقطع ہو گیا۔

آئیملک آفس چیئر کی پشت پر سر ٹکا کر چھت کو گھورنے لگی۔

"نمال جدائی مبارک ہو------!" اس کے لب آہستگی سے ہلے تھے۔ آنسوؤں دونوں آنکھوں سے قطار در قطار بہہ کر کرسی کی فوم میں جذب ہوتے چلے گئے۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

www.classicurdumaterial.com

گھر میں اچانک سے فضہ کی شادی کا شور اٹھا تو گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئ۔

شادی کی ڈیٹ تیسرے مہینے کی بارہ تاریخ کو طے پا گئ۔

ہر کوئی سب کچھ بھلائے شاداں و فرحاں بڑے جوش و خروش سے شادی کی تیاریوں میں لگ گیا۔

آئے روز بازار کے چکر لگنے لگے۔

آج بھی وہ گھر پر اکیلی رہ گئ۔

حدیر اور شیرازی صاحب کے آفس جانے کے بعد سمیر راحیلہ اور فضہ کو لے کر شاپنگ کے لیے مارکیٹ کی طرف نکل گیا۔ حالانکہ فضہ نے بارہا کہا کہ نویرہ بھی ساتھ چلے گھر میں اکیلی رہ جائے گی لیکن راحیلہ اور سمیر نے جھٹ سے منع کر دیا۔

نویرہ ی کوئی بہن نہیں تھی وہ فضہ کو ہی اپنی چھوٹی بہن مانتی تھی , اسی لیے وہ دل مسوس کر رہ گئ۔

لاؤنج میں آ کر اس نے ٹی وی لگا لیا لیکن ٹی وی بھی اس کی کوفت دور نہ کر سکا۔

وہ بھٹکی روح کی طرح کبھی یہاں تو کبھی وہاں چکراتی پھر رہی تھی۔

ابھی بھی وہ اپنے کی کھڑکی کھولے باہر لان میں جھانکا تانکی کر رہی تھی جب اس کی نظر پھولوں کی طرف پڑی۔

"یہ مالی بابا بھی نا --------میرے پھولوں کا بلکل خیال نہیں رکھتے مجھے ہی کچھ کرنا پڑے

ایسے کام چلتا رہا تو سارے کے سارے مرجھا جائیں گے۔" اس نے افسردگی سے سوچا۔

پھر کچھ سوچ کر وہ لان میں چلی آئی۔

ضرورت کا سارا سامان وہ مالی بابا سے لے آئی۔

پھر اس نے کمر کس لی۔

"ارے بٹیا! لاؤ میں کچھ مدد کر دیتا ہوں ہاتھ گندے ہو جائیں گے۔" اسے کیاریوں کی دھڑا دھڑ کھرپے سے گوڈی کرتے دیکھ کر مالی بابا سے رہا نہ گیا پاس آ کر بولے۔

"اف فوہ! آپ اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور ویسے بھی آج نویرہ کا دن ہے آپ آج بیٹھیں گے اور میں آپ کی جگہ کام کروں گی۔ گھر میں کوئی بھی نہیں آپ بے فکر ہو کر آرام کریں۔"

گیلی مٹی میں اٹے ہاتھوں کی مدد سے اس نے بالوں کی کچھ لٹیں کان کے پیچھے کیں۔ نتیجتاً اس کے روئی جیسے گال پر بھی مٹی لگ گئی۔

اس نے ساری گوڈی کرنے کے بعد بھاری بھرکم کٹر اٹھا لیا اور پودوں کی کانٹ چھانٹ شروع کر دی۔

بے جان اور مردہ پتے کٹ کٹ کے نیچے گرنے لگے۔

مالی بابا پیڑ کی ٹھنڈی چھاؤں میں گھاس پر آلتی پالتی مارے بیٹھے دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے ساتھ ساتھ حیران بھی ہو رہے تھے۔ نویرہ تھی دھان پان سی گڑیا کی طرح لڑکی لیکن وہ کسی ماہر مالی کی طرح سٹیپ بائی سٹیپ آگے بڑھ رہی تھی۔

کانٹ چھانٹ کے بعد پودوں میں نئی جان سی آ گئی۔

پھر نویرہ نے پاس پڑی جھاڑو اٹھا لی اور گرمی برساتے سورج کی پرواہ کیے بنا کیاریوں کے ساتھ ساتھ لان کو بھی صاف ستھرا کر دیا۔

پھر کچھ دیر سستانے کے لیے وہ بھی بیٹھ گئی۔

اتنا سا کام کرنے پر ہانپ کر رہ گئی تھی۔ اسے مالی بابا پر ترس سا آیا جو روزانہ یہی کام کرتے تھے۔

اتنے میں مالی بابا اس کے لیے ٹھنڈا ٹھنڈا مینگو جوس لے آئے جسے فٹافٹ پی کر وہ تازہ دم ہو اٹھی۔

پھر اس نے پائپ لگا لیا اور چاروں طرف گھوم گھوم کر پودوں کو پانی دینے لگی۔

یک دم اسے نجانے کیا سوجھی اس نے پائپ اوپر اٹھا کر پائپ کے سوراخ پر انگلی رکھ دی۔

پانی ایک فوارے کی صورت اختیار کر گیا۔

ننھے ننھے قطرے ایک پھوار کی طرح اس کے چہرے پر گرنے لگے۔

مالی بابا اسے یوں بچوں کی طرح ہنستے کھیلتے دیکھ کر اٹھ کر اپنے کوارٹر میں چلا گیا۔

اچانک ڈور بیل بجی۔

نویرہ نے دوپٹہ فوراً سے اچھی طرح سر پر جما کر پھیلا لیا۔

مین گیٹ کھلا, ایک مہران گاڑی تیزی سے اندر آ کر سیدھی گیراج میں جا کر رکی۔

گاڑی کو پہچانتے ہی نویرہ کی سانسیں رکنے لگیں۔
کچھ کہنے کی کوشش میں اس کے ہونٹ اور ہاتھ کپکپا رہے تھے ۔
لان کے دہانے پر کھڑے مکروہ شکل والے شیطان کو دیکھ کر نویرہ کے ہاتھ سے پانی کا پائپ خود بخود چھوٹ کر نیچے گھاس پر گر گیا۔

☆☆☆❤☆☆☆

"کبھی اپنی ماں کے پاس بھی بیٹھ کر تھوڑا وقت گزار لیا کرو۔"
وہ بہت جلدی میں کہیں جا رہا تھا جب مدیحہ کی آواز پر ٹھٹک کر رک گیا۔
ان کے طنزیہ انداز پر افغال نے گہری سانس بھری پھر چلتا ہوا بنگلے کے وسط میں بنے کشادہ سے ڈرائنگ روم میں آ گیا ,جہاں میگزین کھولے وہ بگڑے موڈ کے ساتھ بیٹھی تھیں۔
افغال بھی ان کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔
جہانگیر انکل کے قتل کے پیچھے کسی اور کا نہیں بلکہ اس کی اپنی ماں کا ہاتھ تھا, جب سے اس حقیقت کا اسے علم ہوا تھا وہ اپنی ماں سے بہت دور ہو گیا تھا۔
وہ جب بھی اپنی ماں کے پاس جانے کا سوچتا روتی , بلکتی , خون کے آنسو بہاتی آئیملک اس کے سامنے آ جاتی ۔کتنی مشکل سے وہ زندگی کی طرف لوٹ کر آئی تھی۔
جب اس پر یہ حقیقت کھلے گی تب افغال کیسے اس سے نظریں ملا پائے گا۔ یہی سوچ ہی اسے

اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔

مدیحہ نے ایک نظر اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا جو ہو بہو اپنے باپ حیدر پر گیا تھا وہی قد کاٹھ, وہی وجاہت سے بھرپور مرد---------- وہ اس پل ان کے پاس ہوتے ہوئے بھی کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

"میرے پاس چپ چاپ بیٹھنے سے بہتر ہے کہ تم جو کام کرنے جا رہے تھے وہ جا کر پورا کر لو۔" مدیحہ غصے پر قابو پا کر بولیں لیکن وہ افغال تھا جو اپنی ماں کا ایک ایک روپ اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔

"مام! کیا ہو گیا ہے آپ کو, اتنا روڈلی بی ہیو کیوں کر رہی ہیں میرے ساتھ؟" وہ ان کی طرف رخ کرتا آہستگی سے بولا۔

"مجھے کچھ بھی نہیں ہوا غنی , بدل تو تم گئے ہو جب سے تمہاری منگنی ہوئی ہے تم آئیملک کے ہی ہو کر رہ گئے ہو, میں تو جیسے تمہیں کہیں دکھائی ہی نہیں دیتی۔"

وہ یکدم بپھر سی گئیں۔

افغال نے بے اختیار لب بھینچ کر کھولے ۔

"مام! ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ محض آپ کا وہم ہے اور کچھ نہیں۔"

افغال کے جواب پر مدیحہ کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہو گئ۔

"خیر چھوڑو ان سب باتوں کو , یہ تم اتنا تیار ہو کر کہاں جا رہے ہو , کیا آئیملک سے ملنے جا

رہے ہو؟" مدیحہ نے سر تا پیر اپنے بیٹے کو بغور جانچ کر پوچھا۔

"نہیں آفس جا رہا ہوں اور میں تو روز ہی ایسے تیار ہوتا ہے آپ نے شاید آج دھیان دیا ہے۔" افغال ہنوز دھیمے لہجے میں بولا۔ "خیر میں اب چلتا ہوں مجھے دیر ہو رہی ہے شام میں ملاقات ہو گی۔"

وہ صوفہ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا تو مدیحہ بھی بڑی سی چادر اپنے کندھے پر درست کرتی اٹھ گئیں۔

"چلے جانا پہلے یہ بتاؤ کہ نمال اور الوینہ کی انگیجمنٹ کی رسم کہاں ہو گی؟"

اسی پیلس میں جہاں ------میری اور آئیملک کی رسم ہوئی تھی۔" افغال نے قدرے چونک کر جواب دیا کیونکہ وہ اپنی ماں کو بخوبی جانتا تھا وہ کوئی بھی بات بلاضرورت یا بنا وجہ کے نہیں کرتی تھیں۔

"ہمم اور فنکشن کتنے دنوں کے بعد ہے اور ارینج منٹس کون کر رہا ہے؟" مدیحہ کا انداز کھوجنے والا تھا۔

"دو دن بعد اینڈ آف کورس! سارے انتظامات میں کروں گا نمال میرا بچپن کا دوست ہے اور میری منگنی پہ ساری ذمہ داری اس نے خود اٹھائی تھی۔" وہ تفصیل سے بتا کر چپ ہو گیا۔

مدیحہ نے پر خیال انداز میں سر ہلایا۔ "ٹھیک ہے تم اب جا سکتے ہو۔"

وہ اپنی ہی سوچوں میں الجھا ہال دروازے سے باہر نکل گیا۔

مدیحہ افغال کے انداز و اطوار دیکھ چکی تھیں وہ پوری طرح سے بدل چکا تھا۔ پہلے وہ بھی آئیملک اور اس کی فیملی سے نفرت کا اظہار کرتا تھا, آئیملک کا نام لینا بھی پسند نہیب کرتا تھا پھر کچھ ہی مہینوں میں ایسا کیا نیا ہو گیا کہ اب وہ آئیملک اور اس کی فیملی کے خلاف ایک بات بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ آئیملک کا ذکر آتے ہی اس کے چہرے پر ایک دلفریب سی مسکان سج جاتی جسے مدیحہ خون کے گھونٹ بھر کی پی جاتیں۔ اسے دیکھتے ہی وہ اپنی ماں تو کیا اپنا آپ بھول جاتا تھا جو مدیحہ کی برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔

"نہیں بس بہت ہو گیا اب اور نہیں---------- غنی سے کوئی بھے امید لگانا فضول ہے مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔ میں بھی دیکھتی ہوں افغال تم آئیملک سے کیسے شادی کرتے ہو ؟ سوچا تھا شادی کے بعد اس کا ایک ایک پل اذیت بنا دوں گی لیکن افسوس افغال تم تو اس پیار کر بیٹھے ہو, تم تو اسے خراش تک نہیں آنے دو گی , اس لیے میرا پلان اب چینج ہو گیا ہے اب شادی نہیں بربادی ہو گی۔ صرف دو مہینے بچے ہیں اور دو دن بعد نمال اور الوینہ کی رسم ہو گی مجھے اس رسم میں ہی کچھ کرنا ہو گا۔"

مدیحہ آنکھیں موندے انگلیوں کی قینچی بنائے ماتھے پر مارتی اگلا لائحہِ عمل ترتیب دینے لگیں۔

پھر کسی خیال کے تحت یکدم وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔ ہاتھ بڑھا کر ٹیبل سے موبائل اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کرنے لگیں ۔ کال دوسری رنگ پر ہی اٹھا لی گئ۔

دس پندرہ منٹ بات کرنے کے بعد مدیحہ نے رابطہ منقطع کر کے سیل فون واپس اپنی جگہ پر

رکھ دیا۔ اب وہ بہت ریلیکس نظر آ رہی تھیں۔

"بس آئیملک ! بہت زندگی جی لی تم نے اب اور نہیں اب تمہیں بھی اپنے پیارے پاپا کے پاس جانا ہی ہو گا۔"

مدیحہ نے غصے سے دانت پیس کر خودکلامی کی۔

ان کے چہرے پر اس پل بڑی پر اسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

ریسٹورنٹ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے افغال نے گھڑی پر وقت دیکھا وہ بتائے ہوئے پورے وقت پر وہاں پہنچا تھا۔

گلاس ڈور کھول کر اس نے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں, ریسٹورنٹ میں زیادہ رش نہیں تھا۔

ایک کارنر میں لگی ٹیبل پر ایک سمارٹ سی لڑکی بیٹھی ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی۔

وہ تیزی سے کارنر کی جانب بڑھ گیا۔

"ہاں جی محترمہ ! کہیئے , اتنی ایمرجنسی میں مجھے یہاں کیوں بلایا, ایسی بھی کیا بات تھی جو آپ میرے آفس میں آ کر نہیں کر سکتی تھیں ؟"

افغال نے سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہی سنجیدگی سے پوچھا۔

"بتا دوں گی ڈونٹ وری ! پہلے آپ بتائیں کیا لیں گے ٹھنڈا یا گرم-------ویسے تو لنچ ٹائم ہو رہا ہے اگر کہتے-------"

"نو تھینکس ! مجھے کسی چیز کی طلب نہیں اور نہ ہی اتنا وقت ہے یہاں سے سیدھا میں نے ایک ضروری میٹنگ میں جانا ہے۔" افغال نے بڑے طریقے سے اس کی آفر کو ریجیکٹ کر دیا۔ لڑکی کے چہرے سے یکدم مسکراہٹ غائب ہوئی تھی ,

"اوکے پھر کام کی بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔" لڑکی سیدھی ہو کر۔بیٹھ گئ۔

"یس شیور۔۔۔۔۔۔!"

ریڈ تنگ سے ٹاپ کے نیچے تنگ سی بلو جینز پہنے نک سک سے تیار وہ آخر کس مقصد سے آئی تھی۔ شکل و صورت سے وہ اچھے خاصے گھرانے سے لگتی تھی۔

اس کے چہرے کی بناوٹ کے لحاظ سے باب کٹ بال اس پر اچھے لگ رہے تھے , دونوں طرف کے آگے والے بال اس کی گردن کو چھو رہے تھے۔

افغال نے پہلی بار اسے نمال کے گھر میں پارٹی پر دیکھا تھا۔ اس سے پہلے بھے ایک دو بار نمال نے سرسری سا تذکرہ کیا تھا۔

دو دن سے لگاتار کالز کرنے پر بالآخر افغال اس سے ملاقات پر رضامند ہو گیا تھا۔

لڑکی نے اثبات میں گردن کو حرکت دی پھر نیچے کرسی کے ساتھ پڑے ہینڈبیگ کو اس نے اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔

زپ کھول اس میں سے ایک خاکی لفافہ باہر نکال کر اس کی طرف سرکہ دیا۔

افغال نے چونک کر لفافے کو دیکھا۔

"واٹ از دس------؟"

"خود کھول کر چیک کر لیں۔" لڑکی نے لاپروائی سے کندھے اچکا کر کہا۔

افغال نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی پھر لفافہ کھول کر اس کے اندر سے تصویروں کے بنڈل کو نکال کر الجھ کر دیکھا۔

یہ نمال کی اور آئیملک کی تصویریں تھیں جس میں وہ شاپنگ کر رہے تھے اور اس کے بعد وہ دونوں جپی میں بیٹھ کر آئسکریم کھا رہے تھے۔

افغال نے ایک ساتھ آگے پیچھے کئ تصویریں دیکھیں۔

میرون شرٹ پر بلیو کوٹ اور بلو ہی پینٹ پہنے , سفید رنگت اور خوبصورت نین نقش پر ہلکی ہلکی داڑھی میں وہ بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا , اس لڑکی نے دلچسپی سے افغال کا جائزہ لیا۔

"واٹ نان سینس----- یہ پکچرز آپ مجھے دکھا کر کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں؟" افغال نے غصے سے تصویروں کا بنڈل اس لڑکی کی طرف اچھال کر پوچھا۔

"کیوں پکچرز دیکھ کر آپ کو نہیں پتہ چلا جو مجھ سے پوچھ رہے ہیں؟" لڑکی نے طنزیہ لب و لہجے میں کہا۔

"دیکھیں محترمہ! آئی ہیو نو آئیڈیا کہ اس کے پیچھے آپ کا کیا مقصد ہے بہتر ہو گا کہ آپ کھل کر بات کریں, آپ اپنا اور میرا وقت برباد کر رہی ہیں۔"

افغال نے تیکھے پن سے کہا۔

"اوکے فائن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نمال اور آئیملک کے بیچ ضرور کوئی ریلیشن شپ ہے آئی تھنک ! وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں ۔ اور پکچرز اس بات کی گواہ ہیں۔" لڑکی نے بڑے سکون اصل بات کو واضح کیا۔

"ہاؤ فنی! آپ نے واقع میرا وقت ضائع کیا ہے مس روزیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئی ہیو ٹو گو۔۔۔۔۔!"

"سیریسلی ! آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا آپ کی منگیتر یوں کسی غیر مرد کے ساتھ ہوٹلنگ کرتی پھرے یا شاپنگ کرتی رہے ؟" اسے اٹھتا دیکھ کر روزیہ نے تیز لہجے میں کہا۔

"ان پکچرز میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور آئیملک اور نمال دونوں کو میں اچھی طرح سے جانتا ہوں ۔ ہماری ڈیٹ فکس ہو چکی ہے اور نمال کی بھی دو دن بعد الوینہ سے انگیجمنٹ ہونے جا رہی ہے تو ان سب باتوں کا کوئی مطلب ہی نہیں ہے۔" افغال نے ابرو اٹھا کر کہا۔

جبکہ روزیہ کو نمال کی منگنی فکس ہونے کا زبردست سا جھٹکا لگا۔ وہ حیران و پریشان سی افغال کو تکنے لگی۔

"یہ الوینہ کون ہے ؟" تھوڑے توقف کے بعد اس نے چونک کر پوچھا۔

"آئیملک کی چھوٹی بہن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" افغال نے مختصراً جواب دیا۔

"لیکن نمال تو آئیملک سے محبت کرتا ہے پھر وہ۔۔۔۔۔"

"او پلیز جسٹ شٹ اپ! نمال الوینہ سے پیار کرتا ہے آئیملک سے نہیں۔" وہ یکدم دبے دبے غصے سے غرایا تو روزیہ چپ کی چپ رہ گئ۔

"آپ نمال کی دوست رہ چکی ہیں اس لیے لحاظ کر رہا ہوں لیکن آئندہ مجھے پریشان کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ رعب دار لہجے میں کہتا کی چین اٹھا کر ایک جھٹکے سے اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔

روزیہ چپ چاپ گہری نظروں سے اسے گھورتی رہی۔

"اور ایک بات اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ واپس مڑا۔

"آئیملک کے حوالے سے آج کے بعد ایسی کوئی بھی حرکت کرنے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں ان فضول سی چیزوں پر یقین کر لوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" افغال نے سختی سے کہتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "میں آئیملک پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ کرتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔آئی سمجھ!"

"ویری سٹرینج ! دو امیر زادوں کو کیسے پھانس رکھا ہے آئیملک نے ۔۔۔۔۔۔آئی کانٹ بلیو دس! افغال نے ساری پکچرز بھی دیکھنا ضروری نہیں سمجھا اگر دیکھ لیتا تو شاید میرا مقصد بھی پورا ہو جاتا۔"

روزیہ نے بڑبڑاتے ہوئے ریسٹورنٹ سے باہر جاتے افغال کی پشت کو تیکھی نظروں سے دیکھا۔ پھر ہاتھ میں پکڑیں تصویروں کے بنڈل میں سے نیچے والی پکچرز نکالیں , یہ وہ پکچرز تھیں جو اس نے نمال کے اسٹوڈیو میں بنائی تھیں اور اس کے بعد پارٹی کی رات کو نمال اور آئیملک کی اسی اسٹوڈیو میں اس اس اینگل سے اس نے کھینچی تھیں کہ اگر افغال نیچے والی پکچرز ایک نظر دیکھ

لیتا تو شاید سچوایشن الگ ہوتی۔

"چلو ! کوئی نہیں ایک پلان اگر ناکامیاب رہا ہے تو دوسرا بننے میں کون سا دیر لگتی ہے ۔ اور پلان نمبر B ایسا پلان ہے کہ مس آئیملک تم کسی کو منہ دیکھانے کے لائق نہیں رہو گی۔ نمال تو کیا تمہیں افغال بھی نہیں اپنائے گا ۔۔۔۔۔۔۔۔جسٹ ویٹ اینڈ واچ!"

آئیملک کی ایک تصویر کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی روزیہ نے حقارت سے کہا پھر چہرے پر ایک پراسرار مسکان سجاتی وہ بھی ریسٹورنٹ سے باہر نکل گئ۔

☆☆☆□☆☆☆

پانی کا پائپ نیچے گرنے سے گھاس پانی پانی ہو رہی تھے۔

اس کی پاؤں والی جگہ پر اچھا خاصا پانی جمع ہو گیا تھا۔

لیکن اس سب سے بے نیاز وہ بت بنی سامنے پتھرائی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے جو رونق , خوشی کی جھلک اور گلاب کی سی سرخی اس کے چہرے پر نظر آ رہی اب یکسر غائب ہو چکی تھی, اس کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔

وہ یک ٹک اس بھیڑیے کے قدم اپنی طرف تیزی سے اٹھتے دیکھ رہی تھی۔

وہ بھاگنا چاہتی تھی وہاں سے لیکن اس کے قدم جیسے زمین میں جکڑ گئے تھے۔

وہ مالی بابا کو,چوکیدار کو , حدیر کو ---------ماموں جان کو سب کو آواز دینا چاہتی تھی لیکن زبان جیسے خشک ہو کر تالو کے ساتھ چپک گئ ہو۔

"کیسی ہو نویرہ---------ارے ارے تمہارا رنگ کیوں سفید پڑ رہا ہے اب میں اتنا برا بھی نہیں ہوں۔" اس کی مکروہ آواز نویرہ کے کانوں سے ٹکرائی۔

وہ یکدم چونک کر جیسے ہوش کی دنیا میں آئی۔

جلدی سے کچھ قدم پیچھے ہٹ کر رخ پھیر لیا۔

"اب ایسے نا کرو جیسے مجھے جانتی ہی نہیں ,آج میں خاص تمہارے لیے آیا ہوں۔" وہ پھر سے اس کے سامنے آ گیا۔ نویرہ کا جسم بری طرح سے کانپنے لگا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ میں قتل کر دوں گی تمہیں --------"نویرہ غراتی ہوئی نیچے جھکی اور کٹر اٹھا کر اس کی طرف مارا۔

حشمت علی اپنا بچاؤ کرتا پیچھے ہٹ گیا اگر وہ بروقت وہاں سے دور نہ ہوتا تو کچھ بعید نہیں تھا کہ کٹر اس کا سینہ چاک کر دیتا۔

"نا نا--------ڈیئر !اتنا غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔ اور تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھے مار سکو گی اپنی حالت دیکھو ایسے لگ رہا ہے کھڑی بھی مشکل سے ہو۔ بچا تو آج تمہیں مجھ سے کوئی نہیں سکے گا۔ تم نے بڑا بے عزت کیا ہے مجھے , فتک تو آج میں تمہاری ناموس کا کروں گا۔"

وہ قہقہہ لگاتا اس پر چیل کی طرح جھپٹا۔

نویرہ نے کٹر آگے کر کے اس کے پیٹ میں گھونپنا چاہا لیکن حشمت علی نے اس کے ہاتھ سے کھینچ کر ایسے ایک طرف اچھال دیا جیسے وہ لوہے کا آلہ نہیں کوئی پلاسٹک کا کھلونا ہو۔

"آج تمہارا کھیل ختم ہو کر رہے گا حشمت , تمہارے گندے ارادے میں کبھی پورے نہیں ہونے دوں گی , آج برائی کا انت ہو کر رہے گا۔ وہ بے عزتی تو کچھ بھی نہیں جتنا برا حال آج تمہارا ہونے والا ہے تم نے کبھی سوچا بھی نہیں ہو گا۔" نویرہ نے چیخ کر کہا۔

لیکن وہ دانت نکالتا اس کے قریب آنے لگا۔

نویرہ کو اس کے وجود سے کراہیت محسوس ہوئی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ پوری قوت سے ہاتھ اٹھا دیا۔

ایک زناٹے دار تھپڑ کی گونج اطراف میں پھیلی تھی۔

حشمت کے لیے یہ حملہ غیر متوقع تھا اسی لیے وہ منہ پر ہاتھ رکھتا بلبلہ کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

نویرہ نے موقع غنیمت جانا اور بھاگنا شروع کر دیا داخلی دروازہ تھا تو دوسری طرف لیکن اس طرف وہ وحشی درندہ کھڑا تھا وہ فوراً پکڑی جاتی۔

لیکن پائنچے اور جوتے گیلے ہونے کی وجہ سے گھاس پر اس کا پاؤں یک دم پھسل گیا اور منہ کے بل زمین پر جا گری ۔

اسے دونوں بازؤں پر درد کا احساس ہوا لیکن وہ تو اپنی طرف بڑھتے حشمت کو خوفزدہ نظروں سے تک رہی تھی جو تھپڑ کھانے کے بعد آپے سے باہر ہو گیا تھا۔

"بھاگ لے جتنا بھاگنا ہے آج میں تمہارا حشر نشر کر دوں گا دیکھتا ہوں کون بچاتا ہے تمہیں۔"

"مجھے میرا اللہ بچائے گا۔۔۔۔۔" نویرہ اونچی آواز میں دھاڑی ۔

پھر ہمت مجتمع کر کے اٹھ کر بھاگنے لگی لیکن شاید دیر ہو چکی تھی حشمت اس تک پہنچ چکا تھا۔

حشمت نے ہاتھ بڑھا کر اس کا دوپٹہ زور سے کھینچا ۔ جس کے نتیجے میں اس کی گردن پر سرخ زخم کا نشان تیزی سے گہرا ہوا ۔

نویرہ کے حلق سے یک بیک چیخ نمودار ہوئی , اس نے تیزی سے ایک ہاتھ اپنی گردن پر رکھا ۔

دو پٹے کا ایک صرف ایک سرا نویرہ کے ہاتھ میں رہ گیا باقی سارا حشمت کی گرفت میں تھا۔

وہ اس لمحے پورا کا پورا شیطان بنا ہوا تھا۔

نویرہ نے تیر کی طرح رخ پھیرا ۔

آنسوؤں سے تر چہرہ لیے اس نے سر اوپر اٹھا کر بے آواز جیسے اپنے اللہ کو پکارا تھا۔

وہ شرم سے پانی پانی ہو گئ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے یا اسے موت آ جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ لمحات اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھے۔

وہ جس نے بچپن سے اب تک اپنے سر سے دوپٹہ کسی قیمت پر سرکنے نہیں دیا تھا آج اس

کے اوپر سے سارا کا سارا چھن گے ا تھا وہ خود کو برہنہ محسوس کر رہی تھی۔

"حدیر---------حدیر--------آج تم نہ آئے تو ساری زندگی کے لیے مجھے کھو دو گے, تم میرا مرا ہوا منہ دیکھو گے---------آج تمہیں------- تمہیں آنا ہی ہو گا---------- ورنہ تمہاری نویرہ جیتے جی مر جائے گی ----------پھر کبھی سر اٹھا کر نہیں جی پائے گی----------خدا کے لیے آ جاؤ میں اس شیطان سے اور نہیں لڑ سکتی------" وہ چیخ چیخ کر حدیر کو پکار رہی تھی--------اس کی آنکھیں بند تھیں آنسوؤں میں روانی آ گئ تھی۔ پھر جیسے قسمت کو اس پر ترس آ گیا تھا۔

اس کے امتحان میں سر خرو ہونے کا وقت آن پہنچا تھا۔

اس کی صدا جیسے عرش تک گئ تھی۔

اس نے اللہ کو سچے دل سے پکارا تھا پھر اللہ اس کی پکار کا جواب کیسے نہ دیتا۔

جب اللہ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ "اے میرے بندے! تو مجھے پکار, میں تیری پکار کا جواب دوں گا۔"

اور اس کی پکار کا جواب آ گیا تھا۔

حشمت مکروہ انداز میں دانت نکوستا نویرہ کو بازو سے پکڑنے لگا تھا جب اسے اپنے کندھے پر کسی مضبوط چیز کے لمس کا احساس ہوا۔

وہ چونک کر پیچھے مڑا اور حدیر کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ حدیر کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں ,

غصہ اتنا شدید اس کے چہرے پر تھا کہ لگ رہا تھا جیسے رگیں ابھی پھٹ جائیں گی۔

حدیر نے حشمت کے منہ پر زور دار گھونسہ مارا پھر بنا اسے سانس لینے کی مہکت دیئے دوسری طرف الٹے ہاتھ کا پھر مکا رسید کیا۔

حشمت کے منہ سے خون الٹی کی صورت باہر جا گرا وہ بری طرح کراہ کر رہ گیا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کے ہاتھ لگانے , انہیں ہاتھوں سے چھوا ہے نا نویرہ کو , ایک ایک ہڈی توڑوں گا میں۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ پوری قوت سے چلایا تھا۔

"کریم داد۔۔۔۔۔۔۔کریم داد کہاں مر گئے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" چوکیدار حدیر کی للکار پر کانپتا ہوا بھاگ کر آیا۔

"ڈنڈا لے کر آؤ اور ایک منٹ کی بھی دیر کی تم نے تو اس کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی اوپر پہنچا دوں گا ۔۔۔۔" وہ حدیر کی دھاڑ پر بجلی کی طرح ڈنڈا لے کر آیا۔

"نن۔۔۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔۔ حدیر ۔۔۔۔۔۔۔ حدیر بیٹا !مجھے مت مارو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چھوڑ دو مجھے میں۔۔۔۔۔۔۔۔آئندہ اپنی شکل بھی نہیں دیکھاؤں گا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک بار مجھے چھوڑ دوں۔"

حشمت حدیر کے پیروں پڑ کر گڑگڑانے لگا۔

حدیر کے غصے سے اچھی طرح واقف تھا اسی لیے ترلے منتوں پر اتر آیا۔

لیکن نویرہ کی اتنی بری حالت دیکھ کر وہ پاگل ہو رہا تھا۔

یکے بعد دیگرے حدیر نے حشمت کی ٹانگوں اور بازوں پر ڈنڈوں کی برسات کر دی ۔

پورے گھر میں حشمت کی چیخوں کی آواز گونجتی رہی بروقت شیرازی صاحب نہ پہنچتے وہ تو حشمت کو جان سے ہی مار دیتا۔

"حدیر پاگل مت بنو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسے سزا ملے گی اور ضرور ملے گی لیکن قانون کے ہاتھوں۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے پولیس کو فون کر دیا ہے وہ بس پہنتی ہی ہو گی۔"

"نہیں پاپا آپ ہٹ جائیں پیچھے اسے میں جان سے مار دوں گا اس نے بہت تکلیف دی ہے میری نویرہ کو , اس نے ہمارے گھر کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

حدیر پھر آگے بڑھنے لگا لیکن شیرازی صاحب نے اس بمشکل روک کر ڈنڈا ہاتھ سے چھین کر ایک طرف پھینکا۔

اسی لمحے پولیس موبائل کا سائرن بجا۔

زمین پر ادھ موا اوندے منہ گرا حشمت اپنے آپ کو پولیس کے گھیرے میں دیکھ کر اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

سمیر, راحیلہ اور فضہ بھی پاس پہنچ کر سب دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے تھے۔

وہ تینوں صورتِ حال سمجھنے کی خوشش کر رہے تھے۔

راحیلہ نے اپنے عزیز از جان بھائی کو اس حال میں دیکھ کر رونا پیٹنا شروع کر دیا۔

پولیس نے ہتھ کڑی لگائی تو راحیلہ حیران و ششدر رہ گئیں۔

"کک۔۔۔۔۔۔۔کہاں لے کر جا رہے ہو میرے بھائی کو ۔۔۔۔۔۔۔۔چھوڑو

اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کا قصور کیا ہے۔۔۔۔۔؟" وہ پولیس کو پکڑ پکڑ کر پاگلوں کی طرح پوچھنے لگیں۔

لیکن شیرازی صاحب کے اشارے پر پولیس حشمت کو گھسیٹتی ہوئی وہاں سے لے گئ۔

راحیلہ روکتی رہ گئیں۔

نویرہ وہیں پر تب سے سجدے میں سر رکھے اپنے اللہ سے مخاطب تھی جس نے اس کی عزت کی حفاظت کی تھی, جس نے اس کی لاج رکھی تھی۔

وہ سجدے میں گری ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

"نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔نویرہ ۔۔۔۔۔۔اٹھو ۔۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔" حدیر نے نیچے گرا دوپٹہ بہت پیار سے اٹھا کر نویرہ کے سر پر درست کر کے رکھا اور اسے اوپر کر کے بے تابی سے پکارنے لگی۔

نویرہ کا جسم ہچکولے کھا رہی تھا, وہ نیم بے ہوشی کی حالت میں تھی۔

حدیر نے اسے بازوں میں اٹھایا اور اپنی ماں پر ایک غصے سے بھری تیز نگاہ ڈالتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔

شیرازی صاحب الگ سے شرمندہ سے کھڑے تھے۔

وہ نویرہ سے غافل نہیں تھے , جس دن نویرہ نے بتایا تھا شیرازی صاحب نے چوکیدار کو سختی سے ہدایات دی تھےں کہ پھر جب بھی کبھی حشمت ان کی غیر موجودگی وہاں قدم رکھے فوراً انھیں اطلاع دی جائے۔

اور چوکیدار نے ایسے ہی کیا۔

خبر ملتے ہی انھوں نے پولیس کو اطلاع کر کے جتنا جلدی ہو سکا گھر پہنچے۔

اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا لیکن نویرہ کی حالت بہت قابل رحم لگ رہی تھی اگر تھوڑی سی بھی دیر ہو جاتی تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

شیرازی نے ساری بات بری طرح سے روتی راحیلہ کو بتائی تو وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئیں انھیں اپنے شوہر کی بات پر رتی بھر بھی یقین نہیں آیا۔

راحیلہ نے سفینہ کی طرح نویرہ کو ہی موردالزام ٹھہرایا۔

شیرازی تاسف سے سر ہلاتے پھر سے باہر کی طرف بڑھ گئے کہ ابھی کچھ کاروائی باقی تھی۔

حشمت اپنے ذرائع استعمال کر کے اپنی ضمانت کروا سکتا تھا۔

جبکہ شیرازی صاحب اسے سلاخوں کے پیچھے سڑتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

سورج غروب ہونے کے مراحل طے کر رہا تھا۔

چھت پر کھڑے اس نے ڈھلتے سورج کو دیکھا جو اسے اپنی طرح اداس سا لگا۔

کچھ وقت تنہا اوپر گزار کر وہ چھت سہ نیچے اتر آیا۔

اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اس نے ایک نظر آئیملک کے کمرے کو دیکھا۔
پتہ نہیں وہ کدھر تھی کل سے اب تک وہ اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی شاید اسی لیے اس کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔
وہ سر جھٹک کر اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔
وہ جانتا تھا رات آئیملک اس کے کمرے میں آئی تھی اور کاغذ رکھ کر گئی تھی۔
اس کے جانے کے بعد نمال نے فوراً اٹھ کر کاغذ کو کھول کر دیکھا تھا جس میں اسے اس کی محبت کی قسمیں دے کر الوینہ کے لیے ہاں کرنے کے لیے فورس کرنے کے علاوہ کوئی اور بات تحریر نہیں تھی۔
نمال کے جذبات پر اوس گری تھی۔
ٹیبل پر پڑے اس کاغذ کو وہ نجانے کتنی بار پڑھ چکا تھا۔ اب پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر تحریر پر نگاہیں ڈالیں اور اچانک غصے سے کاغذ کو چرمر کر کے ڈسٹ بن میں اچھال دیا۔
پھر جھٹکے سے اٹھ کر اپنی وارڈ روب کی طرف آ کر الماری کے پٹ کھول دیئے۔
شرٹس کے اندر رکھے اس چارٹ کو لے کر وہ پھر سے بیڈ پر آ گیا۔
اس نے دراز کو کھول کر اس میں سے سیزر نکال کر چارٹ کا نیچے والا حصہ کاٹ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے وہ بھی ڈسٹ بن میں پھینک دیئے۔
پھر قینچی واپس رکھ کر اس نے چارٹ کو اپنے چہرے کے قریب کر ایک آنکھیں بند کر کے

ایک طویل سانس کھینچ کر خارج کی اور اس کا شک یقین میں بدل گیا۔

"تم جتنا مرضی مجھ سے چھپا لو ملک! لیکن میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے بے حد محبت کرتی ہو۔ پانی اور آگ میں سے تم نے آگ کا خود انتخاب کیا ہے۔ اب میرے ساتھ ساتھ تم بھی تڑپو گی ملک! میں بھی دیکھتا ہوں تم کب تک اپنے جذبات کو چھپا سکتی ہو۔"

چارٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نمال سوچتے ہوئے لمبی سانس کھینچی۔

اس چارٹ میں اسے آئیملک کی مہک آتی تھی اسے یقین تھا کہ یہ اسی نے لکھ کر رکھا تھا۔

نام بھلے الوینہ کا لکھا تھا لیکن اس میں سے اٹھتی مہک اور اظہارِ محبت آئیملک کا تھا۔

یکدم باہر سے شور سا اٹھا۔

نمال چونک کر اٹھا اور چارٹ واپس الماری میں رکھا اور چکتا ہوا باہر آ گیا۔

لاؤنج میں تقریباً سب ہی موجود تھے۔

لیکن وہ سب کو نظر انداز کرتا سامنے والے صوفے پر جا کر بیٹھ گیا اور نظریں اپنے سامنے بیٹھے افغال اور آئیملک پر ٹکا دیں جو پتہ نہیں کس بات پر ہنس رہے تھے۔

آئیملک نے اس پر سرسری سی نگاہ ڈالنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

نمال کے آتے ہی الوینہ کی نظریں جھکی تھیں۔

پل میں رشتے کیسے بدل جاتے ہیں اور رشتوں کے ساتھ ساتھ احساسات بھی تو تبدیل ہو جاتے ہیں۔

یہی کچھ الوینہ محسوس کر رہی تھی ۔ صرف کل کا دن رہ گے اتھااور پھر وہ نمال کے ساتھ منسوب ہو جائے گی ,یہ خیال ہی کتنا خوبصورت تھا۔

پہلے وہ کیسے بے دھڑک نمال سے ہنسی مذاق کر لیتی تھی لیکن جب سے رشتے کی بات طے ہوئی تب سے وہ نگاہیں بھی پوری طرح سے نہیں ملا پا رہی تھی۔

"صرف ایک دن بچا ہے سارے انتظامات ہو گئے ہیں ناں؟" دادو نے فکر مندی سے افغال کو دیکھ کر پوچھا۔

"جی دادو ! بے فکر رہیں ۔ میں نے اپنے بھائی کی انگیجمنٹ کے اتنے شاندار ارینجمنٹس کیے ہیں کہ سب دیکھتے رہ جائیں --------دیکھ لیجیئے گا۔" افغال نے نمال کو مسکرا کر دیکھا تو جواب میں وہ بھی مسکرا دیا کہ رسمِ دنیا تو نبھانی ہی تھی اور کسی کو جلانا بھی تھا۔

"وہ دادو! مجھے آپ سے ایک اہم بات کرنی تھی؟" تھوڑی دیر بعد نمال نے دادو کو مخاطب کیا۔

"ہاں بچے ! کہو ناں------" فاطمہ بیگم پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"وہ میں چاہ تہا تھا کہ الوینہ کے لیے انگیجمنٹ کا ڈریس میں پسند کروں اگر الوینہ کو اور آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو------؟" نمال نے کچھ جھجھک کر کہا۔

"لو ہمیں کیا اعتراض ہو گا بھلا----------نیو جنریشن ہے بھئ جو دل کرے کرو-------کوئی پابندی نہیں۔" دادو سے بھی پہلے بوا دادی بول پڑیں۔

فاطمہ نے گھور کر شگفتہ کو دیکھو جس کا ان پر ذرا بھر بھی اثر نہ ہوا۔

"مطلب ہم کل جا کر شاپنگ کر لیں کسی کو کوئی ایشو نہیں ہو گا؟" نمال نے حیرانی سے پھر پوچھ کر یقین دہانی چاہی۔

"ارے ہاں ! ببا پوری اجازت ہے ------" بوا دادی نے پھر سے کھٹ سے جواب دیا۔

"پر دادو نے تو کوئی جواب نہیں دیا۔" نمال برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اوہ ہو-------میں جو کہہ رہی ہوں------فاطمہ کو چھوڑو تم انجوائے کرو اسے میں دیکھ لوں گا۔" بوا دادی لاپروائی سے گویا ہوئیں۔

دادو کا حیرت سے منہ کھلا پھر دائیں بائیں گردن ہلانے لگیں جیسے کہہ رہی ہوں " شگفتہ تم کبھی نہیں بدل سکتی----"

"اور الوینہ تم---------تمہیں تو کوئی پرابلم نہیں نا----؟" نمال نے اب کی بار کب سے خاموش بیٹھی بات بات پر مسکراتی الوینہ سے پوچھا تو وہ مسکرا کر نفی میں سر کو جنبش دیتی سر جھکا گئ ۔

نمال نے کن اکھیوں سے آئیملک کے تاثرات ملاحظہ کیے جس کے چہرے پر حیرانی سی حیرانی تھی جسے چھپانے کی غرض سے وہ افغال کے ساتھ پھر سے باتیں کرنے لگ گئ۔

نمال پھیکی سی مسکراہٹ سجائے بس اسے دیکھتا رہا۔

آئیملک نمال کی طرف دیکھنے سے کترا رہی تھی لیکن وہ اس کی نگاہوں کی تپش خود پر جمی محسوس کر سکتی تھی۔

اس کی جانب دیکھ کر وہ اس کے جذبوں کو مزید ہوا نہیں دینا چاہتی تھی۔

کچھ دیر بوا دادی اور دادو اٹھ کر چلی گئیں ۔

اب وہ چاروں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

جب اچانک سے افغال نے کہا۔

"دیکھا امی ! میں نے کہا تھا نہ کہ نمال کو کوئی لڑکی پسند آ گئ ہے تم ہی نہیں مان رہی تھی۔"

"نہیں مجھے اب یقین آ گیا ہے۔ محبت سچی تھی ان دونوں کی اسی لیے منزل پر پہنچ گئے۔"

آئیملک نے بے نیازی سے کہا ۔

نمال نے آئیملک کی چوٹ پر غصے سے اسے گھورا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں جیسا تم سمجھ رہے ہو غنی۔۔۔۔۔" نمال نے وضاحت کرنا ضروری سمجھا۔

"نہیں میں اب ٹھیک سمجھ رہا ہوں ۔ میں نے خود تمہیں رنگے ہاتھو پکڑا ہے۔ یاد ہے پارٹی والی رات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنی شرٹ کی حالت دیکھی تھی مجھے تو اسی دن تم پر شک ہو گیا تھا کہ ضرور کسی جنگلی بلی سے پالا پڑا ہو گا۔" افغال نے ہنستے ہوئے کہا اور نمال کو آنکھ مار کر چھیڑا۔

یکدم نمال اور آئیملک دونوں کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھے۔

آئیملک نے نظریں چرا لیں۔

نمال استہزاء بھرے انداز میں آئیملک کو کچھ جتایا ۔

الوینہ نے کچھ نا سمجھی سے نمال اور پھر افغال کو دیکھا۔

"اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہماری نومی کو کوئی صحیح ٹکر کی لڑکی ملی ہے ۔ یہ جو پہلے لڑکیوں کو قریب تک۔ نہیں آنے دیتا تھا اب کیسے محبت میں پور پور ڈوبا ہے۔" افغال نے شرارت سے کہا۔

"ہاں ! افغال تم ٹھیک کہہ رہے ہو, میں واقعی کسی کی محبت میں پور پور ڈوب چکا ہوں کہ اب باہر نکلنا مشکل ہے۔" نمال نے افغال کی بات سے اتفاق کیا اور طنزاً آئیملک کو دیکھے گیا جس کے چہرے کا رنگ ایک پل کے کیے متغیر ہوا تھا۔

"ویسے وہ جنگلی بلی الوینہ تھی مجھے پتہ نہیں تھا۔" اب کی بار افغال نے الوینہ کو چھیڑا۔

الوینہ نے گھور کے افغال کو دیکھا پھر کشن کی اس پر برسات کر دی۔

وہ ہنس کر کیچ کرتا ایک طرف رکھتا گیا۔

پھر وقت زیادہ ہوتا دیکھ کر وہ لوگ بھی باری باری اٹھ گئے۔

جب سے اس کا نمال کے ساتھ رشتہ طے ہوا تھا الوینہ کو ارسل کہیں نظر نہ آیا۔ آج دن میں اس نے تین چار چکر لگائے تھے لیکن وہ اسے گھر پر ملا ہی نہیں, نہ وہ اس کی کالز ریسیو کر رہا تھا۔

کچھ سوچ کر الوینہ نے پھر سے ارسل کا نمبر ملایا لیکن اس کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔

"سلو! کہاں ہو تم--------؟"

اپنے بستر پر لیٹی الوینہ نے افسردگی سے سوچا۔

☆☆☆□☆☆☆

وہ نویرہ کو لیے کمرے میں آ گیا۔

اسے سہارا دے کر بیڈ پر بٹھا کر خود گلاس میں پانی ڈال کر گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا۔

وہ ہچکیاں لیتی چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرنے لگی۔ خشک حلق پانی سے تر ہوا تو نویرہ کی اکھڑتی سانس قدرے درست ہوئی۔

حدیر نے خالی گلاس واپس ٹیبل پر منتقل کیا اور خود بھی اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

اس نے ایک نظر نویرہ کو دیکھا جس کی حالت اس وقت انتہائی قابلِ رحم لگ رہی تھی۔ حدیر نے مارے شرمندگی کے سر جھکا لیا۔وہ اس کی باتوں پر اس دن یقین کر لیتا تو آج شاید نویرہ کو ان تکلیف دہ لمحات سے نہ گزرنا پڑتا۔

وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ حدیر کو اس کے آنسو بے چین کر رہے تھے۔

"پلیز چپ ہو جاؤ , کیوں رو رو کر خود کو ہلکان کر رہی ہو۔" حدیر نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے اس کے آنسو صاف کیے تو اس کے رونے کی رفتار میں مزید روانی آ گئی۔ اس کا جسم ہولے ہولے ابھی بھی کانپ رہا تھا۔

"نویرہ۔۔۔۔۔۔" حدیر کے پکارنے پر اس نے جھکا سر ذرا سا اوپر اٹھایا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں, آج جو کچھ ہوا وہ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ مجھے تمہاری باتوں پر یقین کرنا چاہیئے تھا لیکن میں نے نہیں کیا اور نوبت یہاں تک آ پہنچی۔ مما نے سفینہ پھوپھو کے بارے

میں اتنا زہر بھر دیا تھا کہ ہمیشہ وہی غلط نظر آئیں ماموں کو آج تک بے قصور ہی سمجھا لیکن دیکھو آج ان پر لگا داغ صاف ہو گیا ہے ۔وہ شیطان اپنے انجام تک پہنچ چکا ہے۔"

وہ بنا نویرہ کی جانب دیکھے بولتا چلا گیا۔

جواب میں نویرہ خاموشی سے سوں سوں کرتی رہی۔

"حدیر۔۔۔۔۔۔!" تھوڑے توقف کے بعد نویرہ نے پکارا تو حدیر اسے سوالیہ نگاہوں سے تکنے لگا۔

"میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔۔۔" نویرہ نے پھر سے سر جھکا لیا, اسے ڈر تھا کہ کہیں اسے بھی اپنی ماں کی طرح کٹہرے میں کھڑا کر کے بے گناہ ہوتے ہوئے بھی گناہگار نہ ٹھہرایا جائے۔

"قصور تمہارا ہو بھی نہیں سکتا۔۔۔۔۔۔"حدیر نے چہرے پر بلا کی معصومیت سجا کر کہا۔

"ہائیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب۔۔۔۔؟" اس نے نا سمجھی کے عالم میں حدیر کو دیکھا جس کی پرکشش آنکھوں میں شرارت مچل رہی تھی ۔

"مطلب یہ میری بھولی بھالی زوجہ محترمہ! کہ قصور میں تو ملکہِ ترنم نور جہاں پیدا ہوئی تھیں تو اس لحاظ سے قصور ان کا ہوا۔"

کہنے کے ساتھ ہی حدیر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود اسے ہنسی مذاق کے موڈ میں دیکھ کر نویرہ نے اسے شاکی نظروں سے گھورا۔پھر خود بھی مسکرا دی۔

"یاچیز! یہ ہوئی نا بات۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر اسے ہنسانا ہی تو چاہتا تھا, اسے مسکراتا پا کر حدیر نے چہک کر کہا پھر قدرے سنجیدہ ہو کر اس نے نویرہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کا رخ پورا کا پورا اپنی طرف موڑ لیا۔

اس پل وہ اس کے بے حد پاس بیٹھی تھی۔

"نوی مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونا دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ٹرسٹ می!" اس کے یقین دلانے پر نویرہ اثبات میں سر ہلا گئ۔

"آ۔۔۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔۔ام۔۔۔۔۔۔۔" حدیر یکدم کشمکش کا شکار ہوا۔

"اور ۔۔۔۔۔۔۔کیا حدیر۔۔۔۔۔؟" وہ حدیر کو تذبذب میں پڑتا دیکھ کر الجھی۔ اس کی نظروں میں ابھرتا سوال صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"اور یہ کہ تم اب ریسٹ کرو۔۔۔۔۔۔۔۔ڈونٹ وری ! میں یہیں تمہارے پاس ہی رہوں گا۔"

اس کے لیٹنے کے بعد حدیر نے اس پر بستر درست کر دیا۔

نویرہ واقعی اس وقت آرام کی سخت ضرورت محسوس کر رہی تھی, حدیر کیسے اس کے دل تک پہنچ جاتا تھا بنا اس کے کچھ کہے وہ پہلے ہی اس کی ہر کیفیت کو سمجھ جاتا تھا۔

نویرہ نے پرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں کہ اب اسے کوئی ڈر نہیں تھا اس کا حدیر اس کے ساتھ جو تھا۔

وہ نویرہ کو بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس سے کتنی محبت کرنے لگا ہے , وہ اپنے سارے جذبات اس پر عیاں کرنا چاہتا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں وہ کچھ بھی نہ بتا سکا۔

حدیر نے ایک گہری سانس بھری۔

وہ تو آج ایک ضروری فائل گھر بھول گیا تھا وہی لینے واپس آیا تھا لیکن آج اگر وہ وقت پر نہ آتا تو کچھ بھی ہو سکتا تھا, حدیر سوچتے ہوئے کانپ کر رہ گیا۔

ایک بھرپور نظر نویرہ پر ڈال کر اس نے گردن موڑ لی اور فریش ہونے کے لیے واش روم کا رخ کیا۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

یہ رات کا پہلا پہر تھا لیکن اتنا گھپ اندھیرا دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے پتہ نہیں کتنی رات بیت گئی ہو۔

وہ چھت کی دیوار پر کہنیاں ٹکائے پیالے کی صورت دونوں ہاتھوں میں ٹھوڑی رکھے اس پل اداسی سے ساتھ بنے پھوپھو کے گھر کی اوپری منزل پر بنے ارسل کے کمرے کو تک رہی تھی۔

اس کے کمر کی لائٹ آف تھی جس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی تک گھر نہیں لوٹا تھا۔

کل کا دن اس کے لیے بہت خاص تھا۔ ایک روشن صبح اس کی منتظر تھی, اس کے دل کی

اولین خواہش پوری ہونے کا دن آن پہنچا تھا اس حوالے سے تو اسے خوش ہونا چاہیئے تھا اور بے حد خوش بھی تھی لیکن اس کا بیسٹ فرینڈ اس سے خفا تھا جس کے بغیر اس کی خوشی ادھوری تھی۔

دو دن ہو گئے تھے اسے ارسل کی شکل نہ دیکھے ہوئے , اس سے پہلے تو کبھی وہ اس سے اتنا سخت ناراض نہیں ہوا تھا۔

وہ اسے دث دن سے لگاتار کالز کر رہی تھی لیکن ارسل نے اس کی ایک کال بھی ریسیو نہیں کی اور اب بھی وہ موبائل پر لگی اسے کال ملانے میں مصروف تھی لیکن اس کا نمبر مسلسل بند جا رہا تھا۔

اس کے چہرے کا زاویہ یک دم بگڑ گیا۔

وہ مایوس ہوتی برا سا منہ بناتی واپس مڑتے مڑتے چونک گئ۔

ارسل کے کمرے کی بتی اچانک روشن ہوئی تھی۔

اس نے گھڑی پر وقت دیکھا ابھی تو دس بھی نہیں بجے تھے۔

وہ بچوں کی طح خوش ہوتی بھاگ کر چھت سے نیچے اتری اور ارسل کے گھر کا رخ کیا۔

گھر میں داخل ہو کر وہ سیدھی اس کے کمرے میں بنا دستک دیئے چلی گئ۔

وہ بیڈ پر سر جھکائے جوتے اترنے میں مصروف تھا ۔

بے وقت اور اچانک الوینہ کو سامنے دیکھ کر ارسل چونخ گیا پھر سر جھٹکتا اپنا دوسرا پیر بھی

جوتے سے آزاد کیا۔

الوینہ ہچکچاتی ہوئی اس سے کچھ فاصلے پر بیڈ پر ٹک گئ لیکن اس کی بیٹھنے کی دیر تھی ارسل ایک جھٹکے سے اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

الوینہ نے افسردگی سے اپنا نچلا لب کاٹا۔

"ابھی تک ناراض ہو سلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے معاف کر دو پلیز میری وجہ سے تمہارا دل دکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے پتہ ہے میں بہت بری ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے پر خفا ہو لو۔۔۔۔۔۔۔۔غصہ نکال لو لیکن یوں منہ تو نہ پھیرو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دو دن سے تم نے ہر طرح سے مجھ سے بات چیت بند کر رکھی ہے۔" الوینہ اس کے سامنے آ کر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"الوینہ تم جاؤ یہاں سے , میں نہ تو تم سے ناراض ہوں اور نہ ہی غصہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں خفا تو خود اپنے آپ سے ہوں۔" وہ دھیرے سے کہتا کھڑکی کے پاس آ گیا۔

"نہیں میں اچھی طرح سے جانتی ہوں تم مجھ سے بہت بہت ناراض ہو اور میں تمہیں منائے بنا یہاں سے جانے والی نہیں چاہے پھر صبح ہی کیوں نہ ہو جائے۔" وہ اٹل لہجے میں کہتی اس کی پیچھے آ کر اس کی پشت کو تکنے لگی۔

"میں نے کہا نہ نہیں ہوں ناراض , اب کیا لکھ کر دوں تب یقین کرو گی۔ اور خفا ہوں یا

نہیں تمہیں کیوں فرق پڑ رہا ہے تم جاؤ اپنے اس نمال کے پاس میرے پاس کیا لینے آئی ہو۔
" وہ یک دم غصے سے پلٹ کر بولا الوینہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گئ۔
وہ آج پہلی بار ارسل کو اتنے شدید غصے میں دیکھ رہی تھی۔ وہ جتنا بھی اسے تنگ کر لیتی تھی لیکن کبھی ارسل نے اس سے اس لہجے میں بات نہیں کی تھی۔
"ارسل۔۔۔۔۔۔۔۔مم۔۔۔۔۔۔" الوینہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے اس کے الفاظ ہونٹوں میں ہی پھڑپھڑا گئے۔
"کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔ہاں ۔۔۔۔۔۔الوینہ کچھ تو رحم کرو مجھ پر , اب کیا مرضی جان لینی ہے کیا۔۔۔۔؟"
"ارسل۔۔۔۔۔پلیز ایسا تو مت کہو۔۔۔۔" الوینہ اس کے الفاظ پر ششدر ہی تو رہ گئ۔
"تو اور کیا کہوں۔۔۔۔۔۔۔۔اب کچھ بچا ہے کیا ہے کہنے کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔تم جاؤ یہاں سے الوینہ ورنہ بتا نہیں غصے میں , میں تمہیں کیا کچھ کہہ دوں گا۔۔۔۔" وہ خود پر قابو پاتا رخ موڑ کر بولا۔
"سلو۔۔۔۔۔۔میری بات تو۔۔۔۔۔"
"مجھے کچھ نہیں سننا اور تم جا کیوں نہیں رہی۔۔۔۔۔۔۔۔الوینہ میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ سختی سے پیش آؤں سو پلیز جسٹ لیو می آلون۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ تمہارا بہت احسان ہو گا مجھ پر۔۔۔۔" ارسل نے اب کی بار بے بسی سے کہا۔

الوینہ ٹھنڈی سانس بھرتی مغموم سی کمرے سے باہر نکل گئ۔

وہ کھڑکی سے اسے باہر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"الوینہ! تمہیں تمہاری محبت مبارک ہو, بے فکر رہو میں تمہارے راستے میں آج کے بعد کبھی نہیں آؤں گا۔ بس تم ہمیشہ خوش رہو!" ارسل نے غمگین لہجے میں زیر لب کہا اور کھڑکی کے آگے پردے برابر کر کے وہاں سے ہٹ گیا۔

صبح ہوتے ہی جہانگیر فیملی میں ایک غیر معمولی ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔

آئیملک کے اٹھانے پر الوینہ نیند سے بیدار ہو گئ۔

وہ بڑے خوشگوار انداز میں بھرپور انگڑائی لیتی بیڈ سے اتر گئ۔

شام ہونے کو تھی جب مہمانوں سے پیلس کچھاکھچ بھرنے لگا۔

سارے مہمان آچکے تھے۔ تھوڑی دیر تک رسم شروع ہونے والی تھی۔

وائٹ شرٹ پر ڈارک بلو پینٹ کوٹ پہنے, وجیہہ چہرے پر پرکشش سی نیلی آنکھیں وہ ہر دیکھنے والی آنکھ کا تارا بنا ہوا تھا۔

وہ اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ خود آئیملک نے پتہ نہیں کتنی بار اسے چھپ چھپ کر دیکھا۔

اس کے پہلو میں بیٹھی الوینہ ٹی پنک فراک میں پوری طرح ہار سنگھار سے لیس سر قدرے جھکائے شرمائی شرمائی سی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ آئیملک نے دونوں کی دل ہی دل میں نظر اتاری۔

پھر رسم شروع ہو گئ۔ ایک بھرپور اور خوشیوں سے بھرے ماحول میں انگیجمنٹ رنگز کا تبادلہ ہوا اور یوں آلوینہ نمال کے ساتھ منسوب ہو گئ۔

افغال کے پہلو میں کھڑی آئیملک تالیاں بجاتے ہوئے بظاہر مسکرا رہی تھی لیکن حقیقت میں وہ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر خوشی اور اذیت دونوں احساسات سے گزر رہی تھی۔

خوش اس لیے کے الوینہ اپنے من چاہے ساتھی کو پا کر خوش تھی اور دکھی اس لیے کہ اس نے نمال کو کھو دیا تھا۔

رسم کے بعد سب کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

الوینہ اور نمال کو اسٹیج پر ہی ویٹرز نے کھانا سرو کیا۔

الوینہ نے اپنے ساتھ ساتھ نمال کی پلیٹ میں بھی گرما گرم بھاپ اڑاتی بریانی ڈال کر پلیٹ اس کے آگے رکھ کر خود بھی کھانے لگی۔

لیکن بھوک کہاں تھی اس کی آنکھیں تو بس ایک ہی منظر دیکھنا چاہتی تھیں۔

نمال نے ایک طائرانہ نگاہ پورے ہال میں دوڑائی , سب کھانے میں مگن تھے جبکہ آئیملک ہال کے وسط میں کھڑی کسی مہمان لڑکی سے باتیں کرتی وقفے وقفے سے مسکرا بھی رہی تھی۔

آف وائٹ جامہ وار تنگ پاجامے پر آف وائٹ موتیوں سے مزین گولڈن لانگ شرٹ کے ساتھ ہم رنگ نگوں سے جگمگ کرتی جیولری پر جوڑا کیے کچھ لٹیں آگے کی نکلی ہوئی تھیں , ہائی ہیل پہنے وہ ہمیشہ کی طرح پرفیکٹ لگ رہی تھی , ایسے لگتا تھا جیسے ہر رنگ اس کے لیے بنا ہو۔

نمال کو اس پر سے نظر ہٹانا مشکل لگ رہا تھا۔ اس نے اپنے پہلو میں بیٹھی الوینہ پر نگاہِ غلط ڈالنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

وہ بے صبری سے رسم ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہاں سے اٹھ کر چلا جاتا۔

اس کی نظریں بار بار آئیملک کی جانب اٹھ رہی تھیں۔ دفعتاً اس کی نظر اوپر لگے روشنوں سے جھلمل کرتے بڑے سے فانوس پر پڑی تو وہ بری چونک کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

وہ کبھی فانوس کو اور کبھی آئیملک کو دیکھ رہا تھا۔

فانوس غیر محسوس طریقے سے ہل رہا تھا ایسے لگ رہا تھا ابھی نیچے گر جائے گا۔

اس پر یک دم گھبراہٹ طاری ہو گئ ۔

اس فانوس کے نیچے بے فکری سے آئیملک کھڑی اب فون پر کسی سے بات کرنے میں لگی تھی۔ وہ مہمان لڑکی وہاں سے ہٹ گئ۔

فانوس اچانک ایک طرف سے لڑھکا, نمال کی نظریں فانوس پر ہی چپکی تھیں۔

"آئیملک--------وہاں سے ہٹ جاؤ --"وہ زور سے چلاتا ہوا بدحواسی سے اسٹیج کی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا آئیملک کی طرف دوڑ کر گیا۔

الوینہ اسے یوں جاتے دیکھ کر الجھ کر کھڑی ہو گئ۔

پھر وہ بھی گرتے فانوس کو دیکھ چکی تھی اور گھبرا کر اس طرف دوڑی۔

باقی سب بھی اس طرف متوجہ ہوئے۔

نمال کے پکارنے پر آئیملک چونک کر پیچھے مڑی۔

اس کے قریب جا کر نمال نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

آئیملک کا سر بری طرح سے اس کے سینے سے ٹکرایا۔ اس کے بازوں کے حصار میں جکڑی وہ الجھی نظروں سے اپنے اتنے قریب نمال کو تکنے لگی ۔

وہ خود پر قابو پاتی یک دم غصے میں آ گئ لیکن اس سے پہلے کے وہ کھری کھری سناتی ایک زور دار چھناکے کی آواز اس کی پشت پہ گونجی ۔

آئیملک نے حیرانی سے چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھا جہاں کچھ دیر پہلے وہ کھڑی تھی اب وہاں فانوس گر کر چکنا چور ہو گیا تھا۔

وہ لب بھینچتی پھر نمال کو دیکھنے لگی جو اس کی طرف ہی متوجہ تھی۔

نمال نے آہستگی سے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔۔

اتنے میں افغال تیزی سے دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"ابی آر یو اوکے۔۔۔۔۔"وہ اس کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں لے کر پریشانی سے بولا۔

"ہا۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں ! میں۔۔۔۔۔۔۔میں ٹھیک ہوں۔"آئیملک نے ہکلا کر جواب دیا۔ جو کچھ ابھی ہوا وہ اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

افغال کی اچانک اوپر کی منزل پر نظر پڑی جہاں پر فانوس بندھا ہوا تھا وہاں اسے سفید رنگ کی

جھلک محسوس ہوئی پاس کھڑے ویٹر کو افغال نے کچھ ہدایات دیں تو وہ فوراً سر ہلاتا اوپر سیڑھیاں چڑھ کر جانے لگا۔

"اور تم سب دھیان کیوں نہیں رکھا کتنی بار کہا کہ مجھے کوئی بھی گڑبڑ نہیں چاہیئے ---------ابھی کچھ ہو جاتا تو پھر کون ذمہ دار تھا۔"

افغال اپنے ارد گرد کھڑے ویٹرز پر برس پڑا۔

وہ سب ہاتھ باندھے, سر جھکائے خاموش کھڑے رہے۔

"نمال یہ سب کیسے ہوا---؟" الوینہ نے اس کے پاس آ کر پریشانی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں ------- لیکن اللہ کا شکر ہے بروقت میری اوپر نظر پڑ گئ ورنہ------" نمال نے سر ہلا کر بات ادھوری چھوڑ دی اور افغال کے پہلو میں کھڑی آئیملک پر نگاہیں جما دیں۔

مدیحہ دور کھڑی سب تماشا دیکھتی رہی ۔ اپنا پلان فیل ہوتا دیکھ کر ان کا موڈ بری طرح سے بگڑ چکا تھا۔

"پہلے افغال کیا کم تھا اس ڈائن کا حمایتی جو اب یہ نمال بھی اس کا محافظ بن گیا ہے۔ پتہ نہیں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں جو دونوں اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔ اس سے اچھا تھا میں زہر گھول کے اسے پلا دیتی کم از کم فوراً مر تو جاتی۔ یا تو میرا پلان غلط تھا یا اس لڑکی کی قسمت بہت اچھی جسے کھروچ تک نہیں آئی۔" مدیحہ نے افسوس سے ایک ہاتھ کا مکا بنا کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مار کر غصہ اتارنا چاہا۔ پھر باہر کی جانب چلنے لگیں۔

افغال نے ایک غصے سے بھری تیز نظر باہر جاتی اپنی مام پر ڈالی۔ وہ حد درجہ حیران تھا کہ اس کی مام انکل جہانگیر کے بعد اب آئیملک کو مارنا چاہتی تھیں۔

پھر وہ سر جھٹکتا سیڑھیاں چڑھنے لگا کہ ابھی کچھ کام باقی تھا جسے پورا کیے بغیر وہ پیلس سے نہیں جا سکتا تھا۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

اس وقت ہر سو ہو کا عالم تھا۔

گہری ہوتی رات میں اس پہر صرف کلاک کی ٹک ٹک کی آواز ماحول میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

حدیر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نویرہ کو دیکھنے میں محو تھا جس کے چہرے پر سوتے ہوئے بھی خوف کے تاثرات تھے, وہ ڈر کے مارے دو بار جاگ چکی تھی اور حدیر تب سے جاگ رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ نویرہ جس حادثے سے گزری ہے اسے نارمل ہونے میں کچھ دن لگ جانے تھے۔

حدیر اس پر نگاہ جمائے نیند سے بوجھل آنکھیں بند کر ہی رہا تھا جب نویرہ کا تنفس پھر سے تیز ہو گیا,وہ پھر سے بے چین ہونے لگی۔

حدیر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا پھر کچھ پل سوچنے کے بعد اس نے جلدی سے اپنے اور نویرہ کے درمیان پڑے سارے تکیے ہٹا دیئے۔

اپنا بازو دراز کر کے نویرہ کا سر بازو پر رکھا۔

"حدیر! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" نویرہ اس کے سینے میں منہ چھپا کر غنودگی میں بڑبڑائی۔

"کیوں ڈر کس بات----------میں ہوں نا تمہارے ساتھ----------میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی سے بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں۔" حدیر نے بڑے پیار سے اسے اپنے ہونے کا احساس دلایا۔

"آپ-------آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نا؟" اسے اپنے پاس نویرہ کی سہمی سی آواز آئی۔

"اوں-------ہوں---------- تمہیں چھوڑ کر میں نے جانا بھی کہاں ہے ہاں, میرے سارے راستے تم سے شروع ہو کر تم پر ہی ختم ہوتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں کرتا بڑے جذب سے بولا۔

"بس اب تم سو جاؤ بے فکر ہو کر, کچھ مت سوچو!" وہ اس کے سلکی بالوں میں انگلیاں چلانے لگا۔ اتنے مہینوں میں آج پہلی بار نویرہ اس کے اتنے قریب تھی آج پہلی بار اس نے اس کے بالوں کو چھوا تھا۔

وہ اس کا شوہر تھا لیکن اس کے باوجود نویرہ نے خود کو بہت سمیٹ کر رکھا تھا۔

اتنی پاکیزہ شریکِ حیات ملنے پر حدیر نے دل ہی دل میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

پھر فرطِ جذبات میں آ کر اس نے نویرہ کے بالوں پر پیار کی مہر ثبت کی اور سر اس کے بالوں

پر کر آنکھیں موند لیں۔

آج ایک دیوار بھی ان کے درمیان سے ہٹ گئ تھی۔ اب ان دونوں کے بیچ کسی تیسری چیز کی جگہ نہیں تھی۔

چڑیوں کی خوبصورت سی چہچہاہٹ پر نویرہ کی یک دم آنکھ کھلی ۔

ایک لمحے کے لیے تو وہ سمجھ ہی نہ پائی کہ کہاں پر ہے ۔ خود کو حدیر کی بانہوں کے حصار میں دیکھ کر ہکا بکا رہ گئ۔

"میں اتنی بے ہوش کیسے سو سکتی ہوں۔" نویرہ نے حیرانی سے سوچا۔ پھر تھوڑا سا سر اونچا کر حدیر کے پیچھے جھانکا سارے تکیے اس کے پشت پر پڑے تھے۔

رات کیا ہوا تھا اس نے حدیر سے کیا بات کی تھی اس وقت اسے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔

پھر سر کو جھٹک کر وہ آرام سے اس کے حصار سے باہر نکل گئ۔

چند لمحے وہ اس کے پھیلے بازو کو حیرت سے دیکھتی رہی۔

"کیا وہ ساری رات حدیر کے بازو پر سر رکھ کر سوئی تھی۔" اس نے بے یقینی سے سوچا پھر دوسرے ہی پل ایک شرمگیں مسکان اس کے چہرے پر سج گئ جسے حدیر ایک دیکھ لیتا تو ضرور واری صدقے جاتا۔

حدیر پر اب صرف اس کا حق تھا یہ خیال ہی اتنا حسین اور دلفریب تھا ۔ وہ دھیمے سے مسکراتی واش روم کی طرف جانے لگی۔

ناشتے کی میز پر تقریباً سب ہی موجود تھے۔

آج اتوار تھا اس لیے سب دیر سے جاگے۔ نویرہ نے اسی لیے ملازمہ کے ساتھ مل کر دیر سے ناشتہ تیار کیا۔

میز پر ہر ایک کا اپنی اپنی پسند کا بریک فاسٹ موجود تھا۔

"ارے واہ بھئی! ماننا پڑے گا کیا ذائقہ دار آلو کا پراٹھا بنایا ہے لگتا ہے آج میری بیٹی نے صبح صبح بہت محنت کی ہے ۔" شیرازی صاحب مزے سے پراٹھا کھاتے ہوئے خوشگوار موڈ کے ساتھ گویا ہوئے۔

جواب میں نویرہ محض مسکرا دی۔

حدیر نے بھی تو صیفی نگاہوں سے نویرہ کو مسکرا کر دیکھا۔

راحیلہ اور سمیر یہ منظر دیکھ کر جل کر رہ گئے۔ البتہ فضہ نے بہت فرصت سے دونوں کو نوٹ کیا پھر وہ ہلکا سا مسکرا کر ناشتے میں مگن ہو گئ۔

ناشتے کے بعد سب ادھر ادھر اپنے اپنے شغل میں لگ گئے۔

"نویرہ! رکو مجھے تم سے کچھ اہم بات کرنی ہے۔" نویرہ اپنے دھیان میں چلتی لاؤنج سے باہر جانے لگی جب راحیلہ کی آواز پر وہ فوراً رک گئ۔

اب وہ رخ موڑے سوالیہ نظروں سے انہیں تکنے لگے۔

راحیلہ نے پہلے کینہ توز نگاہوں سے اسے گھورا پھر مخاطب ہوئیں۔

"بہت ہی شاطر لڑکی ہو بلکل اپنی ماں کی طرح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا بگاڑا ہے میرے بھائی نے تم دونوں کا جو یوں ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ گئی ہو۔ "راحیلہ نے تنفر سے کہا۔

"پیچھے ہم نہیں آپ کا بھائی پڑا ہوا تھا اچھا ہے اب سڑے ساری زندگی جیل کی سلاخوں کے پیچھے, اس دھرتی سے گناہوں کا کچھ بوجھ تو کم ہو گا۔" نویرہ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ اس کے الفاظ راحیلہ کے تن بدن میں آگ لگا گئے۔

"اے لڑکی! زبان سنبھال کر بات کرو ورنہ یہی زبان گدی سے کھینچ کوں گی۔" راحیلہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ آگے بڑھ کر نویرہ کا گلا دبا دیں۔

"یہ بہت چھوٹے الفاظ ہیں ورنہ ایک شیطان کا ذکر کرنا کون پسند کرے گا۔" اب کی بار نویرہ بھی گرم لہجے میں بولی۔

"کیا کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیطان ۔۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں شرم نہیں آتی میرے بھائی کے بارے میں ایسا کہتے ہوئے۔" راحیلہ ہکا بکا سی رہ گئیں۔

"شیطان کو شیطان نہ کہیں تو پھر کیا کہنا چاہیئے آپ ہی بتا دیں۔" نویرہ طنزاً بولی۔

"تم اب حد سے بڑھ رہی ہو۔۔۔۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں تو صرف آپ کی باتوں کا جواب دے رہی ہوں۔"

بہرحال تمہیں تو میں بعد میں دیکھوں گی ابھی جاؤ اپنے ماموں کے پاس اور انھیں مناؤ کہ کیس واپس لیں پولیس سے۔" اب کی بار راحیلہ نرم پڑ گئیں۔ جانتی تھیں کہ صرف نویرہ ہی تھی

جس کی شیرازی کوئی بات نہیں ٹالتے تھے۔

"آنٹی معاف کیجیئے گا میں آپ کی اس معاملے میں کوئی مدد نہیں کر سکتی۔" نویرہ بے نیازی سے کہتی آگے جانے لگی جب راحیلہ نے اسے اس کے بالوں سے پکڑ کر روک لیا۔ نویرہ درد سے کراہ کر رہ گئ۔

"مدد مانگ کون رہا ہے یہ میرا حکم سمجھو اور ابھی کے ابھی تم نہ صرف جاؤ گی بلکہ رضامند بھی کر کے آؤ گی۔" وہ یکدم غرائی تھیں۔

نویرہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"چاہے کچھ بھی ہو جائے میں برائی کا ساتھ نہیں دوں گی آنٹی اور میں اپنے ماں بابا سے یہی سیکھا ہے۔" نویرہ بنا ڈرے مضبوط لہجے میں بولی۔

راحیلہ کو جھٹکا سا لگا ۔ وہ یہ کام جتنا آسان سمجھ رہی تھیں اتنا ہی مشکل نکلا تھا کیونکہ نویرہ دبنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"میرے سامنے زبان چلاتی ہو میرے سامنے ابھی عقل ٹھکانے لگاتی ہوں۔" راحیلہ نے ہاتھ جکڑے بالوں کو اور زور سے جھٹکا دیا۔

نویرہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ برآمد ہوئی۔

"اب بتا مانے گی بات یا نہیں؟" راحیلہ کڑے تیور لیے پوچھا۔

"نہیں------ کبھی بھی نہیں ۔ میں آپ کی کوئی بھی ناجائز بات کبھی بھی نہیں مانوں گی

چاہے جو ہو جائے۔" نویرہ نے نفی میں سر کو حرکت دے کر کہا۔

"وہ سچ ہی کہتے ہیں کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارے ساتھ بھی یہی کرنا پڑے گا۔" راحیلہ نے تلملا کر کہا اور تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا۔

نویرہ نے جلدی سے دونوں ہاتھ اپنے پر رکھ دیئے۔

"جسٹ سٹاپ اٹ مما! یہ کیا کرنے جا رہی ہیں آپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ؟" حدیر نجانے کب سے یہ سب دیکھ رہا تھا دوڑ کر آگے آ کر راحیلہ کا ہاتھ پکڑ کر غصے سے کہا۔

"تم ہٹو آگے سے بیٹا تم نہیں جانتے یہ کتنی چالاک لڑکی ہے آج میں اسے چھوڑوں گی نہیں ۔" راحیلہ ہاتھ چھڑوانا چاہا لیکن ناکام رہیں کیونکہ حدیر کی گرفت مضبوط تھی۔

"نویرہ ! کیسی ہے یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا اور دوسری بات مما نویرہ میری بیوی ہے اور اس کے ساتھ اس طرح کا سلوک آئندہ ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔" حدیر نے راحیلہ کا ہاتھ نیچے جھٹک دیا اور نویرہ کے بال ان کے دوسرے ہاتھ سے آزاد کر کے اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا۔

"تم اس لڑکی کی حمایت کر رہے ہو جس کی وجہ سے میرا بھائی وہاں جیل کی ہوا کھا رہا ہے۔" وہ بے یقینی سے بولیں۔ یہ وہی حدیر تھا جس نے کبھی ان سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی آج ان۔کا اپنا بیٹا ہی ڈٹ کر سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔

"ماموں نویرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی گندی حرکتوں کی وجہ سے جیل گیا ہے نویرہ کی حالت

دیکھی تھی نا آپ نے , کیا حال کر دیا تھا اس نے نویرہ کا ۔"

"تم بہت بدل گئے ہو حدیر ------" راحیلہ آنکھوں میں آنسو بھر کر بولیں۔

"میں نہیں بدلا مما ! خود سوچیں اگر نویرہ کی جگہ آپ کی اپنی بیٹی فضہ ہوتی تو کیا آپ ایسے ہی کہتیں, کیوں دوسروں کی بیٹیوں کو اپنی بیٹی کی طرح نہیں سمجھا جاتا بہت افسوس کا مقام ہے مما---------"

حدیر نے تاسف سے سر ہلا دیا۔

ایک پل کے راحیلہ لاجواب سی ہو گئیں۔

"آج کے بعد ماموں سے ہمارا رشتہ ختم سمجھیں ۔ پہلے بات تو یہ ہے کہ وہ جیل سے رہا نہیں ہو گا اور اگر ہو بھی گیا تو اس گھر کے دروازے حشمت علی کے لیے بند ہیں ۔" حدیر دوٹوک انداز میں گویا ہوا۔

"تم ہوش میں تو ہو اپنے ماموں کے بارے میں ایسے بات کرتے ہیں کیا یہ تربیت دی ہے میں نے تمہیں ہاں------!" راحیلہ حیرت میں غوطہ زن ہوئیں۔

"مما اس نے ہماری عزت پر ہاتھ ڈالا ہے میں اس درندے کو کبھی معاف نہیں کروں گا میرا بس چلتا تو ادھر ہی زندہ زمین میں گاڑ دیتا لیکن پاپا نے روک لیا۔ آپ نے ہمیشہ سفینہ پھوپھو کو برا بھلا کہا کیا کچھ نہیں کہا ان کے ساتھ اور ہمارے ذہنوں میں الگ زہر گھولتی رہیں کہ ہم کبھی ان کا نام تک لینا پسند نہ کریں۔ لیکن مما جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یہ ایک نا ایک

دن پکڑا ہی جاتا ہے۔ نویرہ میری بیوی ہے اس کے ساتھ کچھ بھی غلط ہو یہ میں برداشت نہیں کر سکتا آپ یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں۔"

حدیر ٹھوس لہجے میں کہتا نویرہ کا ہاتھ تھامے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

راحیلہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئیں۔

"اپنے بھائی کو تو میں باہر نکال کر ہی دم لوں گا اور میں دیکھتی ہوں کوئی میرے بھائی کو اس گھر میں آنے سے کیسے روکتا ہے۔"

راحیلہ نے بڑبڑا کر کہا اور اپنے کمرے میں آ کر ہینڈ بیگ لیا اور گھر سے باہر نکل گئیں۔ ان کا ارادہ اپنے بھائی کے گھر جانے کا تھا وہ فضہ کو بھی اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود ساتھ لے گئیں۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

آج سب کا چھٹی کا دن یعنی کہ اتوار کا دن تھا۔

اسی لیے سب ابھی تک سو رہے تھے۔

آئیملک فریش ہونے کے بعد کچن میں آئی تو نمال پہلے سے وہاں موجود اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔

آئیملک نے اسے صاف نظر انداز کیا اور دوسری طرف آ گئی۔

آملیٹ اسے کچھ خاص پسند نہیں تھا۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد اس نے آلو کی بھجیا بنانے کا سوچا جو جھٹ پٹ بن بھی جانی تھی۔

آلو کا چھلکا اتارنے کے لیے اس نے کٹر اٹھا لیا اور اپنے کام میں لگ گئی۔

آج خلافِ معمول اسے گھر پر موجود پا کر نمال کو خوشگوار حیرت ہوئی۔

ساری سبزی کاٹنے کے بعد اس نے پین میں آئل ڈالا اور فٹافٹ ہاتھ چلانے لگی کوئی دس پندرہ منٹ بعد آلو کی مزیدار سی بھجیا تیار تھی۔ اسے ایک ڈونگے میں نکال کر آئیملک نے فوراً ہی چائے کے لیے اوپر دودھ رکھ دیا۔

نمال ابرو اچکا کر متاثر سا ہوا۔

اس کے اپنے گھر میں پانی تک ملازمین پلاتے تھے۔ ملازمین کی ایک لمبی لائن لگی تھی لیکن یہاں آ کر اسے جو سب سے اچھی بات لگی وہ یہی کہ آئیملک اتنی ماڈرن ورکنگ گرل ہونے کے باوجود گھر کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔

دادو, الوینہ سب نے بہت کہا کہ کوئی میڈ رکھ لیتے ہیں لیکن آئیملک کی ناں ہاں میں نہ بدلی تو مجبوراً سب کو اپنے اپنے حصے کے کام خود کرنے پڑتے۔ جس کا جو دل ہوتا بنا کر جس وقت مرضی کھا پی لیتا البتہ رات کا کھانا پورے نو بجے تک تیار ہوتا تھا یہ بھی آئیملک کا اپنا ہی اصول تھا۔

وہ چائے کپ میں ڈالے وہیں کھڑا پیتا رہا اور ایک منٹ بھی نظر آئیملک کے چہرے پر سے

نہیں ہٹائی اور اس کے برعکس آئیملک نے ایک بار بھی اسے دیکھنا ضروری نہیں سمجھا۔ نمال کو کچھ برا سا لگا ۔ وہ پھر سے اپنے خول میں سمٹ گئ تھی۔ پھر سے ایک کام کرنے والی مشین بن گئ تھی۔

"تمہیں آج صبح صبح گھورنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے کیا؟" کب سے اس کی نگاہیں خود پر جمی دیکھ کر آئیملک نے چڑ کر پوچھا تو اس کا بھی ارتکاز ٹوٹا۔

"نہیں--------گھور کہاں رہا ہوں , میں تو بڑے پیار سے دیکھ رہا ہوں۔" نمال نے مصنوعی معصومیت سے جواب دیا۔

آئیملک نے ایک غصے سے بھری گھوری اس پر ڈالی۔

"گھورتی تو آپ ہیں جنگلی بلیوں کی طرح جیسے کسی پر بہت زیادہ غصہ آیا ہو۔" وہ بے نیازی سے بولا ۔

آئیملک کا حیرانی سے یک بیک منہ کھلا پھر اس نے جلدی ہی بند کر لیا۔

"میں تم سے بات کرنا پسند نہیں کرتی اس لیے اپنے کام سے کام رکھو۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔

"لیکن میں تو تمہیں بے حد پسند کرتا ہوں--------اس لیے کنفیوژن سی ہے کہ کس کی بات مانوں اپنے دل کا یا پھر تمہاری۔" نمال نے بڑی ترنگ میں کہا۔

"اگر یاد ہو تو ابھی محض دو دن ہوئے ہیں تمہاری انگیجمنٹ کو اس لیے ان فضول باتوں کا کوئی

فائدہ نہیں , اپنے یہ جذبات الوینہ پر جا کر نچھاور کرو جو جواب میں تمہیں پیار بھی دے گی۔" آئیملک نے طنزیہ کہا۔

"او ہاں! میں تو بھول ہی گیا اینڈ بائی دا وے ! مشورے کے لیے بہت بہت شکریہ!" وہ بھی جواباً طنزیہ بولا۔

"تمہیں بہت شوق ہے نا مجھے تڑپانے کا تو ٹھیک ہے میں بھی دیکھتا ہوں تم میں کب تک ہمت ہے ۔" نمال خالی کی سلیب پر رکھتا یکدم اس کے قریب آنے لگا۔

آئیملک کی سانس اٹکنے لگی۔ وہ یک ٹک اسے تکنے لگی۔

"کس بات کا تمہیں ڈر ہے ملک! کیوں بھاگ رہی ہو مجھ سے ---------- کیوں اقرار نہیں کر لیتی کہ تمہیں بھی مجھ سے اتنا ہی پیار ہے جتنا کہ مجھے تم سے---------- الوینہ مجھ سے محبت کرتی ہے لیکن میں تو نہیں کرتا پھر مجھے سزا کیوں مل رہی ہے؟" نمال کی آنکھوں میں اس لمحے کتنے شکوے , کتنی شکایتیں , کتنے سوال تھے جو وہ پوچھنے کے لیے بے چین تھا ۔

اس کی آنکھیں بلا کی مقناطیسی تھیں آئیملک کو لگا کہ وہ کچھ دیر اور دیکھے گی تو پور پور پگھل جائے گی اور وہ سب بیاں کر دے گی جو وہ اپنے دل میں چھپا کر بیٹھی تھی۔

آئیملک کا ہاتھ نمال کے ہاتھ میں جکڑا تھا یکدم وہ ہوش میں آئی۔

" مجھے تم۔میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے میں افغال کے ساتھ بہت خوش ہوں اور ہزار بار کہا

ہے کہ میرے قریب مت آیا کرو تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی۔"آئیملک نے اسے زور سے پیچھے کی طرف دھکیلا۔

نمال اس غیر متوقع حملے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے کب سے ابلتے دودھ میں اس کا ایک ہاتھ پڑا وہ کراہ کر پیچھے ہٹا۔

درد کی شدت اتنی تھی کہ اس کی نیلی آنکھیں تیزی سے لہو رنگ ہو گئیں۔

آئیملک منہ پر ہاتھ رکھے ہکا بکا رہ گئ۔

اس نے نمال کبھی تکلیف دینے کا سوچا بھی نہیں تھا لیکن ہر بار وہ اسے ایک نیا زخم دے دیتی تھی۔

نیلا سرخ ہوتا ہاتھ نمال نے جلدی سے فریزر سے برف نکال کر ایک برتن میں پانی بھر کر اس میں ڈال دی اور پھر اس میں ہاتھ ڈپ کر کے رکھ دیا۔

آئیملک نے ازحد شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

وہ کچھ دیر یہی عمل کرتا رہا پھر تیز تیز ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آئیملک پژمردہ سی لاؤنج میں آ کر بے چینی سے چکر کاٹنے لگی۔ وہ ہاتھ کی انگلیاں آپس میں بری طرح سے مسل رہی تھی۔

"پتہ نہیں نمال ہاتھ پر کچھ لگایا بھی ہو گا یا نہیں۔۔۔۔" اسے پریشانی سی لاحق ہوئی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ آہستگی سے چلتی اس کے کمرے کے دہانے پر کھڑی ہو گئ۔

دروازہ پہلے سے کھلا تھا۔

نمال بیڈ پر ایسے ہی منہ نیچے کیے بیٹھا تھا اس نے ہاتھ پر کچھ بھی نہیں لگایا تھا۔

آئیملک کو اس کی لاپروائی پر شدید غصہ آیا۔

وہ واپس مڑی اور فرسٹ ایڈ باکس لے کر اس کے کمرے میں آ گئ اوراس کے سامنے دوزانوں بیٹھ گئ۔

"بہت شوق ہے تمہیں درد میں رہنے کا ابھی تک تم نے اس پر کچھ بھی نہیں لگایا۔"

"اگر کچھ لگا دیتا تو تم کیسے آتی۔۔۔۔۔۔۔ مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گی۔" وہ مسکرا کر بولا اور ہاتھ آگے کر دیا۔

جواب میں وہ خاموشی سے اس کے ہاتھ پر دوائی لگاتی رہی۔ نمال کو وہ خاموش بلکل اچھی نہیں لگتی تھی۔

"سوچا جس نے درد دیا وہی آ کر مرحم لگا دے گا۔" وہ پھر سے مزے سے بولا۔

آئیملک اسے گھور کر رہ گئ

"میرے ساتھ فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں چپ چاپ بیٹھ کر پٹی کرواؤ۔" وہ مرچیں چبا کر بولی ۔ نمال نے برا سا منہ بنایا ۔

آہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔دھیرے سے کرو۔" نمال یک دم ہاتھ کھینچ کر کراہ کر بولا۔

"اوہ ایم سوری ! زیادہ درد ہو رہا ہے کیا؟" آئیملک نے پھر سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اب

احتیاط سے پٹی کرنے لگی۔

"ہاں ! بہت درد میں ہوں ملک! لیکن تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میں خوش رہوں یا ناخوش۔۔۔۔۔۔۔تم سب کے لیے قربانی دے سکتی ہو لیکن میرے لیے نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیوں ملک؟ کیا میں تمہیں اتنا برا لگتا ہوں ؟" نمال اپنی ہی رو میں بہنے لگا تھا۔

اس کے لہجے میں درد تھا کہ پٹی کرتے آئیملک کے ہاتھ لمحہ بھر کے لیے رکے , اس کی پلکیں بری طرح لرزیں۔ لیکن وہ خاموش رہی۔

"تم ایک بار کہہ دو کہ تم مجھ سے پیار کرتی ہو ملک! مجھے اپنے پیار کی قسم میں ساری دنیا سے لڑ لوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صرف تم ایک بار اپنی زبان سے اقرار کر دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صرف ایک بار۔" وہ ملتجی ہوا۔

آئیملک ایک جھٹکے سے اٹھی اور دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔

"کچھ کہو گی نہیں ملک۔۔۔۔۔۔۔؟" اسے یوں خاموشی سے جاتا دیکھ کر نمال نے تیزی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بے تابی سے پوچھا۔

"پٹی کر دی ہے میں نے نمال اور جو درد اور تکلیف تمہیں میری ذات سے ملے ہیں میں اس کا کوئی ازالہ نہیں کر سکتی اس لیے ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔"

وہ اس کی طرف دیکھ کر کپکپاتی آواز میں بولی پھر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر باہر کی

طرف بھاگ گئ۔

نمال بے بسی سے اسے جاتا دیکھتا رہا۔

آئیملک نے روانی سے بہتے آنسوؤں پر بند باندھنے کے لیے انگلیوں سے بے دردی سے رگڑا لیکن کبھی کبھی ہمیں اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں رہتا ہم جتنا چاہتے ہیں نہ روئیں , اشک اتنی تیزی سے برسنے لگتے ہیں۔

اس پل آئیملک میں بھی اسی کیفیت سے دوچار تھی۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

باقی دنوں کی طرح آج کے دن کی صبح بھی نکھری نکھری سی تھی۔

حدیر کے آفس جانے کے بعد اس نے آرام سے ناشتہ کیا پھر تھوڑی دیر ٹی وی سے دل بہلایا لیکن جلد ہی وہ اس کام سے بھی اکتا گئ ۔

اسے جب کچھ سجھائی نہ دیا تو اپنے کمرے میں آ گئ۔

اس نے کمرے کا بغور جائزہ لیا۔

پرسوچ انداز میں اس نے ایک ایک چیز کو ملاحظہ کیا۔ پھر دوپٹہ سر سے اتار کر اس نے کمر کس لی۔

بازؤں کی آستینیں کہنی سے اوپر تک چڑھا لیں۔

وہ اتنے مہینوں سے ایک ہی طرح کی کمرے کی سیٹنگ دیکھ کر کوفت کا شکار ہوئی۔
سیٹنگ بدلنے کی غرض سے وہ چیزیں ادھر ادھر کرنے لگی۔
"ہففف----! یہ بھاری چیزیں تو مجھ سے ہلی بھی نہیں جائیں گی----------اب کیا کروں؟ ----------ایک نئی مصیبت---------" اس نے منہ کا برا سا زاویہ بنا کر کہا۔
اسے اس پل حدیر کی بہت کمی محسوس ہوئی۔
وہ سائیڈ ٹیبل پر سجی حدیر کی فریم میں لگی دلکش سی تصویر کے پاس آ گئ اور بلا ارادہ ہی اسے تکنے میں محو ہو گئ۔
"اف فوہ! نویرہ کانسٹریٹ---------- اپنے کام پر فوکس کرو بس اس کھڑوس کو تو بعد میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔" نویرہ نے اپنے سر پر ہلکی سی چپت لگائی اور سر جھٹک کر ہاتھوں کے محض اشارے سے سیٹنگ ترتیب دینے لگی۔
وہ کھڑی ابھی کچھ کرنے کا سوچ ہی رہی تھی جب اچانک اس کی نظر دروازے پر پڑی۔
حدیر دروازے میں کھڑا دونوں بازو سینے پر آپس میں حمائل کیے یک ٹک اسے دیکھنے میں محو تھا۔
"ہائیں----------حدیر تو صبح سے آفس گیا ہے پھر --------" نویرہ نے بے یقینی سے آنکھوں کو مسلا کہ شاید اس کا خیال ہو لیکن وہ واقعی حدیر تھا جو اس کی حرکت پر اب مسکرا بھی رہا تھا۔
وہ دروازے سے ہٹ کر ایک طرف ہو گیا۔

"کمرے میں لے آئیں اور وہاں آگے رکھ دیں۔" وہ ملازمین سے مخاطب ہوا جو بھاری بھرکم صوفہ اٹھائے اپنے مالک کے حکم کے منتظر تھے فوراً سے وہاں جا کر رکھ دیا پھر تیزی سے باہر نکل گئے۔

"آ۔۔۔۔آپ تو آفس سے تھے پھر یہاں کیسے۔۔۔۔؟"

"کیوں میں آفس صرف جا ہی سکتا ہوا واپس نہیں آ سکتا۔" حدیر نے قہقہہ لگا کر جواب دیا۔

"نہیں میرا مطلب ہے کہ آفس سے جلدی گھر آ گئے خیریت۔۔۔۔۔۔۔۔؟" صوفہ واپس کمرے میں دیکھ وہ خوش ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے حدیر پر نظریں ٹکا کر سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہاں! طبیعت کافی لگ رہی تھی ۔۔۔۔۔؟" حدیر چہرے پر تکلیف زدہ تاثرات لا کر آہستگی سے بولا۔

"کک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیا ہوا ہے آپ کو؟" قریب آ کر اس نے فکر مندی سے پوچھا پھر حدیر کا ماتھا ہلکے سے چھوا۔ "بخار تو نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پھر کیوں طبیعت خراب؟"

"پتہ نہیں بے چینی سی , جب طبیعت زیادہ خراب ہوتی محسوس ہوئی تو گھر دوائی کھانے گھر چلا آیا۔" وہ لہجے میں بچوں کی سی معصومیت بھر کر بولا۔

"کون سی میڈیسن؟" اب کی بار نویرہ نے اسے شاکی نگاہوں سے گھورا۔

وہ اٹھ کر نویرہ کے پاس آ کر بازو اس کے گرد حمائل کیے۔

"اب جب دوائی کھا لی ہے تو طبیعت ایک دم سے ہشاش بشاش ہو گئ ہے۔" اس کے لہجے

اور چہرے دونوں سے شرارت جھلک رہی تھی۔

نویرہ اس کا ذومعنی انداز سمجھ کر یکدم بلش کر گئ۔

اس نے زور سے حدیر کے بازوں پر ہاتھ مار کر حدیر کو پیچھے جھٹکا دیا۔

حدیر مزے سے بیڈ پر جا گرا۔

"توبہ ہے ایسے جان لیوا مذاق نہیں کرنے چاہیئے , میں کتنی پریشان ہو گئ تھی آپ کو۔۔۔۔۔۔۔۔" اسے یک بیک اپنے الفاظ کا احساس ہوا تو جھٹ سے زبان دانتوں تلے دبا کر فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔

جس پر حدیر کا بھرپور قہقہہ گونجا۔

"ارے واہ! مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں تمہارے لیے اتنا اہم ہوں سیریسلی ۔۔۔۔۔۔" وہ حیران ہوتا پھر سے اٹھ کر اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

"آئی تھنک! تم روم سیٹنگ چینج کر رہی ہو چلو میں تمہاری مدد کر دیتا ہوں لیکن پہلے کہاں سے شروع کریں۔۔۔۔۔۔۔امم۔۔۔۔!!" وہ دوستانہ انداز اپناتا آخر میں سوالیہ نظروں سے نویرہ کو دیکھنے لگا۔

"پہلے ڈیسائیڈ کر لیتے ہیں کون سی چیز کہاں رکھنی ہے۔" نویرہ کے کہنے پر حدیر نے ہاں میں گردن ہلا دی۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد پورے کمرے کی سیٹنگ اور صفائی کرنے کے بعد وہ دونوں تھک ہار کر

کمرے کے وسط میں پنکھے کے نیچے کھڑے ہو گئے۔

"واؤ ! کمرے کی تو لک ہی چینج ہو گئ ہے اب کتنا اچھا اچھا لگ رہا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے ناں؟" نویرہ نے گھوم کر صاف ستھرے چمکتے دمکتے کمرے کو دیکھ کر حدیر سے تائید چاہی۔

"ظاہر ہے اتنی محنت کی ہے ابھی بھی اچھا نہ لگتا۔۔۔" حدیر نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

جواب میں نویرہ بھی مسکرا دی لیکن اس کی مسکراہٹ جلد ہی غائب ہو گئ۔

چم چم کرتے اس پورے کمرے میں لمبی لمبی مونچھوں والا بڑے سائز کا یہ ایک کاکروچ کیسے بچ گیا تھا نویرہ اور حدیر دونوں سمجھنے سے قاصر تھے۔

جیسے جیسے کاکروچ ان کی جانب آگے آگے بڑھ رہا تھا وہ دونوں الٹے قدم پیچھے چلتے دیوار کے ساتھ لگ گئے۔

"حادی کیا تم بھی وہی دیکھ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہی ہوں؟" نویرہ نے ڈر کے مارے گھونٹ بھر کر کہا۔

لیکن جواب ندارد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اسے مارو نا۔۔۔۔۔۔" ہاتھوں میں جکڑے پردے پر مزید گرفت سخت کر کے نویرہ نے پردے میں منہ چھپا کر کہا۔

مقابل پھر سے خاموش رہا۔

ہنوز خاموشی محسوس کرتی نویرہ نے چونک کر رخ موڑا تو اپنے ساتھ خالی جگہ اس کا منہ چڑا رہی

تھی

۔

"بیگم میں ادھر ہوں!" حدیر بیڈ پر چڑھ بے چارگی سے بولا۔

نویرہ نے جھٹ سے اس کی طرف خفگی سے دیکھا وہ پتہ نہیں کب کا بھاگ کر بیڈ پر چڑھ گیا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں نویرہ بھی دوڑتی ہوئی بیڈ پر آ گئ۔

"نیچے اتریں اور ماریں اسے چلیں!"

"کیا ----------؟ مار دوں , نہ بابا نا مجھے تو بہت ڈر لگتا ہے تم ہی یہ کام کرو۔" اس نے صاف جھنڈی دیکھائی تو نویرہ سر پکڑ کر بیٹھ گئ۔

"حد ہے ویسے ایک کڑیل جوان ہو کر آپ ایک چھوٹے سے کاکروچ سے ڈر گئے ہیں, کہاں گئ آپ کی مردانگی اب-----؟" نویرہ نے اسے اکسانا چاہا۔

"میری مردانگی کی بات کیوں کر رہی ہو , میں کسی سے بھی نہیں ڈرتا بس کاکروچ سے لگتا ہے , ہر انسان کو کسی نہ کسی چیز کا فوبیا ہوتا ہے۔" حدیر کندھے اچکا کر بولا۔

نویرہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

"حادی ! واقعی آپ کو کاکروچ سے ڈر لگتا ہے یا محض مجھے تنگ کرنے کے لیے ایسے کر رہے ہیں؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"میں سچ میں بہت ڈرتا ہوں یہ بہت عجیب سا کیڑا ہے۔" حدیر نے کراہیت سے کہا۔ حدیر کے چہرے پر خوف کے واضح تاثرات نمودار ہوئے۔

نویرہ سر ہلا کر رہ گئ۔

"پھر اب کیا کریں آپ کو بھی ڈر لگتا ہے مجھے بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"نویرہ نے برا سا منہ بنایا۔ " کیا فائدہ ایسے شوہر کا جو اپنی بیوی کو ایک معمولی سے کاکروچ سے نہیں بچا سکتا۔" وہ رونکھی ہوئی۔

"ارے ے ے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زوجہ محترمہ! میں ساری دنیا سے تمہارے لیے لڑ سکتا ہوں لیکن اس سے نہیں لڑ سکتا۔" وہ غمگین لہجے میں بولا۔

واب میں نویرہ خاموشی سے ایک ہی جگہ پر کب سے ٹکے کاکروچ کو تکنے لگی۔ پھر ششش کی آوازیں نکال کر اسے بھگانا چاہا لیکن بی سود۔

"میں نے فضہ کو کال کر دی ہے آ رہی ہے وہ خود کو بلاوجہ ہلکان مت کرو۔" نویرہ نے اس کی طرف سے خفگی بھرے انداز میں رخ پھیر لیا۔

حدیر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

کوئی پانچ دس منٹ بعد ہی فضہ ان کے کمرے میں دستک دیتی اندر داخل ہوئی اور انھیں یوں بیڈ پر بے چارگی سے بیٹھا دیکھ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئ۔

دونوں نے ایک ساتھ گھور کر اسے دیکھا تو جھٹ سے چپ ہو گئ۔

"اب تم کیا کرنے لگی ہو؟" فضہ کو کاکروچ کے قریب جاتا دیکھ کر نویرہ نے گھبرا کر سوال کیا۔

" اس کے ساتھ آؤٹنگ پر تو جانے سے رہی , ظاہر ہے اسے مارنے لگی ہوں۔" فضہ نے دانت پیس کر کہا۔

"اوہ اچھا! لیکن تم مارو گی کیسے کوئی چیز تو تم لائی نہیں ہو؟" نویرہ خجل سی ہو کر بولی۔

"یہ ہے نا اس بہترین کوئی ہتھیار ہو سکتا ہے بھلا۔" فضہ نے اپنی چپل اتار کر کہا پھر زور سے دو تین بار ضرب پوری قوت سے ضرب لگائی ۔

ان دونوں کی جان میں جیسے جان آئی۔

"ویسے بھیا! آپ سے مجھے یہ امید نہیں تھی نویرہ کی بات اور ہے وہ تو لڑکی ہے اور لڑکیاں تو نازک مزاج ہوتی ہیں۔"

فضہ نے اپنی حیرانی چھپا کر کہا۔

"کیوں لڑکوں کے دل کی جگہ کی کیا پتھر فٹ ہوتے ہیں کیا؟" حدیر برا منا کر اس طرح منمنایا کہ دونوں کی ہنسی چھوٹ گئ۔

یہ شام کا وقت تھا جب نویرہ اور فضہ ایک دوسرے کے ساتھ سر جوڑے پتہ نہیں اب کیا نیا پلان کر رہی تھیں۔

ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھے حدیر نے بڑی گہری اور مشکوک نگاہوں سے ان دونوں کا بغور جائزہ

لیا۔ وہ بظاہر اپنے سامنے کھولے لیپ ٹاپ پر مصروف تھا لیکن کان ان دونوں کی طرف ہی لگے تھے۔

اور تو اسے کچھ سمجھ نہ آئی ماسوائے اس کے کہ موضوعِ گفتگو شارف تھا۔

شارف کے نام پر حدیر کی ویسے ہی ساری حسیات بیدار ہو جاتی تھیں ابھی بھی یہی ہوا , اندر کیا کھچڑی پک رہی تھی وہ ابھی سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یار فضہ! شارف تو واپس جا کر ہمیں بھول ہی گیا ہے؟" نویرہ نے جتنا ہو سکا لہجے کو غمگین بنا کر کہا۔

"ہاں ! شارف بھائی تو واقعی وہاں جا کر بدل گئے ہیں کوئی اتا پتہ ہی نہیں ہے۔" فضہ یاسیت سے بولی۔

دونوں ساتھ ساتھ کن اکھیوں سے حدیر کو بھی ملاحظہ کر رہی تھیں۔

حدیر کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

"اف فوہ! بھابھی ایسے کام نہیں چلے گا تھوڑا ایموشنل ہوں گے تو بھیا بھی ہوں گے۔" فضہ نے نویرہ کو آنکھ مار کر کہا۔

"آئی ایگری ود یو -------" نویرہ نے فوراً اثبات میں سر دھنا۔

"میں تو شارف کو بہت زیادہ مس کر رہی ہوں, اب پتہ نہیں وہ کب آئے گا۔" نویرہ نے بہت پر زور دے کر کہا۔

جس پر حدیر کی بھنویں سکڑ کر پھیلیں ساتھ ہی ابرو اٹھا لیا۔

"شارف بھائی کے دم سے گھر میں کتنی رونق ہوتی تھی۔" فضہ نے ٹکڑا لگایا۔

"تم صحیح کہہ رہی ہو میں خود بہت بور ہوتی ہوں اب اس کے ساتھ کافی اچھی دوستی ہو گی تھی۔ ہے ناں؟" افسردگی سے کہتی آخر میں اس نے تائید چاہی ۔

فضہ بچوں کی طرح جھٹ سے گردن ہلائی۔

حدیر کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہونے لگا تو وہ جھٹکے سے اٹھا اور بڑی تیز نظروں سے نویرہ کو دیکھا پھر ہونٹ بھینچتا بڑے بڑے قدم اٹھاتا وہاں سے باہر نکل گیا۔

"ارے واہ بھابھی! آج تو مزا ہی آ گیا کیا ایکٹنگ کی ہے آپ نے بھیا کا چہرہ دیکھا تھا جیلسی کے مارے کیسے دھواں دھواں ہو رہا تھا۔" حدیر کے جانے بعد فضہ نے پرجوش انداز میں کہا۔

" ہمارا پلان ہی اتنا سوپر ڈوپر ہوتا ہے حدیر کا کیا قصور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آہم آہم!" نویرہ نے اپنے فرضی کالر جھاڑ کر کہا پھر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔

"اوہ تو مس نویرہ! مجھے جیلس کرنے کے لیے یہ ساری پلاننگ کرتی رہی ہے, میں بھی کتنا بدھو ہوں اتنا کامیاب بزنس مین ہوں پر مجال ہے جو مجھے ذرا ہوا تک لگنے دی ہو۔"

دروازے کے باہر کھڑا وہ ان کی ساری باتیں سن چکا تھا۔

"چلو ! کوئی بات نہیں جو بھی ہوتا ہے اچھے کے لیے ہی ہوتا ہے اسی بہانے میرے اور نویرہ کے بیچ دوریاں تو کم ہو گئ ہیں , اس سے زیادہ مجھے اور کیا چاہیئے ۔" حدیر نے مسکرا کر سوچا۔

"پر آج کا بدلہ تو میں لے کر رہوں گا بیگم صاحبہ سے میں بھی حدیر ہوں!" حدیر کے چہرے پر پر اسرار سی مسکان سج گئ۔

رات کو سونے کے لیے وہ جان بوجھ کر دیر سے کمرے میں گئ ۔ اس کے خیال میں حدیر اب تک سو چکا ہو گا لیکن کمرے میں قدم رکھتے ہی اسے زبردست جھٹکا لگا حدیر صاحب تو لیپ ٹاپ میں گھسے نجانے کیا اتنی محویت سے ملاحظہ فرما رہے تھے کہ نظر اٹھا کر آنے والے کو دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔

نویرہ کو برا تو بہت لگا پر وہ اگنور کر گئ۔

وہ چلتی ہوئی سیدھی سنگھار میز کے پاس آ کر تپائی پر بیٹھ کر بلاوجہ ادھر ادھر چیزیں کرتیں شور پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن حدیر نے نہیں دیکھنا تھا تو ----------بس نہیں دیکھنا تھا۔

نویرہ نے آئینے کے اندر اپنے پیچھے اس کے جھلکتے عکس کو تپ کر دیکھا۔

"آخر آج حدیر لیپ ٹاپ میں گھسا کر کیا رہا ہے جو میری موجودگی بھی اسے غیر اہم لگی۔" نویرہ نے حیرانی سے سوچا پھر کاندھے اوپر اچکاتی واش روم چلی گئ۔

تھوڑی دیر بعد وہ وضو کر کے جائے نماز بچھا کر مصلے پر قیام میں کھڑی ہو گئ۔

نویرہ کی اس کی طرف پشت تھی ۔ حدیر نے ترچھی نگاہوں سے نویرہ کے سراپے پر ایک نظر ڈالی جو خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہی تھی۔

"پڑھ لو پڑھ لو جتنی مرضی لمبی نماز پڑھ لو , میں بھی آج تمہیں بنا تنگ کیے سونے والا نہیں۔"

حدیر نے دانتوں تلے ابھرتی مسکراہٹ کو دبا کر سوچا۔

جائے نماز کو لپیٹ کر تپائی پر رکھا پھر بیڈ پر آ گئ۔

قدرے شاکی نظروں سے حدیر کو دیکھا جو بنا پلکیں جھپکائے سکرین میں گم تھا۔

"ہففف! کیسے پتہ لگاؤں کہ اس کی لیپی میں آخر چل کیا رہا ہے؟" وہ جھنجھلا کر اٹھ بیٹھی۔

"نوی ٹریک پر آ چکی ہے چل حدیر بیٹا شروع ہو جا۔۔۔۔" حدیر نے پیچھے سے تکیہ نکال کر اپنے سامنے رکھ کر اس پر اپنی لیپی کو رکھ دیا پھر کہنی کے بل لیٹ کر سکرین کو پھر سے پیار سے تکنے لگا۔

نویرہ نے بڑی خاموشی اور دھیان سے اس کی ساری کاروائی نوٹ کی۔

"واہ! کیا مکمل حسن ہے تعریف کروں تو کہاں سے شروع کروں۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر نے بڑے جذب سے کہا۔

نویرہ چونک کر پوری کی پوری اس کی اور گھوم گئ۔

"کیا نشیلی اور خوبصورت سی آنکھیں ہیں جیسے ان میں جھیل بہہ رہی ہو اور ان پر سجی مژگان کی گھنی جھالر۔۔۔۔۔۔۔"

حدیر کا اندازِ بیاں بہت دلچسپ سا تھا۔

"اوہ! نشیلی اور جھیل سی آنکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب کب سے حدیر کسی لڑکی کی تصویر دیکھ

رہا ہے۔" نویرہ سوچ میں پڑ گئی۔

"ہونٹ ایسے گلابی جیسے گلاب کی پنکھڑیاں ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ان کے کنارے کتنے آرٹسٹک کٹاؤ دار ہیں۔" اب کی بار حدیر نے کچھ زیادہ ہی دلفریب انداز اپنایا۔

شرم سے پانی پانی ہوتی نویرہ نے ہاتھوں کو جھٹ سے منہ پر جمایا۔

حدیر کن اکھیوں سے دیکھتا لطف اندوز ہوا۔

"مطلب تیر سیدھے نشانے پر لگ رہے تھے۔" حدیر نے مزے سے سوچا۔

"اور زلفیں۔۔۔۔۔۔۔ان کے تو کیا ہی کہنے جیسے کالی گھٹا سی , بلکل آبشار سے بہتے پانی کی طرح, ایک دم ریشم کے جیسے ریشمی۔۔۔۔۔۔"

"اچھا جی! زلفیں نہ ہوئیں پتہ نہیں کیا ہو گئیں۔" نویرہ کوفت کا شکار ہوئی۔

"اور گردن کتنی صراحی دار ہے۔۔۔۔۔۔۔لمبی سی, پتلی سی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔قدرے ابھری ہوئی بیوٹی بون ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس میں سجا ڈائمنڈ کا نیکلس جیسے بنا ہی اس کے لیے ہو۔" حدیر نے سکرین پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار سے کہا۔

نویرہ نے اب کی بار منہ بگاڑ کر حدیر کی نقل کی اتاری , حدیر کو ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ کنٹرول کر گیا۔

نویرہ کا ہاتھ خود بخود اپنی گردن پر گیا اس کی بھی تو ایسے ہی گردن تھی۔

"گول چاند سا چہرہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کندھاری انار کی طرح سرخ گال

----------چندن سے بدن پر لچکیلی سی کمر ---------- ہائے ! میں اگر شاعر ہوتا تم لازمی میری ہی غزل ہوتی۔" حدیر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر حسرت سے کہا۔

نویرہ کو یکدم تپ چڑھ گئ ۔ ایسی بھی کیا حور پری تھی کہ حدیر اس کی تعریفوں کے پل باندھ رہا تھا۔

نویرہ نے بے چینی سے بری طرح لب کاٹے۔

حدیر ابھی کچھ اور کہنے کے لیے لب کھول ہی رہا تھا جب نویرہ نے جھپٹ کر لیپ ٹاپ اس کے سامنے سے اٹھا کر سکرین پر نظریں جما دیں اور حیرت کی زیادتی سے ہکا بکا رہ گئ۔

سکرین پر موجود تصویر کسی اور کی نہیں بلکہ نویرہ کی اپنی فضہ کی منگنی کی تصویر تھی لیکن حدیر نے۔کب اور کیسے بنائی تھی نویرہ اس سے قطعی لاعلم تھی۔

"ویسے یہ میں نے ابھی ابھی جو کچھ بھی کہا سب سچ ہے , میرے دل کی آواز ہے----------" وہ شریر سا آگے جھک کر نویرہ کے کانوں میں گنگنایا۔

نویرہ کے چہرے پر شرم و حیا کے رنگ قوسِ قزح کی طرح پھیل گئے ۔

نویرہ کو اپنے کان کی لوئیں گرم ہوتی محسوس ہوئیں۔

"حدیر آج میں آپ کو چھوڑوں گی نہیں۔"

نویرہ نے تکیے اپنے سامنے جمع کر کے دانت پیس کر کہا۔

"تو چھوڑنے کا کہہ بھی کون رہا ہے یہی تو مسئلہ ہے کہ تم مجھے پکڑ ہی نہیں رہی۔" حدیر نے

آنکھ کا کونہ دبا کر کہا۔

نویرہ جب تک تکیے اٹھا کر مارتی رہی تب تک حدیر کا قہقہہ کمرے میں گونجتا رہا۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

آئیملک آفس کے لیے تیار ہونے کے بعد کچن میں آ گئی ۔ اپنے لیے توس گرم کرنے کے بعد اس نے فٹافٹ چائے بنا لی پھر ناشتے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے ناشتے کی میز پر چلی آئی۔

ناشتے کے دوران اس کی نظر اچانک ڈرائنگ روم کی میز پر پڑے نمال کے کیمرے پر جا پڑی ۔ آئیملک نے جلدی جلدی ناشتہ ختم کر کے برتن دھوئے اور تقریباً بھاگتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آ کر پہلے ادھر ادھر دیکھ کر تسلی کی پھر کیمرہ اٹھا کر اسے اوپن کرنے کے بعد ایک ایک کر کے تصویریں دیکھنے لگی۔

اس کے ہاتھ کی انگلیاں تیز تیز چل رہی تھیں۔

پھر مطلوبہ تصاویر سامنے آنے پر اس کا ہاتھ یک بیک رک گیا۔

وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں پکچرز دیکھنے لگی۔ اسے غصہ آنا چاہیئے تھا, اسے برا بھی لگنا چاہیئے تھا لیکن اس کے برعکس اسے یک گونہ سکون مل رہا تھا۔

نمال نے ابھی تک کیمرے سے ساحل سمندر والی پکچرز ڈیلیٹ نہیں کی تھیں اور یہ جان کر آئیملک کو غصہ نہیں آیا تھے بلکہ اس کی جگہ ایک خوشی سر اٹھا رہی تھی۔

"کسی کی پرسنل چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے اس سے اجازت لی جاتی ہے مس آئیملک!" نمال پتہ نہیں کب وہاں پہنچ گیا تھا اور آتے اس کے ہاتھ سے کیمرہ چھین کر سنجیدگی سے کہا۔

آئیملک بری طرح چونک گئ۔

"اگر اتنا ہی خطرہ ہے کسی کو تو کوئی یہاں وہاں اپنی پرسنل چیزیں رکھتا ہی کیوں ہے؟" آئیملک نے جواب میں طنزیہ کہا۔

"ان تصویروں کو اپنے پاس رکھ کر تم کرو گے بھی کیا؟" وہ جانے لگا تھا جب آئیملک نے اسے مخاطب کیا۔

نمال کے قدم وہیں رک گئے۔ اب وہ کیا بتاتا کہ یہ واحد کام وہ چاہ کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"میں پکچرز ڈیلیٹ کروں یا نہ کروں آئی تھنک اٹس نان آف یور بزنس۔۔۔۔۔!" نمال اس کی طرف دیکھے بنا بولا کیونکہ وہ آئیملک کو دیکھ کر بے بس سا ہو جاتا تھا۔

وہ جیسے آیا تھا ویسے ہی تیزی سے واپس مڑ گیا۔

آئیملک خاموشی سے اسے جاتا دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کر کمرے میں چلی گئ۔

الوینہ اپنی فطرت سے مجبور ہر کام بھاگ کر کرنے کی عادی تھی۔

آج بھی صبح دیر سے جاگنے پر وہ آفس سے لیٹ ہو گئ۔ آج اس کی ایک کلائنٹ سے اہم میٹنگ فکس تھی۔

اسی ہڑبڑی میں وہ دروازے کی جانب بھاگتی ہوئی بڑھی لیکن وائے رے قسمت پلر کے ساتھ

بنی چھوٹی سی سلیب پر کرسٹل کے گلدان سے اس کا ہاتھ بری طرح سے ٹکرایا نتیجتاً گلدان فرش پر گر کر کرچی کرچی ہو گیا۔

"اف ! صحیح ہی کہتے ہیں کہ جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے ۔ اب اور زیادہ لیٹ ہوجاؤں گی۔" وہ تیزی سے نیچے بیٹھ کر کرچیاں اٹھانے لگی۔

اچانک ایک کرچی کی تیز دھار نوک اس کی ہتھیلی میں بری طرح سے چبھ گئ۔

خون قطرہ قطرہ نیچے بہنے لگا وہ دوسرے ہاتھ سے کلائی پکڑے سسکاری بھر کر رہ گئ۔

اپنے کمرے سے نکلتے نمال کی جب اس پر نظر پڑی تو وہ بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

او ہو لڑکی! دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا, دیکھو! اب کتنا زخمی کر لیا ہے تم نے ہاتھ لاؤ بینڈیج کر دیتا ہوں۔" وہ فکر مندی سے ہلکا سا ڈپٹ کر گویا ہوا۔

الوینہ نے کھوئے سے انداز میں سر ہلا دیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

نمال کے ہاتھوم میں اپنا دیکھ کر وہ کسی اور جہان کی سیر کرنے لگ گئ ۔ باوجود درد کے اسے اب درد محسوس محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی جیسے اس کا دلکش سراپا نگاہوں میں بھر لینا چاہتی ہو۔

"اب ٹکر ٹکر مجھے دیکھ رہی ہو, سامنے دیکھ کر چلو پھر گر ور جاؤ گی۔" نمال نے اسے گھور کر کہا

۔

الوینہ نے ہڑبڑا کر نظروں کا زاویہ بدل کر مسکرا کر سامنے دیکھنے لگی۔

وہ اسے لیے ڈرائنگ روم میں آ گیا الوینہ کو کندھوں سے تھام کر صوفے پر بٹھایا اور خود فرسٹ ایڈ باکس لینے چلا گیا۔

وہ جلد ہی واپس آ گیا۔ نمال نے اسے ہاتھ آگے کرنے کا کہا تو الوینہ نے آرام سے ہاتھ آگے پھیلا دیا۔

"نمال! کتنا میرا خیال رکھتا ہے یہ پیار نہیں تو اور کیا ہے۔" الوینہ سوچتے ہوئے دھیرے سے مسکرا دی۔

وہ اس کے ساتھ بلکل اس کے پاس بیٹھا اپنے دھیان۔میں پٹی کر رہا تھا۔ الوینہ کو اپنا آپ ہوا میں تحلیل ہوتا محدوس ہوا۔ نمال کی شخصیت ہی اتنی ساحرتا تھی۔

کچھ لوگ ہوتے ہیں جو محض دور سے پیارے لگتے , پاس آنے پر وہ کشش غائب ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ دور ہوں یا پاس ان کا سحر سر چڑھ کر بولتا ہے ----------اور نمال دوسری قسم کا بندہ تھا۔

"اگر نیچے گر ہی گیا تھا تو میڈیم! کانچ اٹھانے کی کیا ضرورت تھی وہ بھی ہاتھو----------"

یکدم فلش پڑنے پر نمال کا باقی کا فقرہ منہ میں ہی رہ گیا۔

ان دونوں نے چونک کر اس طرف دیکھا جہاں ان سے کچھ فاصلے پر آئیملک کھڑی ہاتھ میں کھڑی ان کی تصاویر کھینچ رہی تھی۔

الوینہ کو اپنی بہن کی اس حرکت پر حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی جبکہ نمال کی روشن پیشانی پر ایک ساتھ کئ بل پڑ گئے۔

"پٹی ہو گئ ہے اب تم جا کر آرام کرو۔" وہ اس کے پاس سے تیزی سے اٹھ کر بولا۔

"نہیں آفس میں آج میری اہم میٹنگ ہے چھٹی نہیں کر سکتی۔" الوینہ بھی اٹھ کر کھڑی ہو گئ۔

"اوکے ! جیسے تمہیں صحیح لگے۔" نمال نے کندھے اچکا دیئے۔

"تھینکس آ لاٹ! نمال فار دیٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" الوینہ ہاتھ کی جانب اشارہ کر کے تشکر آمیز لہجے میں کہا۔

"یور ویلکم۔۔۔۔۔!" اسے مجبوراً مسکرانا پڑا۔

"واٹ آر یو ڈوئنگ ملک؟" الوینہ کے جانے کے بعد کڑے تیوروں سے آئیملک کی طرف بڑھا۔

"یہ کرنا ضروری تھا , فضول سی پکچرز ریموو کر دو اور جو ابھی بنائی ہیں وہ سنبھال کر رکھو۔" آئیملک استہزاء سے پر لہجے میں بولی۔

نمال نے اپنی مٹھیاں بند کر کے کھولیں تھیں۔

"مشورے کا بہت بہت شکریہ!" نمال نے غصے سے اس کے ہاتھ سے کیمرہ جھپٹ کر کہا۔

وہ جاتے جاتے پھر مڑا۔

"ملک! جس دن تم میرے دل سے نکل گئ اس دن میں اپنے کیمرے سے تو کیا اپنی زندگی

سے ہی مٹا دوں گا ہر وہ چیز , ہر وہ یاد , ہر وہ وہ پل بھکا دوں گا لیکن ----------
ابھی تو یہ ممکن ہی نہیں۔" نمال نے اسے بازؤں سے پکڑ کر یکدم پیچھے جھٹکا اور ازحد سنجیدگی سے کہتا وہاں سے چلا گیا۔

آئیملک الجھی سی حیرآن پریشان وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئ۔

کمرے میں اکر اس نے غصے سے ابھی کھینچی گئ الوینہ کے ساتھ اپنی ساری پکچرز ڈیلیٹ کر دیں ۔

"تمہیں کیا لگتا ہے ملک! میں ڈیلیٹ نہیں کر سکتا ابھی کر دیتا ہوں یہ بھی, قصہ ہی ختم ہو جائے۔" نمال پھر سے کیمرہ اوپن کر کے پکچرز ریموو کرنے لگا۔

لیکن پھر ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔ "کیسے کر دوں ---------- نہیں کر سکتا--------- کبھی نہیں----" وہ یک دم بے بس سا ہو گیا اور کیمرہ بیڈ پر پھینک والے انداز میں ڈال دیا۔

وہ آفس چیئر پر بڑے اعتماد سی بیٹھی ایک نئے پروجیکٹ کے لیے اسائمنٹ تیار کر رہی تھی جس میں اس نے اپنی کمپنی کا انٹروڈکشن کروانا تھا۔

یہ کام بہت محنت طلب اور توجہ کا حامل تھا اسی لیے وہ تمام بے معنی سوچیں, ساری الجھنیں پس ِپشت ڈالے کام کرنے میں بری طرح منہمک تھی۔

گرمی اتنی زیادہ تھی , اس نے اپنے لیے انٹر کام بجا کر مینگو سلش منگوا لیا۔

اب ساتھ ساتھ وہ کام کر رہی اور ساتھ ہی ٹھنڈے یخ جوس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھر رہی تھی۔

دفعتاً اس کے آفس کا گلاس ڈور بجا۔

اس نے مصروف سے انداز میں ملازم کو اندر آنے کی اجازت دی۔

"میم! یہ آپ کے لیے پارسل آیا ہے اور ہدایت کی ہے آپ کے علاوہ اور کوئی نہ کھولے۔"

ملازم لڑکے نے نہایت مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اوہ اچھا! یہاں ٹیبل پر رکھ دو۔" آئیملک نے چونک کر کہا ملازم سر کو جنبش دیتا باہر نکل گیا۔

کام کرتے ہوئے آئیملک کی بار بار اس بڑے سائز کے پارسل پر نظر اٹھ رہی تھی, پہلا والا انہماک اب مفقود ہوچکا تو اس نے گہری سانس لے کر لیپ ٹاپ بند کر کے پارسل اٹھا لیا۔

پارسل چاک کرنے پر اس کے اندر سے ایک کارڈ اور ڈبہ برآمد ہوا۔

آئیملک نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔ پہلے اس نے کارڈ کھول کر پڑھنا شروع کیا وہ جیسے جیسے پڑھتی جا رہی تھی اس کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔

کارڈ میں نمال نے اسے ایک ہوٹل میں بلوایا تھا اور ڈبے میں ایک ڈریس پیک تھی جو پہن کر آنے پر بے حد اصرار لکھا تھا۔ کارڈ میں ہوٹل کا نام پتہ بھی درج تھا۔

آئیملک سوچ میں پڑ گئی۔

"ایم سوری نمال! میں یہ سب نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ نفی میں سر ہلاتی افسردگی سے بولی۔

اسی لمحے اس کے سیل فون بج اٹھا۔

آئیملک نے نمبر دیکھا تو نمال کا تھا۔ دو تین بار کال آ کر خود ہی بند ہو گئ لیکن اس نے ریسیو نہ کی۔

وہ چیئر پر ایزی ہو کر نیم دراز ہو گئ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا وہ یکدم سیدھی ہوئی اور نوٹ پیڈ اٹھا کر جو کارڈ پر تحریر تھی وہ ساری اس کاغذ پر اتار دی۔

اس نے ڈبہ کھولنے کی زحمت نہ کی اور دوبارہ سے دونوں چیزیں پارسل میں رکھ کر اسے ٹھیک اسی طرح بند کر دیا۔

وہ پارسل لیے الوینہ کے آفس میں آ گئ۔

الوینہ نے چونک کر آئیملک کو دیکھا پھر مسکرا دی۔

"یہ تمہارے لیے پارسل آیا ہے اور ہدایت دی ہے کہ اسے صرف تم کھولو۔ لگتا ہے کسی خاص بندے نے کوئی خاص تحفہ بھیجا ہے۔"آئیملک نے شریر پن سے کہا۔

جواب میں الوینہ بھی مسکرا دی۔

"بیٹھو نا کہاں جا رہی ہو؟" وہ جانے لگی جب الوینہ نے اسے روکنا چاہا۔

"نہیں , مجھے کچھ کام ہے تو چلتی ہوں شام میں ملتے ہیں نا۔" وہ مسکراہٹ سجا کر بولی پھر

باھر نکل گئ۔

الوینہ نے جلدی سے یارسل کھولا پھر کاغذ پر لکھی تحریر اور خوبصورت سی ڈریس دیکھ کر حد درجہ حیران ہوئی ۔

نمال نے یہ سب اس کے لیے بھیجا تھا وہ بے یقین سی ہوئی۔

آئیملک نے گلاس وال سے اندر جھانک کر دیکھا الوینہ خوشی کے مارے گول گول گھوم رہی تھی اور ڈریس کو بار بار سینے سے لگا رہی تھی۔

آئیملک آرام سے چلتی ہوئی اپنے آفس میں آ گئ اور چیئر پر ڈھے سی گئ۔

"میں اپنے پاپا کی کوئی بات نہیں ٹال سکتی نمال! انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں الوینہ اور شہریار کا خیال رکھوں میں تو بس وہی کر رہی ہوں , تمہیں بتاؤں بھی تو شاید تم میری کیفیت نہ سمجھ سکو۔" آئیملک نے گہری سانس کھینچ کر نمال سے غائبانہ سرگوشی نما آواز میں کہا پھر سرد آہ بھرتی پشت سے سر ٹکا کر چھت کو بے وجہ تکنے لگی۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

راحیلہ بیگم دو تین دن سے اپنے بھائی کے گھر چکر لگا رہی تھیں۔

وہ ابھی تک اپنے بھائی کو جیل سے آزاد کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کر پائی تھیں ان کا

یہی گلٹ انہیں اندر ہی اندر کچوکے لگا رہی تھی۔

شیرازی صاحب نویرہ اور اور حدیر سے ابھی تک وہ ناراض تھیں۔

گھر میں داخل ہوتے ہی خاموشی نے ان کا استقبال کیا۔

کچن کے ساتھ لاؤنج ملحق تھا جس کی وجہ سے پہلے کچن کے پاس سے گزر کر آگے جانا ہوتا تھا۔

وہ کچن کے پاس سے گزر رہی تھیں پھر اندر سے آتی دو ملازماؤں کی آواز پر وہ بری طرح ٹھٹک کر رک گئیں۔

"اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں میری بہن , وہ حشمت علی جیسے درندہ صفت لوگوں کو دنیا میں ہی ان کے انجام تک پہنچا دیتا ہے اور آخرت میں الگ سزا ان کی منتظر ہوتی ہے۔" ماسی فضیلت نے بڑی دکھی آواز میں کہا۔

"میں آج تک وہ دن نہیں بھول پائی جب میں نے اس بچی کے ساتھ زیادتی ہوتے دیکھی تھی, کیا قیامت کی گھڑی تھی۔ اس ننھی کلی پر کتنی بڑی مصیبت آئی تھی۔" دوسری ماسی نے لہجے میں رنجیدگی سمو کر کہا۔

"تو نے پولیس کو کیوں نہیں بتایا تھا ؟" ماسی فضیلیت نے کچھ برا منا کر پوچھا۔

"ارے بہن ! یہ بڑے لوگ ہیں اور ہم ٹھہرے چھوٹے لوگ اگر۔ میں واویلہ مچاتی اس دن تو نجانے کتنی قیامتیں ٹوٹ پڑتیں, میری جوان جہان لڑکی ہے کل کلاں کو اس کے ساتھ وہ جانور کچھ کر دیتا تو میں تو جیتے جی ہی مر جاتی ۔" دوسری والی بے بسی سے بھرائی ہوئی آواز

میں بولی۔

"ہاں! کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ اس لڑکی کا پھر کیا ہوا ؟" پہلی والی نے غمگین لہجے میں پوچھا۔

"ہونا کیا ہے بے چاری نہ زندوں میں رہی نہ مردوں میں , وہ اسی دن شہر چھوڑ کر واپس اپنے پنڈ چلے گئے تھے اس کے بعد اللہ جانے کیا ہوا کیا نہیں۔" ایک آہ بھر۔کر دوسری نے بتایا۔

راحیلہ کو لگا جیسے ساتوں آسمان ان پر آ گرے ہوں, وہ منہ پر ہاتھ رکھے حیران و ششدر سی رہ گئیں۔

"اچھا اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے بڑی بیگم صاحبہ کو کسی سے بات کرتے ہوئے سنا ہے کہ حشمت کو پولیس پکڑ کر لے گئ ہے۔" دوسری والی نے پھر سے کلام جوڑا۔

"میں نے بھی ایسے ہی سنا ہے کیا ہو گا پھر کوئی غلط کام ارے ایسے لوگوں کو تو سیدھے سیدھے پھانسی دینی چاہیئے میرا تو دل تب خوش ہو گا۔" دوسری والی نے غصے سے کہا۔

وہ اور بھی بہت کچھ باتیں کر رہی تھیں , راحیلہ نے بمشکل دیوار کا سہارا لیا ورنہ شاید وہ لڑھک کر نیچے گر جاتیں۔

انھیں ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے پگھلا ہوا گرم سیسیہ ان کے کانوں میں انڈیل دا ہو۔

ایک بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

وہ نڈھال قدموں سے واپس پلٹ آئیں, آتے ہوئے انہوں نے تہیہ کر۔لیا تھا کہ وہ آج کے بعد وہ اس گھر میں قدم تک نہیں رکھیں گیں۔ وہ سارے رشتے ناتے توڑ کر وہاں سے۔نکلیں

تھیں۔

گھر کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی راحیلہ نے زور سے چکراتے سر کو تھام لیا۔

جتنا بڑا آج انہیں شاک لگا تھا وہ سن کر پتہ نہیں وہ کیسے گھر تک بھی آ پائی تھیں۔

نویرہ کچن سے نکل رہی تھی جب اس نے راحیلہ کا سفید زرد پڑتا رنگ دیکھا وہ یکدم پریشان ہو کر ان کی طرف بڑھی۔

"آنٹی۔۔۔۔۔۔۔۔۔آنٹی آپ۔۔۔۔۔۔آپ ٹھیک تو ہیں نا؟" وہ گرنے لگی تھیں جب نویرہ نے انہیں سہارا دے کر پوچھا۔

راحیلہ نے ایسے چونکیں جیسے کسی بھیانک خواب سے جاگی ہوں۔

نویرہ کو دیکھتے ہی انھیں سفینہ اور نویرہ کے ساتھ کی گئ ساری زیادتیاں یاد آنے لگیں۔

" نن۔۔۔۔۔۔۔۔نو۔۔۔۔۔۔۔۔۔نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔نویرہ۔۔۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں لیکن ان لے لب ادھر ہی پھڑ پھڑا کر رہ گئے۔

"جی جی آنٹی میں سن رہی پلیز کہیئے نا بلکہ پہلے آپ اندر چلیں مجھے لگتا ہے آپ کو گرمی لگ گئ ہے۔" وہ بے حد پریشانی سے بولی۔

راحیلہ کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگی نویرہ ان کی حالت دیکھ کر بے یقینی سے انھیں تکنے لگی۔ آج سے پہلے اس نے انھیں یوں روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

راحیلہ کو لگا جیسے ان کے جسم کا بایاں حصہ سارا سن ہوتا جا رہا ہو , قدموں پر کھڑا ہونا انہیں

دشوار لگنے لگا وہ اچانک نیچے بیٹھتی چلی گئیں۔ ان کا منہ ٹیڑھا ہونے لگا بایاں ہاتھ بھی مڑنے لگا۔

ان کے ساتھ نویرہ بھی نیچے بیٹھ گئ اور راحیلہ کا سر اپنی گود میں رکھ دیا۔

"حدیر ---------حدیر جلدی آؤ دیکھو آنٹی کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے؟ ماموں جان---------فضہ, سمیر سب کہاں ہو--------" وہ چیخ چیخ کر سب کو پکارنے لگی۔

سب سے پہلے حدیر بھاگتا ہوا اس تک پہنچا تھا۔

"آنٹی پلیز آنکھیں کھولیں ----------کیا ہو گیا ہے آپ کو-------؟" نویرہ ان کی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر یکدم گھبرا گئ۔ ان کے گال تھپتھپا کر بولی۔ پھر از حد پریشانی سے حدیر کو تکنے لگی جس کے چہرے پر پریشانی کے مارے ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

☆☆☆❤☆☆☆

اس نے کمرے کی ساری سجاوٹ آئیملک کی پسند سے کی۔

سارے کام ختم کرنے کے بعد اس نے پورے کمرے کا گھوم کر بغور جائزہ لیا کہ کہیں کوئی کمی بیشی نہ رہ گئ ہو۔

آئیملک کو پرفیکشن پسند تھی اور اس نے ہر چیز پرفیکشن کے ساتھ سیٹ کر کے خود اپنے ہاتھوں سے رکھی , حالانکہ وہ اتنا بڑا فوٹوگرافر تھا ملازمین یا ویٹرز کو اشارہ بھی کرتا تو سارے کام

منٹوں میں ہو جاتے لیکن وہ آئیملک تھی , جس سے نمال مراد علی بے تحاشا محبت کرتا تھا اور یہ کوئی عام بات تو نہیں تھی۔

ہر طرح سے تسلی کرنے کے بعد وہ اپنے پیچھے دروازہ بند کرتا نیچے جانے کے لیے دھڑا دھڑ سیڑھیاں اترنے لگا ۔ اس نے کمرہ تیسری منزل پر بک کروایا تھا۔

لیکن دوسری منزل کی سیڑھیوں کی طرف ابھی بڑھا ہی تھا جب اس نے کاؤنٹر پر آئیملک کو کاؤنٹر کے پیچھے موجود ڈیوٹی پر کھڑے لڑکے سے بات کرتے ہوئے پایا , اسے اپنے دل کی دھڑکن یک دم تیز ہوتی محسوس ہوئی تو اس نے مسکرا کر سینے پر ہاتھ رکھا۔

"ملک! تو آخر تم آ ہی گئ , تمہیں آنا ہی تھا میرے پاس کیونکہ میں جانتا ہوں تم بنی ہی صرف میرے لیے ہو, چاہے تم مانو یا نہ مانو۔"

نمال من ہی من میں سوچتے ہوئے دلکشی سے مسکرا دیا۔

لیکن اس کی یہ خوشی مختصر لمحوں تک ہی قائم رہی اس نے جیسے ہی سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو اس کے سارے مچلتے جذبوں پر اوس سی گر گئ وہ جیسے برف کی طرح جم گیا تھا۔

وہ لڑکی کوئی اور نہیں الوینہ تھی ۔

الوینہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ وہ شاید کبھی یقین نہ کرتا اگر اس کی بھیجی ہوئی ڈریس الوینہ نے نہ پہن رکھی ہوتی۔

اب تو کسی شک کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی تھی کہ آئیملک نے اپنی جگہ الوینہ کو بھیج دیا

تھا۔

نمال بھاگ کر پلر کے پیچھے چھپ گیا۔

الوینہ اپنے دھیان میں چلتی دوسری منزل کی لفٹ کی جآنب بڑھ گئ۔

وہ تیزی سے نیچے آیا اور کاؤنٹر پر موجود لڑکے کو کچھ ضروری ہدایات دیتا باہر نکل گیا۔

اس کی جیپ تیزی سے ہوٹل سے باہر نکلی تھی۔

"کیوں ملک! تم نے ایسا کیوں کیا؟ " اس نے غصے و بے بسی کے ملے جلے تاثرات لیے سوچا۔

وہ کتنا خوش تھا آج , اس نے اپنے سارے کام پس ِپشت ڈال کر آئیملک کے لیے خاص وقت نکالا تھا لیکن اب آئیملک کی اس حرکت پر اس کا دل بری طرح سے بجھا تھا۔

ہائی وے پر دوڑتی بھاگتی جیپ کو ایک دم سے اس نے بریک لگا کر روک دیا۔

اس وقت اس کا ذہن بہت الجھا ہوا تھا۔

اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر کے خود کو ریلیکس کرنا چاہا۔

اچانک اس کے موبائل پر کال ٹیون بجی ۔

نمال چونک کر سیدھا ہوا اور سیل فون اٹھا کر دیکھا تو "الوینہ کالنگ " شو ہو رہا تھا۔

"نہیں مس ملک! ضروری نہیں جیسا تم چاہو ہر بار ویسا ہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میرا وقت اور جذبات صرف اور صرف تمہارے لیے ہیں اور یہ میں کسی اور پر کبھی نچھاور نہیں

کروں گا۔" اس نے غصے سے موبائل آف کر کے سامنے ڈش بورڈ پر پھینک دیا اور دوبارہ سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مظبوطی سے جما لیا۔

"تمہیں جو صحیح لگا تم نے وہ کیا اب مجھے جو صحیح لگے گا میں وہ کروں گا, آج تم نہ صرف میری دی ہوئی ڈریس پہنو گی بلکہ میرے ساتھ وقت بھی گزارو گی وہ بھی جب تک میں چاہوں گا تب تک----------چاہے جو ہو جائے۔" وہ غصے سے تپتا آئیملک سے غائبانہ مخاطب تھا۔

اسے پہلی بار آئیملک پر ٹوٹ کر غصہ آ رہا تھا۔

اس نے گھڑی پر وقت دیکھا سہہ پہر کا وقت ہو رہا تھا۔

اسے آئیملک کی ساری ٹائمنگ کا پتہ تھا اور اس کے حساب سے وہ اس وقت ابھی اپنے آفس میں ہی مشین بنی کام میں لگی ہو گی۔

اپنی محبت سے ملنے کی خوشی میں اس نے آج صبح سے کچھ نہیں کھایا تھا اس کا ارادہ آئیملک کے ساتھ لنچ کرنے کا تھا۔

لیکن انسان جو سوچتا وہ پورا ہو جائے تو زندگی سے ساری الجھنیں , تمام پریشانیاں ہی ختم ہو جائیں۔

اس نے جیپ کو فل سپیڈ پر کیا اور زن سے گاڑی اڑا لے گیا۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد وہ اس کے آفس کے اندر وسط میں کھڑا اس کی خالی چیئر کو گھورتا غصے کی

انتہا کو پہنچ رہا تھا۔

آفس کا اس نے کونہ کونہ چھان مارا تھا لیکن وہ ادھر ہوتی تو نظر آتی۔

"اوہ! تو تم میرے ری ایکشن کے بارے میں جانتی تھی اسی لیے میرے آنے سے پہلے ہی یہاں سے بھاگ گئ آخر کب تک ملک ! کب تک یوں مجھ سے بھاگ سکتی ہو, تم مجھے ابھی تک جان ہی نہیں پائی , میں تمہیں پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالنے کی طاقت رکھتا ہوں۔"

یہ اس کے غصے کی شدت ہی تھی جس وجہ سے وہ مسلسل خود ہی بڑبڑائے جا رہا تھا۔

وہاں سے نکل کر وہ کچھ دیر یونہی سڑکوں پر بلاوجہ جیپ دوڑاتا رہا پھر کسی خیال کے تحت گھر آ گیا لیکن وہ گھر میں بھی نہیں تھی۔

وہ بیڈ پر نیم دراز ہو کر نظریں سامنے لگے کلاک پر جما دیں, جہاں رات کے نو بج رہے تھے۔

"لگا لو جتنی دیر لگانی ہے لوٹ کر تو گھر ہی آؤ گی اور تب تک میں اپنے حلق سے پانی تک نہیں اتاروں گا۔" وہ طیش کے عالم میں اپنے کمرے میں کبھی بیٹھ کر کبھی لیٹ کر تو کبھی ادھر ادھر چکر کاٹ کر انتظار کرنے لگا ۔

نظریں ہنوز دروازے پر چپکی تھیں۔

"آئیملک! کو پکڑنا اتنا بھی آسان نہیں۔ اس نے ہر وہ راستہ پہلے سے بند کر دیا تھا تاکہ اس کا مجھ سے سامنا نہ ہو پائے, اسے پکڑنے کے لیے مجھے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔" وہ پرسوچ انداز میں سر ہلاتا کمرے سے باہر نکل آیا۔

اس نے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکا الوینہ بے خبر سو رہی تھی۔

پھر سیدھا ہوتا ادھر ادھر چھپنے کے لیے جگہ تلاش کرنے لگا۔

کمرے کی بائیں طرف بنے ایک پلر کے پیچھے وہ ہو لیا ساتھ گاہے بگاہے وہ کلائی پر بندھی واچ پر بھی نظر ڈال رہا تھا۔

بہت وقت ہو گیا تھا اب تو نمال وہاں کھڑے کھڑے تھکنے بھی لگا پیٹ میں بھوک کے مارے چوہے الگ سے اچھل کود مچا رہے تھے۔

وہ بے بسی کی انتہا کو پہنچتا وہ وہاں سے جانے کا سوچ ہی رہا تھا جب بیرونی دروازے پر ہلکا غیر محسوس سا کھٹکا ہوا۔

نمال یکدم پلر کے ساتھ بلکل چپک کر کھڑا ہو گیا۔

ہال کا دروازہ پہلے سے کھلا تھا اس نے الوینہ کو خاص ہدایت دی تھی کہ آج وہ دیر سے آئے گی تو ہال کا دروازہ کھلا ہی رہنے دے۔

دروازے کو آہستگی سے کھول کر ویسے ہی آرام سے بند کر کے لاک لگا دیا۔

پھر دبے پاؤں چلتی ہوئی لاؤنج میں آ گئ۔

جھانک کر نمال کے کمرے کو دور سے دیکھا لائٹ آف ہونے کا مطلب تھا کہ وہ سو چکا تھا۔

آئیملک نے ایک طویل پرسکون سی سانس بھر کر خارج کی۔

پھر ریلیکس ہو کر چلتی ہوئی اپنے کمرے کے پاس آ گئ ابھی وہ ڈور کھولنے کا قصد کر ہی رہی

تھی جب کسی نے پیچھے سے اس کی آنکھوں اور منہ پر ایک ساتھ سختی سے آہنی ہاتھ جمایاکہ اس کی چیخ کی آواز اندر ہی کہیں دم توڑ گئ۔

وہ خود کو چھڑوانے کے لیے بری طرح سے مچل رہی تھی اور کسی حد تک کانپنے بھی لگ گئ۔ لیکن نمال بنا اس کی پرواہ کیے اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا اپنے میں لے آیا اور پوری قوت سے اسے بیڈ کی طرف دھکیل دیا۔

اس کے سنبھل کر سیدھا ہونے تک نمال کمال پھرتی سے دروازہ بند کر کے اب دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے غصیلی نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

ایک پل کے لیے تو آئیملک کو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ کرے تو کیا کرے , وہ بری طرح سے پھنس چکی تھی۔

"ت ------تت------تم ابھی--------ابھی تک جاگ رہے ہو؟" دوسروں کو دانتوں چنے چبوانے والی آئیملک اس پل بری طرح سے ہکلا گئ۔

"جو حرکت تم نے آج کی ہے اس کے بعد تمہیں لگتا ہے کہ میں چین سے سو پاؤں گا-------" وہ یکدم اس کے پاس آ کر دھاڑا تھا۔

"مم------میں ------میں نے کیا, کیا ہے؟"وہ بے ساختہ نظریں چرا کر دھیمے لہجے میں بولی۔

نمال اس کی معصومیت بھری ایکٹنگ پر بل کھا کر رہ گیا۔

" ویری سٹرینج ملک! اتنا ڈرامہ تم کر کیوں رہی ہو؟ میری تو سمجھ سے باہر ہے۔"وہ زچ سا ہوا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں یہ ڈرامے کرنے کا مسٹر نمال مراد علی!"آئیملک ایک دم سے اٹھ کر ایک ایک لفظ چبا کر بولی۔ " جسٹ بی کاز آف یو! تمہاری حرکتیں مجھے یہ سب کرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔"آخر میں اس نے چڑ کر کہا۔

نمال کو جھٹکا سا لگا۔

ایکسکیوز می! حرکتیں نہیں جذبات کہو, تم یوں میرے جذبات کی تذلیل نہیں کر سکتی۔" اس نے تیوری چڑھا کر بولا۔

"اگر اتنی ہی سیلف ریسپیکٹ عزیز ہے مسٹر! تو موقع ہی کیوں دے رہے ہو۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اور جو بھی آگے کرنا چاہ رہے ہو تمہیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔ میں صرف افغال کی امانت ہوں اس کے علاوہ میں کسی اجازت نہیں دیتی کہ وہ آ کر مجھ پر حق جتائے۔" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"تم سے اجازت مانگ بھی کون رہا ہے اور کیا تم نے افغال افغال کی رٹ لگا رکھی ہے تم صرف اور صرف میری ہو آئی سمجھ۔" وہ اس کے سر پر انگشتِ شہادت رکھ کر بولا۔

"نہیں آئی سمجھ اور نہ ہی سمجھنا چاہتی ہوں کیونکہ ان باتوں کا اب کوئی فائدہ نہیں , شادی ہونے میں کچھ ہی دن بچے ہیں تمہارے سامنے میں افغال کی دلہن بن کر اس گھر سے جاؤں گی اور الوینہ تمہاری دلہن بن کر اس کمرے میں موجود ہوگی۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ اپنی یہ

خوش فہمی اب ختم کر دو ۔"

وہ دو ٹوک لہجے میں بولی۔

نمال یکدم لب بھینچ کر رہ گیا کہ جو بھی وہ کہہ رہی تھی وہ سب سچ تھا لیکن وہ اپنے دل کا کرتا جو ماننے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

"واٹ ایور! میں اس حقیقت کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا, اور رہی بات ملن کی تو میرا اللہ ہے نا جو اپنے بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے اسی نے میرے دل میں تمہارے لیے اتنی محبت ڈالی ہے اور وہی اب اس ناممکن کو ممکن بنائے گا دیکھ لینا۔"

اس کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ پل بھر کے لیے آئیملک لاجواب ہو گئ ۔ نمال نے اس پاک ذات (اللہ ﷻ) کا حوالہ دیا تھا جس پر شک کرنا کفر کے برابر تھا۔

آئیملک نے سر جھکا کر اپنے امڈتے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلا۔

وہ بنا کچھ کہے خاموشی سے مرے مرے قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئ۔

نمال لب بھینچ کر بس اسے جاتا دیکھتا رہا۔

آگے بڑھ کر اس نے دروازہ لاک کر دیا اور دراز کی طرف بڑھا ۔

دراز سے لائٹر نکالا اور بیڈ پر پڑے ڈریس کو اٹھا کر وہ کمرے کے وسط میں آ گیا۔

پوری قوت سے چیخ کر اس نے ڈریس فرش پر دے ماری اور لائٹر جلا کپڑوں پر پھینک دیا جو وہ آئیملک کو زبردستی پہنانے والا تھا وہ اس کی نظروں کے سامنے آگ کی نزر ہو گئے۔

کمرے میں دھواں بری طرح سے پھیل رہا تھا۔

کچھ لمحے گزرے تھے وہاں اب صرف راکھ کا ڈھیر پڑا تھا۔

ایک ٹرانس کی طرح وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور راکھ کو ہاتھ میں لیے اس نے بھیگی آنکھوں کو سختی سے میچ لیا۔

☆☆☆ 💔 ☆☆☆

راحیلہ بیگم کو فالج کا اٹیک ہوا تھا۔

تین ہوسپٹل میں ایڈمٹ رہنے کے بعد آج انھیں ڈسچارج کیا گیا تھا۔

ڈاکٹرز کے مطابق مریضہ کو ذہنی صدمہ اچانک پہنچنے کی وجہ سے ان کی ایسی حالت ہوئی تھی۔

بروقت ہسپتال نہ لے کر جاتے تو جان جانے کا خطرہ ہو سکتا تھا۔

اب بھی وہ اپنے کمرے میں بستر سے پر لیٹی بے بس و لاچار حالت میں بس ایک ہی نقطے کو گھورتی رہتی تھیں۔

فالج کی وجہ سے سر سے لے کر پاؤں تک ان کا بایاں حصہ مفلوج ہو چکا تھا وہ نہ تو بول سکتی تھیں اور نہ ہی چلنے پھرنے کے قابل تھیں۔

وہ موت کے منہ سے بچ کر واپس آئی تھیں اور شیرازی خاندان کے لیے یہی بات کافی تھی۔

ڈاکٹرز کے مطابق اب جو زندگی ان کی بچی ہے وہ ایسے ہی بستر پر گزاریں گیں لیکن نویرہ کو یقین تھا کہ اگر سب مل کر ان کا خیال رکھیں گے تو وہ بہت جلد ری کور ہو جائیں گیں۔

نویرہ آج صبح سے کچن میں گھسی کچھ نا کچھ بنا ہی رہی تھی , راحیلہ کا پرہیزی کھانا اس نے خود بنایا تھا۔

اس نے سب کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جب تک آنٹی ٹھیک نہیں ہو جاتیں وہ خود ان کے کھانے پینے, میڈیسن وغیرہ ہر طرح سے خیال رکھے گی۔

وہ ان کو فضہ کی مدد سے کھانا کھلا کر میڈیسن دینے کے بعد اپنے کمرے میں آئی تو حدیر پریشان , مضمحل سا بیڈ پر چت لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔

اپنی ماں کی ایسی حالت پر حدیر حال سے بے حال ہو گیا تھا۔

ہلکی سی داڑھی اب بڑھ چکی تھی , وہی ملگجہ سا شکن آلود حلیہ اور پریشان سے بال---------- ان تین دنوں میں حدیر کی کیا حالت ہو گئ تھی سوائے ضروری بات کے نویرہ نے حدیر کو کوئی اور بات کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

بشکل راحیلہ کے کمرے سے وہ کھینچ کر اسے اپنے کمرے لے کر آئی تھی تاکہ وہ کچھ دیر آرام کر سکے لیکن وہ ابھی تک پوری کی پوری آنکھیں کھولے ایک ہی زاویے پر نظر گاڑے لیٹا تھا۔

اس کی ایسی کنڈیشن دیکھ کر نویرہ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ وہ سر جھکائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی حدیر کے پاس تھوڑی سی جگہ پر ٹک گئ۔

حدیر کی کیفیت میں تبدیلی نہیں آئی تو نویرہ بے حد بے چین سی ہوئی۔

"حدیر ----------!" نویرہ نے آرام سے پکارا ۔

حدیر نے چونک کر اپنے قریب بیٹھی نویرہ کو دیکھا۔

وہ کچھ پل پتہ نہیں کیوں نویرہ کو یک ٹک تکتا رہا پھر یک دم اٹھ کر وہ نویرہ کی گود میں سر رکھ کر بچوں کی طرح بلک بلک کر رو پڑا۔

اس کے آنسو نویرہ کو سیدھے اپنے دل پر گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

آنسوؤں کی لڑی اس کی آنکھوں سے بہہ نکلی لیکن اس نے جلد آنسوؤں کو وہیں پر رگڑ دیا۔

"نہیں نویرہ ! اگر میں بھی یوں کمزور پڑ گئ تو باقی سب کو کون سنبھالے گا۔" اس نے نفی میں سر ہلا کر سوچا۔

پھر حدیر کے گھنے لیکن پریشان حال بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔

یہ بھی اس کا ایک حوصلہ دینے کا طریقہ تھا۔

"حدیر! پلیز یوں مت روئیں, مجھ سے نہیں دیکھا جا رہا۔" نویرہ کی آنکھوں کے کنارے پھر سے تیزی سے گیلے ہونے لگے۔

"نوی! مما -------" وہ فقط دو حرفی الفاظ ادا کر سکا جیسے پھر اس کی ہمت ٹوٹ گئ۔

نویرہ نے اسے رونے دیا تاکہ اس کے دل و دماغ کا غبار آنسوؤں کے راستے سارا بہہ نکلے۔

نویرہ جانتی تھی حدیر اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہے اسی لیے وہ یوں ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔

نویرہ کو اس پل اپنی ماں بابا بہت یاد آئے وہ اس سے زیادہ درد اے دو بار گزر چکی تھی اس کے پاس تو سوائے اللہ کی ذات اور ماموں فرشتہ صفت ماموں جان کے علاوہ کوئی تیسرا سہارا بھی نہیں تھا۔

نویرہ نے ایک طویل آہ بھری۔

"آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں آنٹی بلکل ٹھیک ہو جائیں گیں میرا یقین کریں ۔" نویرہ کا لہجہ پرتیقن تھا۔

"تمہیں اتنا یقین کیسے ہے؟" یکدم حدیر نے سر اٹھا کر اس سے سوال کیا۔

"مجھے خود پر نہیں اپنے اللہ پر یقین ہے اس ذات سے تو مایوس نہیں ہو سکتے نا ہم ----------بس آپ دعا کریں میں ہر لمحہ , ہر گھڑی آپ کے ساتھ ہوں۔ میں مر تو سکتی ہوں لیکن کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔ اپنی نوی پر بلیو کرتے ہیں نا آپ؟" نویرہ نے اسے بچوں کے سے انداز میں پچکارا۔

حدیر نے اثبات میں زور زور سے سر ہلایا۔

"نوی ! تم واحد ہو جس پر میں خود اے بھی زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔ انشاءاللہ ! ایسا ہی ہو گا جیسا تم کہہ رہی ہو۔"

حدیر اب سنبھل کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

نویرہ نے دل ہی دل میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا ورنہ وہ حدیر کی حالت دیکھ کر بہت ڈر گئ

تھی۔

"میں آپ کے لیے گرم گرم دودھ لائی تھی باتوں میں آپ کو دینا بھول ہی گئ۔" نویرہ نے سر پر ہلکی سی چپت لگا کر کہا پھر گلاس حدیر کی طرف بڑھا دیا لیکن حدیر نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پلیز حدیر ! میری خاطر یہ دودھ پی کر سو جائیں تین دن سے آپ لگاتار جاگ رہے ہیں آئینے میں اپنی حالت دیکھیں کیا آپ وہی حدیر ہیں؟ "وہ خفگی ظاہر کیے بنا نہ رہ سکی۔

لیکن حدیر کو ویسے ہی بیٹھا دیکھ کر نویرہ نے پھر سے کہا۔

"آئی پرامس میں آنٹی کے پاس سے ایک لمحے کے لیے بھی ادھر ادھر نہیں جاؤں گی ,اپنی پوری جان لگا کر ان کی دیکھ بھال کروں گی۔"

حدیر نے چونک کر نویرہ کو دیکھا۔

یک دم حدیر کے تیور بدلتے ہوئے نویرہ کو محسوس ہوئے ۔ وہ ڈر سی گئ۔

حدیر نے خاموشی سے گلاس نویرہ کے ہاتھ سے لے کر گلاس گھما کر ایسے تکنے لگا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

پھر اچانک حدیر نے گلاس اٹھا کر فرش پر پھینک دیا۔

نویرہ منہ پر ہاتھ رکھتی یکدم اٹھ کر کھڑی ہو گئ۔

"ح------حد-----حدیر ! یہ آپ نے کیا , کیا؟ دودھ پر غصہ کیوں نکالا ہے یہ تو اللہ کا نور ہوتا ہے۔" نویرہ کانپتی آواز میں بولی۔

حدیر نے خونخوار نگاہوں سے نویرہ کو گھورا۔

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے میری مما کا رویہ تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں نہ ہی سفینہ پھوپھو کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہیں ایک یتیم کی آہ ساتویں آسمان تک جاتی ہے تم نے بدعا دی ہے نا میری ماں کو تب ہی تو ان کی یہ حالت ہو گئ ہے صبح تک تو وہ ٹھیک ٹھاک تھیں۔" حدیر پاگلوں کی طرح اس پر جھپٹ کر پوچھنے لگا۔

نویرہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے حدیر کو تکنے لگی۔ ایک بے یقینی سی بے یقینی تھی حدیر کئ مہینوں بعد پھر سے پہلے والا حدیر بن گیا تھا۔

"حدیر! آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہیں اللہ گواہ ہے میرے دل میں ذرا برابر بھی آنٹی کے لیے میل نہیں ہے۔"آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر نویرہ کی آنکھوں سے گرنے لگے۔

"نہیں میں نہیں مانتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے ہی بدعا دی ہے تم جو اتنی عبادت کرتی ہو ,اتنے وضائف پڑھتی ہو , اتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتی ہو یہ سب تم نے میری مما کو سزا ملے اسی لیے کیا ہے ناں, ہاں میں سب جانتا ہوں۔"

حدیر اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں تھا اس کے منہ میں جو آیا وہ بولتا چلا گیا۔

"خدارا !! بس کر دیں حدیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں آپ کو ایسی لڑکی لگتی ہوں اتنا ہی جان پائے ہیں مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اتنے بڑا الزام لگانے سے بہتر تھا میرا گلا گھونٹ دیتے , میں یوں زخمی زخمی نا ہوتی۔" وہ روتی ہوئی حدیر کے پیروں میں گر گئ تھی , گڑگڑا کر اپنی بے گناہی

کا ثبوت دے رہی تھی لیکن حدیر کی کیفیت میں تبدیلی واقع نہ ہوئی۔

"نکلو میرے کمرے سے ابھی کے ابھی ----------آئندہ اپنی منحوس شکل مت دیکھانا مجھے ---------- میں پاگل تھا جو تم سے محبت کر بیٹھا لیکن اب میں تمہیں پہچان گیا ہوں-------جاؤ تم یہاں سے------"حدیر ہذیانی انداز میں غرا رہا تھا حدیر کی جو حالت تھی کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ نویرہ کو جان سے بھی مار دیتا۔

"تم ابھی تک کھڑی ہو , بہت ہی ڈھیٹ قسم کی ہو ---------دفع ہو جاؤ میرے نظروں کے سامنے سے ---------- آج کے بعد مجھے نظر مت آنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

حدیر نے نویرہ کو بازو سے سختی سے پکڑ کر خود اپنے ہاتھوں سے باہر نکال دیا۔

"خدا کے لیے حدیر! مجھے مار لیں , سارا غصہ نکال لیں لیکن خود سے الگ کر کے اتنی بڑی سزا مت دیں , اتنا ظلم مت کریں پلیز حدیر دروازہ کھول دیں ۔" نویرہ کرلاتے ہوئے دروازہ بجانا شروع کر دیا لیکن دروازہ کہاں کھلنا تھا وہ تو اندر سے اسی وقت لاکڈ ہو گیا تھا۔

فضہ شور ان کر بھاگتی ہوئی تھی ۔

اور نویرہ کی حالت دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئ۔

"بھابھی ! کیا ہوا سب ٹھیک تو ہے نا ----------؟اب یوں باہر کیوں بیٹھی ہیں ؟ بھیا کدھر ہیں؟" فضہ ازحد پریشانی سے پوچھنے لگی لیکن نویرہ اس وقت کوئی جواب دینے کی حالت میں نہیں لگ رہی تھی۔

"فضہ۔۔۔فضہ ۔۔۔۔۔؟ حدیر سے بولو نہ کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آنٹی میری وجہ سے ایسے نہیں ہوئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں اتنی بری نہیں ہوں فضہ۔"

نویرہ گود میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

فضہ اصل کہانی تک پہنچ کو ساکت سی رہ گئ۔

"نہیں بھابھی ! آپ نے کچھ نہیں کیا میں گواہی دوں گی لیکن پلیز ابھی آپ چلیں میرے ساتھ۔۔۔۔"

"نہیں فضہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے پہلے حدیر کے پاس جانا ہے پھر تم جہاں کہو گی میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

نویرہ کی کنڈیشن دیکھ کر فضہ لب بھینچ کر رہ گئ۔

"پہلے کیا گھر میں کم پریشانی ہے جو بھیا اب نئ کری ایٹ کر رہے ہیں اس میں بھلا بھابھی کا کیا قصور ہے۔"

فضہ نے دکھ سے نویرہ کو دیکھا اسے اس پل نویرہ کی حالت بہت قابلِ رحم لگی۔

وہ اسے لیے مما کے کمرے کی بجائے اپنے کمرے میں لے آئی۔

کئ گھنٹے رونے کے بعد نویرہ نے یک دم چپ سادھ لی۔

پھر وہ اٹھ کر واش روم گئ اور وضو کر کے جائے نماز پر آ گئ ۔

جیسے تیسے نماز پڑھی پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔

لیکن ذہن خالی تھا آج پھر وہ کیا مانگتی ۔ آنسو پھر سے روانی اختیار کر گئے۔
اپنے لیے فقط ہمت و حوصلہ مانگ کر نویرہ اٹھ کر کمرے سے باہر آ گئی۔
فضہ اسے پکارتی اس کے پیچھے آئی تھی لیکن نویرہ جیسے اپنی ہی رو میں چلتی جا رہی تھی۔
نویرہ کا رخ مما کے کمرے کی طرف دیکھ کر فضہ نے سرد آہ بھری پھر کچھ مطمئین ہوتی واپس کمرے میں چلی گئ۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

آج چھٹی کا دن تھا۔
سب ناشتے کے بعد اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔
جبکہ الوینہ بگڑے موڈ کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ٹی ۔ وی چلا کر اپنا دل بہلانے لگی۔
تبھی نمال اپنے کمرے سے نکل کر اس کے ساتھ والے صوفے پر آ کر ٹک گیا۔
"ہیلو۔۔۔۔۔۔۔گڈ مارننگ وش نہیں کرو گی آج۔۔۔۔؟" نمال نے ہنستے ہوئے اس کے خراب موڈ کو ملاحظہ کیا پھر ہلکے پھلکے انداز میں دریافت کیا۔
" نو۔۔۔۔۔۔۔ اور تم مجھ سے بات مت کرو۔۔۔۔۔" الوینہ دانت پیس کر بولی۔
"اوہ ہو! ایسا کیا کر دیا جو مجھ غریب پر اتنا غصہ نکال رہی ہو۔۔۔۔" نمال معصومیت سے منمنایا۔

الوینہ کو۔مزید تپ چڑھی۔

اسے کل سے نمال پر غصہ تھا۔

"تم ایک بات بتاؤ مجھے ----------آگر میری جگہ تم ہوتے اور میری بلائی ہوئی جگہ پر چلے جاتے اور آگے سے انتظار کر کر کے بھی مجھے وہاں سے غائب پاتے , تب تمہیں کیسا لگتا؟" وہ تیکھی مرچی بنی پوچھ رہی تھی۔

"آف کورس! بہت برا لگتا----------شاید ایک آدھ تھپڑ بھی مار دیتا۔" وہ غیر سنجیدگی سے کہتا اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر بولا مبادا کہیں الوینہ ایک آدھ جڑ ہی نہ دے۔

الوینہ کا منہ حیرت سے کھلا۔

"تو پھر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟" وہ رونکھی ہوئی۔ کل کتنے چاؤ سے وہ تیار ہو کر گئ تھی۔

"ایم سو سوری----------ایکسٹریملی ویری سوری میم! آئندہ یہ غلطی نہیں ہو گئ---------- میرا ایک دوست ہے وہ پولیس میں ہوتا ہے اس نے مجھے عین ٹائم پر کال کر دی کہ ایک چور نہیں پکڑا جا رہا تو اسے پکڑنے میں میری مدد کرو----------تو بس میں پھر چلا گیا----------آہ! بس اتنی سی کہانی ہے۔" وہ طویل بات کرتا آخر میں سرد آہ بھر کر بولا۔

"تم تو فوٹوگرافر ہو تمہارا کیا لینا دینا چوروں کے ساتھ؟" الوینہ ناراضگی بھول بھال الجھ کر پوچھنے

لگی۔

"تم تو جانتی ہو مجھے ----------میں اتنا نیک بچا ہوں کہ راہ چلتے مسافر کی بات نہیں ٹال سکتا ہوں پھر وہ تو۔میرا بیسٹ فرینڈ ٹھا کیسے انکار کر دیتا۔" وہ بلا کی معصومیت لہجے میں سمو کر بولا۔

الوینہ محض ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئ۔

جبکہ کچھ فاصلے پر کچن کی ڈسٹنگ کرتی آئیملک جس کے کان ادھر ہی لگے تھے اسے نمال کا یوں اپنی بہن کو جھوٹ پر جھوٹ بول کر بہ وقوف بنانا ہضم نہیں ہو یا رہا تھا لیکن وہ وہاں جا کر سچ بتا بھی نہیں سکتی تھی۔

"سچی !آج کے بعد ایسا نہیں ہو گا ----------اب راضی ہو بھی جاؤ میں تمہارے بغیر بہت بور ہو رہا ہوں---------- " یہ فقرہ نمال نے کچن کی طرف منہ کر۔کے بآواز بلند کہا۔ " لو کان پکڑ کر سوری کرتا ہوں -------اب تو معاف کر دو۔" الوینہ اس کے کان یکڑنے پر بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اوکے ! بٹ آئندہ نہیں چلے گا------" الوینہ نے وارننگ دی۔

"اوکے باس----------!" نمال نے سلیوٹ مار کر کہا پھر دونوں ہنستے چلے گئے۔

الوینہ کا۔موڈ یکدم فریش ہو گیا پھر کسی خیال کے تحت اس نے نمال کی طرف دیکھا۔

"اچھا تو پھر چور پکڑا گیا؟"

"ہاں ! ظاہر نمال جو ساتھ تھا چور کیا کیا مجال تھی کہ گرفت میں نہ آتا , چور ابھی مجھے جانتا نہیں ہے میں تو اسے کل پاتال سے بھی ڈھونڈ لاتا۔"

نمال نے پھر سے کچن کی طرف منہ پھیر کر اونچی آواز میں آئیملک کو سنانا چاہا ۔

آئیملک دانت پیس کر رہ گئ۔

"ارے واہ ! یہ تو کمال ہو گیا ہے----------" الوینہ نے سراہا۔ " وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن تم اتنا اونچی آواز میں کیوں بول رہے ہو وہ بھی اس طرف منہ کر کے ---------- میں تو تمہارے پاس ہی بیٹھی ہوں , یہ بات آہستہ سے بھی بتا سکتے۔" الوینہ نے حیرت کا اظہار کیا۔

"اب ------وہ--------ہاں وہ دراصل ! آج کل پتہ نہیں گلے کو کیا ہو گیا ہے اتنا اونچا اونچا بولنے لگ جاتا ہوں اچانک سے کہ پتہ ہی نہیں چلتا۔" نمال نے خجل ہو کر ایک اور جھوٹ گھڑا جس پر الوینہ نے آنکھ بند کر کے یقین کر کیا۔

جبکہ کچن میں کھڑی آئیملک منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی دبانے کے چکر میں تھی۔

☆☆☆□☆☆☆

آج کی صبح بھی روزانہ کے جیسی ہی تھی لیکن اسے اداس سی لگی ۔

صبح ہی کیا جب سے حدیر اس سے روٹھا تھا----------دور ہو گیا تھا, اسے تو نہ دن کی

ہوش تھی نہ رات کی----------ہر موسم اسے ایک سا لگ رہا تھا----------اداسی کا موسم--------اداسی تو جیسے اس کے چہرے پر چپک کر رہ گئ تھی۔

وہ عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد بیڈ کے پاس آ گئ۔

راحیلہ اسی طرح بیڈ پر لیٹی تھیں۔

دایاں حصہ ان کا نہ صرف ٹھیک تھا بلکہ حرکت بھی کرتا تھا۔

نویرہ دائیں طرف آ کر بیڈ پر ان کے قریب بیٹھ گئ پھر اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

راحیلہ بیگم کے دائیں حصے میں جنبش پیدا ہوئی۔ انہوں نے نظریں گھما کر بمشکل نویرہ کو دیکھا۔

نویرہ ان کی طرف دیکھ کر پھیکا سا مسکرا دی۔

"میں جب اس گھر میں شادی کر کے آئی تھی ,تب کوئی خواہش , کوئی سپنا میری آنکھوں میں نہیں تھا۔ میں جس حادثے سے گزری تھی اس وقت تو میرے اپنے حواس معطل تھے۔ اس انسان کے ساتھ پوری زندگی کے لیے میں منسوب کر دی گئ جس کے نام کے سوا میں اسے جانتی تک نہیں تھی۔ ماموں جان کا گھر ہونے کے باوجود میرے لیے یہاں کے مکین , یہاں کا ماحول ماسوائے ماموں جان سب کچھ اجنبی تھا۔ شروع سے ہی سب کا ہتک آمیز رویہ دیکھنے ملا , خاص طور پر حدیر ---------- مجھے بہت دیر سے اور مشکل سے اب جب قبول کر پایا تو پھر سے پتہ نہیں کہاں سے دوریاں بیچ میں آ گئ ہیں۔ آج پھر میں اس دہانے پر آ کھڑی ہوئی ہوں کہ حدیر میری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔

حدیر کو لگتا ہے کہ آپ کی اس حالت کی ذمہ دار میں ہوں , آپ بتائیں آنٹی! کیا آپ بھی یہی سمجھتی ہیں ؟ , کیا میں آپ کو ایسی لگتی ہوں؟" وہ گلوگیر لہجے میں طویل بات کرتی یک دم رو پڑی۔

"میں نے آپ کو اپنی ماں کی جگہ رکھا ہے آنٹی بھی میں آپ کی خواہش پر کہتی ہوں۔ سب کے حقارت آمیز رویے کے باوجود میں نے ہمیشہ سب کا خیال رکھا ہے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔ ماموں جان کو اپنے بابا , فضہ اور سمیر کو اپنے بہن بھائی سمجھتی ہوں , آپ کو اپنی ماں کی جگہ دی ہے پھر بھلا میں کیوں آپ کو بدعا دوں گی , اللہ گواہ ہے میرے دل میں آپ کے لیے تھوڑا سا بھی میل نہیں ہے---------- اور حدیر اسے تو میں اپنا مجازی خدا سمجھتی ہوں, سب کچھ تو ٹھیک ہو گیا تھا پھر اچانک سے حدیر پتہ نہیں کیسے بدل گیا ہے وہ پہلے والا حدیر بن گیا ہے۔ میں بہت تکلیف میں ہوں آنٹی ----------پتہ نہیں مجھے خوشیاں راس کیوں نہیں آتیں۔ میں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا۔" بات کے اختتام پر نویرہ آنکھیں تیزی سے نمکین پانی سے بھر گئیں پھر اسی تیزی سے اس کے آنسو اس کے گالوں پر بہہ نکلے۔

"اب آپ ہی بتائیں میں کیا کروں ؟ ,مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی--------؟" نویرہ نے روتے روتے اپنا سر ان کے ہاتھ پر ٹکا دیا۔

یک دم راحیلہ بے چین نظر آنے لگ گئیں ۔

نویرہ نے گھبرا کر سر اوپر اٹھایا تو سامنے کا منظر دیکھ کر وہ حیران ہی تو رہ گئ۔

راحیلہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو لگاتار بہہ رہے تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بہت تکلیف میں تھیں , کچھ کہنے کی کوشش میں ان کے ہونٹ پھڑ پھڑا رہے تھے۔

نویرہ نے ایک دم سے پریشان ہو کر آنٹی کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھا دیا۔

"آپ کیوں رہی ہیں ؟ , آپ بھی تو مجھے ناپسند کرتی ہیں۔ ڈاکٹر سمیت سب کہتے ہیں کہ آپ باقی کی زندگی یونہی بستر پر گزاریں گیں لیکن میں نہیں مانتی, مجھے یقین ہے آپ جلد یا بدیر ضرور ٹھیک ہو جائیں گیں۔ غیب کا علم تو صرف میرے اللہ کو ہے پھر ہم کون ہوتے ہیں فیصلے کرنے والے ----------آپ بلکل پریشان نہ ہوں , اللہ ہے نا سب بہتر نہیں بلکہ بہترین کر دے گا۔"

وہ رورے روتے مسکرا دی پھر آگے کو جھک ان کی پیشانی پر آرام سے اپنے لب رکھ دیئے۔

اب راحیلہ بے تاب نہیں لگ رہی تھیں بلکہ پہلے کی طرح ساکت ہو گئ تھیں, نویرہ نے سکون کی سانس لی۔

دروازے پر کھٹکا ہوا تھا وہ اٹھ کر دروازے کے پاس چلی آئی اور الجھ کر دروازہ آہستگی سے پورا کا پورا وا کر دیا۔

حدیر بہت تیزی سے اسے ایک طرف دھکا دیتا اندر داخل ہوا۔ نویرہ لڑکھڑا کر ایک طرف ہو گئ۔

نویرہ نے ایک غصے سے بھری نگاہ پہلے حدیر کی پشت پر ڈالی پھر اس کے پیچھے کھڑی سفید

لباس میں ملبوس سمارٹ اوریئنگ سی نرس پر ڈالی۔

"میں تمہیں منع کیا تھا کہ آئندہ میرے سامنے مت آنا لیکن تم پھر بھی آ گئ, کتنی ڈھیٹ ہو تم۔" وہ دبہ دبے طیش میں آ کر بولا۔ اس کی ابھی بھی نویرہ کی جانب پشت تھی۔

"آنے سے پہلے اطلاع کر دیتے تو کمرے سے نکل جاتی کیونکہ مجھے بھی آپ کا سامنا کرنے کا یا دیکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔"

نویرہ بے تاثر لہجے میں بولی ۔

اس کے یوں جواب دینے پر حدیر کو تو پتنگے لگ گئے وہ یکدم غصے سے نویرہ کی طرف مڑا۔

"میں تم سے زیادہ بات کرنا پسند نہیں کرتا, اپنا بوریا بستر اٹھاؤ اور اس کمرے سے نکلو , میں اپنی مما کا خود خیال رکھ سکتا ہوں----------اپنی مما کے حوالے سے کسی ایرے غیرے پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔" حدیر نے ابرو اٹھا کر اکھڑے اکھڑے لہجے میں کہا۔

"اور اگر میں ایسا نہ کروں تو------؟"نویرہ نے سینے پر بازو باندھتی بڑے سکون سے پوچھا۔

حدیر کو اس کی ڈھٹائی پر بے حد حیرت ہوئی۔

"میری بات نہ ماننے کا تمہارے پاس آپشن ہی نہیں ہے۔" حدیر نے طنزیہ مسکرا کر کہا۔

"میں زبردستی کی قائل نہیں ہوں اتنا تو آپ جانتے ہی ہوں گے اگر نہیں بھی جانتے تو اب جان لیں۔" نویرہ نے دوٹوک جواب دیا۔

حدیر کی تیوری چڑھ گئ وہ کچھ بہت سخت سا جواب میں بولنے والا تھا لیکن دروازے میں استادہ

پاپا کو دیکھ کر وہ چونک کر وہیں چپ رہ گیا۔

شیرازی صاحب نجانے کب سے وہاں کھڑے ان کے بیچ تلخ کلامی کو سن بھی رہے تھے اور ملاحظہ بھی کر رہے تھے۔

پھر تاسف سہ سر ہلاتے ان کے قریب آئے۔

"برخوردار ! یہاں کیا چل رہا ہے ؟, سب خیریت ہے؟" شیرازی صاحب بڑے تیکھے پن سے پوچھنے لگے۔ نظریں ہنوز حدیر پر گاڑھی ہوئی تھیں۔

"ج---جی پاپا! سب ٹھیک ہے ----------" حدیر بمشکل چند آلفاظ ادا کر سکا۔

"ہمم---------- لگ تو نہیں رہا---------- اگر سب ٹھیک ہے تو تم یوں غصے سے لال پیلے کیوں ہو رہے ہو؟"

شیرازی صاحب کے طنز پر حدیر بے اختیار لب بھینچ گیا۔

"بیٹا ! آپ ذرا کچھ دیر باہر جائیں --------" شیرازی صاحب اب کی بار نرس سے مخاطب ہوئے جو بے چارگی کی صورت بنی دونوں میاں بیوی کی گفتگو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

شیرازی صاحب کی نرم خو آواز پر پہلے وہ چونکی پھر اثبات میں سر ہلاتی باہر نکل گئ۔

"نرس کو ابھی کے ابھی واپس بھیجو---------- " شیرازی صاحب کے حکم صادر کرنے پر حدیر بل کھا کر رہ گیا۔

"پاپا ! مجھے سیٹسفیکشن نہیں ہے آئی تھنک ! نرس زیادہ اچھے طریقے سے دیکھ بھال کرے

گی۔" حدیر سر کے ساتھ نظریں بھی جھکا کر بولا۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور مجھے اپنی بیٹی پر تم سے بھی زیادہ بھروسہ ہے میرے نزدیک میری بچی سے زیادہ کوئی دوسرا راحیلہ کا اچھی طرح سے خیال نہیں رکھ سکے گا۔" شیرازی صاحب بڑے سکون اور تحمل مگر رعب دار آواز میں گویا ہوئے۔

"لیکن پاپا! میں مما کو یوں۔۔۔۔۔۔۔۔"

"حدیر ! بحث کیوں کر رہے ہو, اور تم بھی جاؤ اب یہاں سے مجھے جو کہنا تھا کہہ دیا ہے۔"اب کی شیرازی صاحب کی پیشانی پر کچھ بل نمودار ہوئے۔

حدیر جانتا تھا اب جو کچھ بھی ہو جائے پاپا اپنی بات سے نہیں ہٹنے والے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک غصے سے بھری تیز نظر نویرہ پر ڈال کر بے بسی کی صورت بنا وہ وہاں سے باہر نکل گیا۔

"پتہ نہیں اس نویرہ نے پاپا پر کیا جادو کر دیا ہے مجال ہے جو اس کے خلاف ایک لفظ بھی سن سکیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بچی۔۔۔۔۔۔۔۔ہونہہ! " حدیر نے زچ ہو کر سوچا پھر اپنے کمرے کی جانب قدم۔ بڑھا دیئے۔

"نویرہ بیٹا! تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ حدیر۔ کا رویہ تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں وہ تو آج میں نے اتفاق سے دیکھ لیا۔"

شیرازی صاحب کے استفسار پر نویرہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"سب ٹھیک ہو گیا تھاماموں جان! حدیر کے خیال میں آنٹی کے اس حالت کی میں ذمہ دار ہوں , میں نے آنٹی کے لیے بدعا کی ہے اس لیے ان کو فالج کا اٹیک ہوا ہے۔"

نویرہ نے ہمیشہ کی طرح آج بھی ماموں جان کو سچائی بتا دی کیونکہ ماموں جان سے وہ چاہ کر بھی کچھ چھپا نہیں پاتی تھی اور دوسرا اس کے ماں بابا نے ہمیشہ اسے سچ بولنا سیکھایا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اسی لیے نویرہ کو جھوٹ بولنا بہت مشکل امر لگتا تھا۔

"ہمم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اچھا تو یہ بات ہے۔۔۔۔"

"جی! آپ بتائیں ماموں جان ! میں بھلا ایسا کیوں کروں گی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ حدیر اس طرح کا الزام مجھ پر لگا دے گا۔" نویرہ آخر میں نا چاہتے ہوئے بھی غمگین ہو گئ۔

"ہیرے کی پہچان ہمیشہ جوہری کو ہوتی ہے سمجھ گئ وہ پاگل ہے جب اسے احساس ہو گا تب وہ خود چل کر تمہارے پاس خود معافی مانگنے آئے گا۔ "

شیرازی صاحب کی بات کے جواب میں نویرہ خاموش رہی کہتی بھی تو کیا۔

"اصل میں حدیر شروع سے ہی اپنی مما کے ساتھ بے حد اٹیچ ہے راحیلہ کو کوئی کانٹا بھی چبھ جاتا تھا تو گھبرا جاتا تھا , بہت پریشان ہو جاتا تھا۔"

"جی میں سمجھ سکتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔"

"چلو! میں چلتا ہوں اب اپنا اور اپنی آنٹی کا خیال رکھنا ۔" شیرازی صاحب مسکرآ کر بولے۔

"جی ماموں جان!"

"اور اب اگر وہ نالائق تمہیں تنگ کرے تو فوراً مجھے بتانا اس کے کان تو میں کھینچوں گا۔"

شیرازی صاحب ہنس کر بولے۔

جواب میں نویرہ بھی مسکرا دی۔

"جیتی رہو ہمیشہ خوش رہو! اللہ تمہیں اس کا اجر دے ۔آمین!" وہ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ایک افسردہ سی نگاہ راحیلہ پر ڈال کر باہر نکل گئے۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

وہ کافی کا مگ ہاتھ میں پکڑے کسی گہری سوچ میں گم تھی جب اس نے ڈرئنگ روم میں قدم رکھا۔

وہ اس کے سر پر آ کر کھڑا ہو گیا لیکن الوینہ کی کیفیت میں پھر بھی کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔

ارسل نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنے کے لیے دانستہ گلہ کھنکارا تو الوینہ نے چونک کر اسے دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئ۔

ارسل اس کی منگنی کے اگلے دن آؤٹ آف سٹی اپنے باس کے ساتھ کسی اہم پروجیکٹ کے سلسلے میں چلا گیا تھا پھر واپس آ کر بھی اس نے الوینہ سے بات کرنی ضروری نہیں سمجھی اور اس دن کے بعد آج شکل دکھا رہا تھا الوینہ تو اس سے ناراض بھی نہیں ہو سکتی تھی کہ دل تو

اس کا بھی ٹوٹا تھا۔

ابھی بھی وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی ٹکر ٹکر اپنے نیل پینٹ لگے ناخن تک رہی تھی۔

"ارے کمال ہے! میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم بہت خوش ہو گی ظاہر ہے من چاہا پارٹنر جو مل گیا خوش ہونا بھی چاہیئے لیکن یہاں تو ایسا کوئی سین نظر نہیں آ رہا, میں اس اداسی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"

ارسل خلافِ توقع ہلکے پھلکے انداز میں بولا تو الوینہ کی آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں ۔

اس کے خیال میں تو ارسل اس کے ساتھ سیدھے منہ بات ہی نہیں کرے گا اور بھی الوینہ نے پتہ نہیں کیا کچھ امیجن کر رکھا تھا۔

"بی کاز آف یو! میرا بیسٹ فرینڈ ناراض ہے میرا سلو! مجھ سے خفا ہے پھر میری خوشی تو ادھوری ہوئی نہ ------" وہ منہ بگاڑ کر نروٹھے پن سے بولی۔

ارسل کا یکدم قہقہہ گونجا جس پر الوینہ نے گھور کر دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ میں نے تمہیں کوئی جوک سنایا ہے جو یوں دانت نکال رہے ہو۔

"مطلب اس ناچیز کی بھی کوئی ویلیو ہے----------!" وہ شرارتی انداز اپنا کر بولا۔

"سلو کے بچے ! آئندہ ایسی بکواس کی تو بہت سخت ماروں گی میں-----" الوینہ نے ایک آدھ کشن کھینچ کر ارسل کے شانے پر جڑ دیا۔

"اوہ! سلو کی تو ابھی انگیجمنٹ بھی نہیں ہوئی بچے کہاں سے ٹپک پڑے-----؟" وہ

معصومیت سے منمنایا۔

"افف ! سلو تم کب سدھرو گے ؟" الوینہ دانت پیس کر رہ گئ۔

"شاید کبھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔" ارسل برابر ہنستا رہا۔

"آ۔۔۔۔۔۔سلو !تم واقعی مجھ سے ناراض نہیں ہو نا اب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم نے مجھے معاف کر دیا نا؟" وہ ہچکچا کر یکدم سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

"میں تم سے ناراض ہی نہیں تو راضی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" وہ مسکرا کر بولا ۔

الوینہ حد درجہ حیران ہوئی۔ ارسل کا بی ہیویئر اس کی توقع سے ٹوٹل چینج تھا۔

"میں نے بہت سوچا اس بارے میں پھر مجھے احساس ہوا کہ غلطی پر میں ہوں تم نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔جس طرح میں تم سے محبت کرتا ہوں ,اسی طرح تم بھی تو نمال سے محبت کرتی ہو گی۔ میری تو یکطرفہ محبت ہے پھر میں تمہیں فورس کیوں کروں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی زبردستی بھی کسی نے محبت کی ہے کسی سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس یہی وجہ ہے میرے واپس آنے کی اور میں دل سے خوش ہوں کہ تمہیں تمہارا پیار مل گیا ہے۔ میں تمہارا سلو, تمہارا بیسٹ فرینڈ بن کر واپس آیا ہوں ۔" وہ الوینہ کی طرف دیکھتا سب کہتا چلا گیا۔

الوینہ بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئ۔

"تھینک یو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھینک یو سو مچ سلو! میں بتا نہیں سکتی کہ میں کتنی خوش ہوں۔ جانتے ہو ان دنوں میں تمہیں بہت زیادہ مس کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ پر جوش ہو کر کہتی آخر

میں مغموم سی ہوئی۔

"چلو اب آ گیا ہوں نا اب دیکھنا کیسے دھوم دھام سے تمہاری شادی ہو گی ,دونوں مل کر خوب بھنگڑا ڈالیں گے۔"

ارسل نے اس انداز میں کہا کہ الوینہ کی ہنسی چھوٹ گئ پھر دونوں نے خوب بیٹھ کر باتیں کیں۔

آج وہ اتنے دنوں کے بعد پہلے والے ارسل اور الوینہ لگ رہے تھے۔

وہ معمول کے مطابق تیار ہو کر آفس جانے لگی ۔

آفس پہنچ کر جیسے ہی وہ اپنی گاڑی سے نیچے اتری اسے ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آنے لگ گئ۔

اس نے دو تین بار سر کو دائیں بائیں زور زور سے جھٹکا لیکن اس کی آنکھوں کے آگے بار بار اندھیرا چھا جاتا ۔

وہ یک دم پریشان سی ہوئی۔

"پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا ۔" اس نے سرگوشی کی ۔

پھر خود بمشکل گھسیٹتی ہوئی اپنے آفس تک لائی۔

چیئر پر بیٹھ کر اس نے کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر خود کو ریلیکس کرنا چاہا پھر دو تین بار گہری سانس لی۔

گلاس ڈور کے باہر کھڑی لڑکی کسی جن کی طرح حاضر ہوئی۔

اجازت ملتے ہی وہ پھرتی سے اندر آئی۔

آئیملک نے اسے کچھ ہدایات دیں پھر واپس مڑ گئ۔

لگ بھگ دس منٹ بعد ہی وہ لڑکی ہاتھ ناشتے سے سجی ٹرے اٹھائے حاضر ہوئی۔

آئیملک اٹھ کر صوفے پر آ گئ ۔

ناشتے کی ٹرے اپنے اپنی طرف کھینچ کر اس نے لڑکی کو واپس جانے کا اشارہ کیا۔

آج کل اس کے کھانے کی ٹائمنگ بلکل بھی ٹھیک نہیں رہی تھی۔ آج بھی وہ بنا ناشتہ کیے ایسے ہی آفس چلی آئی شاید اسی لیے اسے چکر سے آ رہے تھے۔

ناشتے کے بعد وہ کی چین اٹھا کر دوبارہ سے باہر آ گئ۔

اب اس کا رخ ہوسپٹل کی طرف تھا۔

ہسپتال پہنچ کر اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا کہ ڈاکٹر اس کا جاننے والا تھا اور پہلے ہی کال پر اس سے بات کر چکی تھی۔

وہ دروازہ بجا کر اندر داخل ہوئی تو ڈاکٹر خرم نے اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کا بہت خوش دلی سے استقبال کیا۔

جواباً وہ بھی ہلکا سا مسکرا دی۔

سلام دعا کہ بعد ڈاکٹر نے اس کا پوری توجہ سے چیک اپ کیا۔

"ڈاکٹر خرم ! خیریت ہے کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے نا؟" آئیملک نے قدرے پریشانی

سے پوچھا۔

"ہاں مس آئیملک ! بظاہر تو پریشانی والی کوئی بات نہیں لیکن اگر ایسا ہی چلتا رہا تو فکرمندی والی بات ہو سکتی ہے۔" ڈاکٹر خرم نے بی۔پی مشین سیٹ کرتے ہوئے مبہم انداز میں کہا۔

"مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔میں کچھ سمجھی نہیں؟" آئیملک ٹیبل پر بازو پھیلاتی چونک کر ڈاکٹر کو تکنے لگی۔

"آئی مین دیٹ! آپ کو اپنی صحت کا خیال رکھنا چاہیئے اگر آپ ایسے ہی لاپروائی کا مظاہرہ کرتی رہیں تو معاملہ بگڑ سکتا ہے۔" ڈاکٹر نے ناصح انداز اپنایا۔

آئیملک نے سر ہلایا۔

"آپ کی یہ کنڈیشن کب سے ہو رہی ہے کب سے چکر آ رہے ہیں؟"

"تین دن سے۔۔۔۔۔۔"

"ہمم ۔۔۔۔۔۔۔آپ کا بی۔پی بہت لو ہے, آپ کی نیند پوری نہیں ہو پا رہی اس کے علاوہ آپ کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھا رہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہی وجہ ہے کہ آپ کو ویکنس فیل ہو رہی ہے , چکر آ رہے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔از آل دیٹ!"

ڈاکٹر نے پرچی پر نسخہ لکھ کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ! میں تو پریشان ہو گئ تھی میں سمجھی پتہ نہیں کیوں یہ سب ہو رہا ہے۔" آئیملک ایک دم سے پرسکون ہو گئ۔

"ہاں ! لیکن ان چیزوں کو زیادہ لائٹ بھی نہیں لینا چاہیئے ایسے امیون سسٹم خراب ہو سکتا ہے, دماغی بیماریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں سو بی کیئر فل اینڈ ٹیک کیئر آف یور سیلف!" ڈاکٹر خرم نے شائستگی سے ہدایت کی ۔

وہ ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتی ہوسپٹل سے باہر آ گئ۔

آفس جانے کی بجائے وہ سیدھی گھر آ گئ۔ اس کی ہائی ہیل کی ٹک ٹک کی آواز پورے گھر میں گونج رہی تھی۔

اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں اسے کوئی بھی نظر نہ آیا تو اسے اچھنبا سا ہوا۔

"کمال ہے کہاں جا سکتے ہیں سب ؟" اس نے دک میں سوچا۔

اسی خیال میں چلتی ہوئی ابھی ڈرائنگ روم سے گزر کر اپنے کی طرف جانے ہی لگی تھی کسی چیز پر اس کا پاؤں بری طرح سے پھسلا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ دھڑام سے فرش پر جا گری۔

اس کے منہ سے ایک زور دار چیخ برآمد ہوئی۔

"اوہ شٹ! آر یو اوکے ؟" نمال تقریباً بھاگتا ہوا اس تک پہنچا اور پریشانی سے پوچھا۔

آئیملک ایک ہاتھ پیچھے کمر پر رکھے درد سے کراہ رہی تھی, نمال کو اپنے پاس یوں بیٹھا دیکھ کر اس نے یکدم تیوری چڑھا لی۔

وہ بنا جواب دیئے خاموشی سے ایک ہاتھ سے اپنی کمر اور دوسرے ہاتھ سے اپنا پاؤں سہلا رہی تھی۔

درد کی وجہ سے بھل بھل اس کے آنسو گر رہے تھے۔

"اپنا ایٹی ٹیوڈ پھر کبھی دکھا لینا ابھی بتانا پسند کرو گی کہاں درد ہے کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟"

نمال اس کے ماتھے پر ابھرنے والی سلوٹوں کی پرواہ کی بنا بولا۔

"میں بلکل ٹھیک ہوں کچھ نہیں ہوا مجھے۔" وہ روکھے پن سے بولی۔

"ہاں! وہ تو مجھے نظر آ ہی رہا ہے تم کتنی ٹھیک ہو۔"

"تم جاؤ یہاں سے , جب دیکھو گھر پر ہوتے کبھی کوئی کام بھی کر لیا کرو۔" وہ طنز کیے بغیر نہ رہ سکی۔

"آہ! میں تو دنیا کا نکما ترین انسان ہوں, مجھے تو کوئی کام ہی نہیں ہے ۔ " وہ چڑ کر بولا۔

"ہاں! یہی سچ ہے۔۔۔۔۔۔۔"آئیملک نے ابرو اٹھا کر کہا۔

"خیر ! یہ باتیں بعد میں ہو جائیں گی ابھی اٹھنے کا ارادہ ہے یا ایسے ہی بیٹھے رہنا ہے؟"

نمال نے کھڑے ہو کر اپنا ہاتھ اس کے آگے پھیلایا۔

آئیملک نے ایک اچٹتی سی نگاہ اس پر ڈالی ۔ وہ اس کا ہاتھ سرے سے نظر انداز کرتی "اپنی مدد آپ " کے تحت اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

نمال سینے پر دونوں بازو حمائل کیے تاسف سے سر ہلاتا اسے دیکھتا رہا جو بار بار اٹھنے کی سعی کر رہی تھی یہ الگ بات تھی کہ اس سے ہلا بھی نہیں جا رہا تھا۔

نمال کا ایک دل تو کیا ساری باتیں پس ِپشت ڈال کر اسے اٹھا کر لے جائے لیکن وہ بھی

جنگلی بلی تھی پتہ نہیں کتنا شور اور واویلہ مچاتی۔

آئیملک نے کچھ پاس پڑے کیلے کے چھلکے کو اٹھا کر دور پھینک کر اس پر غصہ نکالنا چاہا جو اس کے گرنے کا سبب بنا تھا۔

نمال میں کچن میں گیا جب واپس آیا تو اس کے دونوں ھاتھوں پر گلوز چڑھے تھے۔

اس نے پیچھے سے آرام سے آئیملک کو اٹھانا چاہا لیکن آئیملک نے ایسے غصے سے گھور کر دیکھا کہ وہ منہ کے زاویے بناتا پھر کھڑا ہو گیا۔

"دیکھو میں نے گلوز پہن رکھے ہیں میں ٹچ نہیں کروں گا پر اوپر اٹھو کب تک بیٹھی رہو گی تم ایسے ہی ------" وہ کہنے کے ساتھ پھر سے اس کی جانب بڑھا۔

"ڈونٹ ٹچ می! دور رہو مجھ سے ورنہ میں بہت برا حال کروں گی تمہارا۔" وہ یک دم غرائی نمال پھر پیچھے ہٹ گیا۔

اب وہ گلوز اتار کر اسے گھورنے میں مصروف تھا۔

جو ہر اٹھنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔

"اگر اب تم نہ اٹھی تو میں الوینہ کو سب سچ سچ بتا دوں گا سوچ لو یہ محض دھمکی نہیں ہے مجھے کسی بات کا ڈر نہیں ہے۔" وہ اس کی اوپر جھکا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا تو آئیملک کا رنگ فوراً سے متغیر ہوا۔

نمال اسے سہارا دے کر اوپر اٹھایا تو وہ اٹھ گئ۔

پھر نمال نے اپنا ہاتھ آگے کیا جو تھوڑے توقف کے بعد اس نے سختی سے لب بھینچتے ہوئے تھام لیا۔

وہ آئیملک کو اس کے کمرے میں لے آیا۔

بیڈ پر بٹھانے کے بعد وہ دوبارہ کمرے سے باہر نکلا کوئی پانچ منٹ بعد پھر سے اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں ایک عدد ڈبی تھی۔

نمال نے ڈبی کھول کر اس میں سے بام نکال کر ہاتھ اس کے پاؤں کی طرف بڑھایا تو وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

نمال نے بدقت تمام اپنی ہنسی پر قابو پایا۔

"تھوڑی دیر پہلے والی بات کیا پھر سے دہراؤں شاید تم بھول گئ ہو۔"

"تم اس طرح مجھے بلیک میل نہیں کر سکتے مسٹر نمال!" وہ تنک کر بولی۔

نمال نے سنی ان سنی کر دی اور بڑے مزے سے اس کا پیر اوپر بیڈ پر رکھ کر اسے ہیل سے آزاد کیا۔

ایک دوسرے کی قربت اور لمس پاتے ہی ایک پل کے لیے دونوں ہی کھو سے گئے

---------- وہ دونوں ساکت سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ ----------

دونوں کا دل ایک ہی لے میں دھڑک رہا تھا ایک ہی خواہش کر رہا تھا کہ یہ لمحات ہمیشہ کے لیے یہیں رک جائیں۔

جنونِ عشق کی رسمِ عجیب کیا کہنا
مَیں اُن سے دُور وہ میرے قریب کیا کہنا

یہ تیرگیٔ مسلسل میں اک وقفۂ نور
یہ زندگی کا طلسمِ عجیب کیا کہنا

جو تُم ہو برقِ نشیمن تو مَیں نشیمنِ برق
اُلجھ پڑے ہیں ہمارے نصیب کیا کہنا

لرز گئی تیری لَو میرے ڈگمگانے سے
چراغِ گوشۂ کوئے بدر ! کیا کہنا

اچانک نمال کے موبائل پر کال ٹیون بجی تو ان کا ارتکاز ٹوٹا۔
آئیملک نے گڑبڑا کر رخ پھیر لیا جس پر ایک دلفریب سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئ۔
"تمہارا سیل فون بج رہا ہے چیک کر لو کیا پتہ کوئی ضروری کال آ رہی ہو؟" تیسری بار کال آئی تو آئیملک سے رہا نہ گیا۔
"تم سے اہم تو کچھ بھی نہیں ہے ملک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان لمحات کی قیمت میں کبھی ادا ہی نہیں کر سکتا میرے لیے یہ چند پل اتنے انمول ہیں۔" وہ بڑے جذب سے بولا۔
نگاہیں آئیملک کے خوبصورت سراپے پر جمی تھیں۔

آئیملک یک بیک ہوش میں آئی ۔

اس نے جلدی سے اپنا پیر پیچھے کھینچ لیا اب درد میں بہت افاقہ ہو گیا تھا۔

نمال جانے کے لیے اٹھا۔

"ام------- وہ------- تھینکس فور دیٹ!" وہ رخ پھیر کر بولی۔

"ویٹس اوکے!" وہ پھر مسکرایا۔

اسے جاتا دیکھ کر آئیملک نے سکون کی گہری سانس لی۔

"ویسے اگر اور بھی کہیں بام سے مالش کروانی ہے بتا دو مجھے کوئی اعتراض نہیں-----" اس کا انداز ذومعنی تھا۔

آئیملک حق دق شرم سے پانی پانی ہو گئ اسے عود کر غصہ آیا۔

"اس سے بہتر میں زہر کھانا پسند کروں گی اور آج کے بعد اس طرح کا گھٹیا مذاق میرے ساتھ کرنے--------"

ہشششش----------" نمال نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تو باقی کے الفاظ اس کے منہ میں ہی دب گئے۔ " کیوں اتنا غصہ کرتی ہو آئی واز جسٹ کڈنگ سو جسٹ چل!" اس کے بعد وہ رکا نہیں ہونٹوں پر خوبصورت سی دھن سجاتا یہ جا وہ جا ۔

بعد میں نجانے کتنی دیر وہ اس کے حصار میں جکڑی رہی خود اسے بھی خبر نہیں تھی۔

کون سا درد کہاں کا درد----------وہ سب کچھ بھول گئ تھی۔

محبت بھی کتنا انوکھا سا جذبہ ہے---------- جس میں انسان اپنی سدھ بدھ ہی کھو بیٹھتا ہے۔ انسان کے ارادے جو بھی , منزل جو بھی ہو ---------- لیکن محبت اپنا آپ منوا کر دم لیتی ہے۔

آج وہ جلدی تیار ہو کر گھر سے نکل آئی تھی۔

کتنے دن ہو گئے تھے اسے افغال سے ملاقات کیے ہوئے ۔ اسے کچھ کام بھی تھا اور ویسے بھی اس نے سوچا کہ آج اپنی ساسو ماں کی بھی خیریت معلوم کر لے گی ان کے ساتھ ساتھ افغال سے بات چیت ہو جائے گی پھر آفس جا کر ناشتہ کر لے گی۔

یہی سوچ کر وہ "حیدر ولا" چلی آئی۔

دروازہ پہلے سے کھلا تھا۔ وہ آرام سے آرام سے چلتی اندر داخل ہوئی ۔

گھر بھر میں سناٹا تھا سوائے اکا دکا ملازمین کے اسے کوئی دکھائی نہ دیا۔

پھر ایک ملازمہ کی مدد سے وہ مدیحہ کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

ابھی دروازے پر پہنچی ہی جب اپنا نام سن کر اسے وہیں رکنا پڑا۔

وہ چونک کر دیوار کے ساتھ چپک گئ البتہ اس کا دھیان سارا اندر سے آنے والی آوازوں کی طرف لگا تھا۔

☆☆☆□☆☆☆

رات کا نجانے کون سا وقت گزر رہا تھا۔

جب اس کی کسی احساس کے تحت آنکھ کھل گئ۔ اس کے حواس ابھی پوری طرح سے بحال نہیں ہوئے تھے,

"نوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نوی ! پانی پلا دو ذرا۔۔۔۔۔۔۔۔" غیر ارادی طور پر وہ اپنے ساتھ خالی جگہ پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

اس کی نیم وا تھیں , ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ غنودگی کے عالم میں دھیمے سے کچھ بڑبڑائے جا رہا تھا۔

پھر یکدم بے چینی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"میں اسے کیوں بلا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بھی نیند میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حیرت کی بات ہے۔" اس نے سر جھٹک کر اپنی دائیں طرف خالی جگہ کو پھر سے دیکھا۔

آج پانچویں رات تھی اسے کمرے میں اکیلے سوتے ہوئے اور ایک رات بھی وہ سکون سے نہیں سو پایا تھا۔

نویرہ کے سامنے بھلے وہ خود پر اجنبیت طاری کر لیتا تھا لیکن رات کے ان ہجر کے لمحات میں وہ نا چاہ کر بھی ایک ایک پل اس کی یاد میں گزار دیتا۔

وہ اس کے لاشعور میں بس چکی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کی رگ رگ میں زندگی کی مانند سانس لے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اس کے لیے کچھ نہ ہو کر بھی سب کچھ تھی اور

اس حقیقت سے تو حدیر بھی انکار نہیں کر پایا تھا۔

کتنے دن ہو گئے تھے اسے نہ دیکھے ہوئے۔ حدیر کو اچانک بے تابی سی ہونے لگی وہ پیر بیڈ سے نیچے کرتا سلیپر پہن کر کمرے سے باہر نکل آیا۔

اور کیوں نکلا تھا یہ تو وہ بھی نہیں جانتا تھا, تھوڑی دیر بعد وہ راحیلہ کے کمرے کے پاس پہنچ کر اب دروازے کو گھور رہا تھا۔

دروازہ غیر محسوس طریقے سے آہستگی سے کھولتا وہ اندر داخل ہوا۔

کمرا نیم تاریک تھا۔ وہ اپنی آنکھیں پوری طرح کھولے کمرے کے وسط میں آ کر کھڑا ہو گیا اور نگاہیں صرف ایک ہی منظر, ایک ہی چہرہ دیکھنے کی متمنی تھیں, اس کا دل ایک ہی نام کی مالا جپ رہا تھا---------- نویرہ---------نویرہ!

اس کے قدم پھر سے حرکت میں آئے اب وہ نویرہ کے بلکل پاس ,اس کے سامنے کھڑا اسے تکنے میں محو تھا۔

وہ ایزی چیئر پر نیم دراز گہری نیند سو رہی تھی اس کے سلکی بال روئی کے گالوں پر گرے بلکل ایسا منظر پیش کر رہے تھے کہ سفید آسمان پر سیاہ بادلوں نے چاند کو اپنی پیچھے چھپا لیا ہو اور چاند جھانک جھانک کر بادلوں کی اوٹ سے دیکھ رہا ہو۔

حدیر کے لبوں پر ہلکی نرم سی مسکان سج گئ۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بڑے پیار سے اس کے بالوں کو آرام سے ہٹا دیا اب پورا چاند روشن تھا جو اس کی محویت میں اضافے کا باعث بنا۔

چاند سے تشبیہ بنتی ہی نہیں

آپ تو پورا آسمان ہیں میرا ❤

اس نے نفی میں سر ہلا کر زیر لب دلکشی سے گنگنا کر کہا۔

وہ انہیں احساسات میں گھرا اس کے اوپر جھک گیا لیکن اس کے کوئی جسارت کرنے سے پہلے ہی نویرہ کی خوبصورت پیشانی پر بل پڑے , حدیر ٹھٹک کر رک گیا ۔ وہ نویرہ کی پلکوں کی لرزتی جھالر کو بغور دیکھتا فوراً سے پیچھے ہٹ گیا وہ تقریباً جاگ گئ تھی جب وہ دروازے میں چھپاک سے غائب ہو گیا۔

نویرہ ایک دم ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی پھر نظریں پورے کمرے میں دوڑائیں لیکن اسے وہاں کوئی بھی دکھائی نہ دیا تو وہ گہری سانس بھر کر رہ گئ۔ وہ فیلنگز کو محض اپنا وہم سمجھ کر سر نفی میں ہلانے لگی۔

"لیکن میرے دل کی دھڑکن اتنی تیز کیوں ہے میری ایسی حالت تو صرف حدیر کی قربت کے لمحات پا کر ہوتی ہے۔"

اس نے زور سے دھک دھک کرتے سینے کے پیچھے چھپے دل پر ہاتھ رکھ کر الجھ کر سوچا۔

"کیا حدیر یہاں آیا تھا ---------- وہ بھی اتنی رات کو ---------- صرف مجھے دیکھنے ؟"

نویرہ کے دل و دماغ میں ایک خیال سا ابھرا۔

اپنے شک کو حقیقت میں بدلنے کے لیے نویرہ نے آنکھیں بند کر کے دو تین بار لمبی لمبی گہری سانس لی اور حیران رہ گئ۔

اس نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولیں ۔ وہ حدیر کے کلون کی مہک کیسے نہ پہچانتی ۔

اگلے کئ دن ایسے ہی گز گئے اسے روز یہی محسوس ہوتا کہ حدیر رات کے تیسرے پہر اسے دیکھنے آتا تھا۔

وہ شخص جس نے دن کے اجالے میں اس کی اتنی تذلیل کی تھی , وہی رات کے اندھیرے میں اپنے من کی تسکین کے لیے اس کا دیدار کرنے آتا تھا۔

"نہیں مسٹر حدیر! اب نہیں , نویرہ اتنی بھی کمزور نہیں ہے اس بار نویرہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے جذبات کا گلہ گھونٹے گئ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب تم مجھ تک پہنچنے کے لیے صرف اور صرف ترسو گے , تڑپو گے بس ۔۔۔۔۔۔۔ آپ کو یہاں سے اور کچھ نہیں ملے گا سوائے بے سکونی اور تڑپ کے۔"

وہ غائبانہ حدیر سے مخاطب تھی اس کی آنکھوں سے اشک روانی سے بہنے لگے۔

اس بار فیصلے کی ڈور نویرہ کے ہاتھ میں تھی اس لیے اس نے کوئی نہ کوئی قدم تو اٹھانا ہی تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فیصلہ تو اسی دن ہو گیا تھا اب تو بس نویرہ کو مناسب وقت کا انتظار تھا۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

"مام ! اس دن نمال اور الوینہ کی انگیجمنٹ پر آپ نے ہی وہ حرکت کی تھی نا؟" افغال نے دبے دبے غصے سے پوچھا حالانکہ اسے یقین تھا کہ اس سب کے پیچھے بھی اس کی۔مام کا ہی ہاتھ تھا لیکن وہ غیر یقین اتنا تھا کہ ان کے منہ سے اقرار سننا چاہتا تھا۔

مدیحہ پہلے چونکیں پھر کینہ توز نظروں سے اپنے لاڈلے بیٹے کو گھورنے لگیں۔

"غنی بیٹا! میں کچھ سمجھی نہیں تم کھل کر بات کرو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"صاف بات ہے اس دن آپ کے ہی آدمی نے آئیملک پر جھومر گرا کر اسے مارنا چاہا تھا اگر نمال بروقت سب دیکھ کر ابی کو وہاں سے ہٹا نہ دیتا تو یقیناً آپ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتیں---------- میں صحیح کہہ رہا ہوں نا مام؟" افغال نے مدیحہ کی نگاہوں میں نگاہیں گاڑھ کر تصدیق چاہی۔

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو, مجھے کیا ضرورت ہے اپنی ہی بہو کو مروانے کی۔" وہ نظریں چرا کر طیش کے عالم میں بولیں۔

افغال کے چہرے پر اسی پل استہزائیہ مسکراہٹ نمودار ہو کر غائب ہو گئ۔

"مجھے پتہ تھا آپ نہیں مانیں گیں اور میں آپ سے پوچھ ہی کیوں رہا ہوں کبھی چور بھی مانا ہے کہ چوری اس نے کی ہے۔" افغال انہیں بغور دیکھتا ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔"اور رہا سوال کیوں کا تو آپ کو پتہ چل گیا ہے میں ابی سے بے حد پیار کرتا ہوں اس لیے شادی کے بعد آپ کا مقصد پورا نہیں ہو پائے گا اسی لیے----------مام اسے لیے آپ ابی کو بھی

راستے سے ہٹانا چاہتی ہیں۔" وہ یکدم ہتھے سے اکھڑا تھا۔

مدیحہ بیگم کی بھی بھنویں تن گئیں۔ ایک وقت تھا جب ان کا بیٹا ان کے اشارے کا منتظر رہتا تھا ان کی ہاں میں اس کی ہاں اور ناں میں اس کی ناں ہوا کرتی تھی لیکں آج

---------- آج وہ سر تا پیر بدل چکا تھا, ان کو کسی مجرم کی طرح کٹہرے میں کھڑا کر کے ایک منجھے ہوئے وکیل کی طرح سوال و جواب کر رہا تھا۔

وہ اس کے تیور دیکھتیں حیرت کے آخری مقام پر کھڑی تھیں۔

"جب سب پہلے سے جانتے ہو تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو, میرا بس چلے تو میں ابھی جا کر اس کا گلہ دبا کر اس کا قصہ ہی ختم کر دوں لیکن اس کمبخت کی قسمت بڑی اچھی ہے جو بچ گئ۔"

ان کے لب و لہجے میں حقارت ہی حقارت تھی۔

آئیملک کا منہ حیرت کی زیادتی سے کھلا تھا۔اس نے بے یقینی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ مدیحہ آنٹی جو اتنے پیار اور حلاوت سے اس سے بات کرتی تھیں, اس کا تذکرہ کرتی تھیں آج کیسے ان کی زبان اس کے خلاف زہر اگل رہی تھی۔

"اس تک پہنچنے کے لیے آپ کو پہلے میری لاش سے گزرنا پڑے گا۔" وہ تیکھے چتون سے بولا۔

"شٹ اپ جسٹ شٹ اپ یور ماؤتھ------!" وہ یکدم ناگن کی طرح اتنے غصے سے پھنکاریں کے باہر کھڑی آئیملک ڈر کر اور دیوار کے ساتھ چپک گئ۔

"تم مدیحہ حیدر کے اکلوتے بیٹے اور اس کی کروڑوں کی جائداد کے تنہا وارث ہو, ایک معمولی لڑکی کے لیے میرے سامنے تھرڈ کلاس ٹائپ کی باتیں مت کرو اور میں دھمکیوں سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔" وہ غصے سے بڑبڑائے جا رہی تھیں ان کا طیش کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

"جسٹ اسٹاپ اٹ مام پلیز! اس سب سے آپ کو کچھ حاصل نہیں ہو گا ابی کا اس میں کیا قصور ہے مجھ سمجھ نہیں آتی آپ ابی سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہیں۔" وہ یک دم غمگین لہجے کہتا بے بس سا ہوا۔

"ہیں وجوہات لیکن میں تم جیسے نالائق لڑکے کو بتا کر نقصان نہیں اٹھانا چاہتی پہلے ہی تم میرے کسی کام کے نہیں رہے میری ساری امیدوں پر تم نے پل بھر پانی پھیر دیا ہے اب یہ میری اکیلی کی لڑائی ہے۔" افغال کو ان کے ارادے پھر سے خطرناک لگے۔

وہ تاسف سے سر ہلانے لگا۔

"جہانگیر انکل کو بھی آپ نے ہی مروا دیا تھا ایسی بھی کیا آگ کے بجھ ہی نہیں آپ کی, اب تو بس کر دیں---------- ختم کر دیں یہ سارا تماشہ ---------- شادی میں ایک مہینہ بھی نہیں بچا---------- کیا ایسے ہوتی ہے شادی۔" وہ مغموم سا نظر آنے لگا۔

جبکہ باہر بمشکل دیوار کو پکڑے کھڑی آئیملک کو اس انکشاف پر لگا تھا کہ پورا کا پورا "حیدر ولا" اس کے اوپر آ گرا ہو, اس کی آنکھیں فوراً سے اشکبار ہو گئیں۔

"اتنا بڑا فراڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتنا بڑا دھوکہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔او گاڈ!" اس نے چکراتے سر کو ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

"جہانگیر کو تو مرنا ہی تھا وہ بھی میرے ہاتھوں اور اب آئیملک میری پیاری بہو رانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آئیملک بھاگتی ہوئی وہاں سے باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر جیسے تیسے ڈرائیو کرنے لگی۔
آنسو سے تر چہرہ , چکرارے سر کے ساتھ اسے سب کچھ ڈبل ڈبل نظر آنے لگا۔
خالی ہوتے ذہن کو اس نے کوئی تیسری بار زور سے جھٹکا لیکن اس کی نگاہوں کے آگے سے دھند ویسے کی ویسے ہی رہی۔
اس نے گاڑی فل سپیڈ پر چھوڑ دی , پتہ نہیں کتنی بار اس کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے رہ گیا۔
وہ رش ڈرائیو کر کے گرین لینڈ کے سامنے بنے گارڈن میں آ گئی۔ یہ اس کی پسندیدہ جگہ تھی جب بھی وہ بہت اداس ہوتیتھے تو یہاں کا ہی رخ کرتی تھی, آج بھی اس نے ایسے ہی کیا۔
گارڈن میں اکا دکا لوگ تھے۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے چلتی ہوئی ایک خالی گوشے میں پڑے بینچ پر آ گئی۔
"کیوں افغال کیوں کیا تم نے یہ سب----------اتنا بڑا دھوکہ دیا ہے تم نے مجھے, کیا یہی پیار تھا تمہارا, اتنی بڑی بات مجھ سے چھپائے رکھی----------کیوں؟" وہ یک دم چیخی تھی , کچھ لوگ اس کی آواز پر لمحہ بھر کے لیے رکے تھے پھر اپنی اپنی راہ لی۔
"میں ایک قاتل کے بیٹے سے کیسے شادی کر سکتی ہوں وہ بھی میرے باپ کا قاتل---------- نہیں ہرگز نہیں--------- مجھ سے نہیں ہو گا یہ, میں نہیں کر سکتی----------"اس نے سر ہاتھوں۔میں گرا لیا۔
"لیکن الوینہ---------اس کا کیا قصور ہے اور نمال اسے----------اسے تو موقع چاہیئے,

ایک افغال کے ساتھ میری شادی ہی اس کو روک کر رکھ سکتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یااللہ !
میں کہاں جاؤں؟ کیا کروں میں؟ میرے امتحان۔کب ختم ہوں گے مالک؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں
بہت تھک گئ ہوں سب سے لڑ لڑ کر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خود سے لڑ لڑ کر
۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب مجھ میں اور ہمت نہیں ہے پلیز کوئی تو راستہ دکھائیں ۔"
وہ گھٹنوں میں سر اور منہ دیئے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔
آتے جاتے لوگوں نے اس خوبصورت سی , اداس سی لڑکی کو اچھنبے سے دیکھا تھا۔
دوپہر سے سہہ پہر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سہہ پہر سے شام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب تو شام بھی
ڈھلنے کو بے تاب تھی لیکن اس کی کیفیت میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔
وہ بے حس و حرکت جوں کی توں بیٹھی رہی۔
اس کے سیل فون پر سب کی کالز آ آ کر بند ہو گئیں۔۔۔۔۔۔۔۔اس کا موبائل فون بج بج کر
خود ہی خاموش ہو گیا۔
آئیملک نے سیل فون ہاتھ میں لے کر اسے سرے سے ہی آف کر دیا ۔
رات کے گیارہ بجنے کو تھے جب وہ اپنی جگہ سے اٹھی لیکن اٹھتے ہی اسے زبردست سا چکر آیا اور
وہ تیورا کر وہیں گھاس پر بینچ کے پاس نیچے گر کر ہوش وخرد سے بے گانہ ہو گئ۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

www.classicurdumaterial.com

حالات جیسے بھی ہوں , انسان خوش ہو یا ناخوش --------

وقت کبھی نہیں رکا , وقت کا کام ہے گزرنا سو گزرتا رہا۔

راحیلہ کو پورا ایک مہینہ بستر پر یوں پڑے ہونے کو تھا ۔

ڈاکٹر کو ساتھ ساتھ وہ گاہے بگاہے چیک کروا رہے تھے۔

اور ڈاکٹر کے مطابق مریض کی حالت میں حیرت انگیز طور پر بہتری پیدا ہو رہی تھی۔

نویرہ نے حد خوش تھی کہ اس کی محنت اور دعائیں رنگ لا رہی تھیں۔

راحیلہ ہر وقت منتظر نگاہوں سے نویرہ کو دیکھتی رہتیں اب وہ مسلسل چھت کو نہیں گھورتی تھیں۔ نویرہ کو دیکھتے ہی ان کے چہرے پر ایک سکون سا جھلکنے لگتا اور جب وہ نظر نہ آتی تو راحیلہ بے چین ہونے لگتیں ۔ ان کے ہونٹ کچھ کہنے کی خواہش میں اب ہمہ وقت کپکپانے لگے تھے۔

ابھی بھی وہ ان کو بہت مشکل سے سوپ پلانے کے بعد میڈیسن دینے لگی۔

اس کام سے فراغت کے بعد وہ آرام سے بیٹھ کر آنٹی کے سونے کا انتظار کرنے لگی۔

جب وہ سو گئیں تو نویرہ ان پر بستر درست کرتی باہر آ گئ۔

حدیر آفس جا چکا تھا ۔

وہ آرام سے چلتی ہوئی کمرے میں آ گئ۔ کمرہ ویسے کا ویسا تھا۔

آج کتنے دنوں کے بعد اس نے ادھر قدم رکھا تھا کبھی یہ کمرہ اس کا بھی ہوتا تھا۔

اس کمرے میں اس کی حدیر کے ساتھ کتنی حسین یادیں بھی تو جڑی تھیں اور بہت سے تکلیف دہ پل جو اس نے اس کمرے میں گزارے تھے وہ جیسے جیسے اندر داخل ہو رہی تھی سب کچھ تازہ ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے اپنے آنسو صاف کیے اور بیڈ پر کے پاس آ کر بائیں طرف بیٹھ کر بیڈ پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

بیڈ ابھی تک شکن آلود تھا۔

کچھ لوگ کتنے انمول ہوتے ہیں کہ ان سے چاہ کر بھی ہم نفرت نہیں کر پاتے بلکل ایسے ہی جیسے حدیر تھا نویرہ لاکھ کوشش کے باوجود اس سے نفرت نہ کر سکی بلکہ ان کے بیچ یہ دوری ایک الگ ہی میٹھا میٹھا درد جگاتی تھی۔

"تیری خوشبو اور تیری سانسیں قطرہ قطرہ سب بھلائیں گے"

نویرہ نے حدیر کی پرفیوم کی بوتل کو ہاتھ سے چھوا پھر سینے سے لگا کر واپس رکھ دیا۔

"سلوٹیں جو تم نے چھوڑی ہیں دھیرے دھیرے سب مٹائیں گے"

پھر وہ بستر پر آ کر چند پل آنسو بہاتی رہی۔

"کاٹنے کو اتنی لمبی عمر آگے ہے , جانے کس کے پیچھے تو بے وجہ بھاگے ہے
آنکھ نم ہوتی ہے ہونے دو ہونٹ لیکن مسکرآئیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔
وصل کی راتوں سے صبح اپنی رفتہ رفتہ کھینچ لائیں گے"

"ایسا کوئی دل نہیں جو کبھی ٹوٹا نہیں کانچ سے امید کیا رکھنا
چل نئی شروعات کر بھول کے جو ہو گیا ہاتھ پہ یوں ہاتھ کیا رکھنا"

نویرہ نے حدیر کی فریم فوٹو پر ہاتھ پھیر کر دوبارہ اسی جگہ سجا دی۔
آج شاید وہ آخری بار اس کے کمرے میں آئی تھی ۔ نویرہ نے کمرے سے باہر نکل کر ایک آخری الوداعی نگاہ ڈالی اور پھر سے آنٹی کے کمرے میں آ گئی۔
"آنٹی! میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے اس رشتے کو بچانے کی حدیر نے کیا کچھ نہیں کیا میرے ساتھ لیکن میں چپ چاپ سہتی رہی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہمارا ساتھ تو کبھی قسمت میں تھا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتنی کوششوں کے بعد بھی حدیر میرا نہ ہو سکا اس کا مطلب تو یہی ہوا نا کہ ہم ایک دوسرے کے لیے بنے ہی نہیں تھے۔ بس زبردستی کا رشتہ نبھاتے چلے آئے۔" وہ نم لہجے میں کہتی کچھ پل کے لیے رکی پھر گویا ہوئی۔
"لیکن اب وقت آ گیا ہے حتمی فیصلہ کرنے کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور یہ میرا اپنا ذاتی فیصلہ ہے اب حدیر کیا چاہتا ہے کیا نہیں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اب حدیر کو وہی قبول کرنا ہو گا جو میں

چاہوں گی۔ جو راستہ میں چنوں گی اسی پر اسے چلنا پڑے گا بخوشی یا ناخوش ہو کر , یہ تو میں بھی نہیں جانتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن آنٹی ! اب وہ کھڑی آ گئ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔ مجھے لگا تھا کہ سب ٹھیک ہو گیا ہے لیکن نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہمارے درمیان کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔" بات کرتے کرتے وہ رو پڑی تھی۔

وہ پریشان تھی , مضمحل تھی, وہ سر جھکا کر رو رہی تھی ۔

راحیلہ یک دم بے چین ہونے لگیں , کچھ کہنے کے لیے بار بار وہ زبان اور ہونٹ ہلانے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن ناکام رہیں۔

نویرہ پر نگاہیں ٹکائے آج پہلی بار وہ بھی بے بسی کی صورت بنیں اس کے غم میں شریک ہوئی تھیں , ان کی آنکھوں سے بھی برابر آنسو بہہ رہے تھے۔

☆☆☆ ☆☆☆

دن اچھا خاصا چڑھ آیا تھا۔

جب گھر کے سارے مکین راحیلہ بیگم کے کمرے میں جمع تھے۔

بیڈ پر ایک طرف فضہ اور دوسری جانب سمیر ان کے ہاتھ تھامے بیٹھا تھا۔

شیرازی صاحب پاس کھڑے مسکرا رہے تھے , پیچھے ایک طرف کھڑی نویرہ نے کتنے دنوں بعد ماموں جان کو پہلے کی طرح مسکراتے دیکھا۔

اس نے من ہی من میں اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

صرف شیرازی صاحب ہی نہیں باقی سب کی خوشی کا بھی ٹھکانہ نہیں تھا,

ابھی ابھی ڈاکٹر انہیں خوشخبری سنا کر گیا تھا کہ اب راحیلہ بلکل ٹھیک ہو گئ ہیں, بس کچھ کمزوری اور ناتاقتی رہ گئ تھی اور وہ بھی بہت جلد ختم ہو جائے گی۔ اب ان کے اعضاء نہ صرف حرکت کر سکتے تھے بلکہ وہ چلنے پھرنے کے بھی قابل ہو گئ تھیں۔

"نن۔۔۔۔۔۔۔۔۔نو۔۔۔۔۔۔۔۔نو۔۔۔۔نوی۔۔۔۔۔۔۔نویرہ

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نویر۔۔۔۔۔۔۔نویرہ۔۔۔۔۔۔۔۔کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہاں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔۔۔۔۔۔۔۔؟ اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بلاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری

بچی۔۔۔۔۔۔۔کدھر۔۔۔۔۔۔۔۔ہے؟" وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بہت ٹھہر ٹھہر کر لیکن بے تابی سے پوچھنے لگیں۔ ان کی نظریں کمرے میں چاروں طرف گھومنے لگیں۔

وہ آہستہ آہستہ, رک رک کر اب بولنے کے قابل ہو گئ تھیں۔

"جی آنٹی۔۔۔۔۔ " نویرہ تیزی سے ان کے سامنے آ کر مسکرا کر بولی۔

"یہا۔۔۔۔۔یہاں آؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔میرے۔۔۔۔۔۔پاس۔۔۔۔۔۔دور۔۔۔۔۔کیوں۔۔۔۔۔کھڑی ہو؟" ان کے ہاتھ کے اشارے پر فضہ اٹھ گئ تو نویرہ اس کی جگہ ان کے پاس بیٹھ گئ۔ اب وہ پہلے کی طرح بلکل پرسکون نظر آنے لگیں, سمیر حیرانی سے انہیں تکنے لگا جن کے چہرے پر نویرہ کے لیے پیار ہی پیار تھا۔

نویرہ نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"مجھے ---------مجھے اوپر---------اٹھاؤ!" نویرہ نے سر ہلا کر ان کے شانے پر ایک ہاتھ رکھا , دوسری طرف سے سمیر نے اٹھنے میں مدد کی۔

اب تکیے کے ساتھ کمر ٹیکے بیٹھیں مسکتا رہی تھیں۔

"بیگم نئ زندگی بہت بہت مبارک ہو, مشکل وقت تھا کٹ گیا اب آگے اللہ سب بہترین ہی کرے گا۔" شیرازی صاحب نے نہایت ملائمت سے مسکرا کر کہا۔

"انشاء --------انشاءاللہ !" وہ بھی مسکرا کر بولیں۔

پورے دو مہینے بستر پر گزارنے کے بعد آج وہ اٹھ پائی تھیں , اور یہ لمحہ ان میں ایک نئ زندگی اے بھرپور روح پھونک گیا تھا۔

اگر وہ آج ٹھیک تھیں تو صرف نویرہ کی وجہ سے ورنہ جس طرح ان کی حالت تھی وہ تو ایک دن میں ہی مایوس ہو جاتیں۔ ان کی صحت یابی کا سہرا بلاشبہ نویرہ کو ہی جاتا تھا انہوں نے بڑی محبت اور تشکر آمیز انداز میں نویرہ کو دیکھا پھر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

سب ہکا بکا ان کا چہرہ دیکھنے لگ گئے کہ ایک دم سے انہیں کیا ہوا۔

نویرہ الگ پریشان ہو گئ لیکن اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی راحیلہ نے اس کے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے۔

"بیٹی! مجھ۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔۔۔معاف کر۔۔۔۔۔۔۔دو, میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔سفینہ اور۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارے۔۔۔۔۔ساتھ۔۔۔۔۔۔بہت برا۔۔۔۔۔۔برا۔۔۔۔۔۔۔۔۔سلوک۔۔۔۔۔۔۔کیا ہے۔۔۔۔۔۔معاف۔۔۔۔۔۔۔معاف کر دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم۔۔۔۔۔۔۔۔تم سچ۔۔۔۔۔۔۔۔سچ کہتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔حش۔۔۔۔۔۔حشمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ اسی۔۔۔۔۔۔۔سزا کا۔۔۔۔۔۔۔۔مستحق ہے۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔میں اس۔۔۔۔۔۔کی۔۔۔۔۔حق۔۔۔۔۔۔حقیقت۔۔۔۔۔جان گئ۔۔۔۔۔ہوں!" وہ بری طرح ہکا کر بولیں۔

ان کے ہاتھ نویرہ کے جڑے تھے اور خود انہوں کسی مجرم کی طرح سر جھکایا ہوا تھا۔ آنکھوں سے اشکوں کی ایک برسات تھی جو جاری ہوئی تو رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ نویرہ نے تڑپ کر ان کے ہاتھ پکڑ کر چوم لیے۔

"ایسے مت کریں پلیز آنٹی۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو ہو چکا ہے اسے بھول جائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے آپ سے یا اس گھر کے کسی بھی فرد سے کوئی گلہ شکوہ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو دکھ انسان کی قسمت میں لکھے ہوتے ہیں ان سے اسے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ آپ کو حقیقت پتہ چل گئ ہے اس سے بڑھ کر اور کیا اچھی بات ہو سکتی ہے۔" وہ نم آنکھوں اور لہجے کے ساتھ نرمی سے گویا ہوئی۔

"تم۔۔۔۔۔۔تم بہت۔۔۔۔۔۔۔بہت اچھی۔۔۔۔۔۔ہو نویرہ۔۔۔۔۔۔" انہوں نے نویرہ کا چہرہ بدقت اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر کہا اور اس کی چمکدار پیشانی پر بوسہ دیا تو نویرہ خوشی و

مسرت سے نہال ہو گئ۔

آج اسے آنٹی کے آنچل اور لمس میں اپنی ماں کی خوشبو آئی تھی۔ اس کی آنکھیں فوراً چھلک پڑیں۔

راحیلہ نے نفی میں سر ہلا کر اسے رونے سے منع کیا اور اس کے آنسو صاف کر دیئے تو وہ فوراً سے مسکرا دی۔

اس کی پشت پر کھڑی فضہ نے بھی فرطِ جذبات میں آ کر اپنے آنسو صاف کیے اور پیچھے سے نویرہ کے گلے میں محبت سے بانہیں ڈال دیں۔

"بیگم! آج نویرہ کو قبول کر کے آپ نہیں جانتیں کہ آپ نے کتنی بڑی خوشی سے مجھے نوازا ہے کمال ہو گیا آج تو, میرے مالک! تیرا شکر ہے۔"

شیرازی صاحب خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے ۔ راحیلہ جواب میں صرف مسکرا دیں۔

پھر کچھ دیر بیٹھ کت باتیں کرنے کے بعد فضہ اور نویرہ نے ان کو تھام کر سہارا دے کر کمرے میں ہی واک کروائی ۔

"چلیں اب سب نکلیں آنٹی کے آرام کا وقت ہوا چاہتا ہے۔" نویرہ شرارت سے بولی تو سب ہنس پڑے اور دوسرے ہی پل کمرہ خالی ہو گیا۔

نویرہ نے ان کو خالی پیٹ دوا دی اور بستر ان پر درست کر کے خود باہر آ گئ۔

راحیلہ نیم دراز سی خالی دروازے کو تکتی سابقہ زندگی کے بارے میں سوچتی رہیں۔

کوئی پندرہ, بیس منٹ بعد نویرہ پھر سے کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

وہ پورے ٹائم پر ان کا کام کرتی تھی اتنی توجہ اور دن رات کی محنت کی بدولت ہی تو وہ ٹھیک ہو پائی تھیں۔

"آج ---------میں خود---------کھا-----کھانا -------کھاؤں----گی۔" وہ اس کے ہاتھ سے چمچ لے کر آرام آرام سے خود کھانے لگیں۔

کھانے کے بعد نویرہ نے انہیں دوائی کھلا دی ۔

پھر کچھ دیر ان کے پاس بیٹھی ادھر ادھر کی ہلکی پھلکی باتیں کر کے انہیں ہنساتی رہی , ان۔کا دل بہلاتی رہی۔

"چلیں آنٹی! اب آپ آرام کریں آج بہت باتیں کر لیں اب سو جائیں۔" وہ اٹھ کر برتن سمیٹتے ہوئے بولی۔

"آ---------آنٹی-------نہیں -------مم-------مما کہا

-------کرو----------مم---------میرے ------بچوں ----کی طرح۔" وہ قدرے خفگی سے بولیں تو نویرہ اثبات میں سر ہلاتی مسکرا دی۔

اور پر سکون ہو کر باہر نکل گئ۔

تھوڑی بعد پھر اس نے کمرے میں جھانکا تو راحیلہ گہری نیند سو چکی تھیں۔

وہ آہستگی سے بنا آہٹ پیدا کیے ان کے پاس چلی آئی۔

اپنے بند مٹھی کو کھول کر اس میں دبے کاغذ کو ایک نظر دیکھا پھر اس کاغذ کو غیر محسوس طریقے سے راحیلہ کے ہاتھ میں رکھ کر ہاتھ بند کر دیا۔

"ایم سوری مما! میرا ساتھ بس اتنا ہی تھا, آج حدیر کے آنے سے پہلے مجھے یہاں سے جانا ہی ہو گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔بظاہر اب سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے لیکن حدیر نے جو زخم مجھے دیا ہے اسے بھرنا اتنا بھی آسان نہیں , حدیر کے لفظوں نے مجھے اندر سے زخمی زخمی کر دیا ہے توڑ دیا ہے ---------- اپنا بہت سا خیال رکھیئے گا میں آپ کے ساتھ ساتھ ماموں جان , فضہ اور سمیر۔۔۔۔۔۔۔سب کو بہت مس کروں گی۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ نگہبان!"

وہ آنسو صاف کرتی تیزی سے باہر آ گئی۔ اپنے پیچھے دروازہ احتیاط سے بند کرتی وہ ماموں جان کے پاس آ گئی جو لاؤنج میں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

نویرہ کو دیکھتے ہی انہوں نے ٹی وی بند کر دیا اور آب سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔

"ماموں جان! میں جا رہی ہوں آپ کو خدا حافظ کہنے آئی ہوں۔" وہ بری طرح سے انگلیاں مسلتی سر جھکا کر بولی۔

"بیٹھو ! بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔" شیرازی صاحب نے اسے صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"نہیں ماموں جان! مجھے جانا ہو گا اب نہیں بیٹھ سکتی۔" وہ دھیرے سے بولی۔

شیرازی صاحب نے بے اختیار لب بھینچ لیے۔

"جانا کیا ضروری ہے ؟"

"جی۔۔۔۔۔۔"

"ایک بار پھر سوچ لو کیا واقعی یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے ؟"

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ لیا ہے اب ردوبدل نہیں ہو سکتا۔"

"ہمم۔۔۔۔۔۔چلو ! جیسے آپ کو صحیح لگے بچے ! لیکن ایک بات یاد رکھنا کبھی بھی خود کو تنہا مت سمجھنا, آپ کے ہر فیصلے میں آپ کا ماموں آپ کا ساتھ دے گا, چاہے جیسے بھی حالات ہوں میں ہر حال میں آپ کا ساتھ دوں گا۔"

شیرازی صاحب کھڑے ہو کر بولے ۔

"تھینک یو سو مچ ! ماموں جان ۔۔۔۔۔۔۔ایک آپ ہی کا سہارا ہے جس کی وجہ سے میں اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر سکی ہوں۔"

وہ اسی طرح افسردگی سے گویا ہوئی۔

"چلو ! میں چھوڑ آتا ہوں , سامان ریڈی کرو میں تب تک ملازم کو بھیجتا ہوں۔"

وہ ان کی بات پر ہاں میں سر ہلا گئ۔

"ہمیشہ خوش رہو , جہاں بھی رہو سکھی رہو۔ اللہ آپ کا حام و ناصر ہو ۔۔۔۔۔آمین!" وہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر باہر نکل گئے۔

گاڑی کے گھر سے باہر نکلتے ہی نویرہ نے گاڑی کی کھڑکی سے آنسو صاف کرتے ہوئے ایک آخری افسردگی سے بھری نگاہ "شیرازی ہاؤس" پر ڈالی۔

پھر جلد ہی رخ پھیر لیا۔

شیرازی صاحب کا دل کٹ کر رہ گیا, وہ چاہ کر بھی نویرہ کو خوشیاں نہیں دلا پائے تھے جن کی وہ حق دار تھی۔ حدیر سے انہیں ایسی نالائقی کی توقع نہیں تھی۔

ان دونوں کے درمیان کیا ہوا تھا وہ نہیں جانتے تھے لیکن اتنا ضرور جانتے تھے کہ چھوٹی بات ہرگز نہیں تھی ورنہ نویرہ اتنا بڑا فیصلہ کبھی نہ کرتی اور اب وہ چاہ کر بھی نہیں روک سکتے تھے کہ یہ نویرہ کا اپنا ذاتی فیصلہ تھا, پہلی بار اس نے اپنی مرضی سے کوئی قدم اٹھایا تھا اور ٹھیک تھا یا نہیں --------نہ وہ جانتے تھے اور نہ نویرہ---------یہ تو آنے والے وقت پر منحصر تھا۔

☆☆☆ ☆☆☆

رات کا تیسرا پہر چل رہا تھا۔

وہ سب ازحد پریشان ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔

سب نے آئیملک سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن نمبر مسلسل پاورڈ آف جا رہا تھا۔

"پتہ نہیں میری بچی کس حال میں ہو گی, وہ تو وقت کی بہت پابند ہے کبھی دیر سے نہیں

آئی اور اگر آئے بھی تو فون کر کے بتا دیتی ہے۔" فاطمہ بیگم آنسوؤں کے بیچ رندھی ہوئی آواز میں بولیں۔

"ارے فاطمہ ! وہ بچی تھوڑی ہے پھنس گئ ہو گی کسی کام میں اور ہو سکتا ہے اس کے موبائل کی چارجنگ ختم ہو گئ ہو یا کسی دوست کی طرف چلی گئ ہو۔ ہم کچھ اچھا بھی تو سوچ سکتے ہیں ۔" شگفتہ بیگم نے ان سب کی تسلی کے لیے کہا ورنہ پریشان تو وہ خود بھی ہو رہی تھیں۔

"پر بوا دادی! ابی کسی اور کو بتائے یا نہ بتائے مجھے لازمی انفارم کر دیتی ہے , آج سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔" الوینہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اللہ ! رحم کرے , میری بچی جہاں بھی ہو بس صحیح سلامت ہو اور اللہ اسے اپنی حفظ و امان میں رکھے۔۔۔۔آمین!"

"ثم آمین!" بوا دادی کے دعائیہ انداز پر دادو نے بھی زیر لب آمین کہا۔

"آئی تھنک ! ہمیں اب ڈھونڈنا چاہیئے ہم یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بھی تو نہیں بیٹھ سکتے ۔ آپ لوگ ابھی پولیس کو انفارم۔ نہیں کرنا چاہتے تو نہیں کرتے لیکن کم از کم ہمیں تو ڈھونڈنے کے لیے جانے دیں۔" کب سے خاموش بیٹھے نمال نے لب کشائی کی۔

جواب میں دونوں بڑی خواتین چپ رہیں۔

"نمال ٹھیک کہہ رہا ہے بہت انتظار کر لیا اب اور نہیں ہو سکتا۔" الوینہ نے ہمیشہ کی طرح

نمال کی بات سے اتفاق کیا تو بوا دادی اور دادو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"نمال ! تم کیا سوچ رہے ہو؟ کیا کرنے والے ہو؟" اسے سوچ میں ڈوبا دیکھ کر الوینہ نے اس کی جانب رخ کر کے استفسار کیا تو وہ چونک سا گیا۔

"ہمم۔۔۔۔۔۔۔۔کیا تم بتا سکتی ہو آئیملک کی پسندیدہ جگہ کون سی ہے مطلب جہاں وہ اکیلے رہنا پسند کرتی ہو؟" نمال نے کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"امم۔۔۔۔۔۔۔۔ اوپر والی منزل کے ٹیرس پر اور پاپا کے کمرے میں۔۔۔۔" الوینہ نے پرسوچ انداز میں جواب دیا۔

"اوہ ہو! گھر میں نہیں , گھر سے باہر کا پوچھ رہا ہوں!"

"اوہ اچھا!!" نمال کی بات پر وہ خجل سی ہو گئ۔

"گرین لینڈ کے سامنے ایک گارڈن ہے اس کے علاوہ تو مجھے اس نے کسی اور جگہ کے بارے میں کبھی نہیں بتایا۔" وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"اوکے فائن ! ہمیں پہلے وہاں ہی جا کر پتہ کرنا چاہیئے پھر آگے کا سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔"

نمال کی بات پر الوینہ نے ہاں میں گردن ہلائی پھر وہ دونوں اٹھ کر باہر آ گئے۔

جیپ میں بیٹھے دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

وہ جلد ہی مطلوبہ جگہ پر پہنچ گئے۔

"یااللہ ! پلیز ابھی ہمیں یہاں ہی مل جائے۔" باغ میں داخل ہو کر الوینہ نے فکر مندی سے جھٹ دعا مانگی۔

باغ میں کسی کسی جگہ بتیاں جل رہی تھیں جو اپنی اپنی حدود میں روشنی پھیلا رہی تھیں۔

وہ درمیان میں بنے سرخ اینٹوں والے راستے پر چلنے لگے ۔ دونوں طرف سر سبز باغ تھا اور راستے کے کناروں پر اونچے لمبے گھنے درخت لگے تھے جن پر نیم پلیٹ نصب تھی۔

وہ اطراف میں نظر ڈالتے آگے آگے چلنے لگے پورا گارڈن انہوں نے چھان مارا لیکن آئیملک انہیں کہیں نظر نہ آئی۔

پھر وہ مایوسی سے واپس پلٹنے لگے ۔

کچھ ہی فاصلے پر ایک ہجوم سا نظر آیا تو دونوں بھاگ کر اس طرف گئے۔

وہاں گول دائرے میں کھڑے لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے میں لگے تھے , ہر کوئی اپنی اپنی رائے قائم کر رہا تھا۔

ہجوم کو تیزی سے چیرتا ہوا نمال اندر داخل ہوا تو حق دق رہ گیا یہی حال الوینہ کا بھی تھا۔

نمال تیزی اس پر جھکا اور بازوؤں میں اٹھا کر باہری دروازے کی طرف لپکا۔

آئیملک کا جسم بلکل ڈھیلا , بے جان اور ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

اس کی حالت دیکھ کر نمال کی دھڑکن جیسے رکنے لگی۔

بمشکل ترین وہ کانپتے ہاتھوں سے اسے لیے جیپ تک پہنچا پیچھے والی سیٹ پر الوینہ جلدی سے

بیٹھ گئ ۔ نمال نے آئیملک کو سیٹ پر لٹا دیا اور خود ڈرائنگ سیٹ پر آ گیا۔

"کیا حالت بنا لی ہے تم نے ابی۔۔۔۔۔۔۔۔۔پتہ نہیں تمہیں کیا پریشانی ہے جو اندر ہی اندر تمہیں کھائے جا رہی ہے ۔ نجانے ایسی کیا بات ہے جو تم مجھ سے بھی شیئر نہیں کر پا رہی۔"

وہ آنسو بہاتی اپنی گود میں اس کا سر رکھے اس کے سلکی براؤن بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگی۔

وہ جلد ہی ہوسپٹل پہنچ گئے اور نمال نے اپنے ریسورسز کے ذریعے جلد ہی چیک اپ بھی کروا لیا۔

ڈاکٹر کے مطابق وہ دو دن سے مناسب خوراک نہ کھانے اور سٹریس کی وجہ سے اس پر بے ہوشی طاری ہوئی تھی۔ اور بے ہوش ہوئے بھی اسے کئ گھنٹے بیت گئے تھے, بی پی خطرناک حد تک لو تھا۔

نمال نے ایک غصے سے بھری نظر آنکھیں بند کیے لیٹی آئیملک پر ڈالی پھر رخ موڑ کر باہر نکل گیا۔

طاقت کی ڈرپس لگنے کے کئ گھنٹے بعد اب اسے ہوش آ گئ تھی اور وہ تیکے کے سہارے نیم دراز تھی۔

الوینہ اس کے سرہانے بیٹھی تھی جب نمال واپس کمرے میں داخل ہوا اس کے ہاتھ میں فریش جوسسز اور دوسری صحت افزاء کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔

چیزیں الوینہ کے ہاتھ میں منتقل کر کے اب وہ سامنے کھڑا سینے پر بازو باندھے اسے ہی گھور رہا

تھا۔

آئیملک نظریں چرانے پر مجبور ہو گئ۔ وہ دانستہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی, اس پل نمال کو تو یہی لگ رہا تھا۔

"بہت شوق ہے نا تمہیں دوسروں کو درد دینے کا , پریشان کرنے کا, کیا ملتا ہے تمہیں دوسروں کو تڑپا کر ہاں , بولو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے کوئی جواب تمہارے پاس؟"

الوینہ کسی کام سے باہر نکلی تو وہ تیزی سے اس کے پاس آ کر غرایا۔

"کسی کو کوئی ضرورت نہیں میرے لیے پریشان ہونے کی یا تڑپنے کی اور مجھے اس وقت تم سے کوئی بات نہیں کرنی , جاؤ یہاں سے ۔۔۔۔"

وہ نقاہت سے کھانسے ہوئے بدقت بولی۔

نمال نے تاسف سے سر ہلا کر اسے دیکھا۔

"تمہیں نہیں کرنی تو مت کرو لیکن مجھے تو کرنی ہے وہ بھی ابھی کے ابھی۔"

وہ اکھڑے لہجے میں کہتا اس کے قریب ہوا۔

"نمال! پلیز تنگ نہیں کرو جاؤ یہاں, جدا کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دو۔۔۔۔۔۔۔" وہ یک دم پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

نمال نے سختی سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"میں نہ کبھی بھی تمہیں تنگ نہیں کیا لیکن آج جو کچھ بھی ہوا یہ آئندہ نہیں ہونا چاہیئے کتنے

گھنٹے ہو گئے تمہیں گھر سے نکلے , دادو,بوا دادی , الوینہ , شہری سب کتنا پریشان بیٹھیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کین یو امیجن؟ دادو کی تم میں جان بستی ہے جا کر دیکھو کچھ ہی گھنٹوں میں ان کی کیا حالت ہو گئ ہے۔"

نمال اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا لیکن وہ ایک چپ سادھے بیٹھی رہی , وہ خود میں ہمت نہیں پا رہی تھی نمال کی کسی بات کا بھی جواب دینے کی ۔

بولتے بولتے اسے بھی احساس ہوا تو خاموشی سے صوفے پر بیٹھ کر سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

آئیملک نے ذرا کی ذرا نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا جو بے حد پریشان حال لگ رہا تھا۔

اس کے دل کو کچھ کچھ ہوا۔

"نم۔۔۔۔۔۔نمال۔۔۔۔!" اچانک آئیملک نے اسے دھیمے سے پکارا تو نمال نے تیزی سے سر اوپر اٹھا کر حیرت سے آئیملک کو دیکھا جو اسے ہی تک رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔۔۔ملک! بولو۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔۔کچھ تو۔۔۔۔" وہ بے چین ہوا , یکلخت اس کا دل خوش فہمی میں گھرا۔

"پپ ۔۔۔۔۔۔پانی۔۔۔۔۔پانی چاہیئے۔" وہ رک رک کر بولی۔

نمال ٹھنڈی سانس بھرتا گلاس میں پانی فوراً لے آیا۔

"میرے ہاتھ سلامت ہیں میں خود پی سکتی ہوں۔" نمال اس کے لبوں سے گلاس لگانے لگا جب آئیملک نے سرد لہجے میں کہا۔

لیکن نمال نے سنے ان سنی کر دی اور اسے پانی پلا کر گلاس ایک طرف ٹیبل پر رکھ دیا۔
آئیملک نے شکایتی نظروں سے اسے گھورا, نمال اس کی نگاہوں کا مطلب خوب سمجھ رہا تھا لیکن جان بوجھ کر اس نے بے نیازی برتی۔
پھر الوینہ کو آتا دیکھ دیکھ کر دونوں پھر سے اپنے اپنے خول میں سمٹ گئے۔
صبح تک اس کی حالت کافی سمجھل چکی تھی ۔
نمال گھر والوں کو رات ہی فون پر بتا چکا تھا ۔
ڈسچارج ہو کر جب وہ گھر آئی تو سب نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔
کئ گھنٹے ان کے پاس بیٹھ کر کچھ ان کی سنی کچھ اپنی سنا کر پرسکون ہو گئ , بوا دادی اور دادو کو بمشکل وہ پریشانی سے نکال پائی۔
اب کیا بتاتی کہ وہ کتنے بڑے حادثے سے گزر کر آ رہی تھی , کتنے تکلیف دہ لمحات تھے اور اب بھی وہ ذہنی طور پر بہت الجھاؤ کا شکار تھی اسی لیے سب سے معذرت کرتی کمرے میں آ کر آرام کی غرض سے لیٹ گئ لیکن آرام کہاں آنا تھا, وہ بیڈ پر کروٹ کے بل لیٹی نئ فکروں میں پڑ گئ۔

☆☆☆□☆☆☆

www.classicurdumaterial.com

فضہ نے جیسے ہی حدیر کو مما کے ٹھیک ہونے کی اطلاع دی وہ بھاگم بھاگ گھر واپس آیا اور سیدھا مما کے کمرے میں چلا گیا۔

اس کی خوشی کی انتہا اس کے جسم کے ایک ایک عضو سے ظاہر ہو رہی تھی۔

وہ مما سے لپٹ کر نجانے کتنی دیر گزرے تکلیف دہ دنوں کا تذکرہ کرتا رہا لیکن راحیلہ نے ایک بار بھی اس کو اپنے آنچل کی ٹھنڈی چھاؤں میں جگہ نہیں دی , خلافِ عادت ایک بار بھی اس کی روشن , کشادہ پیشانی پر بوسہ نہیں دیا بلکہ ساکت سی ایک جگہ بیٹھیں ایک ہی نقطے کو گھورے جا رہی تھیں۔

حدیر نے ان سے الگ ہو کر حد درجہ حیرانی سے دیکھا۔ جذبات کی رو میں بہہ کر اس نے ان کے مضمحل, پژمردہ چہرے پر ابھی دھیان دیا تو ٹھٹک گیا۔

اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی راحیلہ نے مٹھی میں چر مر سا دبا کاغذ حدیر کے حوالے کر دیا۔

"مجھ------مجھے------ تم سے--------یہ امید

------ نہیں----- تھی-----حد------حدیر! جاؤ----ادھر سے------اب

تب------ہی----آنا---------جب------نویرہ اس---گھر میں واپس-----آئے گی۔"

وہ ہکلاہٹ کے ساتھ بولیں جبکہ حدیر نویرہ کا سن کر ہی بری طرح چونک گیا۔

"کک------کیا مطلب؟ نویرہ کدھر ہے , گھر میں نہیں ہے کیا؟"

حدیر کے استفسار پر راحیلہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

حدیر نڈھال قدموں سے چلتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔

بیڈ پر بیٹھ کر پہلے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی پھر کانپتے ہاتھوں سے کاغذ کھول کر پڑھنے لگا۔

وہ جیسے جیسے پڑھتا جا رہا تھا بے یقین ہوتا جا رہا تھا۔

ایک بار نہیں -------پتہ نہیں کتنی بار اس نے وہ تحریر پڑھی جس میں نویرہ نے اسے سزا سنائی تھی , اس سے علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا , اس بھول جانے اور پیچھے نہ آنے کا وعدہ لیا تھا۔ اس نے نویرہ کا اعتبار نہیں کیا تھا الٹا اپنی مما کی حالت کا ذمہ دار ٹھہرا دیا اور اسی غلطی کی سزا اب اسے کاٹنی تھی۔

کاغذ اس کے ہاتھ سے خود بخود نیچے گر گیا۔

حدیر نے اسے اٹھانے کی زحمت بھی نہ کی کہ اٹھا کر۔کرتا بھی کیا , بار بار پڑھنے سے تحریر بدک تو نہیں جانی تھی۔

ضبط کے مارے اس کی آنکھیں سرخی مائل ہو گئیں۔ وہ نجانے کتنی دیر ساکت ایک ہی جگہ بیٹھا رہا۔

جب اچانک اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔

"نویرہ ------- تم آ گئی---------- مجھے پتہ تھا تم ضرور آؤ گی------- تم مجھے کیسے چھوڑ سکتی ہو ---------- حدیر کی نویرہ حدیر سے الگ ہو جائے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔" وہ

ایک ٹرانس کی صورت دروازے کو تکتا بڑبڑا رہا تھا۔

"بھیا کھانا کھا لیں, کھانے پر سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" فضہ کہہ کر واپس جانے لگی لیکن پھر ٹھٹک کر رک گئ۔

اس نے حدیر کو غور سے دیکھا, ابھی ابھی اس نے جو کچھ بھی کہا حدیر نے جیسے سنا ہی نہیں تھا۔

پھر کاغذ پر نظر پڑتے ہی اس نے جھک کا اسے اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیا۔

پڑھنے کے بعد وہ ہکا بکا حدیر کی جانب تکنے لگی جن کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

فضہ کا دل دکھ سے فوراً بھر گیا۔ اپنے بھیا کو حوصلہ دینے کے لیے اس کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے۔

"فضہ ------نوی نے ایسا کیوں کیا؟, کتنی آسانی سے وہ مجھ سے الگ ہو گئ ہے ---------- وہ تو میری ایک ایک بات جانتی ہے پھر کیوں نہیں سمجھ سکی کہ میں اس کے بنا ادھورا ہوں , میں اس کے بغیر کیسے رہوں گا,اس نے ایک بار بھی نہیں سوچا------فضہ اسے کہیں سے بھی ڈھونڈ کر لے آؤ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا---------میں اس سے معافی مانگوں گا اس کا دل بہت بڑا ہے وہ مجھے معاف کر دے گی, وہ بہت اچھی ہے فضہ----------اس کے چہرے کی طرح اس کا دل بھی بہت خوبصورت ہے----------"

وہ فضہ کو اپنا غمگسار سمجھ کر فریاد کر رہا تھا, اس کا ہاتھ تھامے وہ گڑگڑا رہا تھا لیکن فضہ کی نگاہوں کے آگے اس دن کا منظر گھوم گیا, جس دن حدیر نے نویرہ کو نکال باہر کیا تھا تب وہ کیسے رو رہی تھی کیسی پاگلوں جیسی اس کی حالت ہو گئ تھی ۔

"سوری بھیا! اس بار میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر پاؤں گی اور نہ ہی کرنا چاہتی ہوں کیونکہ بھیا! آپ نے نویرہ کو بہت دکھ دیئے ہیں , اس کی تذلیل کی ہے ۔آپ پہلے بھی غلط تھے آج بھی غلط ہیں اور نویرہ----------وہ کل بھی ٹھیک تھی اور آج بھی صحیح ہے ۔ اس دن میں نے اس کی حالت دیکھی تھی تو رو پڑی تھی پھر آپ کی محبت اس دن کیوں نہیں جاگی تھی----------"

وہ حدیر کے سر پر کھڑی حدیر کو آئینہ دکھا رہی تھی۔

کچھ پل رکنے کے بعد وہ پھر سے گویا ہوئی۔

"سوری ٹو سے دیٹ بھیا----------بٹ! یہ آپ کی اپنی لڑائی ہے اور آپ کو اکیلے ہی لڑنی ہو گی اس میں , میں تو کیا گھر کا کوئی فرد بھی آپ کی مدد نہیں کر پائے گا۔"

فضہ اتنا کہہ کر رکی نہیں بلکہ تیزی سے باہر نکل گئ۔

حدیر خالی الذہن دروازے کو تادیر تکتا رہا۔

☆☆☆❤☆☆☆

وہ اوپر والی منزل کے ٹیرس پر گھٹنوں پر ہاتھ اور ہاتھوں کے اوپر ٹھوڑی ٹکائے نجانے کن سوچوں میں گم تھی۔

بظاہر تو شجر پر اڑتے بیٹھتے , اٹھکیلیاں کرتے پرندوں کو تک رہی تھی لیکن حقیقت میں اس کے دل و دماغ میں ایک خاموش طوفان برپا تھا جو اس کے سکون کو غارت کرنے کے لیے کافی تھا۔

"ارے ابی بچے! یوں منہ لٹکا کر کیوں بیٹھی ہو , کہیں سی نہیں لگ رہا کہ ایک ہفتے بعد اس گھر میں دو دو شادیاں ہیں سو بورنگ۔۔۔۔۔۔" بوا دادی اچانک وہاں پہنچ گئیں اور اس انداز میں کہا کہ آئیملک کی نہ چاہ کر بھی ہنسی نکل گئ۔

لیکن دوسرے ہی لمحے اس کا چہرہ پھر سے اداس ہو گیا۔

"کیا واقعی ! شادی میں صرف ایک ہفتہ بچا ہے مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔" وہ بے یقین سے آہستگی سے خود کلامی کے سے انداز میں بولی لیکن بوا دادی نے اس کی سرگوشی کا ایک ایک لفظ بخوبی سنا بھی اور سمجھا بھی۔

وہ پہلی بار چونک کر آئیملک کو غور سے دیکھنے لگیں اور پریشان سی ہو اٹھیں۔

ملگجا سا حلیہ , پریشان حال بال, آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے رت جگے کا پتہ دے رہے تھے , بے رونق سا چہرہ۔۔۔۔وہ انھیں کہیں سے بھی وہ پہلے والی زندگی سے بھرپور آئیملک نہیں لگی تھی۔

"ابی بچے! کوئی پرابلم ہے کیا ---------- تم مجھے بوا دادی نہیں بلکہ اپنی ماں کی جگہ سمجھو اور نہیں تو کم از کم تمہارے دل کا بوجھ ہی ہلکا ہو جائے گا۔"

بوا دادی اسے جانچتی ہوئی کہنے لگیں۔

"نن----- نہیں بوا دادی ------ایسی ------ایسی تو کوئی خاص بات نہیں ہے اور میں ٹھیک ہوں مجھے کچھ بھی نہیں ہوا اور شادی کی فکر نہ کریں سارے انتظامات میں دیکھ لوں گی ,آپ کو کوئی بھی---------"

"بچے! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ میں بات کچھ کر رہی ہوں تم جواب کچھ دے رہی ہو---------کوئی نا کوئی بات تو ضرور ہے بتاؤ شاباش--!"

بوا دادی نے اس کی بات کاٹ کر پیار سے پوچھا۔

آئیملک لمحے خاموشی سے پریشانی میں جکڑی اپنی مخروطی انگلیاں مروڑتی رہی پھر سر جھکا لیا۔

"شاید تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں تمہیں لگتا ہے میں کسی کو کچھ بتا نہ دوں -------- تو میرے یہاں بیٹھنے کا فائدہ ہی کیا ہے مجھے چلنا چاہیئے۔"

وہ پھیکا سا مسکرا کر اٹھ کر جانے لگیں جب آئیملک نے یک دم ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"بوا ددی ! میں بہت اذیت میں ہوں ---------- میں اندر ہی اندر مر رہی ہوں ایسا مجھے لگ رہا ہے---------کیں اور خوش رہنے کا ناٹک نہیں کر سکتی سب کے سامنے------"وہ آنسوؤں سے تر آنکھیں لیے نجانے آج کون سے راز فاش کرنے والی تھی۔

بوا دادی حیران و پریشان اس کا یہ روپ دیکھ رہی تھیں۔ وہ دوبارہ سے بیٹھ گئیں۔

"تمہیں جو بھی پریشانی ہے مجھے بتاؤ میں حل بتاؤں گی, میرے ہوتے ہوئے تمہیں تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو, کچھ بھی اگر تمہیں سمجھ نہیں آ رہی تو مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔" بوا دادی اسے کرید رہی تھیں۔

"بتاتی ہوں ---------سب بتاتی ہوں لیکن اس سے پہلے آپ کو مجھ سے وعدہ کرنا ہو گا۔"

"کیسا وعدہ---------بتاؤ؟" بوا دادی اس کی بات پر الجھ گئیں۔

"میں جو کچھ بھی آپ کو بتانے جا رہی ہوں ہمیشہ آپ کے سینے میں ایک راز کی طرح دفن رہے گا, آپ کسی سے کچھ بھی نہیں کہیں گیں؟"

آئیملک نجانے کون سے لمحات سے گزر رہی تھی جو یوں ان کے آگے نرم پڑ گئ۔

"بھروسہ رکھو اور کھل کر ساری بات بتاؤ کیوں مجھے مارنے کا ارادہ ہے۔"

بوا دادی نے یقین دلا کر تھوڑی خفگی ظاہر کی۔

پھر آئیملک نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا کیسے وہ اور نمال ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ۔ کیسے ٹکراؤ ہوئے , کیسے الوینہ کی محبت اس پر آشکار ہوئی سب کچھ وہ بنا رکے بس بتاتی چلی گئ۔

"اوہ ! تو یہ بات ہے پھر تو واقعی پریشانی والی بات ہے ۔" ساری بات سننے کے بعد بوا دادی نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

"معاملہ ایسا ہے کہ دادی کسی ایک کو تو قربانی دینی ہی پڑے گی , تو دادی پھر میں کیوں نہیں , میں الوینہ کو دکھی نہیں دیکھ سکتی اور پاپا نے کہا تھاکہ میں شہری اور الوینہ کا بہت خیال رکھوں اور آپ تو جانتی ہیں میں ان کی بات نہیں ٹال سکتی۔"

اس نے آنسو صاف کر کے کہا۔ مسلسل رونے کے باعث اس کی آنکھیں سرخ ہو گئ تھیں۔

"کہہ تو تم بلکل ٹھیک ہی ہو کسی ایک کو تو اپنے پیار کی قربانی دینی ہی ہو گی اور ابھی بیٹا میرے نزدیک تم سے بڑھ کر کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے , کسی کا اتنا بڑا دل نہیں ہے----------"

بوا دادی نے پرسوچ انداز میں مبہم انداز میں کہا۔

آئیملک نے گردن کو حرکت دیتے ہوئے رخ پھیر لیا اس کی آنکھوں کے کنارے پھر سے تیزی سے گیلے ہونے لگے۔

"اس کا مطلب ہے تم افغال سے محبت نہیں کرتی ہو؟"

"ہاں! افغال بہت اچھا لڑکا ہے کسی بھی لڑکی کا خواب ہوسکتا ہے لیکن میرے دل میں ایک بار کوئی جذبہ کوئی نرم احساس چھو کر نہیں گزرا , افغال کے پاس آنے کا جب بھی سوچتی ہوں تو پتہ نہیں مجھے کیا ہو جاتا ہے دل گھبراتا ہے برا فیل ہوتا ہے لیکن نمال کے معاملے میں ایسا کچھ نہیں ہوتا اسے دیکھتے ہی مجھے آس پاس کا ہوش ہی نہیں رہتا۔"

وہ کھوئے کھوئے سے انداز میں بولی۔

"اگر ایسا ہے تو تم الوینہ سے ایک بار بات کر کے دیکھ لو شاید وہ سمجھے تمہیں کیونکہ جہاں تک مجھے پتہ ہے تم سے بڑھ کر اسے کوئی بھی عزیز نہیں ہے ۔"

بوا دادی اپنی طرف سے ایک حل پیش کیا۔

آئیملک پھیکا سا مسکرا دی ۔

"نہیں بوا دادی ! اس کا دل ٹوٹ جائے گا اور شاید مجھ سے بھی بری حالت ہو اور ویسے بھی اب جو ھونا تھا ہو چکا ہے شادی میں سات دن بچے ہیں میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ لیا ہے اور اب تبدیل نہیں ہو سکتا۔"

وہ سر جھکا کر کانپتے لہجے میں بولی تو بوا دادی بے بسی سے اسے تکتی رہ گئیں۔

"اللہ ! تمہیں تمہارے مقصد پر پورا اترنے کے ہمت و طاقت دے اور خوشیوں سے تمہارا دامن بھر دے۔۔۔۔آمین !"

بوا دادی اسے اپنے ساتھ پیار سے لپٹا کر بولیں۔

آئیملک ان کے ان کے ساتھ لگی پھپک پھپک کر رو پڑی , وہ تادیر ان کے شانے پر سر ٹکائے اپنے دل کا غبات بہا اشکوں کی صورت بہا دینا چاہتی تھی۔

جو اس کی آج کل کیفیت تھی کسی کو تو اس نے رازدار بنانا ہی تھا, کسی کے آگے تو اسے حال دل بیاں کرنا ہی تھا, وہ افغال کی ماں اور اپنے پاپا کے قتل کو صاف چھپا گئ تھی کیونکہ جانتی تھی کہ اگر بتا دیتی تو بوا دادی کبھی یہ شادی نہ ہونے دیتیں۔

شگفتہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتیں سوچ میں ڈوب گئیں انہیں آئیملک میں اپنی جھلک نظر آتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بلکل ان کی ہی طرح باہمت و باحوصلہ, صابر و شاکر, گداز دل , ہر حال میں , ہر قیمت پر رشتوں کو نبھانے والی لڑکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ایک پھیکی سی مسکان ان کے لبوں کو چھو کر غائب ہو گئ۔

☆☆☆☆☆

بچھڑ کے بھی مجھے تجھ سے یہ بدگمانی ہے
کہ میری یاد کبھی تو تجھے بھی آنی ہے

نہ پوچھ حال کسی بھی اداس چہرے کا
ہر ایک شخص کی اپنی الگ کہانی ہے

شجر اداس ہیں، چڑیوں کے چہچہے گم ہیں
کہ تیرے بعد یہ تنہا سی زندگانی ہے

وہ آنگن میں بچھی بان کی چارپائی پر گھٹنوں پر ہاتھ دھرے بیٹھی دلچسپی سے وہاں لگے تینوں درختوں پر پرندوں کی اچھل کود دیکھنے میں محو تھی۔

کچھ پرندے اپنے گھونسلے میں اپنے بچوں کے پاس بیٹھے تھے تو کچھ پھدک پھدک کر ایک درخت

سے دوسرے درخت پر جا رہے تھے۔

کچھ سر سبز ٹہنیوں پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے میں لگے تھے۔

اس نے موبائل آن کیا تو سکرین پر اس شخص کی تصویر پر نظر پڑتے ہی وہ یک دم اداس سی ہو گئ۔

انگلیوں سے اس پر ہاتھ پھیرتی وہ کھو سی گئ ۔

اسے اچانک سے سارا ماحول اپنی طرح اداسی میں گھرا لگا۔

"باجی! چائے پی لو , مجھے لگ رہا ہے آپ کو اس کی طلب ہو رہی ہے۔" سدرہ نے ایک درمیانے سائز کا کپ اس کی طرف بڑھا کر اپنی قیاس آرائی کی۔

"بہت شکریہ ! میرا واقعی چائے پینے کا دل کر رہا تھا۔" نویرہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ سدرہ بھی چارپائی پر ساتھ بیٹھ کر مسکرا دی پھر لبوں کے ساتھ کپ لگا لیا۔

نویرہ چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی اسے بغور دیکھنے لگی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو باجی!" اس نے شاید محسوس کر کیا تھا اسی لیے پوچھ بیٹھی۔

"ہمم------دیکھ نہیں رہ ی ہوں عورت چاہے کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتی ہو ہمیشہ قربانی عورت ہی کیوں دیتی ہے , رشتے کو بچانے کے لیے وہ اپنا آپ تیاگ دیتی ہے , اپنے دل کو مار کر اپنے خوابوں کو دفن کر دیتی ہے , آپ کے دیکھ کر یقین ہی نہیں ہوتا کہ اتنی سی عمر میں اتنا بڑا دکھ سہنا پڑا۔ "

نویرہ کے انداز کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے سے بھی حیرانی عیاں ہونے لگی۔

"بس باجی ! یہ قسمت کے کھیل ہیں سارے ہم کیا کر سکتے ہیں۔" اب کی بار وہ نویرہ کو افسردہ سی دکھائی دی۔

"ٹھیک ہے قسمت کو ماننا چاہیئے لیکن اللہ نے ہمیں عقل و شعور سے نوازا ہے, ہمیں سمجھ بوجھ دی ہے تاکہ ہم علم حاصل کریں اور صحیح اور غلط میں فرق کرنا سیکھیں۔ جب آپ کی غلطی نہیں تھی ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے تھا یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے کیوں بیٹھ گئ ہو۔" نویرہ نے بات کی ابتداء کی۔

"کیا کروں باجی! وہ مجھے بہت مارتا تھا بس اس لیے میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ یہاں اپنی اماں کے پاس آ گئ۔" وہ مغموم ہو کر بولی۔

"لیکن مسائل کا حل نکالانا چاہیئے یوں منہ چھپا کر بھاگنا نہیں چاہیئے۔"

اب کی بار وہ لاجواب سی ہو گئ۔

"پھر آپ ہی بتاؤ میں کیا کروں , مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔"

زینب خالہ نے اپنی بیٹی سدرہ کے بارے میں بہت کچھ نویرہ کو بتا دیا تھا۔ سدرہ کا شوہر اسے بات بات پر ذلیل کرتا تھا , کسی سے ہنس کر دو گھڑی بات کر لیتی تو شک کرنا شروع کر دیتا اور اکثر مارپیٹ پر نوبت آ جاتی ۔ سدرہ کم عمر ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت دھان پان سی لڑکی تھی۔ سدرہ کے جسم پر اس کے شوہر کی زیادتی کے نشانات خود نویرہ نے اپنی آنکھوں سے

دیکھے تو حیران و ششدر رہ گئ ۔ نشان ایسے تھے کہ کسی انسان کو نہیں بلکہ کسی جانور کو پیٹا گیا ہو۔

نویرہ کو یہ سب دیکھ کر بے حد دکھ ہوا , اس کا نرم سا دل فوراً دکھ سے بھر گیا۔

سدرہ اب کئ مہینوں سے گھر بیٹھی تھی لیکن نویرہ کو ایک بات حیران کر گئ جب اس نے سدرہ کی زبانی سنا کہ اس کا شوہر جیسا بھی اس کے ساتھ سلوک کرتا ہے لیکن طلاق کی بات کبھی نہیں کی ۔ اب بھی سدرہ خود گھر چھوڑ کر آئی تھی۔

"آپ کا قصور نہیں ہے سترا ,اٹھارہ سال کی عمر بھی کوئی فیصلہ کرنے والی عمر ہوتی ہے, میری مانو تو آپ اپنے گھر واپس چلی جاؤ , اپنے شوہر کو ایک موقع اور دے کر دیکھو کیا پتہ اب کی بار حالات بدل جائیں , احساسات بدل جائیں کیونکہ جدائی ایک ایسا روگ ہے جو اچھے خاصے بندے کو سیدھا کر دیتی ہے۔آپ کا شوہر آپ سے پیار کرتا ہے اور اتنے مہینوں کے گیپ کے بعد ہو سکتا ہے مثبت حالات پیدا ہو جائیں۔"

نویرہ نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اس کومل سی معصوم سی لڑکی کو سمجھانے کی۔

سدرہ کچھ پل سوچتی رہی پھر نویرہ کی طرف رخ پھیرا۔

"باجی! آپ بھی تو ناراض ہو کر یہاں آئی ہو , پھر آپ مجھے کیوں واپس جانے کا کہہ رہی ہو؟"

سدرہ اس کی باتوں میں الجھ کر رہ گئ پھر پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"اس کے سوال پر نویرہ کے چہرے پر یکدم جیسے سارا درد جمع ہو گیا ہو وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

"گڑیا! میری بات الگ ہے میرے حالات اور طرح کے ہیں وجوہات اور ہیں, حدیر نے کئ بار زندگی سے نکالنا چاہا لیکن میں نے اس کی ہر چال ناکامیاب بنا دی تھی , ہر حال میں رشتے کو بچانے کی کوشش کی پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ سب کچھ نارمل ہو گیا ایسا لگا اب کچھ غلط ہو گا ہی نہیں لیکن میں غلط تھی۔ میرے یوں چلے آنے کی دو بڑی وجوہات ہیں پہلی حدیر نے مجھے بار بار طلاق کی دھمکی دی ہے اور میں نہ روکتی تو یقیناً دے بھی دیتا۔ طلاق کا لفظ مجھ جیسی عورت کے لیے کسی گالی سے کم نہیں ہے اور دوسری وجہ-------"

نویرہ نے لمحہ بھر کے لیے رک کر ٹھنڈی سانس خارج کی پھر وہیں سے بات کا آغاز کیا۔

سدرہ بے حد دلچسپی اور دھیان سے نویرہ کی ساری باتیں سن بھی رہی تھی اور کسی حد تک۔ سمجھنے کے کوشش بھی کرنے میں لگی تھی۔

"حدیر نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا, ایک بے بنیاد سا الزام لگایا ہے ۔ طکاق کا معاملہ جیسے تیسے میں نے ختم کر دیا تھا لیکن بھروسہ ----------کہاں سے لاتی۔ یہ سچ ہے عورت مرد کی بنسبت زیادہ محبت کی طلبگار ہوتی ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ وہ محبت سے زیادہ بھروسہ اور عزت چاہتی ہے بس اسی لیے مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔"

نویرہ اب خاموش ہو گئ تھی لیکن سدرہ ابھی تک اس کے جادوئی لفظوں کے جال میں جکڑی تھی۔

پھر اس کے کہنے پر نویرہ نے اسے حدیر کی تصویر دکھائی تو اس کا حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ

گیا۔

"یہ تو بہت خوبصورت ہیں ۔ سچ کہتی ہوں باجی ! آپ دونوں چاند سورج کی جوڑی لگ رہے ہو , دل کرتا ہے آپ دونوں کو دیکھتی رہوں, پلیز باجی واپس چلی جائیں ۔"

وہ سراہتی یکدم ملتجی ہو کر بولی ۔

وہ منتظر نظروں سے نویرہ کو تکتی رہی لیکن نویرہ جواب میں خاموش ہی رہی۔

"آپ بہت اچھی, بہت پیاری ہو۔۔۔۔۔۔"

سدرہ کا انداز ایسا تھا کہ نویرہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آپ ہنستی ہوئی بہت اچھی لگتی ہو ایسے ہی رہا کریں۔"

"اچھا!! کوشش کروں گی۔" وہ مسکرا کر کہتی اٹھ گئ کہ مغرب کی اذانیں شروع ہو چکی تھیں۔

"اور نماز پڑھا کرو ۔ نماز پڑھنے سے دلی سکون ملتا ہے اور ایسے لگتا ہے جیسے ہم نے اپنی ساری پریشانیاں , اپنے سارے مسائل اللہ کے سپرد کر دیئے ہوں۔"

"جی باجی ! چلیں پھر میں بھی آج آپ کے ساتھ نماز پڑھوں گی۔"

وہ دونوں مسکرا کر گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گئیں۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

جہانگیر , مراد علی اور حیدر خاندان----------

تینوں طرف زور و شور سے شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

ہائی سوسائٹی سے تعلق ہونے کی وجہ سے تینوں طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں تھی بلکہ باہمی صلح و مشورے اور رضامندی سے تمام رسوم طے پا گئیں۔

صرف دو دن بچے تھے اور دو دن بعد ان دونوں نے مایوں بیٹھ کر اپنی پہلی رسم پوری کرنی تھی۔

پچھلے کئ دنوں سے ایک ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی , آئے دن شاپنگ مال کے چکر کاٹ کاٹ کر اب وہ لوگ بے حد تھک چکے تھے۔

آج بھی وہ چاروں اپنے شادی کے جوڑے خریدنے آئے تھے۔

بڑوں اور بچوں کے بیچ طے یہ پایا تھا کہ کپلز اپنی پسند کے جوڑے خود جا کر خریدیں گے جس الوینہ اور افغال کچھ زیادہ ہی خوش نظر آ رہے تھے۔

ایک بہت بڑے شاپنگ مال میں گھسے وہ سب اس وقت شادی کے جوڑے دیکھنے میں بری طرح سے مگن تھے۔

الوینہ اپنے لیے عروسی جوڑا نکلوا نکلوا کر دیکھ رہی تھی نمال نے ایک نظر اس پر ڈالی پھر وہاں سے کھسک لیا۔

افغال کچھ فاصلے پر سیل فون کان سے لگائے کسی سے کال پر مصروف تھا , نمال تیزی سے اس کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا۔

آئیملک نے ایک غصے سے بھری چیل کی طرح تیز نگاہ اس پر ڈالی پھر صاف نظر انداز کرتی عروسی جوڑا ڈھونڈنے لگی۔

"یہ والا بلکل نہ لینا بہت برا لگتا ہے مجھے , زہر لگتا ہے یہ والا رنگ کوئی اور دیکھو۔"

نمال نے منہ بری طرح بگاڑ کر کہا جبکہ آئیملک نے اچھنبے سے اسے دیکھا پھر اس لانگ فراک کو جس کا گھیرا بہت زیادہ تھا جس پر ڈیپ ریڈ کلر پر گولڈن کڑھائی کا کام کیا گیا تھا , یہ ایک بہت ہی خوبصورت ڈریس تھا۔آئیملک نے دیکھتے ہی اسے اوکے کر دیا کیونکہ وہ تھا ہی اتنا زبردست اور خوبصورت سا جوڑا۔

اسے سلیکٹ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نمال نے اسے ریجیکٹ کیا تھا اب وہی جوڑا پہننا آئیملک کی ضد بن گیا۔

"کبھی تو میری کوئی بات مان لیا کرو, مجھے اس کلر سے الرجی ہے۔" نمال چڑ کر بولا۔

"واٹ ایور۔۔۔۔۔۔۔۔! الرجک تم ہو میں نہیں اور جاؤ یہاں سے ,لیٹ لیسٹ! آج تو میرا موڈ خراب مت کرو۔"

آئیملک نے دانت پیس کر سرگوشی کی۔

"ٹھیک ہے چلا جاتا ہوں خوش رہو تم اپنے اس افغال صاحب کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔" نمال نے اپنے غصے کو کنٹرول کر کے کہا۔

"مشورے کا بہت بہت شکریہ! میں پہلے بھی خوش ہی ہوں!" آئیملک نے بے نیازی برتی۔

جس پر نمال کو اپنا دل ڈوب کر ابھرتا ہوا محسوس ہوا۔

"ہاں ! میں دیکھ رہا ہوں تم کتنی خوش ہو------" نمال نے طنزیہ کہا۔

"مطلب -------میں کچھ سمجھی نہیں , تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"آئیملک نے تیوری ماتھے پر سجا لی۔

لیکن نمال سر جھٹک کر بنا جواب دیئے واپس مڑ گیا۔

تھوڑے وقفے کے بعد آئیملک نے ترچھی نگاہ سے نمال کو چپکے سے دیکھا, وہ الوینہ کے ساتھ کھڑا باتوں مگن نظر آیا۔

آئیملک نے سکون کی سانس لی اور بڑی فرست سے نمال کو تکنے لگی۔آفس میں , گھر پر مختصر یہ کہ کوئی ایسا موقع , کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جب اس نے خود کو نمال کی نظروں کے حصار سے باہر پایا ہو, اس کی نیلی آنکھیں آئیملک کے چہرے پر ہی ہمہ وقت منڈلاتی رہتی تھیں۔

مغرب میں سورج کے ڈھلنے کے بعد فوراً ہی شام نے اپنے ہر سو اپنے پر پھلیلانے شروع یر دیئے۔

سارا دن شاپنگ کرنے کے بعد جب وہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں داخل ہوئے تو شام گہری ہو چکی تھی ۔

☆☆☆❤☆☆☆

www.classicurdumaterial.com

فضہ کھانے کی ٹرے لیے دروازے پر دستک دیتی کمرے میں داخل ہوئی تو حدیر کو صوفے سے ٹیک لگائے نیچے کارپٹ پر بیٹھے پایا تو اس کا دل دکھ سے بھر گیا اور اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

ٹرے کو آرام سے ٹیبل پر رکھتی وہ بھی حدیر کے ساتھ کارپٹ پر بیٹھ گئ۔

جب وہ آئی تھی حدیر نے تب بھی سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور اب وہ اس کے پاس بیٹھی تب بھی وہ بس اپنے ہی خیالوں میں الجھا رہا۔

مجبوراً فضہ کو اسے مخاطب کرنا پڑا۔

"بھیا ! پلیز کھانا کھا لیں , آپ نے کل سے کچھ بھی نہیں کھایا پیا۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

اب کی بار حدیر نے جھکا سر اوپر کر کے فضہ کو چونک کر دیکھا ۔

"کیا کروں گڑیا, بھوک جیسے مر سی گئ ہے کچھ بھی کھانے کا دل نہیں کر رہا۔"

وہ اتنے دھیمے لہجے میں بولا کہ فضہ بمشکل اس کے الفاظ سن پائی۔

"آپ دل کی نہیں بلکہ دماغ سے کام لیں اور چلیں کھانا کھائیں ورنہ میں بھی نہیں کھاؤں گی۔"

اسے ایک ہی حل نظر آیا وہ نروٹھے پن سے بولی۔

"میں ضرور کھانا کھاؤں گا, تم جو کہو گی میں وہ کروں لیکن پلیز مجھے پہلے یہ بتا دو کہ نویرہ کہاں

ہے ؟"

وہ یکدم فضہ کی جانب پورا کا پورا گھوم کر پوچھنے استفسار کرنے لگا۔

"سوری بھیا! مجھے سچ مچ نہیں پتہ کے بھابھی کہاں گئ ہیں, بلکہ گھر میں یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا کیونکہ صبح کے وقت تو وہ ہمارے ساتھ ہی تھیں بعد میں مما اور پاپا سے پتہ چلا کہ بھابھی ہمیں چھو۔۔۔۔۔۔"

"ایسے مت کہو , نویرہ مجھے کبھی نہیں چھوڑ کر جا سکتی ہاں وقتی ناراضگی ضرور ہے اور مجھے پورا یقین ہے وہ واپس آئے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس تم مجھے اس تک پہنچا دو ۔۔۔۔۔۔۔۔صرف ایک بار۔۔۔۔۔۔۔صرف ایک بار میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔اس سے بات کرنا چاہتا ہوں, میں کچھ بھی کر کے اسے منا لوں گا۔۔۔۔۔۔۔"

حدیر اس کی بات کاٹ کر نم لہجے میں کہتا چلا گیا۔

فضہ خاموشی سے لب کاٹنے لگی۔

"فضو! ٹیل می یار! سوچنے کا وقت نہیں ہے میرے پاس, تم نہیں جانتی جب سے نویرہ اس گھر سے گئ ہے یہ گھر , یہ کمرہ مجھے کاٹنے کو دوڑ رہا ہے, میں اس کے بنا ادھورا ہوں , حدیر صرف نویرہ کا ساتھ پا کر مکمل ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اس وقت بہت اذیت میں ہوں , میں نے نویرہ کا بہت دل دکھایا ہے۔"

حدیر نے فضہ کو جھنجھوڑنے والے انداز میں بازوں سے پکڑ کر کہا۔

"میں آپ کے جذبات سمجھ رہی ہوں لیکن میں کیوں جھوٹ بولوں گی وہ بھی آپ سے , بھابھی مجھے کچھ بھی نہیں بتا کر گئیں میں تو خود ان سے خفا ہوں یوں بنا بتائے بھی کوئی جاتا ہے۔"

وہ یک دم مغموم سی ہوئی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے نویرہ تمہارے اور پاپا کے بہت قریب ہے وہ تم دونوں میں سے کسی کو تو بتا کر جاتی۔" حدیر بے یقین سا ہوا۔

"نوی ! تم اپنے پیچھے سارے راستے بند کر کے گئ ہو تاکہ میں تم تک نہ پہنچ سکوں لیکن تم مجھے ابھی نہیں جانتی میں تم تک ضرور پہنچوں گا, کسی بھی حال میں , کچھ بھی کر کے۔۔۔۔۔۔۔ تم جہاں کہیں بھی چھپی بیٹھی ہو میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔"

حدیر غائبانہ نویرہ کو مخاطب کر رہا تھا جب فضہ کی آواز اسے نویرہ کے خیالوں سے باہر نکال لائی۔

"پاپا! سے بات کر کے دیکھ لیں کیا پتہ وہ پاپا کو بتا کر گئ ہو, کیسے بھی حالات ہوں, کچھ بھی ہو جائے لیکن جہاں تک میں نویرہ کو جان پائی ہوں وہ پاپا کی اجازت کے بنا کچھ بھی نہیں کرتی نہ ہی اتنا بڑا قدم اٹھا سکتی ہو۔"

فضہ کی بات میں وزن تھا حدیر کو بھی ایسا ہی لگ رہا تھا وہ جھٹ سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

فضہ پیچھے سے اسے کھانے کے لیے پکارتی رہ گئ۔

شیرازی صاحب بیڈ کی ایک طرف کھڑے سائیڈ ٹیبل سے راحیلہ کی دوائیاں اٹھا اٹھا کر ان کا جائزہ لے رہے تھے جب حدیر کھلے دروازے سے اچانک تیزی سے داخل ہوا۔

شیرازی اور راحیلہ جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نیم دراز تھیں دونوں نے چونک کر اپنے پریشان حال بیٹے کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر سے غیر معمولی سنجیدگی مترشح تھی۔

شیرازی اور راحیلہ نے ایک سوالیہ نگاہ ایک دوسرے پر ڈالی پھر دوبارہ سے حدیر کو تکنے لگے۔

حدیر کچھ پل سوچتا رہا کہ بات کہاں سے شروع کرے کہاں سے نہیں۔

شیرازی صاحب نے اسے کشمکش کا شکار ہوتے دیکھا تو دوائیاں واپس اپنی جگہ پر رکھیں اور چل کر اس کے برابر کھڑے ہو گئے۔

"ہاں! تو برخوردار, کیسے آنا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔سب ٹھیک ہے؟" شیرازی اپنے بیٹے کا مسئلہ جانتے تو تھے لیکن پھر بھی اپنی یقین دہانی کے طور پر پوچھا۔

حدیر ہنوز خاموش کھڑا نچلا لب بے تابی سے کاٹتا رہا۔

"کوئی بات پریشان کر رہی ہے کیا یا کچھ اور جو تم اتنے بے چین سے لگ رہے ہو؟" شیرازی نے ہنکارا بھر کر پھر سے کھوجنے والے لہجے میں استفسار کیا۔

"پاپا۔۔۔۔۔۔۔۔وو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نویرہ ۔۔۔۔۔۔نویرہ کے بارے بات کرنی تھی۔" اس کے لبوں سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ادا ہوئے۔

"آؤ بیٹھ کر بات کرتے ہیں ۔۔۔۔۔" شیرازی نے دیوار کے ساتھ پڑے صوفے کی جانب اشارہ

کر کے کہا اور خود بھی بیٹھ گئے ۔

"اب بتاؤ نویرہ بیٹی کے بارے میں کیا بات کرنا چاہتے ہو؟" اس کے بیٹھتے ہی انہوں نے سوال کیا۔

"نویرہ کہاں ہے پاپا----------اسے مجھے یوں تنہا چھوڑ کر نہیں جانا چاہیئے تھا ----------کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہے؟"

حدیر کے لہجے کے ساتھ اس کے جسم کے عضلات سے بھی بے چینی جھلک رہی تھی جیسے وہ جلد از جلد اس بات کا جواب جاننا چاہ رہا ہو۔

"میں نہیں جانتا کہ نویرہ بیٹی کہاں ہے نہ وہ کسی کو بتا کر گئ ہے اور جاتے جاتے کہا بھی صرف یہ کہ اس کے پیچھے ڈھونڈنے بھی کوئی نہ جائے ۔"

شیرازی بڑے آرام اور تحمل سے گویا ہوئے۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے نویرہ نے کبھی آپ کی اجازت کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھایا پھر اتنا بڑا اور وہ اچانک اور آپ کو خبر بھی نہیں کی, میں کیسے مان لوں۔"

حدیر نے شاکی نظروں سے اپنے پاپا کو دیکھا , اسے ان کی بات پر یقین نہیں آیا تھا۔

"جو سچ ہے وہی بتا رہا ہوں اور یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہے اور اس نے بلکل ٹھیک کیا ہے جب سے وہ اس گھر میں آئی ہے تب سے لے کر اب تک تم نے کیا کچھ نہیں کیا اس کے ساتھ, کیسے کیسے امتحانوں میں ڈالا ہے اس معصوم بچی کو لیکن وہ اتنی صابر حوصلہ مند ہے

کبھی آ کر شکایت نہیں کی, یہ قدم اٹھانے پر تم نے اسے مجبور کیا ہے تمہیں تو اب خوش ہونا چاہیئے , اتنے مہینوں سے جو چاہ رہے تھے وہ ہو گیا ہے۔"

شیرازی نے بڑے رعب اور سخت لہجے میں کہا۔

حدیر نے نفی میں سر ہلاتا ان کے قدموں میں بیٹھ گیا, وہ حیران ہوئے لیکن ظاہر نہیں کیا۔

"پلیز پاپا پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈونٹ ٹیل می دیٹ۔۔۔۔۔۔۔۔کہ آپ کچھ نہیں جانتے, آپ کو سب پتہ ہے نا آپ کو ضرور نویرہ نے منع کیا ہو گا مجھے بتانے سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی ۔ اس کی آنکھوں میں اس پل ایسا کچھ تھا جو شیرازی کو نگاہیں چرانے پر مجبور کر گیا۔

"میرے ایک سوال کا جواب دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فرض کرو تمہیں نویرہ مل جاتی ہے تو تم کیا کرو گی, کیا کہو گے اس سے؟"

"میں سب سے پہلے اس سے معافی مانگوں , اب تک جتنے اسے درد دیئے سب کی تلافی کروں گا میں کچھ بھی کر کے اس منا لوں گا ۔ پاپا میں اپنے کیے پر بے حد شرمندہ ہوں , میں آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جس سے اسے ذرا سی بھی ٹھیس پہنچے , مجھے بس وہ معاف کر دے اور ایک موقع دے دے۔۔۔۔۔۔۔۔صرف ایک موقع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر جو اس کا فیصلہ ہو گا مجھے منظور ہو گا میں اس پر اف تک نہیں کروں گا۔"

حدیر کسی مجرم کی طرح سر جھکائے ان کے پیروں میں بیٹھا اپنا حال دل بیان کر رہا تھا۔

راحیلہ کو اس پر بے اختیار ترس آیا ان کا دل کر رہا تھا کہ ساری ناراضگی بھول کر اسے اپنے دامن میں چھپا لیں۔

"حدیر میں واقعی کچھ نہیں جانتاورنہ ضرور بتا دیتا, اب تم جاؤ میں بہت گیا ہوں مجھے آرام کرنا ہے اور ابھی تو تمہاری ماں کو دوائی بھی کھلانی ہے ۔" وہ یکدم اٹھ نرمی سے بولے۔

حدیر بھی فوراً ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس کی امید کی آخری کرن بھی ختم ہو گئ تھی اس نے ایک نظر اپنی مما کو دیکھا وہ رخ پھیرے بیٹھی تھیں۔

پھر سرد سانس خارج کرتا دروازے کی اور تھکے تھکے قدموں سے چلنے لگا۔

اس کی چال میں واضح لڑکھڑاہٹ تھی۔

"ایم سوری بیڑا جانی! اپنے پاپا کو معاف کر دینا لیکن میں نویرہ بیٹی سے کیا وعدہ چاہ کر بھی نہیں توڑ سکتا۔"

انہوں نے افسردگی سے سوچا۔

پھر سر جھٹک کر بیڈ پر آ کر ٹک گئے۔

شیرازی صاحب پریشانی سے اپنی پیشانی مسلنے لگے۔

"آپ کو حدیر کو بتا دینا چاہیئے تھا وہ بہت پریشان ہے میں نے آج تک اپنے بیٹے کو اتنا اپ سیٹ نہیں دیکھا۔"

راحیلہ آخر ماں تھیں دل فوراً پگھلنے لگا۔

"نہیں بیگم ! ہر انسان کو اپنے حصے کے درد سہنے پڑتے ہیں , اپنی قسمت میں لکھی سزا کاٹنی پڑتی ہے اور میں کیسے وعدہ توڑ دیتا , میں وعدہ خلافی کر کے اپنے اللہ کو ناراض نہیں کر سکتا تھا "۔

"تو پھر جھوٹ کیوں بولا , کیا اس سے اللہ راضی ہو جائے گا؟" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی خفگی سے گویا ہوئیں۔

"میں نے شوق سے نہیں بولا اس میں مصلحت چھپی تھی اور مجبوری کے تحت بولنا پڑا۔"

وہ متانت سے جواب دیے کر خاموش ہو گئے۔

راحیلہ بھی لاجواب سی ہو کر چپ ہو گئیں۔

☆☆☆ ♥ ☆☆☆

خوشیوں کی گھڑیاں بھی "جہانگیر خاندان" کی دہلیز پر آن پہنچی تھیں۔

نمال واپس چلا گیا تھا جس پر آئیملک ایک طرف سے پرسکون بھی ہو گئ تو دوسری طرف اسے بے چینی نے بھی گھیر لیا۔

حالات جیسے بھی تھے, وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی قسمت میں اور کتنے امتحان ابھی باقی تھے , خوشیاں اس کے نصیب میں تھیں بھی یا نہیں , وہ اس بات سے قطعاً لاعلم تھی۔

" جہانگیر ولا " برقی قمقموں سے پوری طرح سے جگمگا رہا تھا ۔

خاص خاص مہمانوں کے آنے کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا تھا۔

دو دن ہو گئے تھے ان دونوں بہنوں کو مایوں بیٹھے ہوئے۔ پیلے جوڑے میں پیلے پھولوں سے سجے کمرے میں بیٹھیں ان دونوں کے احساسات میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

آئیملک ایک طرف تو بہت خوش تھی کہ اس کی بہن کو اس کا پیار ملنے جا رہا تھا تو دوسری جانب بے حد مغموم, افسردہ , پریشان اور بے تاب تھی کہ بظاہر جو کچھ بھی تھا لیکن حقیقت تو یہی تھی کہ وہ نمال سے بے حد پیار کرتی تھی اس کے دور جانے کا خیال ہی اس کے لیے سوہانِ روح تھا۔ اس وقت اس کے چہرے پر صرف مصنوعی خوشی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔

اس کے بر عکس الوینہ تو جیسے ہواؤں میں اڑ رہی تھی وہ اپنی قسمت پر نازاں تھی نمال جیسا شہزادوں جیسی شخصیت کا حامل ایک امیر زادہ , نامور فوٹوگرافر جس کا آٹو گراف لینے کے لیے , اس کی قربت کے چند لمحے پانے کے لیے لڑکیاں مر رہی تھیں , وہ قسمت کا ستارہ ٹھہرا بھی تو الوینہ کا پھر وہ کیسے خوش نہ ہوتی۔

ہاں کچھ دن پہلے ارسل کی اسے ازحد پریشانی تھی لیکن اب تو وہ بھی نارمل ہوگیا تھا , ان دونوں کی دوستی پہلے کی طرح ہو گئ تھی۔

یہ رات کا تہائی وقت تھا جب آئیملک آرام سے اٹھ کر بیڈ سے نیچے اتر آئی۔ ایک نگاہ گہری نیند سوئی الوینہ پر ڈالی پھر دوسرے ہی لمحے کمرے سے باہر نکل آئی۔

اب اس کا رخ جہانگیر کے کمرے کی جانب تھا۔

کمرے میں دوسری لائٹ کی بجائے اس نے نائٹ بلب جلا دیا اور دروازہ بند کرتی اپنے پاپا کی رائٹنگ ٹیبل کے پاس آ گئی۔

کچھ پل ایسے ہی سرک گئے ۔ وہ بلکل چپ چاپ کھڑی اس خاموش رات کا ہی ایک حصہ لگ رہی تھی۔

یک دم نیچے بیٹھ کر اس نے رائٹنگ ٹیبل کی باری باری ایک ایک دراز کھول کر کھنگال ڈالی لیکن اسے ایسی ویسی کوئی خاص چیز نہ ملی۔

پھر بیڈ کے پاس آ کر وہاں کے بھی سارے دراز کھول کر دیکھ لیے , وہ تھک ہار کر وہیں بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

مدیحہ بیگم کی باتیں سننے کے بعد اس کا دماغ بری طرح سے الجھا ہوا تھا وہ جاننا چاہتی تھی کہ اس کے پاپا یا ماما سے ماضی میں ایسی کیا غلطی سر زد ہوئی تھی جس کی وجہ سے مدیحہ ان کی پکی دشمن بن بیٹھی تھی , اتنی نفرت کرتی تھی کہ انہیں جان سے مار دیا تھا اور اب ان کی بیٹی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی تھیں۔

سارا کمرا اس نے پاگلوں کی طرح تلاش کر دیا لیکن اسے سوائے فیملی البم کے جس میں اس کے ماما پاپا کی تصویروں کے علاوہ کچھ بھی نہیں مل سکا۔

گھڑی رات کے ساڑھے تین بجا رہی تھی جب وہ جہانگیر کے کمرے سے مایوسی کی صورت بنی باہر نکل آئی۔

صبح وہ پہلے کی نسبت دیر سے جاگی ۔
ایک بھرپور انگڑائی لے کر اس نے خود پر چھائی کثافت کو ختم کرنا چاہا۔
"ہیلو! گڈ مارننگ سلیپنگ کوئین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"
"یو ٹو جانی۔۔۔۔۔۔۔" اس نے ہاتھ سے جمائی روک کر جوعب دیا پھر چہرہ موڑ کر الوینہ کو دیکھا جو مزے سے ناشتہ کرنے میں لگی تھی۔
کبھی وہ بھی بے فکری سے ناشتہ کیا کرتی تھی اب تو جیسے اس کی بھوک مر سی گئ تھی۔
وہ ٹھنڈی آہ بھرتی اٹھ کر وارڈ روب کی طرف آ گئ۔
"مجھے پتہ لگانا ہی ہو گا کہ افغال کی ماں کا آگے کا کیا پلان ہو گا میں سب جانتے بوجھتے یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتی , مجھے کسی بھی حال میں آج پتہ کرنا ہی پڑے گا کہ وہ ایسا کیوں کر رہی ہیں۔ اپنے پاپا کے قاتل کو اتنی آسانی سے تو میں بھی نہیں چھوڑوں گی۔ آئیملک جہانگیر ہوں میں کوئی عام لڑکی نہیں جو کمزور پڑ جاؤں۔"
اس نے ایک نگاہ اپنے پیلے زرد لہنگے کرتی پر ڈالی کر سوچا پھر ہاتھ بڑھا کر ہنگر میں لٹکے لائٹ پرپل لانگ کرتا جس کے نیچے اسی رنگ کا اوپن فلیپر تھا ہنگر سے نکال کر کپڑے بازو پر جمائے اور اسے واپس اپنی جگہ لٹکا دیا۔

شاور لینے کے دوران بھی آگے کا لائحہِ عمل ترتیب دیتی رہی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر الوینہ اب موبائل پر لگی اپنی کل کی مایوں کی پکس اپنی فرینڈز کو سینڈ کر کے داد وصول کر رہی تھی جب واش کا سے باہر آتی آئیملک کو اس نے بے حد حیرانی اور کچھ اچھنبے سے دیکھا۔

اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی اچانک سے عجوبہ نظر آ گیا ہو۔

"ابی ! آر یو کریزی ------؟"

"ناٹ ایٹ آل----------"

ڈرائیر سے اپنے بال خشک کرتی آئیملک نے آئینے میں جھانک کر الوینہ کو گھورا۔

"تو پھر یہ سب کیا ہے, تم نے مایوں کے کپڑے کیوں اتار دیئے ہیں تمہیں دادو کا پتہ ہے ناں, انھیں اس بات کا علم ہوا تو جانتی ہو کتنا ناراض ہوں گی وہ ہمم--------"

الوینہ اٹھ کر اس کے پیچھے آ کر بولی۔

"جانتی ہوں لیکن میرا دل اوب گیا ہے میں مزید یہ کپڑے نہیں پہن سکتی۔"

وہ اکتاہٹ سے بولی تو الوینہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

زندگی میں ایک ہی بار تو لڑکی دلہن بنتی ہے مایوں, مہندی, ڈھولک , بارات سب ایک بار ہی تو ہوتا ہے لیکن وہ دیکھ رہی تھی آئیملک بہت بدلی بدلی سی لگ رہی تھی اس نے نہ تو ڈھنگ سے شاپنگ کی اور نہ پارلر کے چکر لگائے جیسے الوینہ نے کیا۔ وہ کسی لحاظ سے بھی دلہن نہیں

لگ رہی تھی۔

"ایک منٹ تم کہیں باہر تو نہیں جا رہی کسی میٹنگ وغیرہ میں ہاں؟" وہ مشکوک سی ہو کر پوچھنے لگی۔

آئیملک نے اس کی بات پر فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"میں صرف باہر جا رہی ہو کسی اور ضروری کام سے --------تم پلیز ان تینوں خواتین کو کچھ مت بتانا۔"آئیملک نے کمال معصومیت سے کہا۔

الوینہ کا منہ کھلا۔

"نہ ببا کیوں مجھے پٹوانے کا ارادہ ہے میں تمہارا ساتھ نہیں دے رہی اچھا-----"

"پلیز پلیز-----پلیز انو مان جا نا دیکھ سچ میں میرا جانا بہت ضروری ہے میں پکا جلدی آ جاؤں گی۔"

آئیملک نے منت سماجت کی۔

امم--------- چلو ٹھیک ہے میں ہینڈل کر لوں گی جاؤ اب , تم بھی کیا یاد کرو گی۔"

وہ فرضی کالر اکڑا کر بولی پھر دونوں ہنس دیں۔

"اوکے تھینکس--------"آئیملک جلدی سے کہتی دروازے کی جانب لپکی۔

"ارے پر ناشتہ تو کرتی جاؤ , ایسی بھی کیا جلدی --------"

الوینہ نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

لیکن وہ جواب دیئے بنا ہی باہر نکل گئ۔

"اس لڑکی کا نا کچھ نہیں ہو سکتا اب جب تک یہ واپس نہیں آئے گی مجھے فکر لگی رہے گی۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی پھر سے موبائل پر لگ گئ۔

وہ بڑی احتیاط اور چور قدموں سے چلتی ہوئی تقریباً بھاگ کر باہر نکلی آئی۔

مین گیٹ سے گاڑی نکال وہ سڑک پر آ گئ۔

سعدیہ پھوپھو, بوا دادی اور دادو میں سے کسی سے اس کا سامنا نہ ہونے پر اس نے شکر ادا کیا اگر پکڑی جاتی تو اس کا نکلنا بہت مشکل ہو جاتا۔

اب اس کا ارادہ افغال کے گھر جانے کا تھا۔

افغال کے گھر وہ آدھے گھنٹے تک پہنچ ہی گئ ۔ اپنی گاڑی اس نے کافی فاصلے پر ایک طرف کر کے روک دی پھر نیچے اتر کا گاڑی کو ریموٹ سے لاک کر دیا۔

گھر کی عقبی دیوار کے پیچھے چھپی اس نے یک دم سر نکال کر آگے کی طرف جھانکا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

وہ آہستگی سے چلتی مین گیٹ پر پہنچ گئ۔

اس کی قسمت اچھی تھی جو دروازہ پہلے سے کھلا تھا۔

اس نے آرام سے ادھ کھلے دروازے کو تھوڑا سا اور کھول کر پہلے سر گھسا کر اندر جھانکا چوکیدار وہاں موجود نہیں تھا وہ سکون کی سانس لیتی جھٹ سے اندر داخل ہوئی۔

ہال دروازے لے پاس آ کر اس نے ہاتھ سے چیک کیا کہ شاید کھلا ہو لیکن وہ اندر سے لاکڈ تھا۔

اصل میں وہ اپنی آمد کا کسی کو بھی پتہ نہیں لگنے دینا چاہتی تھی ورنہ جو وہ چاہتی تھی اسے نہیں مل سکتا تھا۔

اسی لیے اسے یوں چوروں کی طرح آنا پڑا۔

کچھ پل وہیں کھڑی وہ سوچتی رہی پھر کسی خیال کے تحت وہ لان سے ہوتی ہوئی گھر کی عقبی طرف آ گئی کہ شاید کوئی پیچھے کی جانب اندورنی دروازہ لگا ہو کچھ دیر ڈھونڈنے کے بعد اسے مل ہی گیا۔

یہ ایک چھوٹے سائز کا دروازہ تھا۔

آئیملک نے دروازہ آگے کی طرف دھکیلا تو وہ ہلکی سی چرچراہٹ کی آواز پیدا کرتا کھل گیا۔

وہ تیزی سے اندر آئی اور دبے پاؤں چلنے لگی۔ یہ پہلی منزل کا غالباً پچھلا حصہ تھا آئیملک نے قیاس کیا۔

وہ راہداری سے ہوتی ہوئی ایک ہال نما جگہ پر آ گئی۔

اچانک اسے قدموں کی آہٹ سنائی دی وہ بھاگ کر اوپر جاتی سیڑھیوں کے نیچے بنی جگہ پر چھپ گئی۔

تھوڑی دیر بعد اس نے سر نکال کر دیکھا کوئی ملازم سٹور روم میں شاید گیا تھا ۔ اس نے اندازہ

لگایا تھا اور اس کا درست بھی نکلا۔

وہ ملازم ہاتھ میں کوئی پرانی چیز اٹھائے جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس مڑ گیا۔

آئیملک نے اپنے بری طرح دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھا۔

وہاں سے باہر نکلنے کے لیے اس نے جیسے ہی پاؤں اٹھایا تو بری طرح سے لڑکھڑا گئ ۔

"ہففف!! یہ بھی ابھی ہونا تھا اک نئ مصیبت۔۔۔۔۔" نیچے ایک جگہ کہیں اس کی ہیل پھنس گئ تو وہ جھنجھلا اٹھی۔

وہاں نیم تاریک جگہ تھی اس نے موبائل کی ٹارچ آن کر کے اپنی ہیل باہر نکالی پھر اٹھ کر جانے لگی لیکن دوسرے ہی لمحے ٹھٹک کر رک گئ پھر واپس اسی جگہ آئی۔

روشنی ڈالی تو اسے حیرانی نے گھیر لیا۔

یہ ایک کھڑی نما فرش پر دروازہ بنا ہوا تھا جس کے ایک کونے پر ایک بڑا سا زنگ آلود تالا لگا ہوا تھا۔

"ویری سٹرینج! بھلا تالے کا یہاں کیا کام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے نیچے کیا ہو سکتا ہے؟" اس نے تالا ہاتھ میں پکڑ کر الجھ کر سوچا۔

"نہیں ۔۔۔۔۔۔جو کچھ بھی ہے مجھے کیا, میں کیوں اپنا وقت یہاں برباد کر رہی ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آئیو! جسٹ اپنے کام۔پر کنسٹریٹ کرو یہاں وہاں نہیں۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے پل بھر کے لیے آنکھیں میچ کر خود کو تنبیہہ کی پھر اٹھ کر جانے لگی۔

لیکن کچھ دور جا کر اس نے پھر مڑ کر دیکھا پتہ نہیں کیوں اس کی سکس سینس بار بار اسے وہ تالا کھولنے کا کیوں کہہ رہی تھی۔

تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ پھر اس جگہ آ کر بیٹھ گئ۔

"دیکھنے کیں کیا حرج ہے کچھ نہ بھی ہوا تو واپس بند کر دوں گی کم از کم مجھے تسلی تو ہو جائے گی کہ ایسا ویسا کچھ نہیں ہے۔" اس نے سوچا۔

"لیکن میں یہ تالا کھولوں کیسے اب۔۔۔۔۔" اس نے نچلا لب کاٹتے ہوئے پھر سوچا۔

ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی۔

اپنے جوڑے میں سے ایک ہیئر پن نکال کر اس تالے کو کھولنے لگی, بہت محنت کے بعد آخر تالا کھل ہی گیا۔

لوہے کا دروازہ اس نے پوری جان لگا کر کھولا پھر ٹارچ سے اندر روشنی ڈالی وہ حیران و ششدر سی نیچے دیکھنے لگی۔

نیچے جانے کے کوئی آٹھ نو سیڑھیاں تھیں۔

اللہ کو یاد کر کے اس نے سیڑھیاں اترنا شروع کیں دو سیڑھیوں کے قدم پر کھڑے ہو کر اس نے جیسے تیسے دروازہ واپس بند کر دیا کہ غلطی سے آ بھی جائے تو اسے شک نہ ہو۔

وہ خشک ہونٹوں پر گیلی زبان پھیرتی باقی کی سیڑھیاں بھی اترتی چلی گئ۔

☆☆☆□☆☆☆

جب سے نویرہ اس گھر سے گئ تھی,

گھر بہت سونا سونا لگنے لگا تھا شیرازی صاحب, راحیلہ , فضہ اور کسی حد تک سمیر کو بھی نویرہ کی کمی محسوس ہوئی۔

اس کے ہوتے ہوئے ایک رونق سی , ایک چہل پہل سی ہوا کرتی تھی اب تو جیسے اداسی نے شیرازی ہاؤس میں ڈیرے جما لیے تھے۔

کتنے دن ہو گئے تھے نویرہ کو اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوئے ۔ حدیر نے کتنا ڈھونڈا تھا کس کس سے رابطہ کر کے اسے تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے نہیں ملنا تھا اور وہ نہیں ملی۔

اس نے آفس جانا چھوڑ دیا تھا کبھی شیرازی کے کہنے پر چلا بھی جاتا تو گم صم سا بیٹھا رہتا اور شام ڈھلے اسی طرح واپس آ جاتا۔

اس کی زندگی نویرہ کے بنا جیسے ایک جگہ ٹھہر سی گئ تھی۔ وقت جیسے رک گیا تھا ۔ وہ ہمہ وقت بہت ایکٹو اور نک سک سے تیار رہتا تھا اور اب دو دو دن تک وہی ملگجے سے شکن آلود کپڑے پہنے رکھتا , بے ترتیب بال اور داڑھی بڑھ چکی تھی۔

کھانے پینے کے لیے فضہ تینوں ٹائم پر سر پر پہنچ کر زبردستی کھانے کا کہتی رہ جاتی لیکن وہ کبھی کھا لیتا کبھی یونہی پڑا پڑا ٹھنڈا ہو جاتا۔

آج بھی اس نے آفس سے چھٹی کر لی تھی۔

اس کا من بہت بوجھل پن کا شکار ہو رہا تھا۔ وہ کمرہ نیم تاریک کیے بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا , تکیے پر سر گرائے پاس ہی رکھے سائیڈ ٹیبل پر پڑی فریم میں لگی تصویر کو تکنے میں محو تھا۔ اسے جب نویرہ کی زیادہ یاد ستاتی تو اس کی تصویر سے باتیں کرنے لگ جاتا کبھی ہنس کر تو کبھی رو کر ,اس کے شب و روز ایسے ہی کٹ رہے تھے----------نہ دن کی ہوش تھی اور نہ ہی رات کا کچھ اتا پتہ۔

"بہت مزا آ رہا ہے ناں مجھے یوں تڑپا کر , یوں ستا کر تم بہت خوش ہو۔ ہونا بھی چاہیئے میں نے تمہیں بہت دکھ دیئے ہیں بہت پریشان کیا ہے تم مجھے سزا نہ بھی دیتی تو میں خود اپنے آپ کو سزا دے دیتا۔"

وہ اسی طرح لیٹا تکیہ بازوؤں میں دبائے اس کی تصویر سے سرگوشی کر رہا تھا۔

"تم بھلے میری آنکھوں سے اوجھل ہو لیکن میرے دل و۔دماغ میں تو تم پوری طرح سے بسی ہو کہ اب اپنی ہوش بھی کھو بیٹھا ہوں۔ کبھی سوچا نہیں تھا نوی ! میں تم سے اتنا پیار کرنے لگوں گا۔"

وہ خود کلامی کے سے انداز میں کہتا پھیکا سا مسکرا دیا۔

"میں جانتا ہوں تم بھی مجھ سے نہ صرف محبت کرتی ہو بلکہ مجھے یاد بھی کرتی ہو, لیکن میری وجہ سے تمہاری عزتِ نفس پر چوٹ لگی ہے اس لیے تم بہت خفا ہو گئ ہو

----------مجھے یقین ہے یہ وقتی دوریاں بہت جلد ختم ہو جائیں گی بس ایک بار تمہارا پتہ

چل جائے میں تمہیں منا کر واپس لے آؤں گا تم معافی مانگ لوں گا اور تم اپنے حدیر کو معاف نہ کرو ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہیں آنا ہی ہو گا نوی, میری محبت تمہیں ایک نا ایک دن ضرور کھینچ لائے گی۔"

وہ جذبات کی رو میں بہتا اور بھی نجانے کیا کچھ کہہ رہا تھا۔

دفعتاً اس کے موبائل کی کال ٹیون بج اٹھی تو اس کے خیالوں کے تسلسل میں خلل پڑا وہ یک دم کوفت کا شکار ہوتا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

یس کا بٹن ٹچ کر کے سیل فون اس نے کان کے ساتھ لگا لیا۔

کال اس کے آفس سے تھی ارجنٹلی اسے بلایا تھا۔

سیکرٹری سے بات کرنے کے بعد وہ اٹھ کر باہر آ گیا۔

گیراج میں کھڑی گاڑی میں تیزی سے بیٹھا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ آفس میں موجود تھا۔

ان گزرے کچھ دنوں کے حالات کے بارے میں سیکرٹری اسے آگاہ کر رہا تھا۔

تبھی آفس کے دروازہ دھڑام سے کھلا۔

حدیر کی پیشانی پر یک دم کئ بل ابھرے اس نے غصے سے آنے والی کو دیکھا۔

"ہنی ! تم نے مجھے بلایا آج کیسے یاد کر لیا مجھے ؟"

وہ آتے ہی طنزاً بولی۔

"پہلی بات ہنی نہیں حدیر کہو اور دوسری بات واپس جاؤ اور ڈور ناک کرو اور اندر تب ہی آنا جب میں اجازت دوں۔۔۔۔۔۔۔ سمجھ گئ۔"

حدیر ایزی ہو کر چیئر پر جھولتا ہوا بڑے تیکھے پن سے بولا۔

ثانیہ ہکا بکا اس کا منہ تکنے لگ گئ۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو, اتنا غصہ کس لیے۔۔۔۔۔۔۔"

اس کا تھوڑی دیر پہلے والا طنطنہ اب غائب ہو چکا تھا۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو میں تمہاری فضول باتوں کا جواب دینا پسند نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔جسٹ گو بیک۔۔۔۔۔!"

حدیر کے تاثرات بلکل نہ بدلے وہ سابقہ بے لچک لہجے میں ذرا سختی سے بولا۔

"اگر نہ جاؤں تو کیا کر لو گے ہاں, تم مجھ سے اس لہجے میں بات نہیں کر سکتے ۔"

وہ بے یقین سے لہجے میں بولی ۔ ہمیشہ سے پیار اور نرمے سے بات کرنے والا حدیر یک دم سے بدل گیا تھا پھر ثانیہ کیسے برداشت کرتی۔

"میں تمہارا باس ہوں جس لہجے میں چاہوں بات کر سکتا ہوں۔"

حدیر نے پھر سابقہ انداز اپنایا۔

"تم اتنا کیسے بدل سکتے ہو, آئی کانٹ بلیو دس!" وہ حد درجہ حیران ہوئی۔

"میں تمہاری ہر بات کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔ میرے پیچھے تم نے بڑی غلطیاں کی

ہیں , جہاں تک مجھے اطلاع ملی ہے تم نے میرے بزنس کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔" وہ ابرو اٹھا کر اس سے محض ایک ورکر کی طرح بات کر رہا تھا اور یہی بات ثانیہ سے ہضم نہیں ہو پا رہی تھی, اسے لگ رہا تھا کہ اب حدیر اس کی چکنی چپڑی باتوں میں نہیں آنے والا۔

"یہ-----تت----- تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے کیا ضرورت ہے ایسا کرنے کی میں تو-------"

لیکن حدیر اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔

"مسٹر رؤف ! آپ مسٹر فہیم کو بتا دیں کہ اس کی سیٹ پر کل سے وہ بیٹھیں گے, انہیں سارا کام آپ اچھی طرح سے سمجھا دیں مجھے کوئی معمولی سی بھی گڑبڑ نہیں چاہیئے۔ انہوں نے اس کمپنی کے لیے بہت اچھا کام کیا ہے میں نے ویسے بھی ان کی پروموشن کرنی تھی , اب آپ جا سکتے ہیں۔"

"اوکے سر! جیسے آپ چاہیں گے بلکل ویسے ہی ہو گا ڈونٹ وری-----"

سیکرٹری نے پرجوش انداز میں جواب دیا کہ مس ثانیہ وہاں کام کرنے والے باقی ورکرز کی طرح اسے بھی ناپسند تھی , بلاوجہ کا رعب جھاڑنا, شاؤٹ کرنا , اپنے کی وجہ سے خود کو بہت کچھ سمجھنا, وہ سب ہی تنگ تھے۔

"ہمم گڈ ! " وہ سر ہلاتا لیپ ٹاپ پر مصروف ہو گیا۔

ثانیہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہی تھی۔

"تم یوں میری انسلٹ نہیں کر سکتے --------" وہ بپھر کو بول پڑی۔

"تو جس طرح کی تمہیں پسند ہے بتا دو میں اس طرح سے تمہاری انسلٹ کر دیتا ہوں ----------نو پرابلم!"

اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

وہ بنا جواب دیئے غصے کے گھونٹ بھر کر رہ گئ۔

"اب تم یہاں سے جا سکتی ہو اور آئندہ مجھے اس آفس تو کیا میری کمپنی میں بھی نظر نہیں آنا ورنہ نتائج کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

اس نے لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹا کر وارننگ دی۔

"تو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔"

"جو بھی سمجھ لو ایز یو لائک--------!اب جاؤ یہاں سے مجھے اپنا کام کرنے دو۔"

" میں نہیں جانے والی , ایسے کیسے میں چلی جاؤں----؟"

"میں فی میلز کی بہت عزت کرتا ہوں اور اگر تم اب نہ گئ تو مجبوراً مجھے گارڈز کو بلانا پڑے گا-------ناؤ چوائس از یورز؟"

وہ بنا لحاظ کیسے بولا۔

ثانیہ پوری طرح جل کر خاک ہوئی۔

"کنٹرول یور لینگویج ! میں تمہاری ماموں زاد ہوں تم مجھ سے۔۔۔۔۔۔۔"

"بائی دا وے !کون سے ماموں اور کون سی ماموں زاد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس رشتے کے نام پر تم لوگ صرف ایک بدنما۔دھبہ ہو , اس سے زیادہ نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گیٹ آؤٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ دبے دبے غصے سے کہتا کرسی پیچھے دھکیلتا اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ ڈر سہم سی گئ ۔

"حح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حدیر۔۔۔۔۔۔۔دیکھو ابھی تم بہت غص۔۔۔۔۔"

"آئی سیڈ جسٹ گیٹ آؤٹ فرام ہیئر۔۔۔۔۔۔"

وہ اس کی بات کاٹ کر یک دم دھاڑا۔

ثانیہ حدیر کو اتنا غصے میں دیکھ کر وہاں سے فوراً کھسک لی۔

وہ واپس اپنی جگہ آ گیا اور پانی گلاس میں ڈال کر گلاس لبوں سے لگا کر خود کو ریلیکس کرنا چاہا۔

تھوڑی دیر بعد اسے باہر سے ہلکے سے شور کی آواز آئی وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

اسی وقت اس کا سیکرٹری حواس باختہ سا اجازت لے کر اندر آیا۔

"سر جلدی سے باہر آئیں مس ثانیہ باہر بہت توڑ پھوڑ کر۔رہی ہیں۔" اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی بول پڑا تو حدیر غصے سے بھرا بڑے بڑے قدم اٹھا کر باہر نکل گیا۔

حدیر نے کپڑوں کے وارڈ میں اسے کپڑے خراب کرتے دیکھا تو بھاگ کر آیا ۔ فرش پر چار پانچ

سوٹ بری طرح پھاڑ کر اس نے پھینکے ہوئے تھے۔

"واٹس رونگ ود یو ! دفع ہو جاؤ یہاں سے جتنا تم میرا نقصان کر چکی ہو وہ کیا کم تھا جو اب یہ تماشا کر رہی ہو۔" وہ غصے سے دھاڑا۔

لیکن ثانیہ پاگلوں کی طرح ہینگر میں لٹکے کپڑوں کی طرف بڑھی تو حدیر نے اسے بازو سے سختی سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف موڑ کر ایک زور دار تھپڑ مارا۔

پل بھر میں ماحول میں ایک سکتہ سا طاری ہو گیا۔

ورکرز ڈر کر اپنے اپنے کاموں میں جت گئے جبکہ ثانیہ منہ پر ہاتھ رکھے ہکا بکا حدیر کو تک رہی تھی۔

"بس سکون مل گیا اب, تم یہی تو چاہتی تھی ۔۔۔۔۔۔۔" وہ استہزاء سے بھرے لہجے میں بولا۔

"گارڈز ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گارڈز ادھر آؤ سب۔۔۔۔۔۔" اس کی پکار پر باوردی گارڈز بھاگ کر وہاں جمع ہو گئے۔

"اگلے پانچ منٹ میں اگر یہ لڑکی یہاں سے نہ گئی تو میری طرف سے پرمیشن ہے اسے بے شک اٹھا کر باہر پھینک دینا۔" وہ گارڈز کو رعب دار آواز میں کہتا واپس مڑ گیا۔

"خبردار! جو مجھے کسی نے ہاتھ لگایا , جا رہی ہوں ۔"

اس نے ابھی بھی منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا وہ غصے سے بڑبڑاتی, تن فن کرتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

☆☆☆ ☆☆☆

دوپہر ڈھل چکی تھی۔

زینب خالہ کسی کام سے باہر گئی تھیں وہ اس وقت گھر میں اکیلی تھی۔

زینب خالہ ویسے تو ایک سکول میں خاص ملازمہ تھیں لیکن اس کے بعد بھی اپنا پیٹ پالنے کے لیے کچھ معاوضہ لے کر کسی نہ کسی کا کام کر دیا کرتی تھیں ۔ اس محلے میں لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے کیونکہ وہ اچھی ہی اتنی تھیں خود نویرہ کو بھی بہت اچھی لگتیں۔

انہیں گئے کافی دیر ہو گئی تو نویرہ کچن میں آ گئی۔

کچن کے نام پر یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا ۔

اس نے ڈبے کھول کھول کر چیک کیا سبزی تو تھی نہیں ۔ مہینے کے اواخر دن چل رہے دالیں بھی تقریباً ختم ہی تھیں,

اس پل نویرہ کو خالہ زینب پر بہت ترس آیا۔ بے چاری کا آگے پیچھے کوئی سہارا بھی نہیں تھا ایک ہی بیٹی تھی جو بیاہ دی تھی۔

اس کے سمجھانے پر سدرہ واپس جانے کے لیے مان گئی تھی ۔ جب اس کا شوہر اسے لینے آیا تھا تب لگے ہاتھوں نویرہ نے اس کی بھی کلاس لے ڈالی وہ آئندہ ایسا نہیں کریں گے اس بات کا اس نے دونوں سے وعدہ لیا تھا اور وہ خوشی خوشی واپس گئے تھے۔ خالہ زینب جو اپنی بیٹی کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی تھیں نویرہ کی مشکور اور احسان مند سی ہو گئیں۔

جب شیرازی صاحب نے نویرہ کے بارے میں ان سے بات کی تھی تو وہ کچھ ہچکچا رہی تھیں لیکن جب سے نویرہ سے ملی تھیں وہ بہت خوش ہو گئ تھیں نویرہ انہیں بہت بھائی تھی اتنی خوبصورت اور اونچے گھر کی بہو ہونے کے باوجود اس کی طبیعت میں ایک ٹھہراؤ تھا , عاجزی تھی, وہ پانچ وقت کی باقاعدگی سے نماز پڑھتی تھی جس کی وجہ سے وہ اور سدرہ بھی دیکھا دیکھی پڑھنے لگی تھیں۔ وہ سدرہ سے بھی زیادہ ان کا خیال رکھتی تھی۔

ایک ٹوکری میں صرف آلو پڑے تھے اس نے تھوڑے سے لے کر آلو چھیل لیے , مصالحہ بننے کے لیے چولہے پر رکھ دیا۔ کوئی آدھے گھنٹے تک آلو کڑھی تیار تھی۔

پھر ایک درمیانے سائز کی پرانی سی زنگ آلود فریج کھول کر اس میں جھانکا تو اس میں تھوڑی سی دہی اور دھنیا بھی مل گیا اس نے ساتھ دھنیے کی چٹنی بھی بنا لی۔

کتنے دنوں سے اس نے ڈھنگ سے کھانا نہیں کھایا تھا اور آج یکدم ہی اس کی بھوک چمک اٹھی تھی۔

تھوڑا سا آٹا گوندھ کر فریج میں سیٹ ہونے کے لیے رکھ دیا۔

ابھی وہ اپنے آنچل سے ہاتھ خشک کرتی کچن سے باہر ہی آئی تھی کہ اچانک دروازہ زور زور سے بجا۔

"لگتا ہے خالہ زینب آ گئ ہیں۔"

وہ زیر لب کہتی تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی۔

دستک ایک بار پھر سے ہوئی اس نے جلدی سے چٹکی گرا کر دروازہ پورا کا پورا کھول دیا۔

اس نے جیسے ہی نگاہیں اوپر اٹھائیں وہ حق دق رہ گئ۔

شاک اتنا اچانک تھا کہ وہ ساکت سی اپنی جگہ برف کی طرح جم کر رہ گئ۔

سامنے کھڑے شخص کو یوں سامنے پا کر اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئ۔

"اب کیا ایسے ہی دروازے پر کھڑا رکھو گی اندر نہیں آنے دو گی؟" اسے راستے میں ہونقوں کی طرح کھڑے دیکھ کر مقابل نے شرارت کی۔

وہ کسی ٹرانس کی صورت دروازے سے ہٹ گئ۔

مقابل بڑے مزے اور شان سے آنگن کی طرف جانے لگا۔

"اسے کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں ہوں؟"

وہ شاکڈ سی سست روی سے اس کے پیچھے پیچھے چلتی اس کی پشت کو گھورنے لگی۔

مقابل نے بڑے دلفریب انداز میں اسے مڑ کر دیکھا اور اس کی حالت سے لطف اندوز ہوا۔

"آپ یہاں کیسے؟ میرا مطلب ہے پتہ کیسے چلا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں یہاں پر ہوں صرف ایک انسان کے علاوہ اور کسی کو نہیں پتہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر آپ۔۔۔۔۔۔" حیرت کی زیادتی سے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا پوچھے اور کیسے پوچھے۔

"جسٹ بی ریلیکس! میں یہاں کیسے آیا یہ بات چھوڑو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دا موسٹ امپورٹنٹ تھنگ

دیٹ! تم ادھر کیا کر رہی ہو؟ آئی تھنک ! جب میں شیرازی ہاؤس سے گیا تھا تب تو سب کچھ ٹھیک ہو چکا تھا پھر سڈنلی ایسا کیا ہوا کہ تمہیں گھر ہی چھوڑ کر یوں اجنبی جگہ پر آ کر رہنا پڑا؟"

وہ بان کی چارپائی پر بیٹھ کر اب اسے نہایت سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔

"میں اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی, سو پلیز ! جسٹ کلوز دس ٹاپک۔۔۔۔۔"

نویرہ نے چڑ کر کہا۔

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔کیوں بات نہ کروں , جب تک بات نہیں کریں گے تب تک مسئلہ حل کیسے ہو گا؟"

"کیونکہ آپ حدیر کی ہی سائیڈ لیں گے , میں کچھ بھی کہوں گی تو آپ کو میں ہی غلط نظر آؤں گی۔"

"نہیں ایسا بلکل نہیں ہے میں تمہیں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ غلطی حدیر کی ہی ہو سکتی ہے۔"

شارف نے اس کے بگڑتے موڈ کو دیکھ کر رسانیت سے کہا۔

نویرہ قدرے چونک کر اسے تکنے لگی۔

"جب سب جانتے ہی ہیں تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"ہاں جانتا ہوں لیکن اصل بات کا علم نہیں ہے نہ مجھے اور نہ ہی فضہ کو , کل میری فضہ سے

فون پر کافی دنوں کے بعد بات ہوئی تو اس نے مجھے حالات سے آگاہ کیا میں تو یکدم شاکڈ سا رہ گیا تھا۔"

اس نے تحمل مزاجی سے کام لیا۔

"اوہ تو اب فضہ بھی جانتی ہے کہ میں یہاں پر ہوں۔"

اس بارے میں صرف ماموں جان جانتے تھے یقیناً انہوں نے ہی فضہ کو بتایا ہو گا اور فضہ نے پھر شارف کو اور شارف اسے ڈھونڈتا ہوا آخر یہاں تک پہنچ ہی گیا۔

نویرہ اپنی ہی سوچوں میں الجھی کڑی سے کڑی ملا رہی تھی۔ ماموں جان کے لیے اس کے دل میں ہلکا سا شکوہ جاگا۔

"ہاں ! فضہ جانتی ہے اور مجھے بھی فضہ نے ہی بتایا ہے, اس نے انکل آنٹی کو آپس میں بات کرتے ہوئے سن لیا تھا انکل نے خود سے کسی کو کچھ بھی نہیں بتایا حالانکہ حدیر نے بہت کوشش کی لیکن انکل نے یہی ظاہر کیا کہ وہ کچھ نہیں جانتے کہ تم کہاں گئ ہو۔"

شارف نے تفصیل سے اسے حقیقت سے آگاہ کیا تو نویرہ نے ایک طویل سانس خارج کی۔

"اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اور میرے پیچھے یہاں۔کیوں آئے ہیں؟"

وہ خفگی سے اب شارف کو دیکھ رہی تھی , شارف ہلکے سے مسکرا دیا۔

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ حدیر نے تم سے ایسا کیا کہا جو یوں تم اس سے الگ ہونے کا مطالبہ کر بیٹھی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے جب فضہ سے پتہ چلا تو آئی واذ شاکڈ۔۔۔۔۔۔۔"

"اوکے فائن! اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ لیٹ لیسٹ ! تم حدیر کو ایک موقع تو دو , وہ اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہے , ایک بار بات کر کے دیکھ لو ہو سکتا ہے سب ٹھیک ہو جائے۔"

وہ ناصح انداز میں گویا ہوا۔

"یہ ناممکن ہے اب میں واپس حدیر کے پاس نہیں جا سکتی , پہلے اسے بہت موقعے دیئے لیکن ہر بار اس نے میرا امتحان لیا , میری عزتِ نفس کو ٹھیس پہنچائی , مجھے ہرٹ کیا, ہر وہ کام کیا جس سے مجھے تکلیف پہنچ سکتی تھی لیکن میں نے پھر بھی اسے معاف کر دیا۔ اب جب وہ مجھ پر بھورسہ ہی نہیں کرتا تو میں اس کے پاس واپس کیوں جاؤں۔"

وہ یک دم غصے میں آ کر بولی۔

"میں مانتا ہوں اس نے بہت غلط کیا اسے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا لیکن مجھے یقین ہے تم اسے موقع دو گی تو وہ خود کو ٹھیک کر لے گا۔ وہ واقعی بہت نادم ہے تم سے ملنا چاہتا ہے , پاگلوں کی طرح تمہیں ڈھونڈتا پھر رہا ہے ۔ صرف ایک بار۔۔۔۔۔۔۔۔ایک بار اس سے بات کر لو ٹرسٹ می! وہ تمہارے سارے شکوے , شکایتیں دور کر دے گا۔"

اس بار شارف کا لہجہ ملتجی تھا۔

نویرہ رخ موڑے شارف کی ساری باتیں سن بھی رہی تھی اور اچھی طرح سے سمجھ بھی رہی تھی۔ لیکن وہ بنا کوئی جواب دیئے اندر کی جانب بڑھ گئ۔

تھوڑی دیر بعد وہ باہر آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں بسکٹ اور دو چائے کے کپ تھے۔

ک

لکڑی کی کرسی اور چھوٹی سی لکڑی کی ہی ٹیبل وہ پہلے ہی اس کے آگے رکھ چکی تھی۔

میز پر ٹرے رکھ کر نویرہ نے اسے کرسی پر آنے کا کہا۔

شارف خاموشی سے اٹھ کر کرسی پر ٹک گیا۔

نویرہ چارپائی پر بیٹھ کر پرندوں کو دیکھنے میں مگن ہو گئ البتہ اس کے دل و دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔

"پلیز ایک گلاس پانی مل جائے تو بڑی مہربانی ہو گی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

نویرہ ہاں میں گردن ہلاتی فوراً اندر کی طرف چلی گئ ۔

"شکریہ!" پانی کا گلاس نویرہ کے ہاتھ سے لے کر اس نے خوش اخلاقی سے کہا اور گگاس لبوں سے لگا کر ایک ہی سانس میں سارا پانی پی گیا۔ وہ صبح سے گھر سے نکلا ہوا تھا لوکیشن کا پتہ ہونے کے باوجود اسے گھر ڈھونڈنے میں خاصی دقت پیش آئی۔ پانی سے حلق تر ہوتے ہی اس کی جیسے جان میں جان آ گئ۔

بسکٹ کی پلیٹ کو اس نے چھوا تک نہیں تھا اور چائے کا کپ اٹھا کر آرام آرام سے پینے لگا اور ساتھ ساتھ نویرہ کو کنوینس کرنے کا طریقہ کار سوچنے لگا۔

نویرہ ابھی بھی اڑتے پھرتے پرندوں کو بڑے دھیان سے دیکھ رہی تھی اور شارف اسے۔

"تمہاری چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" شارف نے مسکرا کر کہا تو نویرہ نے چونک کر ایک نظر اسے دیکھا پھر خاموشی سے کپ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

کچھ پل ان دونوں کے بیچ خاموشی حائل رہی پھر شارف نے ہی سلسلہ کلام پھر سے جوڑنے کے لیے پہل کی۔

"پھر کیا سوچا تم نے۔۔۔۔۔۔۔؟"

"کس بارے میں۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

"حدیر کے بارے میں اور کس بارے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔"

"سوال و جواب کی اب کوئی ضرورت نہیں میرا فیصلہ اب بھی وہی ہے جو پہلے تھا۔" وہ چائے کے کپ کے کناروں پر انگشتِ شہادت پھیر کر بولی۔

"ایک بار اور سوچ لو, ایک دو دن کی بات نہیں یہ تمہاری پوری زندگی کا سوال ہے ۔ "

"میں حدیر کی زندگی سے سوچ سمجھ کر ہی نکلی ہوں , میرا یہ کوئی جذباتی فیصلہ نہیں ہے آپ جتنی بار بھی پوچھیں گے میرا یہی جواب ہو گا۔"

شارف میز پر خالی کپ رکھتا چونک کر اسے دیکھنے لگا جو سر جھکائے چائے پینے سے زیادہ اسے تکنے میں لگی تھی۔

"اگر ایک بار چل کر حدیر کی حالت دیکھ لو تو ایم شیور ! تم اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"

شارف نے ایک اور پتہ پھینکا۔

"کوئی بھی کسی کے بغیر نہیں مرتا یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اور کچھ نہیں۔" نویرہ نے طنزیہ کہا اور ٹھنڈی چائے کا کپ بے دلی سے واپس میز پر رکھ دیا۔

"ہاں ! مرتا تو کوئی بھی نہیں ہے لیکن جینے کے انداز تو بدل جاتے ہیں, یہ بات تو تم مانتی ہی ہو گی۔"

نویرہ کچھ پل کے لیے لاجواب سی ہوئی۔

"حدیر کو ہائی فیور ہے , وہ نہ تو کسی سے بات کر رہا ہے نا کھا پی رہا ہے صرف نویرہ نویرہ کی رٹ لگا رکھی ہے کیا اب بھی تم ایسے شخص کو ایک موقع نہیں دینا چاہو گی؟"

شارف آہستہ آہستہ نویرہ کے گرد گھیراؤ تنگ کر رہا تھا اسے کنوینس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حدیر کی طبیعت کی خرابی کا سن کر نویرہ کا دل اچانک ڈوب کر ابھرا تھا۔ اس کی بہت عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی لیکن وہ شارف جو اسے بڑی توجہ سے جانچ رہا تھا اسے محسوس بھی نہیں کروانا چاہتی تھی۔

تیر سیدھا نشانے پر لگا تھا شارف مسکراہٹ دانتوں تلے دبا گیا کیونکہ جانتا تھا نویرہ کو اتنی جلدی باتوں میں لانا آسان کام نہیں تھا۔

وہ اس کی باتوں پر یقین کرنے کے قریب تھی لیکن دوسرے ہی لمحے ایک خیال اس کے

دماغ میں لپکا۔

"کیا آپ سچ بول رہے ہیں یا صرف مجھے ایموشنل بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟"

نویرہ کے تیور یک دم بدلے وہ تیکھے پن سے گویا ہوئی۔

"آف کورس! میں کیوں جھوٹ بولوں گا تم سے۔۔۔۔۔۔۔" شارت نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ کر کہا۔

"اوکے ! ابھی پتہ چل جاتا ہے۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے طنزاً کہا اور موبائل آن کر کے ایک نمبر ملایا۔ کال ریسیو ہونے پر نویرہ نے حال احوال پوچھا پھر سیدھی اپنے مطلب کی بات پر آئی۔

"وہ۔۔۔۔۔۔۔آنٹی! اب کیسی ہیں ان کی طبیعت ٹھیک رہتی ہے؟" نویرہ نے فکر مندی سے استفسار کیا جبکہ ماموں جان کا نام سن کر ہی شارف کی سیٹی گم ہوئی وہ گڑبڑا کر سیدھا ہوا۔ نویرہ نے بڑے مشکوک انداز میں اسے گھورا۔

"ہمم ۔۔۔۔۔۔۔اچھا اور فضہ , سمیر وہ دونوں کیسے ہیں؟" دوسری طرف سے جواب پا کر اس نے ایک نیا سوال داغ دیا۔

"ہاں بیٹی ! ٹھیک ہیں وہ دونوں بھی, فضہ اور تمہاری آنٹی تمہیں بہت یاد کرتی ہیں۔"

"اچھا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں بھی انھیں بہت یاد کرتی ہوں۔"

"تو پھر واپس آ جاؤ , بہت دن رہ لیا وہاں اب اور میں نہیں رکنے دوں گا۔"

شیرازی صاحب نے ہلکا سا ڈپٹ کر کہا۔

"نہیں ماموں جان ! اب ایسا ممکن نہیں --------" نویرہ کا جواب سن کر دوسری طرف خاموشی چھا گئ۔

"ماموں جان ! پکی بات ہے ناں گھر میں سب ٹھیک ہیں؟" نویرہ کا انداز کھوجنے والا تھا۔

شیرازی صاحب کا ہلکا سا بے ساختہ قہقہہ گونجا۔

"ارے بچے ! ڈائریکٹ پوچھ لو نا جس کا پوچھنا چاہ رہی ہو۔"

ماموں جان کی بات پر وہ خجل سی ہو گئ وہ جواب دینے کی بجائے نچلا لب دانتوں سے کاٹنے لگی۔

"حدیر بلکل ٹھیک ہے ہاں اب پہلے جیسا نہیں رہا بہت بدل گیا ہے اور میں جانتا ہوں اسے وہ تمہیں ڈھونڈنے کے لیے پوری جان لگا دے گا۔"

لیکن نویرہ شارف کو کھا جانے والی نظروں سے گھورنے میں مصروف تھی ۔ جس مقصد کے لیے اس نے فون کیا تھا وہ پورا ہوتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔

"مجھے پہلے ہی شک تھا آپ اسی کی طرف داری کرنے آئے ہیں , میں کیا چاہتی ہوں --------میرا کیا پوائنٹ آف ویو ہے اس کی کوئی ویلیو ہی نہیں ہے---------ہے ناں؟

"

وہ یک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئ اور بپھر کر کہا۔

شارف بھی ہونٹ بھینچ کر کھڑا ہو گیا۔

"جو تم سمجھ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ہے حدیر۔۔۔۔۔۔۔"

"آپ پلیز جائیں یہاں سے۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔۔" نویرہ نے اس کی بات کاٹ کر رخ پھیر لیا۔

شارف چند ثانیے اس کی پشت کو گھورتا رہا پھر بڑے بڑے قدم اٹھاتا , بنا رکے , بغیر پیچھے دیکھے وہاں سے چلا گیا۔

نویرہ چارپائی پر بیٹھ کر تیزی سے امڈنے والے آنسوؤں کو روکنے کی سعی کرنے لگی اسے اتنی ہوش بھی نہیں رہی تھی کہ اٹھ کردروازہ ہی بند کر دیتی۔

شارف نے باہر آ کر اطراف میں ایک نظر ڈالی پھر گاڑی کی طرف آ گیا۔

اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اس نے ایک نمبر ملایا تو جلد ہی کال ریسیو ہو گئ۔

"نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔نویرہ ! واپس تو کیا حدیر کو ایک موقع دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہوئی۔"

شارف نے تاسف سے کہا۔

پھر رک کر مقابل کی بات سننے لگا ۔

"کرنا کیا ہے میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر پلان نمبر ون ناکام رہا تو ہمیں پلان نمبر بی پر عمل کرنا پڑے گا۔"

پھر مقابل کا جواب سن کر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلو اب میں فون۔رکھتا ہوں باقی باتیں میں گھر آ کر کرتا ہوں۔۔"

اتنا کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔

☆☆☆ ☆☆☆

ساری سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ نیچے پہنچ گئ۔

اس نے دھیان سے اس جگہ کو دیکھا۔ یہ ایک کشادہ سا تہ خانہ تھا۔

آئیملک کو بے حد حیرانی ہوئی۔

آخر مدیحہ بیگم کو یوں خفیہ کمرہ کمرہ بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بس سوچ کر رہ گئ۔

پھر سر جھٹک کر اس نے آگے قدم بڑھا دیئے۔

وہاں اتنا کاٹھ کباڑ جمع تھا کہ ایک پل کے لیے آئیملک کو لگا کہ وہ کسی سٹور روم میں گھس گئ ہو۔

کہیں کہیں سے عجیب عجیب سی بدبو بھی آ جاتی تھی۔

وہ بنا رکے ناک پر ہاتھ جمائے آگے آگے جانے لگی۔ یہ کمرہ نہیں ایک بہت بڑا ہال تھا جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

سارا گھومنے پھرنے کے بعد اسے سوائے وہاں پڑے ناکارہ سامان کے اور کچھ خاص نظر نہیں آیا۔

ابھی وہ واپس جانے کا سوچ ہی تھی جب اسے ایک ہلکی سی عجیب سی آواز سنائی دی۔

پہلے اسے لگا شاید یہ جگہ ایسی تھی کہ اسے ڈر کی وجہ سے وہم ہو رہا ہو گا لیکن آواز پھر یکے بعد دیگرے دو تین بار سنائی دی تب اسے ایسے لگا جیسے کوئی اسے اپنی طرف بلا رہا ہو , کوئی اسے مدد کے لیے پکار رہا ہو۔

آئیملک کو اپنی سکس سینس پر بہت یقین تھا اسی لیے وہ اب بھی انہیں احساسات کے زیرِ اثر آوآز کا تعین کر کے ایک طرف بڑی احتیاط سے چلنے لگی۔

کچھ آگے جا کر اسے بلب کی روشنی دکھائی دی جس کا مطلب تھا کہ وہاں ضرور کوئی موجود تھا۔

وہ اور آگے بڑھی اور بڑے سے لوہے کے زنگ آلود ڈبے اور پلاسٹک کے اوپر نیچے رکھے ڈرمز کی اوٹ سے اندر جھانکا اور سامنے کا منظر دیکھ کر وہ ہکا بکا رہ گئ۔

ایک درمیانی عمر کا آدمی کرسی پر رسیوں میں بری طرح سے جکڑا ہوا تھا اور بار بار انہیں کھولنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔

اس کے عین سر کے اوپر نارنجی رنگ کا بلب لٹکا ہوا تھا۔

نجانے کون تھا اور یہاں۔کیوں بندھا تھا۔ اس کی آئیملک کی جانب پشت تھی اس لیے وہ اسے دیکھنے کے لیے دبے پیر بلی کی طرح چلتی ہوئی اس کے بلکل سامنے آ کر کھڑی ہو گئ۔

اسے حیرت کا دوسرا بڑا جھٹکا لگا۔

وہ آدمی بھی یوں اچانک اس دھان پان سی خوبصورت لڑکی سامنے پا کر حیران و ششدر رہ گیا۔

آئیملک وہ آدمی کچھ جانا پہچانا سا لگا۔

اس نے سب سے پہلے آگے بڑھ کر اس آدمی کے منہ پر سے سلور کلر کی سختی سے چپکی ٹیپ کو ہاتھ کے جھٹکے اتار پھینکا۔

وہ آدمی نجانے کب سے اس جگہ قید تھا اس کے بال اور داڑھی , مونچھیں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ آئیملک ایک لمحے کے لیے خوفزدہ سی ہو گئ۔

ٹیپ اترنے کے بعد اب چہرہ اور واضح طور پر نظر آنے لگا۔

وہ آدمی بھی ہنوز آنکھیں پھاڑے اسے ہی تک رہا تھا۔

آئیملک اس کی رسیاں کھولنے کے لیے اس کے قریب ہوئی تو یک دم ڈر گیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہی صرف آزاد کرنے لگی ہوں۔ اب شور نہیں کرنا میں آپ کی رسیاں کھول لوں پہلے-----"

آئیملک نے نرمی سے کہا تو وہ آدمی کسی فرمابردار بچے کی طرح سر ہلا گیا۔

آئیملک نے جلدی سے اسے آزاد کیا۔

پیاس اور بھوک کی شدت سے اس آدمی کے ہونٹ پھٹنے کے قریب تھے۔ آنکھیں ایسے سفید پڑ چکی تھیں ۔ حلیہ اتنا خراب تھا کہ بیان سے باہر ------

آئیملک کو اس لمحے اس پر بہت ترس آیا کہ اس کی حالت تھی ہی ترحم کے قابل۔

"اگر میں غلط نہیں ہوں تو آپ حیدر انکل ہیں ناں افغال کے پاپا ---------ایم آئی رائٹ؟"

اس نے کانپتی آواز میں پوچھا۔ آئیملک نے افغال کے روم میں اس کے پاپا کی تصویر دیکھی تھی اور ابھی اسے دقت ہوئی تھی تھوڑی لیکن وہ پہچان چکی تھی۔

اس آدمی نے حیران ہوتے ہوئے ہاں میں گردن ہلا دی۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔۔۔۔!" آئیملک نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اپنی چیخ کا گلہ گھونٹا۔

"اور اگر میں غلط نہیں تو تم شاہینہ اور جہانگیر کی بیٹی آئیملک ہو؟" حیدر نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔۔۔۔آپ نے صحیح پہچانا میں ان کی ہی بیٹی ہوں۔"

آئیملک نے کسی ٹرانس کی صورت گردن کو جنبش دے کر جواب دیا۔

حیدر کی آنکھوں میں ایک عرصے بعد آنسو چمکے اسے جیسے بنجر زمین پر اچانک بارش کی بوندیں گر پڑی ہوں۔

ان کے سامنے کھڑی لڑکی ہو بہو شاہینہ کی تصویر تھی انہیں ایسے لگ رہا تھا جیسے ان کے سامنے آئیملک نہیں بلکہ شاہینہ آ گئی ہو۔

"لیکن آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا؟" اس کی حیرت ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"کیونکہ تم شکل و صورت میں اپنی ماں کی طرح ہو شاہینہ ۔۔۔۔۔۔۔بلکل شاہینہ کی کاپی پیسٹ۔۔۔۔۔۔"

آئیملک کی آنکھوں میں اپنی ماما کا نام سن کر نمی تیرنے لگی۔

"میری ماما-----ماما کہاں ہیں انکل ---------پلیز بتا دیں؟" وہ رونے کے قریب تھی۔
حیدر کو اس کی آواز بھرائی ہوئی سی لگی۔ وہ یک دم لب بھینچ گئے جیسے نہ بتانا چاہتے ہوں۔
"پلیز انکل ٹیل می دیئر آر مائی مام---------- جسٹ ٹیل می دیٹ------پلیز-----"
"ایم سوری آئیملک بیٹا! تمہاری ماں اب اس دنیا میں نہیں رہی , وہ ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا چکی ہے۔"
ایک آنسو کی لڑی حیدر کی آنکھ سے نکل کر ان کے میلے کچیلے کپڑوں میں جذب ہو گئ۔
"کیا----------انکل یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ---------خدارا کہہ دیں کہ یہ سب جھوٹ ہے----------کہہ دیں کہ یہ ایک بھیانک خواب ہے حقیقت نہیں-----"
آئیملک تو اپنی ماں سے نفرت کرتی تھی لیکن اس پل یہ آنسو کیسے روانی سے بہہ رہے تھے, وہ پھوٹ پھوٹ کر کیوں رو رہی تھی-------اسے اپنے تن بدن سے جان کیوں نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی---------وہ نہیں جانتی تھی---------- وہ بس اتنا چاہتی تھی کہ کہیں سے بھی اس کی ماما نکل کر اس کے سامنے آ جائیں اور اسے اپنے آنچل میں چھپا لیں----------
اس کے قدم یک بیک بری طرح سے لڑکھڑائے , کانپتی ٹانگوں پر مزید کھڑا ہونا اسے دشوار ترین لگ رہا تھا---------اس نے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے بمشکل وہاں پڑے لوہے کے ٹین ڈبے کا سہارا لیا۔

کئ لمحے ایسے ہی خاموشی سے سرک گئے۔

آئیملک ہچکیاں بھر بھر کر روئی اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کی بہت قیمتی چیز چھین لی ہو اور وہ تہی داماں رہ گئ ہو۔

خوب رو لینے کے بعد جب اس کے اندر کا سارا غبار آنکھوں کے راستے باہر نکل گیا تو وہ یک دم چپ ہو گئ۔

حیدر علی نے اسے بہت ہمت و حوصلہ دیا , یہ الگ بات تھی کہ وہ بھی اسی کی طرح سفر طے کر رہے تھے۔

شاہینہ انہیں چھوڑ کر جا چکی تھی وہ ابھی تک یہ حقیقت تسلیم نہیں کر پائے تھے۔

آئیملک اب سنبھل چکی تھی جس پر حیدر علی نے سکون کی سانس لی۔

"انکل ! آپ یہاں کیسے ---------میرا مطلب ہے آپ مدیحہ آنٹی کے شوہر ہیں اتنے بڑے بزنس مین ہیں اور اس حالت میں---------- مجھے سچ میں کچھ سمجھ نہیں آ رہی ہے۔"

"بیٹی ! یہ ایک بہت لمبی کہانی ہے پھر کبھی بتاؤں گا , اہم بات یہ ہے کہ اب ہم یہاں سے نکلیں گے کیسے , ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکلنا ہو گا ورنہ تم سوچ بھی نہیں سکتی کتنا برا ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ ساتھ تم بھی پھنس جاؤ گی۔ "

حیدر علی سرگوشی نما آواز میں آئیملک کو حالات کی سنگینی سے آگاہ کرنے لگے۔ وہ اچھی طرح

سے جانتے تھے کہ مدیحہ کتنی خطرناک , تیز طرار اور ہوشیار کھلاڑی تھی۔ انہیں خود سے زیادہ آئیملک کی فکر ہو رہی تھی۔ جس کی دو وجوہات تھیں ایک اس نے ان کی جان بچا کر اتنے عرصے سے مدیحہ کے چنگل سے آزاد کیا تھا وہ اسے اپنا محسن سمجھتے تھے اور دوسری وجہ وہ شاہینہ کی بیٹی تھی۔

آئیملک بھی جیسے ہوش میں آئی وہ واقعی بری طرح سے پھنس سکتے تھے۔

بہت سے سوالات ان دونوں کے دل و دماغ میں چل رہے تھے لیکن سب سے پہلے انھیں وہاں سے نکلنا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف آئے اور آئیملک کو لیے باہر نکل آئے۔ آئیملک نے واپس تالا بند کر دیا جیسے پہلے تھا۔

پھر وہ انکل کو ساتھ لیے جس راستے سے آئی اس سے باہر نکلنے لگی ۔ یہ عقبی راستہ تھا اور حیدر علی اچھی طرح سے اس خفیہ راستے سے واقف تھے لیکن وہ کچھ حیران بھی ہوئے کہ آئیملک اس راستے سے کیسے واقف تھی۔

اب باہر تک وہ لوگ آ گئے تھے لیکن مین گیٹ سے باہر کیسے نکلتے وہاں تو گارڈز ڈیوٹی پر موجود تھے۔

"انکل ! اب کیا کریں پلیز بتائیں, مین گیٹ سے ہم باہر نہیں جا سکتے یہ ناممکن ہے ایسے انہیں ہمارے بارے پتہ چل جائے گا۔ ہمیں خفیہ طریقے سے ہی اس چاردیواری سے باہر نکلنا

ہو گا۔"

آئیملک نے پر سوچ انداز میں ازحد پریشان لہجے میں کہا۔

آئیملک کی بات میں وزن تھا وہ بھی سوچ میں پڑ گئے لیکن تھوڑی دیر تک ہی , اب انہیں سمجھ آ گئ تھی کہ انہیں آگے کیا کرنا ہو گا۔

اچانک حیدر علی کی سامنے ایک طرف پڑی سیڑھی پر نظر پڑی وہ آئیملک کو ادھر ہی رکنے کا کہہ کر احتیاط سے ادھر ادھر دیکھ کر بنا آواز پیدا کیے جلد ہی سیڑھی لے کر واپس آئے۔

آئیملک بھی اب پرسکون ہو گئ تھی۔

سیڑھی دیوار کے ساتھ لگا کر پہلے انہوں نے آئیملک کو اوپر چڑھنے کا کہا۔

آئیملک نے اوپر پہنچ کر دیکھا تو ساتھ ایک گھر جو ابھی بلکل نیا نیا بنا تھا اس کی چھت پر اتر گئ۔

حیدر علی نے بھی اس کی تقلید کی اور چھت پر جا کر نیچے جھانکا۔

دیوار ابھی گیلی تھی اور دیوار کی ایک طرف اینٹیں نکلی ہوئی تھیں اب نیچے جانے کے لیے ان اینٹوں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔

پہلے حیدر علی اترے تاکہ آئیملک کے لیے آسانی ہو وہ بھی ان کے پیچھے ایک ایک اینٹ پر پاؤں رکھ کر وہ نیچے آ گئ۔

وہاں سے وہ لوگ جیسے تیسے نکل کر گاڑی تک پہنچے , پھر آئیملک سب سے پہلے انھیں لے کر

ایک میل سیلون۔ میں آئی ,ان کی حالت کو بہتر کیا اور پھر ریسٹورنٹ چلے آئے ۔
کھانا آتے ہی وہ کھانے پر ٹوٹ پڑے جیسے پتہ نہیں کتنے دن وہ بھوک پیاس میں رہے تھے ,
خود اس ساری صورتحال سے آئیملک ذہنی اور جسمانی طور پر بہت تھک چکی تھی۔ اس نے گزشتہ رات کو تھوڑا بہت کچھ کھایا پیا تھا صبح بھی جلدی میں بغیر ناشتہ کیے ہی نکل گئ تھی اور اب کچھ خالی پیٹ میں گیا تو اس کی جان میں جیسے جان آئی ورنہ تو اسے چکر پر چکر آ رہے تھے۔ ڈاکٹر خرم کی دی گئ ہدایات میں سے اس نے ایک پر عمل نہیں کیا تھا نتیجتاً اس کی حالت دن بہ دن بگڑتی جا رہی تھی۔

بل ادا کرنے کے بعد جب وہ لوگ ریسٹورنٹ سے نکل کر گاڑی میں بیٹھے تھے تو نارنجی, زرد کرنیں آفتاب کے گرد پھیل رہی تھیں جو کہ شام کا اور سورج ڈھلنے کا پتہ دے رہی تھیں۔
حیدر علی کے کہنے پر آئیملک انہیں ان کے گھر لے آئی۔
گاڑی مین گیٹ کے پاس ایک جھٹکے کے ساتھ رکی اس نے دو تین بار ہارن بجایا تو بڑا سا گیٹ فوراً کھل گیا۔
داہنی طرف دیوار کی اوپری جگہ پر "شاہینہ ولا" نام کی نیم پلیٹ نسب تھی۔
وہ اتنا بڑا اور خوبصورت وسیع رقبے پر پھیلا ولا دیکھ کر حیرت سے دنگ رہ گئ۔
"رئیلی انکل! یہ آپ کا گھر ہے آئی کانٹ بلیو دس! میں اپنی زندگی میں اتنا پیارا اور بڑا گھر نہیں دیکھا۔" اس نے مڑ کر انکل کی طرف جو اثبات میں سر ہلانے کے بعد اب مسکرا رہے تھے۔

گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے وہ ان کے اصرار پر اندر چلی آئی۔

"بیٹا جانی! اسے اپنا ہی گھر سمجھو , اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں بلا جھجک اندر آ جاؤ , ابھی تو سارا گھر تمہیں دکھانا ہے۔"

آئیملک جیسے جیسے اندر جا رہی تھی اس کی آنکھیں خیرہ ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ ہر چیز کو بڑی دلچسپی اور غور سے دیکھ رہی تھی شاید اسی لیے حیدر کو اس کی ہچکچاہٹ محسوس ہو گئ تو انہوں نے بڑے پیار سے اسے مخاطب کیا۔

وہاں نوکر چاکر کی بھرمار تھی اور ہر کوئی ان دونوں کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے تک رہا تھا۔

سارا گھر گھومانے کے بعد حیدر اسے آخر میں اپنے بیڈروم میں لے آئے جہاں ایک درمیانی عمر کی خاتون ایک بہت پیارے سے آٹھ سال کے بچے کو کھانا کھلا رہی تھی , بچہ بار بار اس کے ہاتھ پیچھے دھکیل رہا تھا اس کا انداز روٹھا روٹھا سا تھا۔

اس نے ساتھ کھڑے انکل کو دیکھا جن کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"حسن علی حیدر---------میری جان , میرا سب کچھ------" وہ تقریباً بھاگ کر اس بچے کی جانب بڑھے تھے۔

"پپا--------آپ آ گئے----؟" بچہ بھی فوراً سے ان کے ساتھ چپک گیا تھا اور حیرت و خوشی کی ملی جلی آواز کے ساتھ بولا۔

"ہاں بیٹا جانی! میں آ گیا ہوں ---------پپا کو زیادہ مس تو نہیں کیا نا؟" وہ اسے اپنے بازؤں

کے گھیرے میں لے بڑے لاڈ اور دلار سے پوچھ رہے تھے۔

"میں نے-------آپ کو اتنا زیادہ-------اتنا زیادہ مس کیا پپا۔"

حیدر اس معصوم کی معصومیت پر اسے خود سے الگ کر کے ڈھیروں ڈھیر پیار کر ڈالا اور اس کے چہرے پر بوسہ دیتے چلے گئے جیسے گزرے دنوں کی پیاس بجھا رہے ہوں۔

"پپا ! اب کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے ناں؟"

"ہاں! میں ہمیشہ کے لیے اپنے بیٹے کے پاس آ گیا ہوں , اب آپ کے پپا کبھی آپ کو اکیلا نہیں چھوڑیں گے کبھی بھی نہیں۔"

"پرامس ناں-------؟"

"پکا پرامس--------" انہوں نے مسکرا کر یقین دہانی کروائی۔

آئیملک دور کھڑی آنسو صاف کر کے مسکرا دی , وہ کب سے ان دونوں باپ بیٹے کا لاڈ پیار دیکھ رہی تھی۔

"پپا! یہ کون ہیں ؟" حسن علی نے کی موٹی موٹی بھوری آنکھوں میں حیرت جاگی۔

"او ہاں-------یہ -------بیٹا! یہ تمہاری بڑی آپی ہیں --------چلو جا کر آپی کو پیارا سا ہگ دو۔"

اتنے عرصے بعد اپنے بیٹے سے ملنے کی خوشی میں وہ آئیملک کی موجودگی کو بھلا بیٹھے تھے ۔

بچہ بھاگ کر آئیملک کی ساتھ چپک گیا۔

"یہ میرا اور شاہینہ کا بیٹا ہے حسن علی حیدر۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کی پیدائش کے کچھ دن بعد ہی شاہینہ کی ڈیتھ ہو گئ تھی۔ اس کے بعد سے بس اس کی مما اور پپا دونوں میں ہی ہوں۔" وہ افسردگی اور رنجیدگی سے اسے بتا رہے تھے ۔

آئیملک نے غور سے بچے کو دیکھا جس میں شاہینہ اور حیدر دونوں کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

"سو کیوٹ اینڈ سویٹ لے بی۔۔۔۔۔۔۔آپی کی جان!" آئیملک نے جھک کر اسے ڈھیر سارا پیار کیا ۔

"ارے آپ کھڑی کیوں ہو آؤ نا یہاں آ کر بیٹھو۔" اسے ہنوز کھڑا دیکھ کر انہوں نے ایک بڑے سائز کے بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اس کے بہت مشکور تھے آج اس کی وجہ سے وہ اپنے گھر آ سکے تھے۔

ملازمہ کو انہوں نے اشارے سے کچھ چائے کافی سارھ لوازمات لانے کا اشارہ کیا۔

وہ سر ہلاتی خوشی خوشی باہر نکل گئ ۔ زبیدہ خاتون ان کی خاص ملازمہ تھی اور آج ایک عرصے بعد وہ کچن میں آ کر کچھ بنانے لگی تھیں ورنہ تو گھر کا سناٹا اور خاموشی ان کو کاٹنے کو دوڑتی تھی۔

"تم گھر میں بتا کر آئی ہو ؟" اچانک خیال آنے پر انہوں نے آئیملک سے پوچھا جو حسن علی کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی اس کے ساتھ کھیل رہی تھی ان کی آواز پر چونک سی گئ پھر نفی میں سر ہلا دیا ۔

"تمہاری پرسوں مہندی ہے اور تم ایسے کام میں الجھی ہوئی ہو۔۔۔۔۔۔" وہ بڑے آرام اور نرم لہجے میں گویا ہوئے لیکن آئیملک اتنی ہی بے سکون سی نظر آئی یہ سوچ کر کہ آخر انکل کو ساری باتوں کا کیسے پتہ ہے حالانکہ وہ اتنے عرصے سے قید کاٹ رہے تھے۔

"میرا نکلنا بہت ضروری ہو گیا تھا , بہت سے سوالات ہیں جن کا جواب ڈھونڈنا ہے مجھے۔۔۔۔۔لیکن میری شادی کا آپ کو کیسے علم ہے؟"

آئیملک طویل جواب دے کر آخر میں الجھ کر استفسار کرنے لگی۔

"مجھے ہر بات کا پتہ ہے اس بات کا بھی جس کا آپ کو کیا افغال کو بھی نہیں علم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مدیحہ آگے کیا کرنے والی ہے کیا نہیں سب کچھ جانتا ہوں۔"

وہ نہایت اطمینان سے بولے۔

آئیملک کو ان کی باتیں سن کر زبردست سا جھٹکا لگا۔

"لیکن کیسے اور آپ کو کس نے اور کیوں قید کیا تھا؟"

اس نے بے چینی سے سوال کیا۔

"ظاہر ہے مدیحہ نے اور وجہ یہی تھی کہ کہ میں نے تمہاری ماں سے شادی کی تھی اور یہ بات مدیحہ جیسی شکی مزاج اور نفسیاتی عورت کیسے برداشت کر سکتی تھی بس پھر اس نے ایک سال تک تو بڑی دھمکیاں دیں مجھے بھی اور شاہینہ کو بھی لیکن میں اس کی باتوں میں نہیں آیا پھر اس نے میرے خلاف ایک بڑا پلان رچایا اور اس طرح میں اس کے چنگل سے نکل ہی نہ سکا۔

ایک عرصے بعد آج میں نے دنیا کی شکل دیکھی ہے , باہر کی کھلی فضہ میں سانس لی ہے ورنہ تو مدیحہ نے جو حالت کر دی تھی نہ میں زندوں میں رہا تھا اور نہ ہی مردوں میں

"----------

وہ اسے تفصیلاً بتانے لگے اور آئیملک کا اس وقت رواں رواں ہمہ تن گوش تھا۔ وہ ہر حال میں حقیقت جاننا چاہتی تھی اور حیدر علی ہی واحد انسان تھے جن کے پاس اس کے ہر سوال کا جواب تھا۔

"انکل ! بہت سے سوالوں میں سے ایک سوال ایسا ہے جس نے بڑے عرصے سے مجھے بے چین کر رکھا ہے اور میں جانتی ہوں اس کا جواب صرف آپ کے پاس ہے۔ میں جو کچھ بھی پوچھوں گی کیا آپ سب سچ سچ بتائیں گے ؟"

وہ بڑی آس سے ان سے سوال کر رہی تھی ۔

حیدر علی بری طرح سے چونکے کیونکہ انہیں کچھ کچھ اندازہ تھا کہ آئیملک انہیں کس مشکل میں ڈالنے والی تھی ----------

"انکل ! پلیز سچ جاننا میرے لیے نہ صرف ضروری ہے بلکہ میرا حق بھی ہے----------please say yes?please-"

آئیملک سے ان کی خاموشی برداشت نہیں ہو پائی تو بے تابی سے بولی۔

کچھ پل سوچنے کے بعد حیدر نے ہاں میں گردن ہلا دی۔

آئیملک یک دم خوش ہو گئ کہ جس دن کا , جس راز کا اسے برسوں سے انتظار تھا آج وہ گھڑی آ گئ تھی۔

"میرا سب سے پہلا اور اہم ترین سوال یہ ہے کہ میری ماما نے مجھے اور پاپا کو کیوں چھوڑا تھا ایسی کیا بات ہو گئ تھی کہ شادی کے دو سال بعد میری ماما مجھے چھوڑ کر ایک دوسرا مرد جو پہلے سے نہ صرف شادی شدہ تھا بلکہ ان کا ایک بچہ بھی تھا؟"

یہ سوال کرتے ہوئے انہوں نے آئیملک کی آنکھوں اور لہجے دونوں میں بے پناہ درد کو محسوس کیا۔

حیدر نے ہنکارا بھرا اور بے سکونی سے ہاتھ آپس میں مسلنے لگے انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ بات کہاں سے شروع کرتے ۔

ان کے برعکس ---------- آئیملک اپنی تمام حسیات بیدار کیے ان کی جانب متوجہ تھی۔

"آپ شاید جانتی ہو یا نہیں لیکن آپ کے پاپا میرا مطلب ہے جہانگیر کا تعلق ایک متوسط گھرانے سے تھا۔ گھر کے حالات کی وجہ سے وہ بی اے تک ہی تعلیم حاصل کر سکا پھر تعلیم کو خیر آباد کہہ کر اس نے پہلے ایک عام سے ہوٹل میں کام کرنا شروع کیا , ساتھ ساتھ اس نے کوئی چھوٹی موٹی ڈھنگ کی نوکری تلاش کرنے کی بھی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

پھر کچھ ہی عرصے بعد ہوٹل کے مالک کی مدد سے اس نے اپنا ذاتی ہوٹل کھولا۔

جہانگیر کے والد یعنی کہ آپ کے جو دادا ابو تھے شاہینہ ان کے بہت اچھے دوست کی بیٹی تھی جو

جہانگیر کے والد اور والدہ کو شروع دن سے ہی بہو کے روپ میں پسند آ گئی تھی۔ وہ تعلیم اور حسن دونوں میں جہانگیر سے آگے تھی اس کا ایک خواب تھا کہ اس کی شادی اس لڑکے سے ہو جو خوبصورت , پڑھا لکھا, محبت کرنے والا اور دولت مند بھی ہو جیسے اکثر لڑکیوں کا انتخاب ہوتا ہے۔ لیکن جہانگیر ہر لحاظ سے شاہینہ سے دو قدم پیچھے ہی رہا شادی سے پہلے بھی اور شادی کے بعد بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شادی کے ایک سال بعد آپ کی پیدائش ہوئی

آپ ہو بہو شاہینہ کی طرح تھی اور یہی وجہ تھی کہ شاہینہ آپ سے بے انتہا پیار کرتی تھی اس کی زبان پر ہمہ وقت آپ کا ہی ذکر رہتا ۔۔۔۔۔۔۔۔ خیر جس محلے میں شاہینہ اور جہانگیر رہتے تھے اس کے ساتھ ہی ایک کینٹ تھا جس میں میرے ولا کے ساتھ اور بھی بہت سے امیر ترین لوگ بڑے بڑے گھروں میں رہتے تھے۔ مدیحہ میری کالج کی بہت اچھی دوست تھی سب سے پہلے اس نے ہی مجھے پرپوز کیا حالانکہ وہ جانتی تھی کہ میں اسے صرف اپنی ایک اچھی سمجھتا تھا لیکن پھر اس کا بیک گراؤنڈ اور کوالیفیکیشن میرے برابر تھی اس لیے جب میرے لیے اس کا پرپوزل آیا تو میں نے یہ سوچ کر ہاں کر دی کہ شادی کرنی ہی ہے تو اس سے ٹھیک ہے جسے میں پرسنلی جانتا ہوں یوں ہماری شادی ہو گئ ۔ دو سال بہت سکون سے گزرے اور ان دو سالوں میں اللہ نے ہمیں ایک بہت خوبصورت سا بیٹا نوازا تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دو سال تک سب کچھ ٹھیک رہا لیکن پھر مدیحہ کا اصلی چہرہ میرے سامنے آنا شروع ہو گیا اور پھر مجھے پتہ چلا کہ مدیحہ سے شادی کر کے میں نے بہت بڑی غلطی کی تھی کیونکہ وہ اتنی پڑھی

لکھی ہونے کے باوجود بہت شکی مزاج اور تنگ ذہنیت کی مالک تھی پھر کیا آئے دن ہمارے جھگڑے ہونے لگے , میں آفس سے تھکا ہارا گھر آتا تھا اور میرا دل ہوتا تھا کہ میری بیوی پہلے کی طرح ہار سنگھار کر کے میرا استقبال کرے لیکن وہ بہت بدل گئ تھی چھوٹی چھوٹی بات کو لے کر ایشو کریٹ کرنا اس کا معمول بن گیا تھا۔

میں اس ساری صورتحال سے بہت تنگ آ چکا تھا لیکن صرف اپنے بیٹےافغال کے لیے مجھے اس عورت کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑا۔ انہی دنوں میری ملاقات بائی چانس ہی شاہینہ سے ہو گئ , وہ بھی مال میں شاپنگ کرنے آئی تھی اور ادھر سے میں بھی---------- ایک ساڑھی اسے بے حد پسند تھی لیکن اس کے پاس اتنے پیسے نہیں تھی , پہلی ہی نگاہ میں , میں اسے دیکھتا رہ گیا تھا کہ کوئی اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے مجھے اس کے اتنے پیارے سے چہرے پر اداسی بلکل اچھی نہیں لگ رہی تھی میں نے کسی طرح سے شاہینہ کو وہ ساڑھی دلا دی وہ بہت منع کرتی رہی لیکن میں نے بھی اپنی منوا کر ہی دم لیا۔ پھر دوسری بار ہماری ملاقات ایک گیٹ ٹو گیدر پارٹی میں ہوئی , میرا بزنس پارٹنر میرا دوست بھی تھا اور اس کی وائف شاہینہ کی بہت اچھی دوست تھی یوں قسمت نے ہمیں ایک قریب آنے کا ایک اور موقع دیا۔ میں گڈ لکنگ , ہینڈسم تھا جانا مانا بزنس مین بھی تھا تو شاہینہ کو بھی میں پہلی ہی نظر میں پسند آ چکا تھا۔ پھر اس دن خوب باتیں کیں ہم دونوں نے اپنی اپنی حالتِ زندگی ایک دوسرے سے ایک قریبی دوست کی طرح شیئر کی ۔ شاہینہ اور میں دونوں ایک جیسی ہی زندگی جی رہے تھے

---------- مختصراً سمجھوتے کی زندگی۔ جہانگیر نے دن رات ایک کر دی تھی تاکہ وہ امیر ترین نہ سہی لیکن کم ازکم امیر آدمی تو بن جائے کیونکہ وہ شاہینہ کو پاگلوں کی طرح چاہتا تھا لیکن شاہینہ اس کے ساتھ مزید نہیں رہ سکتی تھی ۔ پھر ہم دونوں نے ایک دوسرے سے تفصیلی بات کر کے ایک بہت بڑا , اچانک اور حتمی فیصلہ کر ڈالا ۔ آپ اور افغال ابھی شعور کی منازل تک پہنچے بھی نہیں تھے اس وقت شاہینہ نے جہانگیر سے الگ ہونے کا فیصلہ سنا دیا جس سے جہانگیر تو پاگل ہی ہو گیا کیونکہ وہ شاہینہ کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن پھر مسلسل شاہینہ کے اصرار کے بعد جہنگیر نے اس کی خوشی کے لیے اسے طلاق دے دی اور میں نے بھی مدیحہ سے فوراً ہی علیحدگی اختیار کر لی۔ پھر میں نے شاہینہ کے والدین سے خود جا کر بات کی اور یوں تھوڑے محنت کے بعد وہ لوگ مان گئے اور ہماری شادی ہو گئ ۔ دو سال میں نے اور شاہینہ نے بہت اچھے طریقے سے اور بخوشی گزارے , اس مختصر وقت میں ہم دونوں نے ایک آئیڈیل زندگی گزاری پھر حسن کی پیدائش کے بعد شاہینہ بہت بیمار رہنے لگ گئ ۔ آخری وقت میں اس کی صرف ایک خواہش تھی کہ وہ ایک بار---------- صرف ایک بار جہانگیر اور آپ سے معافی مانگ لے لیکن زندگی نے اسے اتنی محلت ہی نہ دی اور ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلی گئ۔ میں اندر سے بہت ٹوٹ چکا تھا کسی کام کی طرف دھیان نہیں رہا ۔ شاہینہ کے جانے کے کچھ ہی مہینوں بعد مدیحہ نے بہت ہوشیاری سے مجھے اغواء کروا لیا اور بس تب سے اب تک اس نے مجھے تکلیف پہنچانے اور ٹارچر کرنے کے لیے کوئی موقع ہاتھ

سے نہیں جانے دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں جانتا ہوں جہانگیر کا ایکسیڈنٹ نہیں ہوا تھا بلکہ مدیحہ نے اس کا قتل کروایا تھا وہ میرے پیچھے پاگل تھی اور اب بھی پاگل ہے لیکن وہ اس حد تک گر جائے گی میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ اور اب آپ پر اس کی نظر ہے پہلے اس نے سوچا تھا افغال سے شادی کروا کر وہ آپ کا جینا دوبھر کر دے گی لیکن افغال کو آپ سے محبت ہو گئ تو اس نے اپنا پلان تبدیل کر لیا ہے اب اس کا ارادہ آپ کو مارنے کا ہے وہ شادی سے پہلے , مجھے ہر بات کا اس طرح پتہ ہے کہ وہ ایک ایک بات مجھے آکر بتاتی تھی آج میں نے یہ کیا, آج وہ کیا, آگے کیا کرنا چاہتی ہے کیا نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سب کچھ مجھ سے شیئر کرتی تھی اسے یہی تھا کہ میں اب ساری زندگی وہاں اس کی قید میں گزار دوں گا اس لیے اسے مجھ سے کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن وہ شاید بھول رہی ہے وہ اوپر پاک ذات (اللہ) بیٹھی ہے نہ مدد کرنے کے لیے, بے شک مارنے والے سے بچانے والی ذات بڑی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجھے آپ کی بہت فکر ہے ایک عورت ہو کر اس میں انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں ہے وہ کسی بھی حد تک گر سکتی ہے اس لیے آپ کو بہت احتیاط سے رہنا ہو گا بہت چوکنا ہو کر رہنا پڑے گا۔"

وہ اتنی طویل بات کرنے کے بعد اب خاموش ہو چکے تھے لیکن آئیملک ابھی تک سکتے میں تھی اس پورے طویل جواب میں اس کے ہر سوال کا جواب چھپا تھا پھر وہ کیا پوچھتی اور کیا کہتی ۔

"مجھے ایک بار۔۔۔۔۔صرف ایک بار اپنی شادی سے پہلے افغال سے ملوا دو میں سب ہینڈل کر

لوں گا ڈونٹ وری ---------- بہت کھیل, کھیل لیے اس نے اب بس ---------- میں اور اس کو زندگیوں کے ساتھ نہیں کھیلنے دے سکتا----------بیٹا آپ سن رہی ہو نا میں کیا کہہ رہا ہوں-----؟ آئیملک---------آپ ٹھیک ہو------؟" حیدر اس کی حالت دیکھ کر از حد پریشانی سے پوچھنے لگے لیکن وہ اتنی بری طرح سے شاکڈ تھی اس کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا, جیسے کسی نے اس کی اس پل سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کر دی ہو۔ وہ ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں اٹھ کر گاڑی تک آئی اور غائب دماغی سے گاڑی چلا کر " حیدر ولا" سے باہر نکل آئی ۔

حیدر علی اسے پیچھے سے پکارتے رہ گئے وہ نہیں چاہرے تھے کہ آئیملک اس حالت میں ڈرائیو کر کے گھر جائے۔

" الٰہی خیر! میں نے آئیملک کو حقیقت سے آگاہ کر کے کچھ غلط تو نہیں کیا ۔ یااللہ ! اس بچی کو اپنے حفظ و امآن میں رکھنا----------" وہ بے حد پریشانی کے عالم میں دونوں ہاتھوں میں سر گرا کر دل ہی دل میں آئیملک کے لیے دعا کرنے لگے۔

پھر نڈھال قدموں سے واپس گھر کی طرف چلے گئے۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

"باجی! کیا جانا بہت ضروری ہے ؟"

وہ تیزی سے اپنی پیکنگ کر رہی تھی جب سدرہ کمرے میں داخل ہو کر بولی۔

اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ اس کے لہجے میں بھی اداسی گھل گئ۔ نویرہ نے گہری سانس لی۔

"ہاں! بہت ضروری ہے -------" وہ مختصراً جواب دے کر پھر سے بیگ پر جھک گئ۔

"ہمیں چھوڑ کر مت جاؤ نا----------" وہ بڑے مان سے اسے روک رہی تھی۔

"جانا تو پڑے گا---------" وہ مسکرا کر آہستگی سے بولی پھر بیگ کی زپ بند کر کے اسے چارپائی سے نیچے اتارا۔

"آپ چلو میں بیگ لے آتی ہوں-------" سدرہ نے اٹھ کر اس کے ہاتھ سے بیگ لینا چاہا۔

"ارے نہیں میں خود کر لوں گی فکر نہیں کرو۔"

اس نے صاف منع کیا۔

"باجی! مجھے پتہ ہے آپ اٹھا لیں گی لیکن مجھے آپ کا کام کرنا اچھا لگتا ہے, کوئی بات تو مان لیں۔" وہ محبت سے کہتی آخر میں میں نروٹھے پن سے گویا ہوئی تو نویرہ نے آرام سے بیگ پر سے ہاتھ ہٹا کر اسے چھوڑ کر باہر آ گئ۔

سدرہ بھی بیگ اٹھائے اس کے پیچھے پیچھے ہو لی۔

"اچھا ! خالہ میں اب چلتی ہوں اپنا بہت سارا خیال رکھیئے گا میں فون پر بات کرتی رہوں گی۔"

وہ آج نویرہ کی وجہ سے سکول نہیں گئ تھیں ,

وہ اس کی آواز سن کر چارپائی پر بکھرے پالک کے تازہ پتے ایک طرف کرتیں نیچے اتر کر اس کے برابر آ کر کھڑی ہو گئیں۔

میرے ہوتے ہوئے تم اپنی دوست کے پاس رہو میرا دل نہیں کر رہا تمہیں اس طرح بھیجنے کا, حدیر بیٹا بہت اچھا , بڑا نیک بچہ ہے ایک بار اسے معاف کر دو , اپنے گھر واپس چلی جاؤ کب تک ادھر ادھر بھٹکتی رہو گی, تم بھی میری سدرہ کی طرح میری بیٹی ہو اور مجھے خوشی ہو گی اگر تم واپس اپنے گھر چلی جاؤ۔"

نویرہ بڑے دھیان سے ان کی باتیں سمجھ رہی تھی ان کا دل صاف تھا وہ اس کا بھلا ہی تو چاہ رہی تھیں۔

"خالہ ! آپ کی باتیں سو فیصد درست ہیں لیکن ابھی مجھے اپنی دوست کی طرف جانا ہو گا , میں اس بارے سوچوں گی اور حدیر کو معاف کرنے کی بھی پوری کوشش کروں گی, اب میں چلتی ہوں۔"

وہ نرمی سے بولی تو خالہ نے اثبات میں سر ہلا کر اسے گلے سے لگا لیا۔

"جیتی رہو میری بچی, ہمیشہ خوش رہو , اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔"

وہ ان سے دعائیں سمیٹتی سدرہ سے مل ہی رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ نویرہ بری طرح سے چونک گئ۔ اسے شک نہیں بلکہ پورا یقین تھا کہ دروازے کے اس پار شارف ہی ہو

گا۔

وہ خالہ اور سدرہ کو کچھ ہدایات دے کر فوراً سے بیگ اٹھا کر کمرے میں بند ہو گئ۔

سدرہ نے دروازہ کھولا تو آگے واقعی شارف کھڑا تھا۔

"جی آپ کو کس سے ملنا ہے؟" سدرہ کی آواز پر شارف نے چونک کر اسے دیکھا۔

"نویرہ سے , آپ پلیز انھیں بتا دیں کہ شارف آیا ہے کچھ ضروری کام ہے۔" وہ حیران ہوتا سنجیدگی سے بولا۔

"لیکن نویرہ باجی تو کل ہی یہاں چلی گئ تھیں۔"

سدرہ نے بھی سنجیدگی دکھائی۔

"اوہ! کچھ بتا کر نہیں گئ کہ کہاں جا رہی ہے پلیز بتا دیں میرا نویرہ سے ملنا بہت ضروری ہے۔"

"نہیں نویرہ ہمیں کچھ بھی بتا کر نہیں گئ۔"

نویرہ نے جیسے اسے سمجھایا تھا اس نے من و عن وہی الفاظ دہرا دیئے۔

شارف بڑے دھیان سے اسے دیکھتا سر ہلاتا الٹے قدموں واپس لوٹ گیا۔

سدرہ نے ایک لمبی سانس خارج کی اور پر جوش سی واپس آ کر نویرہ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔

نویرہ نے اسے بہت سراہا پھر خالہ اور سدرہ سے مل کر وہ کوئی دس پندرہ منٹ بعد گھر سے باہر آ گئ۔

اس کے حساب سے اب تک شارف مایوس ہو کر واپس جا چکا ہو گا۔

گلی کی دائیں جانب مڑتے ہی اس نے جیسے ہی نگاہ اوپر اٹھائی حق دق رہ گئ۔ سامنے ایک طرف کھڑی چمچماتی گاڑی کے ساتھ بڑے کروفر سے ٹیک لگائے , دونوں بازو سینے پر باندھے وہ اس طرف ہی دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین تھا کہ نویرہ ابھی ادھر ہی تھی اور ضرور باہر نکلے گی۔

خلافِ توقع اسے وہاں پا کر نویرہ کی صحیح معنوں میں سیٹی گم ہو گئ۔

وہ اپنا بیگ گھسیٹتی , خجل سی کسی اجنبی کی طرح اس کے پاس سے گزرنے لگی جب شارف تیزی سے اس کے سامنے آ گیا۔

نویرہ تھوڑا سائیڈ پر ہو کر ایک طرف سے نکلنے لگی لیکن شارف پھر سے اس کے آگے آیا , نویرہ کو مجبوراً رکنا پڑا۔

"شارف پلیز ! میرا راستہ چھوڑیں۔۔۔۔۔" نویرہ نے حتی المقدور اپنے لہجے کو نارمل رکھا۔

"اگر راستہ چھوڑنا ہی ہوتا تو آگے کیوں آتا ہوں۔۔۔۔"

اس کے جواب پر نویرہ نے گھور کر اسے دیکھا جو بڑے مزے سے اب مسکرا رہا تھا۔

"یہ شریفوں کا محلہ ہے کیوں بیچ راستے میں اپنا اور میرا تماشہ بنا رہے ہیں۔" نویرہ کو یک دم تپ چڑھی۔

"تو کس نے کہا ہے کہ تماشہ بنواؤ , گاڑی میں بیٹھو گی تو سارا مسئلہ حل ہو جائے گی اور اگر نہیں تو میں تو ادھر ہی کھڑا رہوں گا, اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے ؟"

بڑی شانِ بے نیازی سے کہا گیا۔

"مجھے حدیر کی شکل بھی نہیں دیکھنی , آپ ناحق اپنا وقت برباد کر رہے ہیں۔" وہ تیوری چڑھا کر بولی۔

"حدیر کے پاس لے کر جا کون رہا ہے , ان فیکٹ! میری تو آج کل اس سے بات چیت بھی نہیں ہو رہی۔ اس نے مجھے یہاں نہیں بھیجا بلکہ میں خود اپنی مرضی سے آیا ہوں۔"

وہ کندھے اچکا کر بولا۔ نویرہ کو حیرانی ہوئی۔

"تو پھر مجھے آپ مجھے اپنے ساتھ چلنے کا کیوں کہہ رہے ہیں؟"

"لو اس میں اتنا حیران اور پریشان ہونے والی کیا بات ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لسن! کیا ہم بہت اچھے دوست ہیں؟" شارف نے سوال کیا۔

"ہاں!"

"تو اسی لیے میں تمہارے ساتھ آج کا دن سپینڈ کرنا چاہتا ہوں , میرا بہت دل کر رہا تمہارے ساتھ لنچ کرنے کے بعد ایک کپ کافی پینے کا۔۔۔۔۔۔۔۔میں تو اس لیے یہاں آیا ہوں۔"

وہ بڑی معصومیت سے بولا۔

نویرہ نے اسے شاکی نظروں سے گھورا پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد اس کی گاڑی کی طرف بڑھی۔

شارف بھی خوش ہوتا اس کے تقلید میں چلا آیا۔

"ایک منٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول کر اچانک رک کر بولی ۔ شارف نے

الجھ کر اسے دیکھا۔ "آفٹر لنچ کافی وغیرہ وغیرہ مجھے ادھر واپس ڈراپ کرنا ہو گا؟"

"اوکے منظور ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈن!"

شارف نے مسکرا کر حامی بھری پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

نویرہ بھی کسی حد تک مطمئین ہوتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد گاڑی ایک بڑے سے ریسٹورنٹ کے باہر رکی۔ ریسٹورنٹ دیکھ کر نویرہ کو پوری تسلی ہو گئ ۔

شارف پارکنگ ایریا میں گاڑی کھڑی کر کے واپس آیا پھر وہ دونوں ایک ساتھ ریستوران میں داخل ہوئے۔

وہ ایک کونے میں رکھی خالی میز کے پاس آ گئے۔ انہیں بیٹھے ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے جب داخلی دروازے سے اندر آتے حدیر پر اچانک نویرہ کی نگاہ پڑی تو پلٹنا ہی بھول ہی گئ۔ وہ ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے یوں اٹھی جیسے کسی چیز نے اسے کاٹ لیا ہو۔

بکھرے, الجھے بال , بڑھی ہوئی شیو اور شکن آلود کپڑے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا یہ وہی حدیر تھا جسے وہ ایک مہینہ پہلے چھوڑ کر گئ تھی , اسے پہچاننے میں تھوڑا وقت لگا۔ وہ ساکت سی بنا پلکیں جھپکے یک ٹک اسے تکنے میں محو تھی۔ نویرہ کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"نویرہ ایم سو سوری یار! ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا , میں نے زندگی میں پہلی بار جھوٹ بولا ہے لیکن یہ سب کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہیں بچا تھا۔ میری

دلی تمنا ہے کہ تم حدیر کو معاف کر کے اس کے ساتھ واپس اپنے گھر چلی جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگین سوری! اب میں چلتا ہوں۔"

نویرہ کو اپنے پاس سے شارف کی سرگوشی نما آواز سنائی دی تو وہ بری طرح سے چونک کر اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

شارف کا سر جھکا ہوا تھا لیکن وہ نویرہ کی آنکھوں میں ابھرتی شکایت بنا دیکھے بھی صاف پڑھ سکتا تھا۔

نویرہ جواباً خاموش رہی ۔

حدیر جب تک پاس آیا شارف تیزی سے وہاں سے نکل گیا اس نے نویرہ کا بھروسہ توڑا تھا جو کہ اسے بہت برا لگ رہا تھا لیکن کبھی کبھی ہمیں زندگی میں آگے بڑھنے کے لیے دل کی نہیں دماغ کی سننی پڑتی ہے اور شارف نے بھی بس وہی کیا تھا جو اسے صحیح لگا تھا۔

نویرہ نے شارف کو نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھا تھا اسے رہ رہ کر شارف پر غصہ آ رہا تھا۔ آج کتنے دنوں بعد وہ اس کے سامنے کھڑی تھی حدیر کے دل کی دھڑکن اتنی تیز تھی کہ وہ اس کی دھک دھک کی آواز بخوبی سن رہا تھا۔ اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ نویرہ اسے مل گئ تھی جب شارف نے اسے خوش خبری سنائی تھی تب سے لے کر اب تک وہ خوشی سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ سارے راستے وہ پتہ نہیں کیا کچھ سوچتا رہا تھا کہ نویرہ سے یہ کہوں گا , نویرہ سے وہ کہوں گا لیکن یہاں آ کر اس کی جیسے زبان ہی تالو کے ساتھ چپک کر رہ گئ۔

نہ جانے کتنے ہی لمحے خاموشی سے گزر گئے وہ دونوں جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں ہم کلام تھے۔

"نوی ! پلیز بیٹھو نا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر نے پیچھے رکھی کرسی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے بمشکل کہا۔

نویرہ اسے کچھ بہت سخت سا سنانا چاہتی تھی لیکن پھر اپنی اس خواہش کا گلا گھونٹ دیا۔

"نو تھینکس ! آپ نے بیٹھنا ہے تو بیٹھ جائیں , میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" وہ بے لچک لہجے میں بولی۔ حدیر اسے بغور دیکھتا لب بھینچ گیا۔

"میں بھی پھر ایسے ہی ٹھیک ہوں ,اگر تم نہیں بیٹھو گی تو میں بھی نہیں بیٹھو گا۔"

حدیر نے بڑے سکون سے کہا جس پر نویرہ جل کر خاک ہوئی۔ پھر دوسرے ہی پل دھپ سے بیٹھ گئ۔

وہ غصے سے منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہی تھی, حدیر کو ہنسی تو بہت آئی لیکن ضبط کر گیا۔

ابھی تو اسے کسی بھی طرح سے نویرہ کو منا کر گھر لے کر جانا تھا وہ اپنے ذہن میں الفاظ ترتیب دینے لگا۔

"جو بھی کہنا ہے جلدی کہیں , میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔"

نویرہ نے بڑے اکھڑے اکھڑے انداز میں کہا ۔

"جو کچھ ہو چکا ہے میں اس سب کے لیے سچے دل سے معافی مانگتا ہوں , میں اپنے کیے پر

بہت زیادہ شرمندہ ہوں , ان گزرے دنوں میں مجھے محسوس ہوا ہے کہ حدیر اپنی نویرہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے ----------کچھ بھی نہیں--------- ایک ایک پل بہت مشکل سے میں نے کاٹا ہے ۔ میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا ہے جس کی سزا اللہ نے مجھے دی ہے ۔ " وہ سر جھکائے اور بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا نویرہ کا چہرہ پر غصے کی تپش صاف ظاہر ہو رہی تھی وہ کسی بھی بات کا جواب دیئے بنا میز کے کنارے کو کھرچنے میں مصروف تھی جیسے وہ وہاں اکیلی بیٹھی ہو۔

"ماضی میں جو کچھ بھی ہو چکا ہے وہ سب بھلا کر ایک نئے سرے سے کیا ہم اپنی زندگی کی شروعات نہیں کر سکتے نوی---------- پلیز صرف ایک بار ----------ایک بار مجھے موقع دے دو اگر میں تمہیں نہ منا سکا تو جو تمہارا فیصلہ ہو گا مجھے قبول ہو گا۔ " حدیر کے لہجے کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں ۔

نویرہ کب سے اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی لیکن آخر کب تک ----------

بلاآخر اس نے حدیر کی جانب نگاہیں اٹھائیں وہ اسے تک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس پل کتنا درد ہلکورے لے رہا تھا نویرہ نے نظریں چرا لیں۔

"پلیز نوی کچھ تو بولو---------- ہم کتنے گناہ کرتے ہیں , کتنی غلطیاں ہم سے کچھ جانے اور کچھ انجانے میں سر زد ہو جاتی ہیں لیکن ہماری ایک پکار پر ہمارا اللہ , ہمارا رحیم مالک ہمیں معاف کر دیتا ہے۔ تمہیں اپنے اللہ پر بہت یقین ہے نا , بہت محبت کرتی ہو نا تو اس

پاک ذات کا واسطہ دیتا ہوں مجھے معاف کر دو اور چلو میرے ساتھ ہمارے گھر---------- میں ہر طرح کی تلافی کرنے کے لیے تیار ہوں , تم جو کہو گی میں کروں گا لیکن میرے ساتھ چلو۔"

اللہ کا واسطہ دے کر اس نے نویرہ کو بہت مشکل میں ڈال دیا تھا اس نے تڑپ کر حدیر کی طرف دیکھا تھا۔

"مما اب پوری طرح سے ٹھیک ہو گئ ہیں جس دن سے تم اس گھر سے گئ ہو مما مجھ سے ناراض ہیں انہوں نے ایک دن بھی مجھ سے بات نہیں کی وہ بہت خفا ہیں مجھ سے۔" وہ آہستگی سے بولا۔

نویرہ کو حیرت کا زبردست جھٹکا لگا ۔ آنٹی حدیر سے سب سے زیادہ پیار کرتی تھیں اور حدیر بھی---------- سب ہی یہ بات جانتے تھے ۔ کیا وہ ان کے لیے اتنی اہم تھی کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے بائکاٹ کر لیا تھا۔

"فضہ کے سسرال والے اب شادی کے لیے اصرار کر رہے ہیں لیکن وہ مان ہی نہیں رہی وہ کہتی ہے جب تک نویرہ نہیں آ جاتی وہ شادی نہیں کرے گی۔ پاپا الگ پریشان رہنے لگے ہیں شیرازی ہاؤس میں ایک ایک فرد کو تمہاری ضرورت ہے پلیز میرے لیے نہیں تو کم از کم ان سب کے کیے مان جاؤ , میں وعدہ کرتا ہوں میں تمہیں تنگ نہیں کروں گا تمہارے سامنے تک نہیں آؤں گا , تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کروں گا ---------بس تم واپس

چلو۔۔۔۔۔۔۔"

حدیر نے اس کا ہاتھ تھام کر گلو گیر لہجے میں کہا , نویرہ یک دم اس کا ہاتھ جھٹک کر اٹھ کر کھڑی ہو گئ ۔

حدیر نے بے یقینی سے اسے دیکھا وہ اتنی سفاک , اتنی ظالم تو نہ تھی پھر آج کیسے اتنی پھتر دل بن گئ تھی۔

وہ تڑپ کر رہ گیا۔

"سوری حدیر! اب بہت دیر ہو چکی ہے , میرا فیصلہ وہی ہے جو پہلے تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" نویرہ نے اٹل لہجے میں کہا اور تیزی سے وہاں سے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئ۔

" نو نوی ۔۔۔۔۔پلیز ایسا مت کرو میں مر جاؤں گا یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے اور سزا مت دو ۔۔۔۔۔۔۔۔میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اتنی کہ بیان نہیں کر سکتا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر تم آج مجھے تنہا چھوڑ کر چلی گئ تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتنا دور چلا جاؤں گا کہ تم ڈھونڈتی رہ جاؤ گی۔۔۔۔۔۔۔۔ میری زندگی میں اگر تم نہیں تو مجھے جینے کا کوئی حق ہی نہیں۔۔۔۔۔" وہ سر میز پر گرائے گڑ گڑا رہا تھا , رو رہا تھا , اسے لگ رہا تھا جیسے آج اس کی زندگی کا آخری دن تھا۔

نویرہ کو لگا وہ اور کچھ دیر رکے گی تو پگھل جائے گی اس کا سینہ حدیر کی سسکیوں سے پھٹ جائے گا , اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے , وہ بھاگتی ہوئی باہر نکل گئ۔

"اوہ نو۔۔۔۔۔پلیز ڈونٹ گو۔۔۔۔" ساتھ والی میز پر ایک ینگ کپل جو کب سے انہیں دیکھ رہے تھے نویرہ کے پیچھے لپکے لیکن وہ جا چکی تھی۔

وہاں موجود تمام لوگ اس لڑکے بازوں میں سر گرائے بری طرح روتے ہوئے حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد حدیر کو اپنی گاڑی کا ہارن بجتا ہوا سنائی دیا وہ حد درجہ حیران ہوتا اوپر اٹھا اور کسی خیال کے تحت بھاگ کر دروازے میں آیا۔

نویرہ اس کی گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بلا رہی تھی۔

حدیر کو لگا جیسے یہ کوئی بہت خوبصورت خواب تھا ایک بے یقینی سی بے یقینی تھی ۔ اسے اپنے اندر ایک نئی زندگی سانس لیتی محسوس ہوئی وہ ہوا کے دوش پر اڑتا ہوا اس تک پہنچا تھا۔

اس نے جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کیں اور جھٹ سے ڈور کھول کر اندر بیٹھ گیا۔

"تھینک یو تھینک یو سو مچ نوی۔۔۔۔۔۔ تم ہو ہی اتنی گریٹ۔۔۔۔۔۔" وہ پر جوش ہو کر بولا

۔

لیکن نویرہ رخ موڑ کر باہر دیکھنے لگ گئ تو حدیر نے بھی گاڑی سٹارٹ کر دی اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ وہ اس کے ساتھ چلنے کے لیے رضامند ہو گئ تھی باقی آگے وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا تھا اور نویرہ کو کیسے منانا تھا۔

ڈرائیونگ کے دوران وہ بار بار اسے دیکھ کر جیسے گزرے دنوں کی پیاس بجھا رہا تھا, جیسے اپنی

خوشی چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔
جبکہ نویرہ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے کھڑی سے باہر بھاگتے دوڑتے منظر دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆□☆☆☆

الوینہ گھر کی تینوں خواتین کو ٹالتے ٹالتے تھک چکی تھی ۔
آئیملک پتہ نہیں دن بھر سے کہاں غائب تھی جو اب کھانے کے وقت بھی موجود نہیں تھی ,
الوینہ کو بے حد پریشانی نے گھیر لیا۔
رات ہونے کو تھی جب آئیملک ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے دہلیز پار کر کے اندر داخل ہوئی لیکن اسے وہیں رکنا پڑا ۔
اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئ جب اپنے سے کچھ فاصلے پر دادو, بوا دادی اور سعدیہ پھوپھو کو کڑے تیور لیے کھڑے پایا۔
وہ خشک ہوتے لبوں پر تیزی سے زبان پھیرتی آگے بڑھی۔ ان کا غصہ اور تیور ملاحظہ کر کے وہ سمجھ سکتی تھی کہ آج الوینہ کو کتنی مشکل سے گزرنا پڑا ہو گا۔
اب پتہ نہیں الوینہ نے ان خواتین سے کیا کیا جھوٹ بول رکھے تھے وہ سوچ میں پڑ گئ۔
"ہاں ہاں! سوچو کیا بہانا بنانا ہے ہم تو یہاں بے وقوف بیٹھے ہیں ناں!" وہ ابھی کچھ بولنے کے پر تول ہی رہی تھی جب سعدیہ پھوپھو نے پہلا تیر اس کی طرف پھینکا۔ آئیملک ادھر ہی لب

بھینچ گئ وہ انہیں چاہ کر بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ آج کل کس اذیت سے گزر رہی تھی۔

"ابی بچے ! تم سے مجھے اس لاپروائی کی ہرگز توقع نہیں تھی۔" دادو نے تاسف سے سر ہلایا۔

آئیملک نے سر جھکا لیا کڈھ بھی۔کہنا اب عبث تھا کیونکہ وہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ دادو کے لیے رسم و رواج کتنے معنی رکھتے تھے۔

"ایسا بھی کیا کام آن پڑا تھا جو تو یوں سب چھوڑ چھاڑ چلی گئ یہ بھی نہیں دیکھا کہ تم مایوں بیٹھی ہو کل رات تمہاری مہندی ہے اس گھر میں تم صرف ایک دن کی مہمان رہ گئ ہو۔ "

بوا دادی بھی کیوں پیچھے رہتیں اس پر کچھ پھول تو نچھاور ہونے ہی تھی۔ پھر پورا آدھا گھنٹہ ان تینوں ہٹلر خواتین نے اسے ادھر ہی کھڑا رکھ کر دنیا جہان کے واعظ سنائے , زمانے کے ریت رواج سمجھائے , سسرال میں کیسے رہنا ہے کیسے نہیں , سارے گن سکھائے

---------- اللہ اللہ کر کے اسے عدالت سے خلاصی ملی اور وہ سکون سے بھرپور سانس لیتی اپنے کمرے میں آ گئ۔

الوینہ جو اس کی خاطر تواضع ہوتی دیکھ چکی تھی بیڈ پر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

آئیملک نے اسے جواباً خفگی سے گھورا۔

اگلی صبح اس کی آنکھ دیر سے کھلی۔ فریش ہونے کے بعد اس نے ناشتے کے نام پر سلائس کی چند بائٹس لیں ساتھ چائے نوش فرمائی پھر سب سے پہلے اس نے افغال کو کال ملائی اگر انکل حیدر نے نہ کہا ہوتا تو وہ کبھی اس سے بات نہ کرتی۔ اس نے اتنی بڑی بات چھپا کر

اسے دھوکے میں رکھا تھا اس کا مستقبل داؤ پر لگا تھا وہ اس سے بہت زیادہ خفا تھی۔

افغال کو اس نے مختصراً بتا کر ایڈریس اچھی طرح سے سمجھا دیا تھا افغال کے لیے یہ ایک بہت بڑا شک تھا۔ رابطہ منقطع کرنے سے پہلے اس نے افغال سے مدیحہ کو کچھ بھی نہ بتانے کا وعدہ لیا اور فون بیڈ پر اچھال دیا۔

خود وہ چلتی ہوئی سنگھار میز کے سامنے رکھی تپائی پر بیٹھ گئ۔

کمرے میں اس وقت وہ اکیلی تھی ۔

اس نے ڈریسنگ ٹیبل کی دراز کھول کر اس میں سے شاہینہ کی خوبصورت سی فریم میں سجی تصویر نکال کر اس پر ہاتھ پھیرنے لگی۔

"کیوں کیا آپ نے ایسا ماما! میرے پاپا کا صرف اتنا قصور تھا کہ وہ حیدر انکل کی طرح امیر ترین نہیں تھے , کیا گزری ہو گی میرے پاپا کے دل پر, سوری ماما میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی , آپ نے مجھے اور پاپا کو اس وقت چھوڑا جب ہمیں آپ کی ضرورت تھی, کتنا رولایا ہے آپ نے ہمیں , ان آنسوؤں کا حساب دینے سے پہلے ہی آپ چلی گئیں۔"

وہ زیر لب کہتی آنسو بہا رہی تھی , جب سے اسے حقیقت کا علم ہوا تھا تب سے وہ ایک ناقابلِ برداشت تکلیف سے گزر رہی تھی۔

"ماما کاش! میں آپ سے شدید نفرت کر سکتی کاش۔۔۔۔۔۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی ۔

اس نے غصے سے تصویر اٹھا کر ڈسٹ بن میں پھینک دی , جب تک وہ تصویر رہتی اس کا غم

تازہ رہنا تھا۔

وہ واپس بیڈ پر آ گئ۔

آج رات اس کی اور الوینہ کی ایک ساتھ مہندی تھی , لیکن دونوں کی کیفیت میں کتنا فرق تھا ۔ کبھی کبھی ہم تقدیر کے ہاتھوں کتنے مجبور اور بے بس ہو جاتے ہیں۔ اگر الوینہ کی خوشی آڑے نہ آتی تو وہ کبھی بھی افغال سے شادی نہ کرتی لیکن شاید اس کی قسمت میں درد ہی لکھا تھا۔

کبھی کبھی اسے خود پر حیرت ہوتی کہ اتنا صبر اس کے اندر کہاں سے آ جاتا تھا۔ بچپن سے لے کر اب تک اس نے درد ہی تو سہا تھا, تکلیفیں ہی تو جھیلی تھیں اپنے پاپا کی طرح ہمیشہ دوسروں کے بارے میں سوچا ان کی خوشی کا خیال رکھتے ہوئے قربانی دی۔

اس نے نمال کو دل و جان سے چاہا تھا لیکن وہ اس کی دسترس سے بہت دور تھا اس پل اسے نمال کی شدت سے یاد آئی اس کا دل اسے ایک نظر دیکھنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ اسے یہاں سے گئے پورے سات دن ہونے کو تھے ۔

وہ تکیے میں منہ چھپا کر بے آواز رو رہی تھی , آج وہ جی بھر کر رو لینا چاہتی تھی کہ رات کو سب کے سامنے خود کو خوش ظاہر کرنے کا دکھاوا بھی تو کرنا تھا۔

بڑی اداسی سے دن اپنے اختتام کو پہنچا اور شام ہوتے ہی گھر بھر میں شور شرابا مچ اٹھا۔ ہر کسی کو اپنی اپنی تیاری کی پڑی تھی۔

مہندی کی رسم میرج ہال میں ہونی تھی اس لیے آدھے سے زیادہ مہمان تو سیدھا وہاں آنے والے تھے۔

رات کا فنکشن تھا اس لیے ان دونوں کو بڑے آرام سے تیار کیا گیا۔

پھر یک دم سے شور اٹھا کہ لڑکے والے مہندی لے کر آ چکے ہیں ۔ میرج ہال تینوں خاندان کے مہمانوں سے کھچا کھچ بھرنے لگا۔

رات نو بجے کے قریب سجی سنوری , ہار سنگھار سے پوری طرح سے لیس آئیملک اور الوینہ کو خوبصورتی سے سجے اسٹیج پر لایا گیا۔

آئیملک اور افغال جبکہ نمال اور الوینہ کو ایک ساتھ بٹھایا گیا۔

وہ دونوں کپل اتنے خوبصورت لگ رہے تھے کہ ہر دیکھنے والی آنکھ میں ستائش تھی , چاروں طرف سے تعریفوں کا نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو چکا تھا وہ لوگ خوش دلی سے اپنی تعریف وصول کر رہے تھے۔

گرین لہنگے پر آف وائٹ کرتی جس پر گرین اور ریڈ ,آف وائٹ تلے اور موتیوں کا خوبصورت سا کام کیا گیا تھا اور ساتھ گرین ہی کامدار بڑا سا دوپٹہ جو الوینہ کے ایک شانے سے آدھا اوپر اور آدھا نیچے لٹک رہا تھا۔ ہم رنگ تازہ پھولوں کی جیولری نے اس کے روپ کو چار چاند لگا دیئے تھے , اپنے پیار کو پانے کی الگ ہی چھب اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔

جبکہ آئیملک مہندی رنگ کی ہی لانگ فراک جس پر گلابی پھول دار کڑھائی اور آف وائٹ,

گولڈن موتی جڑے تھے , ہم رنگ بڑا سا دوپٹہ ایک طرف شانے پر ڈالے اور پیچھے سے ہوتا ہوا دائیں بازو سے بندھا تھا گلابی گجروں کے ساتھ ہم رنگ چوڑیاں اور کانوں میں بڑے بڑے جھمکے جھول رہے تھے۔

اس کے چہرے پر اداسی کے باوجود ایک مقناطیسی کشش تھی جو ہر کسی کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔

آئیملک پر بیک وقت افغال اور نمال دونوں کی نگاہیں جمی تھیں لیکن وہ ان سب سے بے نیاز سر جھکائے اپنی ہی الجھنوں میں الجھی تھی۔

افغال وائٹ کرتا شلوار پر پنک پرنٹڈ سلیو لیس واسکٹ پہنے کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا جبکہ نمال آف وائٹ کرتا شلوار پر گرین پرنٹڈ واسکٹ پہنے بڑی بے نیازی سے بیٹھا وہاں نجانے کتنے دلوں کو دھڑکا رہا تھا کتنے دل ٹوٹے تھے اور کتنی رشک بھری نظروں کے حصار میں وہ تھا, اس سب سے بے خبر وہ بس ایک من موہنی سی صورت دیکھنے میں محو تھا آس پاس کیا ہو رہا تھا اس سے نمال کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

نمال کی بائیں طرف الوینہ بیٹھی تھی جبکہ دائیں طرف افغال کے ساتھ اس سے کچھ انچ کے فاصلے پر آئیملک براجمان تھی۔

آئیملک اور نمال دونوں کے دل ایک ہی لے میں دھڑک رہے تھے دونوں کے دل میں درد تھا تڑپ ہی تڑپ تھی, جسے نمال نے ظاہر کرنے میں دقت محسوس نہیں کی اس کے برعکس

آئیملک---------- وہ بمشکل ہی سہی لیکن اپنے احساسات کو چھپا رہی تھی , دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ ساری مجبوریاں ایک طرف ڈال کر وہ جی بھر کر صرف ایک بار ہی سہی نمال کو دیکھ سکے لیکن اس نے بڑی بے دردی سے اپنی اس تمنا کا بھی خون کر ڈالا اور سر جھکائے آنسو اپنے اندر اتارتی رہی۔

"تم ہمیشہ کی طرح آج بھی پرفیکٹ لگ رہی ہو, اتنی خوبصورت لگ رہی ہو کہ میرے پاس بیاں کرنے کے لیے الفاظ ہی نہیں ---------- "

وہ قدرے آئیملک کی طرف جھک کر بڑی سر مستی میں بولا۔

"تھینکس --------" الوینہ نے آہستگی سے کہا۔

اپنی توقع کے بر خلاف الوینہ کے منہ سے جواب سن کر وہ لب بھینچ گیا۔ اور شکایتی نگاہیں آئیملک پر ٹکا دیں نمال کو لگا اس کے دل میں پھتر فکس تھا جبھی جتنا ممکن ہو پایا آئیملک نے اسے مکمل نظر انداز کیا اور یہ بات نمال کے دل پر جا لگی, وہ سب کچھ برداشت کر سکتا تھا لیکن افغال کے قریب وہ جائے , اس سے بے رخی سے پیش آئے یا اگنور کرے نمال کو پاگل کرنے کے لیے کافی تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی ملک کو کھینچ کر اپنے قریب کر لے , وہ اس سے کچھ فاصلے پر ہی تو بیٹھی تھی' اس پر کتنا ٹوٹ کر روپ آیا تھا وہ چاہ کر بھی چھونا تو دور کی بات بھی نہیں کر سکتا تھا۔

نمال کی گمبھیر سرگوشی پر آئیملک کا دل بری طرح سے دھڑکا اس نے گھبرا کر سر اٹھایا اور

افغال کی جانب دیکھا آیا اس نے کچھ سنا تو نہیں لیکن وہ دوسری طرف منہ کیے اپنے کسی کزن سے محوِ گفتگو نظر آیا , آئیملک پرسکون ہو گئ اسے نمال پر عود کر غصہ آیا لیکن اس نے نمال کی اور دیکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا ۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ جذبات کی رو میں بہہ کر وہ کمزور پڑتی اور اس طرح نمال کو شہہ مل جاتی۔

رسم شروع ہوئی تو وہ وہ سب بھول بھال وقتی طور پر اس محفل کا حصہ بن گئ, اسے نمال کو یہی ظاہر کروانا تھا کہ وہ افغال کا ساتھ پا کر بے حد خوش تھی

جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہی کیونکہ نمال کڑے تیور لیے اسے بہت کچھ جتا رہا تھا۔

آئیملک کو افغال بہت چپ چاپ سا لگا وہ آئیملک کو پا کر بہت خوش تھا لیکن اپنے پپا سے ملنے کے بعد وہ جان گیا تھا کہ آئیملک سب کچھ جانتی تھی , وہ موقع کی تلاش میں تھا وہ ابھی سے معاف مانگ کر اسے منانا چاہتا تھا, بہت سی حقیقتوں سے پردہ اٹھنے کی وجہ سے اس وقت وہ کافی ڈسٹرب بھی لگ رہا تھا۔ آئیملک نے گزرے کچھ دن اس سے بات تک نہیں کی اور وجہ اب اس پر آشکار ہوئی تھی۔ وہ مشکور بھی تھا اور حیران بھی ---------اسے ڈر تھا کہیں آئیملک حقیقت جاننے کے بعد شادی سے صاف منع نہ کر دے۔

جہاں اتنے عرصے بعد پپا سے مل کر وہ خوش تھا وہاں بہت سے شکوے شکایتیں تھیں جو وہ کل ان کے سامنے کر کے آیا تھا۔

ڈھولک, مہندی اور ڈانس وغیرہ کے بعد دونوں کپلز کا بہت زبردست سا فوٹو سیشن ہوا ۔ اس کے بعد بڑے اچھے ماحول میں کھانا کھایا گیا۔

ہال کی ڈیکوریشن سے لے کر کھانے کے مینو تک ہر چیز لاجواب تھی۔

رسمِ حنا کے بعد وہ کچھ فاصلے پر سرخ آنکھیں لیے کھڑی مدیحہ بیگم کے پاس آئی۔

وہ تقریباً دس منٹ ان کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی , آئیملک جانتی تھی کہ اس وقت ان کے دل میں بدلے کی آگ کتنی شدت سے بھڑک رہی تھی وہ رسماً مسکرا مسکرا کر خود کو۔پیش کر رہی تھیں , آئیملک ان کی دوہری شخصیت پر تاسف سے محض سر ہلا کر رہ گئ۔

"بس ایک دن کی بات ہے ساسو ماں! میں اپنے پاپا کے خون کو ضائع نہیں جانے دوں گی , ایک ایک قطرے کا حساب لوں گی , آپ نے آئیملک کو ہلکا لے کر بہت بڑی غلطی کی ہے , آنے والا ہر دن آپ پر تنگ نہ کر دیا تو میرا نام بھی آئیملک جہانگیر نہیں۔"

آئیملک غصے سے سوچتی وہاں سے اٹھ گئ ۔

"بہت بہت مبارک ہو انو۔۔۔۔!"

وہ اپنی کسی کزن سے ہنس ہنس کر بات کر رہی تھی جب اسے اپنے عقب سے ارسل کی آواز سنائی دی وہ تیزی سے الٹی گھومی۔

"تھینکس ۔۔۔۔۔۔" وہ کھل سی گئ۔ لیکن یہ خوشی کچھ ہی لمحوں کی تھی ارسل کی سرخی

مائل آنکھیں اور پریشان حال صورت دیکھ کر اس کا دل دکھ سے بھر گیا وہ شرمندہ سی ہو گئ , ارسل کو اس نے بہت چوٹ پہنچائی تھی لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو صرف نمال کے نام کی مالا جپتا تھا۔

"آ۔۔۔۔۔سلو ! ایکسٹریملی سوری یار! میری وجہ سے تمہارا بہت دل دکھا ہے سارے حالات تمہارے سامنے ہیں , میں نے جان بوجھ کے کچھ نہیں کیا یار۔۔۔"

وہ افسردگے سے سر جھکا کر بولی۔

"میں جانتا ہوں , یک طرفہ محبت میں نے کی ہے اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں , کل تم ہمیشہ کے لیے نمال کی ہو کر اس کے ساتھ چلی جاؤ گی خوشی کے ساتھ ساتھ دکھی بھی ہوں , میں بہت بور ہو جاؤں گا یار تمہارے بنا۔۔۔۔"

لاکھ کوشش کے باوجود ارسل کا لہجہ نم ہوا۔

"میں خود تمہیں بہت مس کروں گی , بے شک شادی ہو جائے گی لیکن ہماری دوستی ہمیشہ ایسے ہی قائم رہے گی۔"

الوینہ نے کھلے دل سے مسکتا کر کہا اور ہاتھ کا مکا بنا۔کر پنچ اس کی طرف کیا جواباً ارسل نے بھی ہاتھ کا پنچ بنا کر اس کے پنچ پر مارا پھر وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

ارسل نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایک بھرپور نگاہ الوینہ کے سراپے پر ڈالی اس لمحے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی , کل اس کا نکاح تھا وہ کسی اور کی ہونے جا رہی تھی , یہ تلخ

حقیقت کتنی تکلیف دہ تھی اس کا اندازہ صرف ارسل کو ہو رہا تھا۔

اس نے بمشکل ترین اپنی نظروں اس پر سے ہٹا کر زاویہ بدل لیا۔ وہ بہت خوش لگرہی تھی, ارسل نے اس کی دائمی خوشیوں کی اس پل دل سے دعا مانگی تھی۔

رسمِ حنا کے بعد رات کافی گہری ہو چکی تھی۔

کچھ دیر پہلے جو ہال مہمانوں سے بھرا بھرا تھا آہستہ آہستہ خالی ہونے لگا۔

اب صرف وہاں تینوں خاندان کے مکین اور خاص خاص مہمان بچے تھے۔

آئیملک اپنی لمبی گھیر دار فراک سنبھالتی, اپنا سیل فون لینے سعدیہ پھوپھو کی طرف جانے لگی لیکن اچانک اس کے پاس سے ایک ویٹر گزرا , چہرہ اسے کافی حد تک جانا پہچانا سا لگا۔

وہ موبائل بھول بھال اس ویٹر کے پیچھے پیچھے جانے لگی۔

ایک خالی گوشے میں جا کر وہ ویٹر خود ہی رک گیا۔ آئیملک کو بے حد حیرانی ہوئی, اس کے رکنے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کی توجہ میں آنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔مطلب اس کا وہم محض وہم نہیں تھا۔

"ہیلو ! ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" پاس پہنچ کر آئیملک نے اسے پکارا تو وہ گھوم کر مڑا۔

آئیملک کچھ پل اسے تکتی رہی پھر پہچانتے ہی اس نے منہ پر ہاتھ رکھا۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

لاؤنج میں بیٹھے گھر کے سبھی نفوس آپس میں باتوں میں مصروف تھے۔

کافی دور دورا چل رہا تھا۔

آج کتنے دنوں بعد شیرازی ہاؤس میں قہقہے گونجے تھے ۔ راحیلہ بیگم پہلے کی طرح بلکل ٹھیک ٹھاک ہو گئ تھیں یہ دیکھ نویرہ بہت خوش ہوئی تھی ۔

"آنٹی ! آپ کو پہلے کی طرح دیکھ کر میں بتا نہیں سکتی کہ کتنی خوش ہوں۔" وہ خوشی سے چہک کر بولی۔

"جانتی ہوں, وہ سب تو ٹھیک ہے مگر یہاں سے جب تم جا رہی تھی تب میں نے کچھ کہا تھا۔"

راحیلہ خفا خفا سی بولیں۔

نویرہ الجھ کر سوالیہ نظروں سے انہیں تکنے لگی اور سوچ میں پڑ گئ کہ آخر اس دن کی کہا تھا۔

"آنٹی نہیں ماما بلایا کرو جیسے فضہ, حدیر اور سمیر مجھے بلاتے ہیں۔"

بڑے پیار سے کہہ کر راحیلہ نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

"اوہ سو سوری ! آئندہ دھیان رکھوں گی ماما۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ شرارت سے بولی۔

راحلیہ جواب میں مسکرا دیں۔

"اور بیٹے ! وہاں اتنے رہی ہو کوئی دقت تو نہیں ہوئی ناں؟" شیرازی صاحب نے فکر مندی سے پوچھا۔

"نہیں ماموں جان ! بہت اچھے دن گزرے۔ خالہ زینب اور سدرہ دونوں بہت اچھی ہیں , انہوں نے میرا بہت خیال رکھا۔" وہ مسکرا کر دھیمے لہجے میں گویا ہوا۔

"چلو اچھی بات ہے ورنہ میں بہت پریشان تھا کہ تم وہاں کیسے رہو گی۔" انہوں نے ملائمت سے جواب دیا۔

"بھئی! آخر ہماری سفینہ کی بیٹی ہے صابر و شاکر اور حوصلہ مند تو ہو گی ہی۔۔۔۔۔۔"

راحیلہ نے ہنس کر کہا۔ راحیلہ سفینہ کی تعریف کر رہی تھی اور یہ ناممکن کاموں میں سے ایک ممکن کام ہو گیا تھا نویرہ اور باقی سب کے ساتھ ساتھ خود شیرازی بھی حد درجہ حیران ہوئے , ان کے حساب سے راحیلہ نے زندگی میں پہلی بار ان کی جان سے عزیز بہن کی تعریف کی تھی وہ بے پناہ خوش ہوئے۔ انہیں راحیلہ سے یہی ایک شکوہ ہمیشہ سے رہا تھا اور آج وہ بھی ختم ہو گیا۔

"نویرہ بیٹا ! یہ تو غلط بات ہے آپ اپنی آنٹی کو تو ماما بلا رہی ہیں اور مجھے ماموں جان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دس از ناٹ فیئر!" شیرازی کے لہجے میں مصنوعی خفگی در آئی۔

" سوری پاپا , آئندہ شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔" وہ شرارتی لہجے میں جھٹ سے بولی , سب ایک بار پھر سے ہنس پڑے۔

باقی سب نے بہت اچھے طریقے سے اسے ویلکم بیک کیا تھا لیکن سمیر کا رویہ ابھی بھی لیا دیا سا تھا۔ نویرہکو تھوڑا برا لگا لیکن وہ کشادہ دلی سے نظر انداز کر گئ۔

"چلو بھئی رات بہت ہو گئی ہے اب جا کر سو جاؤ , صبح فضہ کے سسرال والے آ رہے ہیں شادی کی ڈیٹ فکس کرنے۔"

راحیلہ نے سامنے دیوار کے ساتھ لٹکے گھڑیال پر نظر ڈال کر کہا تو سب اٹھ کر اپنے اپنے کمرے میں جانے لگے۔

"ماما ! آپ کی مجھے ایک فیور چاہیئے پلیز نہ مت کیجیئے گا, مجھے آپ کی تھوڑی سی ہیلپ چاہیئے ؟"

راحیلہ اپنے کمرے میں آئی ہی تھیں جب حدیر پیچھے پیچھے چلا آیا۔ اس کی آواز میں ایک مان بھری التجا تھی۔

لیکن راحیلہ خاموشی سے رخ پھیرے کھڑی رہیں۔

حدیر نے ان کا چہرہ اپنی طرف موڑ کر بیڈ پر بٹھایا۔

"اب تو معاف کر دیں اور ناراضگی بھلا دیں , نویرہ کو میں واپس لے آیا ہوں جس سے ظاہر ہے کہ اس نے مجھے ایک موقع دے دیا ہے اب آپ بھی دے دیں۔"

حدیر ان کے پیروں میں دوزانو بیٹھ کر ان کی ٹانگیں دبانے لگا۔

وہ کچھ پل اپنے لاڈلے سپوت کو تکتی رہیں پھر مسکرا کر اسے گلے لگا لیا , حدیر کو بے حد خوشی ہوئی اس نے ماما کو۔منا لیا تھا اب بہت جلد وہ نویرہ کو بھی منا لے گا۔

"اچھا کیا کام ہے کیسی فیور چاہیئے ؟" خیال آتے ہی راحیلہ نے چونک کر دریافت کیا۔

"ماما وہ---------آ--------- نویرہ -------اسے آپ ادھر نہ سونے دیں نا ۔ میں اس کے اور اپنے بیچ اب دوریاں ختم کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا اسے بہت شرم آ رہی تھی لیکن اسٹیپ تو لینا ہی تھا۔

"ہمم--------- ٹھیک ہے میں سمجھ سکتی اور اب تم جاؤ اس نے دیکھ کیا تو شک ہو جائے گا۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے ایک نمبر کی افسرنی ہے , ہر بات کا اسے پتہ چل جاتا ہے ۔ "

حدیر نے منہ ا زاویہ بگاڑ کر کہا پھر دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے ۔ ایک سچی خوشی ان کے چہرے پر تھی۔

اور راحیلہ بیگم اس پل سوچ رہی تھیں کہ محبت سے گندھی یہی اصل زندگی ہے جو وہ گزار چکی ہیں وہ تو صرف وقت کا زیاں تھا۔

"اوکے گڈ نائٹ ماما , اب میں چلتا ہوں۔" وہ جانے کے لیے اٹھا۔

"شب بخیر! اور اپنے پاپا کو بھیج دینا کچھ بات کرنی ہے۔" وہ شرارت سے بولیں۔

حدیر ان کی بات سمجھتا دلکشی سے مسکراتا باہر نکل گیا۔

اسٹڈی روم میں پاپا کو پیغام دے کر اس نے لاؤنج کا رخ کیا کہ وہ اپنا موبائل ٹیبل پر بھول گیا تھا۔

موبائل لے کر جونہی وہ لاؤنج سے باہر آیا , کچن سے آتی نویرہ سے بری طرح سے اس کا ٹکراؤ

ہوتے ہوتے بچا۔

"آنکھیں ہیں یا پل گولیاں ---------- دیکھ کر نہیں چل سکتے اگر ٹکر ہو جاتی تو پھر------" وہ فوراً سے تیوری چڑھا کر ہٹلر بنی۔

"ہونے والی تھی لیکن ہوئی تو نہیں ناں اور اتنی بڑی بڑی جھیل سی آنکھیں تو تمہارے پاس بھی ہیں تم ہی دیکھ لیتی , ویسے ٹکر ہو جانے سے ہیرو , ہیروئن کو پیار ہو جاتا اور کیا ----------اینڈ آئی تھنک اٹس ناٹ آبگ ڈیل -------رائٹ؟"

وہ ہلکے پھلکے انداز میں نویرہ کی طرف جھک کر بولا , نویرہ غصے لال بھبھوکا ہوئی لیکن خاموش رہی۔

"رائٹ----------" اسے کی خاموشی پر حدیر نے خود ہی اپنی بات کا جواب دے دیا۔

"میں یہاں صرف اور صرف ماما , پاپا اور فضہ کے لیے آئی ہوں ڈونٹ فور گیٹ----------اب راستہ چھوڑیں میرا, میں آپ سے بات کرنا پسند نہیں کرتی۔"

وہ اکھڑے لہجے میں بولی تو حدیر فرمابرداری سے سر ہلاتا ایک طرف ہو گیا اور ہاتھ کے اشارے سے نویرہ کو آگے جانے کا کہا۔

نویرہ پہلے فضہ کے کمرے میں آئی لیکن وہ لاک لگا چکی تھی نویرہ نے دو تین بار دروازہ بجایا بھی لیکن جواب ندارد ----------وہ مایوس ہوتی ماما کے کمرے کی طرف چلی آئی ۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اس سے پہلے کے وہ آندر کی جآنب اسے دھکیلتی اندر سے شیرازی صاحب اور راحیلہ دونوں کی آواز پر سختی سے لب بھینچ کر واپس مڑ گئ۔

وہاں سے گیسٹ روم کی طرف آئی تو ایک بڑا سا تالا اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

"ہففف کہاں جاؤں میں۔۔۔۔۔۔" وہ کوفت کا شکار ہوئی ۔

وہ حدیر کے کمرے میں نہیں سونا چاہتی تھی لیکن اب اور کوئی چارہ بھی نہیں بچا تھا لاؤنج میں اسے ویسے ڈر لگتا, وہ وہاں اکیلی کبھی نہیں سو سکتی تھی۔

حدیر نے اپنی طرف سے اس کے راستے بند کر دیئے تھے تاکہ وہ اپنے کمرے میں ہی آئے اور ایسا ہی ہوا تھا۔

وہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو حدیر صوفے پر سو رہا تھا جبکہ بیڈ خالی کا خالی ۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟؟؟ نویرہ حیرت زدہ سی رہ گئ۔

کچھ سوچ کر وہ بیڈ پر آ گئ اور اس کے بیچوں بیچ احتیاطاً سو گئ تاکہ حدیر رات کو چاہے بھی تو وہاں نہ سو سکے۔

کچھ وقت آگے سرک گیا تب حدیر نے بلینکٹ میں سے بیڈ کی جانب جھانکا وہ بیڈ کے درمیان میں بے خبری کی نیند سو رہی تھی حدیر کے لب دلفریب انداز میں پھیل گئے , اس کی محنت رائیگاں نہیں گئ تھی ۔

آج اسے اپنا کمرہ اور اس میں موجود ہر چیز پھر سے آچھی لگنے لگی تھی,

آج بہت دنوں بعد وہ صوفے پر سونے کے باوجود پرسکون اور مزے کی نیند سویا تھا۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

"آپ حیدر علی ہیں ناں؟"

آئیملک تذبذب کا شکار ہوئی۔

ویٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور تصدیق کے طور پر نقلی داڑھی تھوڑی سی اتار کر دکھائی پھر واپس درست کر دی۔

آئیملک نے پریشانی سے اور قدرے گھبرا کر پیچھے دیکھا پھر انھیں لے کر ایک طرف پلر کے پیچھے ہو گئ۔

اسے ڈر تھا کہ کہیں مدیحہ بیگم انہیں دیکھ نہ لیں۔

"بیٹا جانی! آپ۔کو پریشان ہونے یا گھبرانے کی بلکل ضرورت نہیں ہے میں ہوں ناں, میں سب دیکھ لوں گا۔"

حیدر علی اس کے چہرے پر بوکھلاہٹ ملاحظہ کر کے بولے۔

"یہ بات تو ٹھیک لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ وہ کتنی خطرناک عورت ہیں۔"آئیملک نے فکر مندی سے کہا۔

"خطرناک تھی لیکن اب نہیں , حالات اس کے خلاف ہیں اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ۔ ہاں شاید آج وہ کوئی گڑ بڑ کرتی لیکن میں نے پورا پہرہ دیا ہے اور آپ کی سیفٹی کے لیے سادہ کپڑوں میں گارڈز بھی اسی دن مقرر کر دیئے تھے ورنہ میرے غائب ہونے پر وہ آرام سے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہے ہمیں پھر بھی چوکنا رہنا ہو گا۔"

حیدر علی کی ہدایات سمجھ کر وہ سر ہلانے لگی۔

"لیکن آپ اس حلیے میں کیوں ہیں اگر مدیحہ پہچان لیتی تو بہت برا ہو سکتا تھا؟" آئیملک روہانسی ہوئی۔

"بیٹا ! آپ کے حفاظت کے لیے مجھے ایسے کرنا پڑا , میں چاہتا ہوں شادی بخیروخوبی انجام پا جائے۔" انہوں نے رسانیت سے جواب دیا تو وہ مطمئین ہو گئ۔

"انکل ! آپ نے افغال سے کیا بات کی ہے وہ مجھے آج بہت پریشان سا , الجھا الجھا سا لگا ہے ؟"

کچھ یاد آنے پر آئیملک نے پوچھا

تو حیدر علی کچھ دیر کے لیے خاموش رہے۔

"اسے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تھا کیسے تم آئی تھے , کیسے مجھے وہاں سے نکالا اور۔۔۔۔۔۔"

"اور ۔۔۔۔۔۔۔۔اور کیا؟" وہ ان کی ادھوری بات پر بے چین ہوئی۔

"اور یہ کہ آپ کو ساری حقیقت کا علم ہو چکا ہے اس لیے وہ اتنا ڈسٹرب ہے کہیں آپ اس سے شادی کرنے سے انکار نہ کر دیں کیونکہ اس نے یہ سچ آپ سے چھپایا تھا۔"

وہ پوری ختم کر کے پھر سے خاموش ہو گئے۔

"کاش! میرے پیر رشتوں کی زنجیروں میں نہ جکڑے ہوتے , ورنہ میں ایسے شخص سے شادی تو کیا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتی بھی نہ۔۔۔۔"

آئیملک نے انتہائی دکھ سے سوچا لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا۔

"ایک بات بتائیں آپ واقعی افغال سے شادی کرنے میں کوئی پرابلم نہیں ہے؟" وہ جانے لگی جب حیدر علی نے بہت حیرت سے یہ سوال پوچھا۔

حیدر کے خیال میں آئیملک کی جگہ کوئی بھی لڑکی ہوتی تو فوراً رشتہ توڑ دیتی۔

"نہیں ------مجھے کوئی پرابلم نہیں--------"آئیملک اس لمحے اپنی ہی آواز اجنبی سی لگی۔

وہ دونوں الگ الگ ہو گئے کہ مدیحہ ابھی بھی ہال میں موجود تھی اور اسے کسی بھی ثانیے ان پر شک گزر سکتا تھا۔

حیدر علی تیزی سے غیر محسوس طریقے سے ایک طرف سے نکل گیا آئیملک بھی پلر سے نکل کر ان سب کی جانب بڑھنے لگی جب اچانک کسی نے اس کا بازو مضبوطی سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

اس شخص کا ایک ہاتھ اس کے منہ پر جبکہ دوسرا بازو پر جما تھا ورنہ تو چیخ ضرور نکل جاتی۔

"تم ----------کب باز آؤ گے اپنی حرکتوں سے, چھوڑو مجھے----------" وہ اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے بے چین ہونے لگی لیکن مقابل بڑے آرام سے اسے پلر کے ساتھ لگائے ایک ہاتھ پلر پر جما کر جبکہ دوسرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ڈال کر اس کی کمر کے پیچھے لے گیا اس سارے چکر میں وہ اس کے بہت قریب ہو گئی تھی۔

اس کی قربت وہ بھی آج کی فسوں خیز رات میں اسے مدہوش کیے جا رہی تھی۔

خود کو چھڑوانے کی کوشش میں اس کی کچھ چوڑیاں ٹوٹ کر نیچے فرش پر گر گئ تھیں۔

"میں نے چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا , اگر تم چاہو تو آب بھی۔۔۔۔۔اب بھی دیر نہیں ہوئی ملک , میں اکیلا سب سے لڑ سکتا ہوں تم صرف ایک بار مان جاؤ۔۔۔"

نمال اپنا چہرہ اس کے کان کے پاس لے گیا اور ساحرتا آواز میں گنگنایا۔

آئیملک کی لویں تک گرم ہو گئیں۔ اس نے ایک بار پیچھے دھکیلنے کی سعی کی لیکن ناکامیاب رہی۔

"آج تم میرا اتنا امتحان کیوں لے رہی ہو, ملک تم مجھے اتنی خوبصورت کیوں لگتی ہو , جب بھی دور جاتی ہو یوں لگتا ہے کوئی میرے جسم سے روح کھینچ رہا ہو, میں جتنا تمہارے قریب آنے کی کوشش کرتا ہوں تم اتنا ہی دور بھاگ جاتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کیوں ملک تم بھی تو مجھ سے پیار کرتی ہو وہ بھی پاگلوں کی طرح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ اور بات ہے کہ تم اقرار نہیں کرتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔اظہار نہیں کرتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

نمال اپنی رو میں بہتا جا رہا تھا اور آئیملک اس کے حصار میں بے بس سی اپنی آزادی کے لیے مچل رہی تھی۔

"نمال پلیز ہوش میں آؤ۔۔۔۔۔۔۔۔۔تمہارا اور الوینہ کا کل نکاح ہونے والا ہے تم صرف اس کے بارے میں سوچو , وہ بھی تو پاگلوں کی طرح تم سے پیار کرتی ہے ۔"

آئیملک تپ کر بولی۔

"نہیں , مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا , میں اگر رضامند بھی ہوا ہوں تو تمہاری وجہ سے--------تمہاری قسموں نے مجھے باندھ دیا ہے ,بے بس کر دیا ہے لیکن جس دن میں اپنی ضد پر آ گیا میں ساری زنجیریں توڑ دوں گا اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا پھر تم بھی کچھ نہیں کر پاؤ گی-------- سمجھی!"

نمال نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے کڑے تیوروں سے کہا۔

آئیملک نے بے ساختہ نظریں چرا لیں۔

"الوینہ میں کیا کمی ہے خوبصورت ہے, پڑھی لکھی , ماڈسکاٹ ہے , بزنس وومین ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ پیار بھی ہو جائے گا, یہ وقتی جذباتیت ہے اور کچھ نہیں۔"

آئیملک نے بے لچک لہجہ اپنایا۔

"ہو گی خوبصورت لیکن مجھے تو صرف میری ملک ہی چاہیئے ہر حال میں اور ہر قیمت پہ----------تمہارے یہ جو ہونٹ ہیں نہ میں اگر شاعر ہوتی تو کئ غزلیں صرف اسی پر لکھ دیتا۔"

نمال نے دیوار سے ہاتھ ہٹا کر اس کے گلابی لبوں کو چھوا وہ یک دم بلش کر گئ۔

آج نمال اس کا صحیح معنوں میں امتحان لے رہا تھا۔

ہتھیلی پر تمہارا نام لکھتے ہیں, مٹاتے ہیں

تمہی سے پیار کرتے ہیں, تمہی سے ہی کیوں چھپاتے ہیں

نمال نے پشت کے پیچھے سے اس کا ہاتھ باہر نکال کر
سامنے کیا اور اس کی مٹھی کھول کر لکیریں تکتے ہوئے گنگنایا۔

زباں پہ بات ہے لیکن سنانا ہی نہیں آتا
ہمیں تم سے محبت ہے بتانا بھی نہیں آتا
چھپانا بھی نہیں آتا, جتانا بھی نہیں آتا

وہ اپنا چہرہ پھر سے آئیملک کے کان کے قریب لے کر گیا اور اس کے جھولتے جھمکے پر پیار کی مہر ثبت کی پھر زلفوں کی مہک اپنے اندر اتاری, آئیملک مزاحمت کرتے کرتے اب تھک چکی تھی , اس کی قربت کو خود پر حاوی ہونے سے روکنا, اپنے احساسات کو چھپانا آئیملک کے لیے آسان کام نہیں تھا لیکن وہ کسی بھی لمحے کی گرفت میں آکر غلطی نہیں کر سکتی تھی۔

چوری چوری , چھپکے چھپکے تم کو دیکھا کرتے ہیں
حال دل سنانے سے نہ جانے کیوں ڈرتے ہیں

نمال کے لب مسلسل ہل رہے تھے وہ بہت خوبصورتی سے اپنے جذبات کو الفاظ میں پرو رہا تھا۔
نمال نے اس کا جھکا سر ہاتھ کی مدد سے ٹھوڑی کو پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

کتنا پاگل دل ہے میرا, منانا بھی نہیں آتا
ہمیں تم سے محبت ہے بتانا بھی نہیں آتا
چھپانا بھی نہیں آتا , جتانا بھی نہیں آتا ❤

نمال نے اپنے ہاتھ میں کب سے جکڑا اس کا ہاتھ یونہی پکڑے پکڑے اپنے سینے پر دل کی جگہ رکھ کر فقرے بولے۔

آئیملک کی بہت بری حالت ہو چکی تھی, اس کی برداشت اب جواب دے چکی تھی وہ باقاعدہ رونے لگ گئ تھی نمال کو اس پر ترس آ گیا۔

اس نے آہستگی سے اسے چھوڑا اور ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔

اس کے پیچھے ہٹتے ہی وہ تیزی سے بھاگ کر وہاں سے گئ تھی۔

نمال نجانے کتنی دیر کھڑا اس کی پشت کو دیکھتا رہا, یہاں تک کہ وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئ۔

نمال کو یک دم وہاں موجود ہر چیز بے رنگ اور پھیکی لگنے لگی۔ وہ ابھی تک خود کو اس کے حصار میں, اس کی مہک میں قید پا رہا تھا۔

پھر سبین بیگم کے ہاتھ لہرانے پر وہ مایوسی سے نڈھال قدم اٹھاتا بیرونی دروازے کی جانب جانے لگا۔

رات کے دو بجنے کو تھے جب وہ لوگ ہال سے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر اپنے اپنے راستے پر گامزن ہو گئے۔

کچھ آگے جا کر ارسل نے یک دم گاڑی کو بریک لگائی , گاڑی ایک زبردست سے جھٹکے سے رک گئ۔

سعدیہ پھوپھو اور الوینہ نے پریشانی سے ارسل کو دیکھا۔

"سلو ! کیا ہوا ؟ یوں بیچ سڑک پر گاڑی کیوں روک دی۔"

الوینہ نے فکرمندی سے استفسار کیا۔

لیکن ارسل بنا جواب دے سر باہر نکالے کسی سے بات کر رہا تھا۔

الوینہ اور سعدیہ نے بھی اس کی تقلید میں باہر جھانکا تو آئیملک اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"تم ٹھیک ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا , گاڑی تو نہیں خراب ہو گئ؟" ارسل از حد پریشان ہوا۔

"ارے نہیں۔۔۔۔۔۔وہ افغال نے مجھے پاس ایک ریسٹورنٹ ہے وہاں بلایا ہے ابھی ادھر اسی کا انتظار کر ہی ہوں سوچا ایک ساتھ جاتے ہیں۔"

آئیملک نے سکون سے جواب دیا تو وہ تینوں مطمئین سے ہوئے۔

"اگر تم کہتی ہو تو ہم کچھ دیر رک جاتے ہیں جب تک افغال نہیں آ جاتا۔" ارسل کا دل نہیں کر رہا تھا اتنی رات ابھی کو یوں تنہا وہاں چھوڑنے کا۔

" اوہو! میں پہلی بار تھوڑی رات کا اکیلی سفر کروں گا , ڈونٹ وری اباؤٹ دیٹ , ایم فائن , تم لوگ جاؤ , میں بھی جلدی آ جاؤں گی۔"

آئیملک کے یقین دلانے پر ارسل نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

الوینہ اور سعدیہ نے دل ہی دل میں اس کی حفاظت کے لیے دعا مانگی۔

ان کے گاڑی نگاہوں سے اوجھل ہوئی تو ایک اور گاڑی اس جگہ آ کر رکی ۔

آئیملک نے بری طرح چونک کر اجنبی گاڑی کو دیکھا۔

پانچ لڑکے اس وائٹ کیری ڈبے میں سے باہر نکلے۔

شکل سے کچھ تو آوارہ اور اوباش لگ رہے تھے جبکہ کچھ اچھے خاصے گھرانے کے لگ رہے تھے۔

آئیملک کے دماغ میں فوراً خطرے کی گھنٹی بجی , اس نے جلدی سے ریموٹ اے گاڑی کا لاک کھولا اور دروازہ کھول کر ابھی بیٹھنے ہی لگی تھی جب وہ لڑکے کسی چیل کی طرح اس پر جھپٹے تھے۔

سڑک سنسان پڑی تھی۔

وہ اپنے بچاؤ کے لیے بری طرح سے ہاتھ پاؤں مار کر چلا رہی تھی , چیخ رہی تھی, مدد کے لیے پکار رہی تھی لیکن وہاں اس کی آواز سننے کے لیے کوئی نہیں تھا۔

گاڑی میں ایک بار وہ بیٹھ جاتی تو کسی نہ کسی طرح وہ ان کے چنگل سے نکل کر بھاگ سکتی

تھی لیکن وہ پانچ لڑکے تھے انہوں نے اسے کچھ بھی کرنے کا موقع دیئے بنا اپنے کیری ڈبے کی جانب گھیٹنا شروع کر دیا۔

دور سے ایک گاڑی آتی دیکھائی دی , آگے کی دو بتیاں جل رہی تھیں ۔

"اوئے بے ہوش کر اسے , بڑی خطرناک چیز معلوم ہوتی ہے کہیں بھاگ نہ جائے اور شور بھی اتنا کر رہی ہے ہم پکڑے بھی جا سکتے ہیں اور وہ گاڑی بھی بس قریب آنے والی ہے۔"

ان میں سے ایک لڑکے نے چلا کر کہا ۔

باقی لڑکوں کی بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی گاڑی کو دیکھ کر ان کے ہاتھ پیر پھولنے لگ گئے۔

آئیملک خود کو چھڑوانے کی مسلسل کوشش کرنے میں لگی تھی , وہ مزاحمت کرتے کرتے اب تھکنے لگی تھی لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

اسی پل ایک دوسرے لڑکے نے فوراً سے اس کی ناک پر ایک کپڑا رکھا , بدبو کا ایک تیز جھونکا اسے اپنی ناک کے ذریعے اندر جاتا محسوس ہوا, دوائی اتنی تیز تھی کہ آئیملک کا سر چکرانے لگا اسے ہر چیز دھندلی اور گول گول گھومتی ہوئی لگی۔

پھر جلد ہی وہ ہوش و خرد سے بے گانہ ہو گئ۔

وہ لڑکے اسے پہلے ہی اٹھا کر گاڑی میں ڈال چکے تھے , اس گاڑی کے آنے سے پہلے ہی وہ زن سے گاڑی اڑا کر لے گئے۔

☆☆☆❤☆☆☆

فضہ کی شادی کی تاریخ نئے سرے سے طے پا گئ۔
صرف ایک مہینے کا وقت تھا اور انہیں باقی جو تیاری رہ گئ تھی انہی دنوں میں مکمل کرنی تھی۔
راحیلہ کے بوکھکاہٹ کے مارے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے حالانکہ نویرہ اور حدیر ہر کام بہت ذمہ داری اور خوش اسلوبی سے سر انجام دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں پریشانی تھی کہ ان کی ایک بیٹی تھی کہیں کوئی کمی بیشی نہ رہ جائے۔
سب شادی کی تیاریوں میں جوش و خروش سے مگن ہو گئے۔
حدیر اور نویرہ کی پہلے کی طرح نوک جھونک پھر سے شروع ہو چکی تھی۔

دن پر لگا کر گزرنے لگے۔
یہ بھی ایک معمول کی صبح تھی جب فضہ اس کے پیچھے ہی پڑ گئ کہ آج ڈنر وہ اس کے ساتھ باہر کرے گی ۔ شادی سے پہلے وہ نویرہ کے ساتھ خوب گھومنا پھرنا چاہتی تھی لیکن نویرہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ وقت بہت کم رہ گیا تھا اور کام زیادہ, اس لیے اس نے صاف منع کر دیا۔
لیکن فضہ تو پھر فضہ ہے اپنی بات منوا کر ہی دم لیا۔ شام ہونے تک وہ نویرہ کو کسی نہ کسی طرح باہر لے جانے پر رضامند کر چکی تھی۔

شام ہوتے ہی وہ دونوں تیار ہونے چل دیں۔

فضہ نے اسے خاص تیار ہونے کی تاکید کی تھی شاید اس کی فرینڈز بھی آ رہی تھیں تو اس لحاظ سے گیٹ ٹو گیدر پارٹی ہو گی یہی سوچ کر اس نے میرون کلر کی فراک نکالی جس کے گلے کے دائیں طرف گولڈن کامدار کڑھائی , فراک کی پیچھے والی لیئر لانگ تھی جبکہ اگلی طرف گھٹنوں سے کچھ نیچے تک تھی, فراک کے نیچے سے بلیک ٹراؤزر جھانک رہا تھا , بلیک ہی ہائی ہیل, ادھ کھلے بال اور نیچرل میک اپ کے ساتھ لائٹ سی جیولری پہنے وہ نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔

سر پر دوپٹہ سلیقے سے جما کر وہ میچنگ کلچ ہینڈ بیگ پکڑے جب اپنے کمرے سے باہر آئی تب تک فضہ بھی خوب تیار ہو چکی تھی۔

"یہ باقی سب کدھر ہیں , کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا؟" نویرہ گھر میں ادھر ادھر نگاہیں دوڑا کر اچھنبے سے پوچھا۔

"چھوڑو سب کی ابھی دیر ہو رہی ہے چلو چلیں------" فضہ کے جواب پر وہ بھی سر ہلاتی اس کے پیچھے پیچھے گیراج میں چلی آئی۔

گاڑی جب سڑک پر آئی تب فضہ نے بڑی ستائشی نظروں سے نویرہ کو دیکھا۔ آج تو اس پر الگ ہی روپ آیا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے کے بعد فضہ نے ایک سیون سٹار ہوٹل کی پارکنگ ایریا میں گاڑی روکی۔

نویرہ نے حد درجہ حیرانی سے اتنے بڑے اور خوبصورت ہوٹل کو نیچے سے اوپر تک دیکھا۔ اس ہوٹل کے بارے میں اسے صرف اتنا ہی پتہ تھا کہ یہاں پر صرف امیر ترین لوگ ہی آ سکتے تھے , ڈیکوریشن سے لے کر کھانے پینے کے مینو تک ہائی فائی ریٹ پر فکس تھے۔

فضہ اسے لیے اندر داخل ہوئی۔

فسٹ فلور بہت عمدہ اور قابل دید تھا۔ نویرہ نے نظر گھما گھما کر ہر چیز کو دلچسپی سے دیکھا وہ یہاں پہلی بار آئی تھی اس پہلے اس نے صرف اس کے تعریف ہی سنی تھی۔

پورے شہر میں اس شہر کا بڑا چرچا تھا۔

لفٹ کے ذریعے جب وہ سیکنڈ فلور تک آئیں نویرہ کو ایک زبردست سا جھٹکا لگا۔ پورا فلور بلیک , ریڈ بیلونز اور فلورل ڈیکوریٹڈ تھا اور بلکل خالی تھا ۔ وہاں سوائے چند ویٹرز اور ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔

نویرہ کو یہ سب دیکھ کر اچھنبا سا ہوا اس نے سوالیہ نظریں فضہ پر ٹکا دیں جو ہنوز مسکرانے میں مصروف تھی۔

وہ اسے لیے درمیان میں سجی ایک بڑے سائز کی خوبصورت سی گول میز کے پاس لے آئی , پورے فلور کی طرح یہ میز بھی تازہ پھولوں سے سجی تھی جبکہ باقی سادہ سی تھیں۔ نویرہ گہری سوچ میں ڈوب گئ۔

وہ ساری سوچیں ذہن کے پردے سے جھٹک کر ابھی فضہ سے اس کی بابت پوچھنے کا سوچ ہی

رہی تھی جب داخلی دروازے پر ہلچل سی مچ گئ۔

نویرہ نے چونک کر تھوڑا دروازے کی طرف جھانکا جہاں سے اب بہت سوٹڈ بوٹڈ مہمان داخل ہونے لگے ۔ جن میں مرد , عورتیں, بچے اور نوجوان جوڑے بھی شامل تھے۔

وہ سارے گروپ کی صورت ایک ایک کر کے خالی میزوں کو بھرنے لگے, ان میں سے بہت سے چہرے نویرہ کو جانے پہچانے سے لگے۔

کہیں سے یہ ہوٹل کا فلور نہیں لگ رہا تھا بلکہ کسی میرج ہال میں ولیمے کے جیسا سارا سیٹ اپ لگ رہا تھا۔

نویرہ کے کچھ پلے نہیں پڑ رہا تھا لیکن وہ اتنا ضرور جان گئ کہ کوئی نہ کوئی کھچڑی تو پک رہی تھی۔

پھر چند ثانیے کے بعد اس کی الجھن اور اور انتظار دونوں جلد ہی ختم ہو گئے۔

داخلی دروازے سے اب اس کی فیملی پوری طرح سے تیار اندر آنے لگی۔ راحیلہ بیگم, شیرازی صاحب , سمیر کے ساتھ شارف بھی بڑے اسٹائل سے اندر آیا۔

وہ سارے سیدھا چل کر نویرہ کے پاس آ کر رک گئے, نویرہ کا حیرت کی زیادتی سے ہاتھ بے ساختہ کھلے منہ پر گیا۔ ان سب کی آمد اس کے لیے غیر متوقع تھی۔

سب نے اسے بہت سراہا , ان سے خوش اخلاقی سے تعریف وصول کرتی وہ بار بار اضطراری طور پر دروازے کو تک رہی تھی۔

اس پوری محفل میں صرف وہی شخص نہیں تھا جسے دیکھنے کے لیے اس کی نگاہیں بار بار غیرارادی طور پر دروازے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔

وہ مایوسی کے دہانے پر پہنچنے والی تھی جب وہ قلبِ سکوں , دشمنِ رگِ جاں بڑے احتمام اور شان سے داخل ہوا۔

وائٹ شرٹ پر بلیک اور بلیک پینٹ پہنے , بڑے اسٹائل سے سیٹ کیے جیل لگے بال ---------- ہلکی ہلکی داڑھی کے ساتھ وہ سیدھا دل کو چھو رہا تھا---------- شرٹ کے کف فولڈ کیے اس کی بائیں کلائی پر قیمتی گھڑی جگمگا رہی تھی۔

نویرہ بے خود سی اسے تکتی گئ ۔ وہ اس کے پاس سے گزر کر اس کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا۔ رہی سہی کسر اس کے کلون کی دلفریب مہک اور لبوں پر کھیلتی دلکش سی مگر شرارتی مسکان نے پوری کر دی۔ اس کا اشارہ تھا کہ وہ اس کی چوری پکڑ چکا تھا , نویرہ سمجھتے ہوئے خجل سی ہو گئ۔

فضہ اس کی جانب مسکراتی ہوئی آ رہی تھی لیکن نویرہ نے کڑے تیور دیکھائے وہ ادھر سے ہی ٹرن لے کر شارف کے پاس جا کر کھڑی ہو گئ , جانتی تھی کہ اتنا صفائی کے ساتھ جھوٹ بولنے پر اس کی یہاں نہیں تو گھر جا کر کلاس لگنی پکی تھی لیکن وہ خوش تھی ان دونوں کی خوشی سے بڑھ کر اس کے لیے اور کچھ بھی اہم نہیں تھا۔

اچانک " ہیپی ویڈنگ اینیورسری " کا میوزک بج اٹھا ساتھ ہی میز پر رکھا بڑا فلاسک ہٹایا گیا , وہ ایک بہت بڑا اور فلاور کیک تھا جس پر سیم وہی الفاظ لکھے گئے تھے۔

آج اس کی حدیر کی ویڈنگ اینیورسری تھی ----------" او مائی گاڈ--------" نویرہ نے کہتے ہوئے منہ پر جلدی سے دوبارہ ہاتھ رکھا۔

"مطلب ---------آج ہماری شادی کا ایک سال مکمل ہو گیا ----------مطلب حدیر کو اتنا اہم دن یاد تھا----------آئی کانٹ بلیو دس!" کتنی باتیں تھیں جو اس کے دل و دماغ میں گونج رہی تھیں۔

وہ بے یقینی سے اپنے پہلو میں کھڑے حدیر کو دیکھنے پر مجبور ہوئی۔ جواباً حدیر کی مسکراہٹ گہری ہو گئ۔

وہ گڑبڑا کر پھر سے سیدھی ہو گئ۔

سب کی نظریں ان پر تھیں۔ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر حسین لگ رہے تھے۔

میوزک ہنوز بج رہا تھا , حدیر نے نائف اٹھا کر اس کی طرف بڑھائی , کچھ پل وہ پرسوچ انداز میں حدیر کے ہاتھ میں چھری کو گھورتی رہی , چاروں اطراف میں سب جمع ہو گئے ان کے گرد ایک گول دائرہ سا بن گیا۔

نویرہ کے تاثرات ابھی بھی تیکھے تھے , اسے اپنے آس پاس سے آوازیں سنائی دیں کوئی کہہ رہا تھا جلدی سے پکڑ لو, کوئی کہہ رہا تھا ہاؤ رومینٹک کپل وغیرہ وغیرہ , تمام باتوں سے بچنے کے لیے

نویرہ نے چھری اس کے ہاتھ سے تیزی سے لے لی ۔

حدیر نے اس کے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ کر چھری کو کیک کے قریب لے گیا پھر جیسے ہی انہوں نے کیک کاٹا , وشنگ وردز ان کے آس پاس سے ایک سر کی صورت گونجنے لگے ۔

حدیر پہلا چھوٹا سا ٹکڑا الگ کر کے ہاتھ میں لیا اور نویرہ کے منہ کے پاس لے گیا نویرہ کا منہ آہستگی سے کسی سپرنگ کی طرح خود بخود کھل گیا ۔

حدیر نے اسے کھلانے کا بعد باقی کا ٹکڑا اس کی جانب بڑھایا لیکن نویرہ پکڑنے سے ہچکچا رہی تھی۔

"کم آن نویرہ حدیر بھائی کے منہ پر لگا دو ----------ہری اپ!!" لڑکیاں ساری نویرہ کی طرف ہو کر اس کے پیچھے کھڑی ہو گئیں جبکہ لڑکے حدیر کے ساتھ کھڑے ہو گئے جب ایک لڑکی نے اس کے کان میں گھس کر سرگوشی کی۔

نویرہ چونکی پھر اس کے دماغ میں بھی شرارت مچلی اس نے بڑی ادا سے حدیر کے ہاتھ سے پیس لیا اور مستانی نگاہوں سے حدیر کی جانب دیکھا حدیر تو ادھر ہی ہوش کھونے کو تھا۔

نویرہ کا موڈ آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگا گیا جس پر وہ بے حد , بے تحاشا خوش نظر آنے لگا, وہ اسے منانا ہی تو چاہتا تھا اور اس وقت اس کے دل میں بس ایک ہی تمنا تھی کہ آج کچھ بھی کر , کسی بھی طرح سے وہ اسے منا لے----------

وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی , وہ جب سے اس نے ادھر قدم رکھا تب سے لے کر اب تک

نویرہ پوری طرح سے اس کی نظروں کے حصار میں جکڑی تھی۔

میرون کلر وہ بہت کم پہنتی تھی اور اس پر جچتا بھی بہت تھا۔

وہ اپنے ہی خیالوں میں کھویا تھا جب نویرہ نے کیک اس کے منہ تک لے جا کر سارا کا سارا پیس اس کے منہ پر لگا دیا , حدیر اس کے ہاتھ سے کھانے کی حسرت ہی لیے رہ گیا۔ سب اس پر خوب ہنسے , اس نے جلدی سے ٹشو بکس سے تین چار ٹشو ایک ساتھ نکال کر منہ صاف کیا۔ پھر ان دونوں نے ایک ایک ٹکڑا اٹھا کر اپنے اہلِ خانہ اور قریبی دوستوں کو کھلایا جبکہ باقی کو پلیٹ میں سرو کیا گیا۔

اب گفٹ کی باری تھی , حدیر نے ایک جیولری باکس نویرہ کی طرف بڑھایا جسے اس نے کچھ ہچکچاہٹ کے بعد لے لیا۔

"تھینک یو۔۔۔۔۔۔۔۔ تھینک یو سوچ نوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رئیلی ایم سو ہیپی۔۔۔۔!!" حدیر نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

وہ جواب میں خاموش ہی رہی۔

حدیر نے اسے گفٹ کھولنے کا اشارہ کیا, وہ اثبات میں گردن ہلاتی جیولری باکس کو کھولنے لگی۔

سب پرجوش اور متجسس سے تھے کہ آیا حدیر نے اپنی نوی کو کیا گفٹ دیا ہو گا۔

نویرہ نے جیسے ہی باکس کھولا تو حیران و ششدر رہ گئ۔ اس میں ایک خوبصورت سی ڈائمنڈ رنگ اور

ایک ہارٹ پینڈنٹ تھا,

سب سے پہلے حدیر نے خود ہاتھ بڑھا کر اس کے فوم میں پھنسی انگوٹھی کو نکال لیا پھر وہ دوزانو بیٹھ گیا اب ایک ہاتھ میں انگوٹھی تھی تو دوسرا نویرہ کے آگے پھیلا تھا۔

جب نویرہ نے ہاتھ نہیں تھاما تب سب کو حیرت نے گھیر لیا۔

"پلیز نوی گو می یور ہینڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آج سب کے سامنے میں تمہیں عزت اور مان دے کر تمہارا کھویا ہوا وقار بحال کروں گا , تمہیں سب کی نظروں میں معتبر بنا دوں گا۔"

حدیر دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا۔

اطراف سے ہو ہو اور سیٹیوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

"یار تھام لو ہاتھ۔۔۔۔۔۔۔۔" کسی کی ملتجی سی آواز پھر سے نویرہ کے کان میں سنائی دی۔

وہ خود بھی زیادہ دیر اس کے احر سے بچ نہیں پائی , اس نے آرام سے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا , حدیر نے بہت پیار سے تھام کر اس کی تیسری انگلی میں انگوٹھی ڈالی۔

یک دم تالیاں بج اٹھیں۔ پھر حدیر نے پینڈنٹ اٹھایا اور نویرہ کی پشت پر چلا گیا , حدیر نے ذرا سا دوپٹہ سرکا کر بڑی محبت سے اس کی صراحی دار گردن کی زینت بنا دیا۔

اب کی بار نویرہ نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی اور نہ ہی غصہ دکھایا اس بار ایک آلوہی سی مسکان اس کے ہونٹوں کو چھو گئ۔

نویرہ نے ہاتھ کو اوپر کر کے انگلی میں جگ مگ کرتی ڈائمنڈ رنگ کو دیکھا جبکہ دوسرے ہاتھ سے

پینڈنٹ کو چھونے لگی ۔

"تھینکس حادی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نے بنا دیکھے شکریہ ادا کیا کیونکہ وہ بلش پر بلش کر رہی تھی۔ حدیر نے اس بہت سپیشل سا فیل کروایا تھا اور اسے اچھا بھی بہت لگا , بہت سے گلے شکوے ادھر ہی ختم ہو گئے لیکن وہاں ماموں جان کے ساتھ اور بھی لوگ تھے , اسے بہت شرم آ رہی تھی اس نے جلدی سے اپنا دوپٹہ پھر سے درست کر لیا۔ جسے حدیر نے خوشی خوشی قبول کیا وہ ابھی تک بے یقین تھا کہ نویرہ مان گئ تھی , اس نے معاف کر دیا تھا اب وہ پہلے کی طرح رہا کریں گے۔ حدیر کو اس پل اپنی خوشی کنٹرول کرنا مشکل امر لگ رہا تھا۔

پھر بڑے اچھے اور خوشگوار ماحول میں ڈنر کیا گیا ۔

سب کے جانے کے بعد ان دونوں نے بعد میں کینڈل نائٹ ڈنر کیا تھا , نویرہ کی زندگی کی وہ حسین ترین رات تھی اس نے حدیر کو معاف کر کے خود کو مکمل طور پر اسے سونپ دیا تھا , ڈنر کے بعد رات بہت ہو گئ تھی ۔ واپسی پر سفر کے دوران انہوں نے جی بھر کر باتیں کیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ۔

گھر پہنچ کر نویرہ نے جیاے ہی کمرے میں قدم رکھا تو گلاب کی پتیاں ہی پتیاں نیچے بکھری پڑی تھیں پورا کمرہ سرخ گلاب کے پھولوں سے سجا ہوا تھا۔

اتنا سب کچھ دیکھ کر نویرہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی ۔

اس رات حدیر نے بہت سے وعدے , پیمان کیے تھے اب دیکھنا یہ تھا کہ جو کچھ اس نے کہا

وہ ان پورا اتر پاتا ہے یا نہیں۔

حدیر نے نویرہ کے قریب آنے کی اجازت مانگی تو نویرہ نے مسکرا کر سر جھکا لیا, اس کا چہرہ شرم و حیا سے لال گلابی ہوا جا رہا تھا۔

پورا ایک سال۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سال ان میں دوریاں , نزدیکیاں آتی رہیں, اس ایک سال میں کیا کچھ نہیں ہوا تھا کبھی کسی دوسرے انسان کی وجہ سے ان میں دوری آئی تو کبھی اپنی غلطیوں , کوتاہیوں کی بنا پر , کبھی انا آڑے آئی تو کبھی غصہ ---------- اب سب کچھ پس ِپشت ڈال کر نویرہ نے حدیر کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے, اس نے ایک آخری موقع دے دیا تھا لیکن اسے یقین تھا حدیر اس کی توقعات پر پورا اترے گا۔

نویرہ نے ہر قسم کے حالات میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آج جیت اس کی ہوئی تھی, اس نے ہرچیز کو مات دے دی تھی۔

ان کے ملن کی ایک خوبصورت اور حسین رات کے بعد ایک روشن اور خوشگوار صبح ان کی منتظر تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

☆☆☆ ❤ ☆☆☆

نمال آج بہت تھک چکا تھا وہ گھر آتے ہی کپڑے بدل کر بیڈ پر آ گیا۔

ایک تو ذہنی طور پر وہ بہت اپ سیٹ تھا اوپر سے آج کیآخری رات تھی کل اس کمرے میں

آئیملک کی جگہ الوینہ ہو گی۔

اس نے بے چینی سے کروٹ بدلی ۔ وہ آئیملک کے علاوہ کسی اور لڑکی کو وہ جگہ دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پا رہا تھا ۔ آئیملک اس کا ساتھ تو کیا اس سے بات رک نہیں کر رہی تھی۔ وہ ایک بار ہاں کر دیتی تو نمال سب کچھ صحیح کر دیتا لیکن الٹا اس نے اسے اپنے پیار کی قسموں , وعدوں میں پھنسا دیا تھا۔

یک دم بے تابی بڑھی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا , وہ دونوں ہاتھ بالوں میں پھنسائے بے بسی کی انتہا کو چھو رہا تھا۔

پھر وہ اٹھ کر اسٹوڈیو میں آ گیا۔

آئیملک کی تصویریں ابھی تک اسی طرح آویزاں تھیں ۔ وہ روزانہ وہاں گلاب کے تازہ پھول سجاتا , اس کی تصاویر کے فریم معمول کے مطابق بلاناغہ صاف کرتا۔

اس کے ہاتھ میں لائٹر اور سگرٹ کی ڈبیا تھی اس نے ایک سلگا کر لبوں سے لگا لیا۔

وہ بہت کم پیتا تھا جب بہت زیادہ ڈسٹرب ہوتا تھا ۔ جب اسے کچھ سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کیا کرے تب اس کے دھواں کے ذریعے وہ سارا غبار باہر نکال دیتا۔

ایک کے بعد ایک سگرٹ وہ پھونکتا جا رہا تھا , دیکھتے ہی دیکھتے اس نے ساری ڈبی خالی کر دی اور اش ٹرے کی طرف غائب دماغی سے دیکھا جو راکھ سے بھر چکا تھا۔ آخری سگرٹ اس نے

لبوں کے ساتھ لگایا ہی تھا تب اچانک اس کا موبائل بج اٹھا۔

اس نے بگڑے تیور کے ساتھ سیل فون کو دیکھا , فون بجتا رہا پھر خود ہی بند ہو گیا , دو بار ---------تین بار---------جب چوتھی بار کال آئی تو نمال کو کوفت ہوئی۔

"واٹ دا ہیل از دس----------" روزیہ کا نمبر دیکھ کر اس کا ویسے ہی پارہ ہائی ہو گیا۔

نمال نے غصے سے سگرٹ نیچے پھینک کر پاؤں کے سارھ مسل ڈالا پھر یس کے بٹن پر ٹچ کر کے موبائل کان کے ساتھ لگا لیا۔

اور پھر جو دھماکہ روزیہ نے اس کے سر پر کیا تھا وہ پوری طرح سے ہل کر رہ گیا---------اس سنبھلنے میں کچھ پل لگے تھے , روزیہ نے اس کی سنی بنا اپنی بکواس کی اور فون ٹھک سے بند کر دیا۔

وہ اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔ جس لڑکی کو وہ ظالم دنیا سے جتنا بچانا چاہتا تھا وہ اتنی ہی مشکلات میں پڑتی جا رہی تھی۔

روزیہ نے آئیملک کو اغواء کروا لیا تھا وہامیر باپ کی بیٹی اور زخمی شیرنی تھی نمال کو اس سے کوئی بھی گری ہوئی حرکت کرنے کی توقع کر سکتا تھا۔

پانچ عدد اوباش اور بگڑے ہوئے لڑکوں کے بیچ وہ بے ہوش پڑی تھی , روزیہ نے اسے ویڈیو سینڈ کی تھی جس سے نمال کو یقین ہو گیا تھا۔

آئیملک کی عزت خطرے میں تھی وہ لڑکے کچھ بھی کر سکتے تھے۔

یہ سب سن کر نمال کا خون کھول رہا تھا ۔ اس کے پاس سوچنے تک کا وقت نہیں تھا۔
اس نے اپنے ایک بہت اچھے دوست کو فون لگایا جو پولیس کے بڑے عہدے پر فائز تھا۔ اس کے ایک اشارے پر تمام تھانے الرٹ ہو جاتے تھے۔
سارا پلان سمجھانے کے بعد وہ اپنی جیپ میں آ کر بیٹھ گیا اور سڑک پر لاتے ہی اسے فل سپیڈ پر چھوڑ دیا۔
جو پتہ روزیہ نے اسے دیا تھا کک از کم بھی وہاں پہنچنے تک آدھا گھنٹہ لگ جاتا۔
روزیہ نے اسے کھکا چیلنج دیا تھا کہ اگر بچا سکتے ہو تو اپنی محبوبہ کو بدنام ہونے سے بچا لو اور اس کے یہ الفاظ کسی ہتھوڑے کی مانند اس کے سر پر برس رہے تھے۔
ایک بات تو طے تھی آئیملک کو بچانے کے بعد وہ روزیہ کو چھوڑنے والا نہیں تھا اس کا جینا دوبھر کر دے گا۔ وہ خود سے عہد کرتا انتہائی رش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔
اس کے آنسو گر رہے تھے وہ زندگی میں پہلی بار آئیملک کے لیے ڈر گیا تھا اگر کچھ اس کے ساتھ غلط ہو جاتا تو اس کی ملک جیتے جی مر جائے گی۔
وہ رو رہا تھا , اللہ سے مدد طلب کر رہا تھا , ایک وہی ذات تھی جو کوئی معجزہ دکھا سکتی تھی۔

وہ ابھی تک بے ہوش پڑی تھی ان پانچوں لڑکوں نے ایک دوسرے کا منہ دیکھا۔
"یار ایسے کام نہیں چلے گا , اسے جلدی سے ہوش میں لاؤ , روزیہ میڈیم نے ویڈیو بنا کر انہیں فوراً بھیجنے کا کہا ہے ورنہ وہ ہمیں کچا چبا جائے گی۔"

"ہاں یار ! کہہ تو تو ٹھیک رہا ہے------" دوسرے لڑکے نے اتفاق کیا۔

" دوائی کے حساب سے اب تک تو اسے ہوش آ جانا چاہیئے تھا-----" ایک تیسرے لڑکے نے پریشانی سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا۔

آئیملک کب کی بے وش میں آ چکی تھی لیکن جان بوجھ کر آنکھیں نہیں کھول رہی تھی ۔

" اوہ تو مس روزیہ ! یہ تمہارا کیا دھرا ہے---------- ایک بار میں باعزت ان کے چنگل سے نکل جاؤں چھوڑوں گی نہیں تمہیں تو----------لیکن نکلوں کیسے , پانچ لڑکے کے ساتھ میں نہیں لڑ سکتی , میرے پاس کوئی سپر پاور تو ہے نہیں کہ ان کو تگنی کا ناچ نچا کر یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤں----------دو تین ہوتے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ کر لیتی۔"

آئیملک نے بے بسی سے سوچا۔

وہ لوگ اس کی عزت تار تار کر کے اس کی ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر وائرل کرنا چاہتے تھے۔ یہ سن کر ہی آئیملک کے نیچے جیسے زمین کھسک گئ تھی۔

کوئی پانچ منٹ بعد ایک لڑکے نے پانی کے چھینٹے اس کے چہرے پر گرائے لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی ۔

دوسرے لڑکے نے اس لڑکے کے ہاتھ سے پانی سے بھرا جگ جھپٹ کر سارا آئیملک پر پھینک دیا یہ بلکل غیر متوقع حرکت تھی جس کے لیے وہ ہرگز تیار نہیں تھی اسی وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گئ۔

"دیکھا اپن کو پتہ تھا یہ ایسے ہی اٹھے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دیکھ اٹھ گئ ہے۔" پانی پھینکنے والے لڑکے نے بتیسی نکال کر کہا۔

"کیا بھائی آپ کی تو بات ہی الگ ہے۔۔۔۔۔۔" ایک اور لڑکے نے ٹکڑا لگایا۔

"اوہ نو۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب کیا کروں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "آئیملک ٹکر ٹکر ان کا منہ تک رہی تھی جو ایک ساتھ اس پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے۔

"ایک بات تو ہے تم ہو بہت خوبصورت , کیا پٹاخہ چیز لگ رہی ہو , ہائے میڈیم کا آرڈر نہ ہوتا تو میں تو تمہیں چھوڑنے والا نہیں تھا۔"

ان۔میں سے ایک نے خباثت سے کہا۔

" بھائی ! اپن کا بھی دل آ گیا ہے اس پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ماں قسم اتنا حسن میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔"

دوسرے اس کے بالوں کو چھونے کے لیے آگے بڑھا لیکن آئیملک نے اس کا ہاتھ انتہائی غصے سے پیچھے جھٹک دیا۔

"اوئے آرام سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چپ چاپ ہمیں اپنا کام کرنے دے ورنہ اور برا حال کروں گا۔۔۔۔۔" ان میں سے ایک دھاڑ کر بولا۔

"مجھے ایک چھوڑ تو سہی تجھے تیری نانی یاد دلا دوں گی کتے کی موت ماروں گی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کتے کی سمجھا۔۔۔"آئیملک نے شیرنی کی طرح غرا کر کہا۔

"یہاں سے نکلے گی تو کچھ کرے گی ناں میری لاڈو رانی ----------ادھر سے نکل کر تو کسی کومنہ دکھانے کے لائق نہیں رہے گی--------- تیری عزت کی دھجیاں -------"

ابھی بات اس کے منہ میں ہی تھی جب آئیملک نے ایک زور دار چانٹا اس کے منہ پر دے مارا۔

"کیا مال ہے بھئ , لڑکی میں تو بڑا دم ہے-------" اس کے سامنے والے لڑکے نے گلے میں لٹکی کو گندی سی چین کو گھما کر کہا اس کی آنکھوں میں غلاظت ہی غلاظت بھری ہوئی تھی۔

"اچھا میں تجھے مال لگتی ہوں , مال ہو گی تیری نانی---------- مال ہو گی تیری دادی----------مال ہو گی تیری بہن ----------مال ہو گا تیرا پورا خاندان ---------- ٹھہر تجھے تو بتاتی ہوں-------"آئیملک غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا اور زور دار اسے لات رسید کی وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا اسی لیے قلابازیاں کھاتا نیچے کسی فٹ بال کی طرح دور جا گرا۔

اب اس کے ساتھ باقی سب بھی ٹکر ٹکر اس دھان پان سی لڑکی کو تکنے لگے انہیں ایسے لگا جیسے اسمیں کوئی اچانک سے جن بھوت گھس گیا ہو۔

جب انسان بہت زیادہ طیش میں ہوتا ہے یا خوفزدہ ہوتا ہے تو اسے کچھ پتہنیں چل رہا ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے بلکل اسی طرح اس وقت آئیملک کے ساتھ ہورہا تھا۔ اس کا دماغ ماؤف ہو چکا

تھا۔

جو بھی اس کے قریب جاتا وہیا تو ے اتھپیر چلاتی یا تھوک دیتی , اسی لیے ابھی تک اس ان پانچ لڑکوں کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔

"اوئے رسی لاؤ , ایسے یہ قابو نہیں آنے والی , اب تو دیکھ ہم تیرا کیا حشر کرتے ہیں تو ابھی ہمیں جانتی نہیں ہے۔"

ان میں سے ایک چیخ کر بولا دوسرا رسی لینے فوراً بھاگا۔

"او چل چل بڑے دیکھے ہیں تیرے جیسے مچھر , اگر ہمت ہے تو چھوڑ کر مقابلہ کر پھر بتاتی ہو ذلیل, کمینے کہ میں کیا چیز ہوں۔"

آئیملک اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور کر بولی۔

رسی آ گئی تو اسے جیسے تیسے ان لڑکوں نے بہت مشکل سے باندھا۔

اتنے دنوں سے وہ بھوکی تھی , ڈھنگ سے کھانا پینا , سونا تو اس نے کب کا چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت بھی اسے لگاتار جدوجہد کرنے کے باعث بھوک اور پیاس دونوں محسوس ہو رہی تھیں۔

نقاہت کی وجہ سے وہ اب ڈھیلی پڑ رہی تھی۔

اس کا پورا وجود رسیوں میں جکڑ چکا تھا۔

سب سے پہلے انہوں نے دوپٹہ اس کے گلے سے الگ کر کے دور پھینکا۔

پھر ایک اور لڑکے نے اس کے منہ پر سختی سے سلور کلر کی ٹیپ چپکا دی اب وہ چاہ کر بول

بھی نہیں سکتی تھی۔

ایک لڑکے کے ہاتھ میں چاقو دیکھ کر آئیملک کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہونے لگے۔

وہ اس کے قریب آیا اور سختی سے بازو دبوچ کر ایک فراک کا بازو پورا کا پورا بری طرح سے چیر پھاڑ ڈالا۔

پھر دوسری طرف آ کر دوسرے بازو کے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ کیا۔

آئیملک تیزی سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

لیکن ان پر کہاں اثر ہوتا وہ تو بھوکے کتوں کی طرح اس کے نرم و ملائم موم سے دودھیا بازو کو دیکھ رہے تھے۔

وہ سب قہقہے لگا رہے تھے اس کی بے بسی پر , آئیملک آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر قطار در قطار بہنے لگے , وہ چیخ چیخ کر اپنے اللہ کو پکار رہی تھی , افغال اور نمال کو پکار رہی تھی۔

پھر اسے اپنے جسم پر جیسے کیڑے رینگتے ہوئے محسوس ہوئے۔

"یااللہ ! یہ سب دیکھنے سے پہلے مجھے موت کیوں نہیں آ جاتی , میں نے کیا بگاڑا ہے کسی کا----------زمین کیوں نہیں پھٹ جاتی جس میں , میں سما جاؤں, اے میرے مالک! میری عزت اب تیرے حوالے , مجھے آنچ بھی آئی تو میں خود کو ختم کر لوں گی---------- میں تیری بہت گناہگار بندی ہوں مالک----------معاف فرما دے, کسی بھی طرح مدد فرما دے۔"

وہ آنکھیں سختی سے میچے آیتہ الکرسی کا ورد کر رہی تھی, اسے جو جو آیتیں , سورتیں زبانی یاد تھیں اس نے ان کا ورد شروع کر دیا۔

وہ اب چاقو اس کی فرک پر اوپر نیچے پھیر کر خباثت سے دانت نکال رہا تھا۔

آئیملک کا دل کیا وہ اٹھ کر اس کے بتیس کے بتیس دانت توڑ دے۔

کچھ اس کے بازوں پر چمٹے تھے ۔

وہ سارے کے سارے اس کے اوپر آ رہے تھے , آئیملک کو ان سے گھن آ رہی تھی۔

امید کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا جب اچانک پولیس موبائل کا سائرن بجا اور ساتھ ہی سپیکر میں آواز بلند ہوئی۔

"اس فام ہاؤس کو چاروں طرف سے پولیس نے اپنے گھیرے میں لے کیا ہے اس لیے بنا کوئی نقصان کیے خود کو پولیس کے حوالے کر دو ورنہ انجام بہت برا ہو گا۔"

انسپیکٹر نے بآواز بلند کہا ۔

لڑکے ہکا نکا ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے , وہ بوکھلا کر باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈنے لگے لیکن ایک لڑکا ابھی بھی اس کے اوپر تھا۔ اس نے گریبان میں ہاتھ ڈالا کر کھینچا نتیجتاً فراک کا اگلا حصہ پھٹ گیا۔

آئیملک کی آنکھوں۔میں خون اتر آیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے زندہ زمین میں گاڑ دے۔

وہاں تک ویڈیو بن چکی تھی اس لڑکے نے جلدی سے میڈیم کے نمبر پر سینڈ کر دی ۔

"اب بچیں یا نہ بچیں تو , تو گئ کام سے جب ساری دنیا یہ ویڈیو دیکھے گی تو خود ہی جینا چھوڑ دے گی , یا تو خودکشی کر لے گی یا پھر خود کو قید----------تیری یہی زندگی لکھ دی ہے میں نے---------- "

وہ اس کے قریب ہو کر بولا۔ اور وہاں سے کھسک لیا ۔

وہ الفاظ نہیں تھے زہر میں ڈوبے تیر تھے جو اس کے سینے میں پیوست ہو گئے۔

آنسو آنکھوں سے روانی سے بہنے لگے۔

نمال اور اس کا دوست جلدی سے ہاؤس کے اندر داخل ہوئے , فام ہاؤس بہت بڑا تھا , انہیں ڈھونڈنے میں مشکل پیش آ رہی تھی ۔ اسی لیے دائیں طرف نمال مڑ گیا جبکہ بائیں طرف اس کا دوست تاکہ جلدی آئیملک کا پتہ چل سکے۔

دو منزلہ ہاؤس تھا اور بہت سے کمرے بنے ہوئے تھے۔

وہ اپنے دوست کو اشارہ کرتا اوپر والے پورشن پر آ گیا۔

وہ دل میں بس ایک ہی دعا مانگ رہا تھا کہ اس کی ملک کو کچھ نہ ہوا ہو۔

کمرے چیک کرتے ہوئے نمال کو ایک کمرے سے ہلکے سے کھٹکے کی آواز سنائی دی وہ بھاگتا ہوا اس کمرے تک پہنچا۔

وے کمرہ اندر سے لاکڈ تھا جس کا مطلب تھا کہ آئیملک اسی کمرے میں تھی۔

"ملک میں آ گیا ہوں , تمہارا نمال آ گیا ہے بس کچھ دیر اور انتظار کر لو میں دروازہ توڑنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

نمال دروازہ بجا کر اونچی آواز میں بولا اس کی آواز میں واضح لرزش تھی۔

نمال نے پہلے ٹانگوں سے پھر بازوں سے دروازہ توڑنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا پھر اس نے اپنے دوستکو آواز لگا کر اوپر بلوایا۔

وہ بھاگتا ہوا آیا اور دونوں نے مل کر دروازے کو توڑ پھوڑ ڈالا۔

سامنے کا منظر دیکھ کر وہ دونوں شرم سے نظریں جھکا گئے۔

"بلال تم باہر جا کر صورت ِحال دیکھو , میں آئیملک کو لے کر آتا ہوں , ان میں سے ایک بھی نہیں بچنا چاہیئے سمجھا۔۔۔۔۔۔۔" نمال کی غصے سے رگیں تن گئ تھیں , وہ حلق کے بل چیخ کر بولا تو بلال سر ہلاتا وہاں سے فوراً نیچے چلا گیا۔

وہ بھاگ کر اس پاس آیا۔

"ڈونٹ وری۔۔۔۔۔۔۔۔بلکل پریشان ہونے کی ضرورت نہیں , میں آ گیا ہوں نہ اب تم محفوظ ہو۔"

اس نے سب سے پہلے ٹیپ اتار کر پھینکی۔

"نمال۔۔۔۔۔۔۔۔" بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس کے لب پھڑپھڑائے۔

اس نے جلدی سے اس کے پیچھے بندھے ہاتھ اور بیڈ کے ساتھ بندھی ٹانگیں کھولیں۔

رسیوں سے آزاد ہوتے ہی وہ تیزی سے نمال کی طرف بڑھی اور اس کے سینے میں منہ چھپا کر بری طرح رو پڑی۔

وہ اس کی حالت دیکھ کر سختی سے لب بھینچ گیا۔

وہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتا اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ اتنی خوفزدہ سی تھی کہ نمال سے ایک منٹ کے لیے بھی الگ نہیں ہو رہی تھی۔

ڈر اور سہما پن اس کے چہرے پر صاف نظر آ رہا تھا۔

"ملک ! چپ ہو جاؤ , کیں ہوں ناں سب ٹھیک کر دوں گا, جس نے بھی تمہیں ہاتھ لگانے کی گستاخی کی ہے ناں اسے چھوڑوں گا نہیں تمہارے سامنے اس کے ہاتھ توڑوں گا۔"

اس کے آنسو نمال کے دل پر گر رہے تھے۔

کوئی آدھے گھنٹے تک وہ بمشکل چپ ہر کر چلنے کے قابل ہوئی۔

نمال نے اپنا کوٹ اتار کر اس کے گرد اچھی طرح سے لپیٹ لیا۔

پھر وہ اسے لیے نیچے آ گیا۔

بلال کی وجہ سے اسی وقت انکوائری سے وہ لوگ بچ گئے تھے۔

بلال کی اطلاع کے مطابق پانچوں لڑکے پکڑے گئے تھے ۔

نمال نے آئیملک کو حوصلہ دیتے ہوئے ایک طرف کھڑا کیا۔

"بس دو منٹ ------ میں ابھی آتا ہوں--------گھبرانا نہیں تم تو بہادر لڑکی ہو

ناں۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے نرمی سے کہا تو آئیملک نے دھیرے سے سر۔کو جنبش دی۔

سارے لڑکے اس کے سامنے کھڑے تھے۔

اور وہ چلا چلا کر پوچھ رہا تھا کہ آئیملک کی ایسی حالت کس نے کی تھی۔

جب کوئی نہ بولا تو نمال آئیملک کو لے کر آیا اور پوچھا ۔

"ملک ! بتاؤ کس نے کیا ہے یہ سب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بتاؤ۔۔۔۔۔"

آئیملک نے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔

نمال کسی شیر کی طرح اس پر ٹوٹا تھا ۔ نمال جوگنگ کے ساتھ جم بھی جاتا تھا اسی لیے کسی کے بازو توڑنا اس کے آگے اتنا مشکل کام نہیں تھا۔

آئیملک کے سامنے اس نے اس کے ہاتھ توڑے , وہ لڑکا حلق کے بل چیخا تھا۔

باقی سب کی بھی اس نے خوب دھلائی کی۔

"بس کر برو! آگے کا کام میں دیکھ لوں ڈونٹ وری, تم سسٹر کو لے کر گھر جاؤ اور بے فکر ہو جاؤ۔"

بلال کے کہنے پر وہ بمشکل خود کو روک پایا اور سر ہلاتا آئیملک کو لے کر گھر کی طرف گاڑی بڑھا دی۔

وہ بہت چپ چپ تھی نمال نے اسے ٹھیک کرنے کے لیے ایک دو بار بات کرنی چاہی لیکن

وہ خاموش رہی, اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ جانتا تھا جس کیفیت سے وہ گزر رہی تھی اسے نارمل ہونے میں وقت لگنا تھا۔

وہ لوگ جلد ہی گھر پہنچ گئے , سب کی بار بار کالز آ رہی تھیں لیکن نمال نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔

سب بے چینی اور پریشانی سے لاؤنج میں جمع تھے , افغال بھی وہاں موجود تھا , وہ بتائی گئ جگہ سے کچھ فاصلے پر آئیملک کی گاڑی دیکھ کر چونکا تھا اور تب ہی اسے پریشانی نے گھیر لیا وہ سیدھا گھر آیا تو گھر والے بھی اصل بات سے لاعلم تھے وہ مزید پریشان ہو گیا۔

نمال کے پہلو کے ساتھ لگی آئیملک جب ہال میں داخل ہوئی تو سب بھاگ کر اس کے پاس پہنچے اور اس کی حالت دیکھ کر سب رو پڑے تھے۔

نمال نے سب کو سچ سچ بتا دیا تھا لیکن روزیہ کا ذکر نہیں کیا تھا نہ ان کے سامنے اور نہ ہی پولیس کے

سامنے, آئیملک کو جب وہ اوپر والی منزل سے نیچے لا رہا تھا جب روزیہ کی اسے کال آئی اس کے پاس آئیملک کی ویڈیو تھی جو اگر وہ اس کے بارے میں کسی کو بھی کچھ بتائے گا تو وہ سوشل میڈیا پر وائرل ہو جاتی۔ اور آئیملک کو مزید مشکل میں وہ نہیں ڈال سکتا تھا۔

آئیملک کو وہاں چھوڑ کر وہ سیدھا باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

اس کا رخ اب روزیہ کے گھر کی طرف تھا۔

اس کے تیور بہت خطرناک لگ رہے تھے۔

☆☆☆ ☆☆☆

وقت نے ایک دم سے کروٹ بدلی۔

زندگی اب بہت خوبصورت لگنے لگی تھی, وہ دونوں ایک دوسرے کا ساتھ پا کر بے حد خوش تھے۔

گزرتے دنوں میں حدیر نے نویرہ کا بہت خیال رکھا اسے خوب گھمایا پھرایا, یہ دن نویرہ کی زندگی کے یادگار دن تھے۔

شادی میں بہت کم دن بچے تھے۔

آئے دن ان کے بازاروں کے چکر لگ رہے تھے۔

آج بھی ان کا ارادہ مارکیٹ جانے کا تھا۔

یہ بھی ایک اجلی اجلی اور نکھری سی صبح تھی جب حدیر کی آنکھ کھلی۔ اس نے آنکھوں کو مسل کر کسل مندی سی بھرپور انگڑائی لی۔

پھر ایک گہری نگاہ اپنے پہلو میں بے خبر سوئی نویرہ پر ڈالی اس کے ہونٹ خوبخود مسکرا اٹھے۔

جب سے نویرہ کو اس نے پایا تھا اس اپنی زندگی جنت کی طرح لگنے لگی تھی۔

"صبح بخیر میری زوجہ محترمہ!" وہ پیار سے اس کے کھلے بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا اس کے کان میں گنگنایا۔

"صبح بخیر------!!" نویرہ نیند میں ہی ممنائی۔

حدیر یک ٹک اسے دیکھنے میں محو تھا اس کی نظروں کی تپش کا احساس تھا کہ نویرہ نے پٹ سے آنکھیں کھولیں ۔

"صبح صبح کیوں گھورے جا رہے ہو, مجھے کیا نظر لگانی کا ارادہ ہے۔" اس نے ہاتھ حدیر کی آنکھوں پر رکھ کر شرارت سے پر لہجے میں کہا۔

"ہائے کیا کروں ایک چہرہ دیکھتا ہوں تو باقی سب بھول جاتا ہوں, پھر کچھ اور کام کرنے کا من ہی نہیں کرتا۔"

وہ بڑے جذب سے اس کے ہاتھ تھام کر اپنے پبوں کے پاس لے گیا اور ہونٹوں سے اس کے ہاتھ کو پیار سے چھوا۔

نویرہ نے جھٹ سے ہاتھ اپنی جانب کھینچ لیا۔

"چل جھوٹے----------" وہ اس کی پیشانی پر بکھرے بال مزید بگاڑتی اٹھنے لگی جب حدیر نے اسے پھر سے کھینچ کر اپنے قریب کیا۔

"کہاں جا رہی ہو-------؟" کھٹ سے سوال پوچھا گیا, لہجے میں بے تابی صاف ظاہر تھی۔

"فریش ہونے جا رہی اور کہاں پھر ناشتہ بھی تو بنانا ہے ۔" اس نے لیٹے لیٹے ہی جواب دیا۔

"ناشتہ بھی ہو جائے گا ابھی بیٹھو تم میرے پاس------"

"کیوں مجھے اور کوئی کام نہیں---------" نویرہ نے جان بوجھ کا اسے جلانا چاہا۔

"اچھا تو جناب کو مجھ سے زیادہ باقی کام اہم۔لگتے ہیں واہ-----" حدیر نے اسے گھور کر دیکھا۔

"ہاں ! بلکل--------ایسا ہی ہے----" اس نے اسے چیڑایا۔

"ایسے کی ہو تیسی , تم کہیں نہیں جا رہی چپ چاپ رہو ادھر ہی-----" حدیر نے رعب جمایا۔

"کیوں آپ نے آفس نہیں جانا , دیر نہیں ہو رہی آپ کو؟" وہ انجان بنی حالانکہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ حدیر آج آفس سے چھٹی مارنا چاہ رہا تھا۔

"نہیں میرا دل نہیں لگتا آفس میں------" وہ معصومیت سے بولا۔

"او اچھا جی! تو جناب کا دل کہاں لگتا ہے-----؟" وہ مسکراہٹ ہونٹوں میں دبا کر بولی۔

"آہم بتا دوں------- کہاں لگتا ہے ہاں--------ہاں-----" وہ اس پر شرارت سے جھکا , نویرہ نے ہنستے ہوئے اسے پیچھے دھکیلا اور مشکل سے اس سے خود کو چھڑوا کر واش روم میں گھس گئ۔

وہ بھی ہنستے ہوئے بالوں میں انگلیاں چلانے لگ گیا۔

وہ بھی نویرہ تھی پھر حدیر کو زبردستی آفس بھیج کر ہی دم لیا۔

باقی کچھ چھوٹے موٹے کام ختم کرنے کے بعد وہ راحیلہ بیگم اور فضہ کے ساتھ مارکیٹ چلی

آئی , سمیر بھی ساتھ ہی تھا اسے بھی کچھ خریدنا تھا۔

ابھی وہ آدھی چیزیں ہی لے پائے تھے جب نویرہ کا فون بج اٹھا ۔

اس نے دیکھا تو حدیر کی کال تھی۔

وہ آفس میں ہوتے ہوئے بھی اس کے آس پاس ہی رہتا تھا۔ دو تین بار تو لازمی کال کر کے اس سے بات کرتا اور نویرہ کو بہت اچھا لگتا تھا۔

ابھی بھی وہ حدیر سے باتوں میں مگن تھی۔

وہ لوگ شاپنگ کر کے واپسی کے لیے آ رہے تھے جب اپنے ہی دھیان میں سمیر روڈ کراس کر رہا تھا یہ دیکھے بنا کہ ایک گاڑی اس کے بلکل قریب آ چکی تھی, نویرہ کی اچانک نگاہ پڑی تو حق دق رہ گئ اور سیل فون کان سے ہٹا کر آؤ دیکھا نہ تاؤ بھاگ کر سمیر کو آگے دھکا دیا وہ لڑکھڑا کر دوسری طرف جا گرا۔

جبکہ نویرہ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا اور گاڑی کو بریک لگتے لگتے بھی بہت وقت لگا , چھناک سے کچھ ٹوٹا تھا۔

دھواں اتنا تھا اوپر سے لوگوں کا وہاں رش لگنے لگ گیا۔

فضہ , سمیر اور راحیلہ پاگلوں کی طرح اس طرف بھاگے اور ہجوم چیرتے ہوئے جب آگے آئے تو گاڑی سے کچھ فاصلے پر نویرہ اوندھے منہ پڑی تھی سارے لوگ بھاگ کر اس کی طرف گئے۔

سمیر نے کانپتے ہاتھوں سے نویرہ کو سیدھا کیا تو اس کی چیخ نکل گئ وہ خون میں بری طرح سے لت پت تھی۔

راحیلہ اور فضہ کے ساتھ ساتھ اور بھی کئ لوگوں کے منہ کھل گئے۔

کوئی اس کی نبض چیک کر ہا تھا کوئی کچھ اور کوئی کچھ-------

"نوی-----نوی-------تم ٹھیک ہو--------پلیز جواب دو

--------ہیلو---------نوی --------تم بول کیوں نہیں رہی-----" حدیر چیخ رہا تھا ,پکار رہا تھا, چلا رہا تھا ۔

لیکن آگے سے خاموشی تھی مکمل خاموشی----------

حدیر کو بس ایک چیخ اور اس کے بعد دھماکہ نما آواز سنآئی دی ,اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔

کسی انہونی کے احساس سے موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔

7

☆☆☆💜☆☆☆

رات کا آخری پہر چل رہا تھا۔

نمال جب شاہ ہاؤس میں داخل ہوا تو اس کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔

گارڈ کو اس نے اندر اطلاع دینے کے لیے بھیجا۔ اگرچہ وہ پانچ منٹ تک واپس آ گیا تھا لیکن یہ پانچ منٹ بھی نمال کو گراں گزرے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ روزیہ کو فوراً جا کر زندہ زمین میں گاڑ دے۔

نمال نے جب ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تب تک روزیہ کے ساتھ انکل آنٹی بھی وہاں موجود تھے اور صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔

مسز شاہ نے سامنے لگی دیوار گیر گھڑی پر نظر ڈالی جو تین بجانے والی تھی اور اس وقت , وہ بھی نمال کی آمد خیر کی خبر تو نہیں ہو سکتی تھی۔

مسز شاہ نے بے چینی سے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑا , وہ بھی اپنی جگہ پریشان تھے لیکن اپنی بیگم کو حوصلہ دیتی نگاہوں سے دیکھا۔

روزیہ شبِ خوابی زیب تن کیے آنکھیں مسلتی جب ڈرائنگ روم کے دہانے پر کڑے تیور لیے خود کو بری طرح سے گھورتے نمال کو دیکھا تو اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ نمال حد درجہ سنجیدہ لگ رہا تھا روزیہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری ۔

"بیٹا ! آر یو اوکے۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتنی رات کو یوں اچانک یہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب خیریت ہے ناں؟" مسٹر شاہ نے پریشان سے پوچھا ۔ خطرے کی گھنٹی تو پہلے ہی ان کے دماغ میں بج چکی تھی , جس طرح نمال روزیہ کو غصے سے دیکھ رہا تھا کچھ تو ہوا تھا۔

لیکن وہ بنا جواب دیئے جارحانہ روزیہ کی جانب بڑھا۔

"مس روزیہ! کیوں کیا تم نے یہ سب, اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تم اتنا گر جاؤ گی ,میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔"

نمال نے اسے بازوں سے دبوچ کر تقریباً جنجھوڑ کر چیخ کر کہا۔

مسز شاہ نے دہل کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

"مم۔۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔۔میں نے کیا , کیا ہے نما۔۔۔۔۔۔۔"

"خبردار ۔۔۔۔۔۔۔۔ خبردار جو اپنی گندی زبان سے میرا نام بھی لیا تو , ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

وہ مسلسل اس پر برس رہا تھا۔

"نمال! بیٹے پلیز بیٹھو , بیٹھ کر بات کرتے ہیں تم مجھے بتاؤ کیا کیا ہے اس نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟"

مسٹر شاہ ہنوز الجھن کا شکار تھے۔

"نہیں انکل میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا آج جو کچھ آپ کی اس لاڈلی بیٹی نے کیا ہے ناں سن کر آپ بھی کا سر شرم سے جھک جائے گا۔"

نمال نے غصے سے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ شاہ صاحب مزید پریشان ہوئے۔

"نمال تم کھل کر بات کرو اگر تو اس نے غلطی کی ہے تو میں خود اسے اس کی سزا دوں گا۔"

اب کی بار مسٹر شاہ کے لہجے میں برہمی کی آمیزش تھی۔

پھر نمال ساری کہانی ان کے گوش گزار کی , جسے سن کر ان کا واقعی سر شرم سے جھک گیا , خود پر بمشکل ضبط کیے ان کی آنکھیں لال رنگ ہونے لگ گئیں۔

"روزیہ! یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے کیا یہ سب سچ ہے------؟" وہ اس کے قریب آ کر گرجے ۔ مسز شاہ نے ان کا ہاتھ پکڑنا چاہا لیکن انہوں نے جھٹک دیا۔

"پاپا وہ---------- دراصل---------وہ ----- میں-----"

"جو پوچھ رہا ہوں صرف اس۔کا جواب دو ہاں یا ناں------جسٹ ٹیل می فاسٹ؟"

مسلتی انگلیاں --------- اضطراری طور پر لب کاٹتے ہوئے ------- جھکا سر-------انہیں خود ہی جواب مل گیا۔ وہ دو قدم آگے بڑھے اور ایک کی بجائے تین زناٹے دار تھپڑ یکے بعد دیگرے اس کے منہ جڑ دیئے۔

روزیہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی اسی لیے لڑکھڑا کر صوفے پر جا گری ۔

مسز شاہ نے جا کر اسے سنبھالنا چاہا لیکن مسٹر شاہ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں ادھر ہی روک دیا۔

"بہت اچھا کیا انکل آپ نے , میں عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتا ایسی میری تربیت نہیں ہے لیکن آج اس نے اس معصوم لڑکی کی جو حالت کی ہے آپ نہ بھی کرتے تو میں ضرور کرتا , پھر بھلے مجھے اپنے اصول توڑنے پڑتے۔"

اس نے حقارت بھری نگاہ دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے سسکیاں بھرتی روزیہ پر ڈال کر کہا۔

"جس کی غلطی ہو سزا بھی اسی کو ملنی چاہیئے چاہے وہ اپنی سگی اولاد ہی کیوں نہ ہو , میں نے بھی وہی کیا ہے۔" وہ ازحد شرمندہ سے ہوئے۔

"گو می یور موبائل۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہری اپ!!"

انہوں نے سختی سے کہا۔

"پاپا آپ میرے ایسے نہیں کر۔۔۔۔۔۔۔۔"

شٹ اپ ۔۔۔۔۔۔۔۔جسٹ شٹ اپ ۔۔۔۔۔۔۔ جتنا کہہ رہا ہوں صرف اتنا کرو , مجھے مزید غصہ مت دلاؤ روزیہ۔۔۔۔۔۔۔" وہ یک دم اس کے سر پر دھاڑے تو ڈر کے مارے روزیہ نے فوراً سے انہیں موبائل پکڑا دیا۔

مسٹر شاہ نے موبائل نمال کی طرف بڑھایا۔

"جو ویڈیو بنی ہے اسے خود اپنے ہاتھوں سے ڈیلیٹ کر دو تاکہ تمہیں تسلی رہے۔"

نمال نے اثبات میں سر ہلا کر سیل فون ان کے ہاتھ سے لے کر ویڈیو ڈیلیٹ کر دی اور فون واپس انہیں تھما دیا۔

اب وہ قدرے پر سکون ہوا۔

" ایک لڑکی ہو کر تم نے ایک لڑکی کی عصمت کو داغ دار کرنا چاہا ہے وہ لڑکی جس کی کل بارات ہے ارے اس کے دل پر کیا بیت رہی ہو گی, سوچو اگر تمہارے ساتھ یہ سب ہو رہا ہوتا تو تم کیا کرتی۔۔۔۔۔۔۔۔ سنا اور پڑھا تو ہو گا تم نے کہ مارنے والے سے بچانے والی ذات بڑی ہوتی ہے۔"

نمال نے چبا چبا کر ہر لفظ ادا کیا جو عب میں وہ ہنوز خاموش تھی۔

"نمال بیٹا! تم بے فکر ہو کر جاؤ, اس کو تو میں دیکھ لوں گا۔۔۔۔۔۔۔آئندہ اس کی طرف سے تمہیں کوئی شکایت نہیں ملی گی, کیں اس بات کی ذمہ داری اٹھاتا ہو اور جو کچھ ہو چکا ہے اس کی تلافی تو نہیں کر سکتا ہاں اس کی طرف سے میں تم سے معافی مانگتا ہوں"

انہوں نے نہ صرف کہا بلکہ ہاتھ بھی جوڑ دیئے ۔

"نہیں انکل پلیز آپ کیوں معافی مانگ رہے ہیں , ہاتھ جوڑ کر مجھے شرمندہ مت کریں پلیز۔۔۔۔" نمال نے ان کے ہاتھ تھام کر کہا اور تاسف سے روزیہ کو دیکھا , ایسی نااہل اولاد ہی والدین کے لیے آزمائش ہوا کرتی ہے۔

"ڈونٹ وری انکل میں کوئی کیس نہیں کروں گا, میں نے پہلے بھی بتایا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ میں عورتیں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ مجھے آپ کی باتوں پر پورا بھروسہ ہے اس لیے یہ بات یہیں ختم کر کے جا رہا ہوں۔"

وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوا تو مسٹر شاہ کہ دل میں یک گونا سکون اتر گیا۔

"بہت شکریہ بیٹا تم واقعی بڑے نیک اور سلجھے ہوئے لڑکے ہو۔" انہوں نے خوش ہر کر دل سے سراہا۔ جواب میں اس نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا۔

"آئیملک سے مجھے پیار تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے ۔۔۔۔۔۔اور ہمیشہ رہے گا, اس دنیا میں ہم ملے یا نہ ملے لیکن آخرت میں ضرور ملیں گے۔ تک نے میری ملک کو بہت رولایا ہے تمہاری جگہ کوئی لڑکا ہوتا تو میں اس کی جان لے لیتا, جو حرکت تم نے کی ہے اگر مجھے انکل آنٹی کا لحاظ نہ ہوتا تو تم اس وقت جیل کی ہوا کھا رہی ہوتی۔"

وہ اس کے قریب جا کر دبے دبے لہجے میں غرا کر بولا۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆💙☆☆☆

حدیر نجانے کب سے ایک ہی جگہ ساکت بیٹھا تھا,

جب شیرازی صاحب ہانپتے کانپتے بہت گھبراہٹ کے عالم میں اس کے آفس میں داخل ہوئے۔

ایک دو بار پکارنے پر جب حدیر کی کیفیت میں تبدیلی نہیں آئی تب انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا شانہ دبایا تو وہ جیسے ہوش کی دنیا میں آیا۔

" پلیز پاپا کوئی بری خبر مت سنائیے گا اباور ہمت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز ڈونٹ سے دیٹ۔۔۔۔۔۔۔پلیز۔۔۔۔"

شیرازی کے چہرے سے جھلکتی پریشانی بھانپ کر اس نے بے چینی سے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر نفی میں سر ہلا کر کہا۔

شیرازی بے ساختہ لب بھینچ گئے۔۔۔۔۔۔۔

"انسان جتنا بھی نہیں نہیں کر لے لیکن ایک بات تو طے ہے بیٹے کہ جو دکھ اور غم اس کی قسمت میں لکھ دیئے گئے ہیں ان کا بوجھ اسے ہمت و حوصلے سے اٹھانا ہی پڑتا ہے۔"

انہوں نے اپنی طرف سے اسے بری خبر کے لیے تیار کرنا چاہا۔

"پاپا گھر میں سب ۔۔۔۔۔۔۔ٹھیک ہے ناں ماما نویرہ ۔۔۔۔۔۔۔۔سب خیریت ہے ناں؟" اس کے لب و لہجے میں بے چینی ہی بے چینی تھی ۔

"کچھ ٹھیک نہیں بیٹا , نویرہ کا بہت بری طرح سے روڈ ایکسیڈنٹ ہوا ہے ہمیں ابھی کہ ابھی ہوسپٹل پہنچنا ہوگا۔"

شیرازی نے جیسے یہ بات کہی یہ وہی جانتے تھے یا ان کا خدا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حدیر کے ردِ عمل کے پیشِ نظر انہوں نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔

لیکن حدیر کو اتنا بڑا شاک لگا کہ وہ نہ تو کچھ بول سکا اور نہ ہی پوچھ سکا۔ اس کا وہم حقیقت کا روپ دھار چکا تھا وہ کسی روبوٹ کی طرح سکتے کی سی حالت میں شیرازی کے ساتھ لڑکھڑاتا ہوا, گھسٹتا ہوا جا رہا تھا۔

اس کی حالت کو دیکھ کر شیرازی صاحب نے اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی ۔

وہ لوگ جلد ہی مطلوبہ ہوسپٹل پہنچ گئے۔

راحیلہ, فضہ اور سمیر کی رو رو کر بری حالت ہو چکی تھی۔

وہاں پہنچتے پہنچتے بھی بیس منٹ ضائع ہو گئے جس کی وجہ سے نویرہ کی حلات بگڑ گئ تھی , ڈاکٹرز کے مطابق خون زیادہ بہنے کے باعث اسے خون کی کمی ہو گئ تھی اور جو سب سے پریشان کن بات تھی وہ یہ تھی کہ نویرہ کو ایک نہیں بلکہ تین جگہ پر چوٹ لگی تھی اسی لیے بلیڈنگ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی ۔ سمیر اب تک کی ساری صورتحال شیرازی صاحب کے گوش گزار کی تو مزید پریشان ہو گئے اور خاموش لبوں سے دعا گو ہو گئے۔

نویرہ ایمرجنسی وارڈ میں منتقل تھی۔

حدیر بنا کہیں اور دیکھے , کسی سے کچھ بھی پوچھے بغیر سیدھا وارڈ روم کے بند دروازے کے پاس چلا آیا۔

شیشے سے نظر آتے نویرہ کے بے جان وجود کو اس نے نجانے کتنی ہمت و حوصلہ مجتمع کر کے دیکھا ۔

شیشے میں سے نظر آتے عکس پر اس نے بے بسی سے ہاتھ پھیر کر جیسے چھونا چاہا۔

آنسو اس کی پلکوں تک آئے پھر اس کے گال بھگوتے چلے گئے , وہ زندگی میں دوسری بار نویرہ کے لیے رو رہا تھا , بری طرح سے ٹوٹ رہا تھا , بکھر رہا تھا لیکن سوائے نوی کے اس کا علاج کسی کے پاس نہیں تھا۔

اسی لمحے ڈاکٹر تیزی سے باہر نکلا حدیر نے بے تابی سے اس کا راستہ روکا۔

"ڈاکٹر پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میری نوی ۔۔۔۔۔۔کیسی۔۔۔۔۔کیسی حالت۔۔۔۔۔۔" وہ بمشکل اتنا ہی پوچھ سکا۔

"دیکھیئے مریضہ کی حالت بہت کریٹیکل ہے ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہو گا, ابھی خون کی اشد ضرورت ہے خون زیادہ بہنے اور تین۔جگہ پر چوٹ لگنے سے نویرہ کومہ میں بھی جا سکتی ہے یا۔۔۔۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر تفصیل بتاتے ہوئے یک دم رک گیا, اس کے ان سب کی سانس بھی رک گئ تھی۔

"یا پھر یہ کہ ان کے بچنے کے بہت کم چانسز ہیں, آپ لوگوں کو بہت ہمت سے کام لینا ہو گا۔"

ڈاکٹر نے گہری سانس بھر کر کہا۔ راحیلہ اور فضہ نے بے ساختہ منہ پر ہاتھ کر اپنی چیخ کو روکا جبکہ حدیر نے خود کو گرنے سے بچانے کے لیے دیوار کا سہارا لیا۔

سمیر نے شیرازی صاحب کو سنبھال کر دیوار گیر چیئرز میں سے ایک پر بٹھایا۔

"آپ لوگ پلیز مایوس نہ ہوں اچھے کی امید رکھیں , دوا میں کروں دعا آپ لوگ کریں اللہ نے چاہا تو سب بہتر ہو گا۔"

ڈاکٹر کوئی بہت نیک دل انسان تھا جو ان کے پاس کھڑا ان کی ہمت بندھا رہا تھا۔

"سب سے پہلے جتنا جلدی ہو سکے خون کا بندوبست کریں اس کے بعد کچھ کلیئر ہو سکتا ہے کہ کیا صورتِ حال ہے۔ آپ لوگوں میں سے B پوزیٹو کس کا بلڈ گروپ ہے ؟"

"میرا ہے ڈاکٹر صاحب چلیں کہاں بلڈ دینا ہے, آپ کو جتنا چاہیئے نکال لیں لیکن میری نوی کو کچھ نہیں ہونا چاہیئے ۔"

ڈاکٹر نے چونک کر حدیر کو دیکھا جس کی سب سے زیادہ حالت اس وقت قابلِ رحم لگ رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"آپ چلیں پھر میرے ساتھ, ہمارے پاس وقت بہت کم رہ گیا ہے۔"

حدیر ان کے پیچھے پیچھے ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہو گیا۔

جبکہ راحیلہ اور فضہ زیرہ روم میں جائے نماز بچھا کر دو نفل صلوٰۃ حاجات کے پڑھ کر اب دعا میں مشغول ہو گئیں۔

☆☆☆❤☆☆☆

صبح بہت ہی خاص دن تھا۔
صبح ہونے میں بس کچھ ہی گھنٹے باقی رہ گئے۔ وہ سب سو گئے تھے لیکن آئیملک کو نیند نہیں ق رہی تھی۔
آج جس بھیانک حادثے سے وہ دوچار ہوئی تھی وہ اس کیفیت سے چاہ کر بھی نہیں نکل پا رہی تھی۔
جب سب نے اس کی حالت دیکھی تو دنگ رہ گئے ۔ دادو ,بوا دادی , سعدیہ پھوپھو ,الوینہ سب کتنے پریشان ہو گئے تھے الوینہ اور دادو نے تو رو رو کر برا حال کر لیا تھا۔
نمال نے گھر پر کچھ بھی بتانے سے منع کیا تھا مختصراً وہ خود ہی بتا کر چلا گیا تھا اس لیے سب مطمئن ہو گئے , ان سب کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ صحیح سلامت گھر آ گئی تھی۔
اصل حقیقت کیا تھی یہ تو صرف آئیملک اور نمال ہی جانتے تھے , کیا پتہ آئیملک بتا بھی دیتی لیکن وہتب سے اب تک چپ سادھے بیٹھی تھی۔

آج نمال نے اس کی عزت بچا لی تھی ورنہ بہت غلط ہو جاتا , ایک طوفان تھا جو آ کر چلا گیا لیکن اپنے پیچھے وہ بہت سے برے اثرات آئیملک کے لیے چھوڑ گیا تھا۔

نمال کے لیے اس کے دل میں عزت اور محبت مزید بڑھ گئ تھی لیکن صبح بارات تھا , وہ دن تھا جس کا سپنا ہر لڑکی دیکھتی ہے اور یہاں آئیملک کو اپنی ہوش نہیں تھی , افغال کے لیے اس کے دل میں کوئی جذبات نہیں تھے وہ نمال سے جتنا جانا چاہتی , اس کے اتنا ہی قریب ہو جاتی۔

اگر آج نمال تھوڑی دیر اور نہ آتا تو کیا ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

اسے لیٹے لیٹے یکدم پیاس محسوس ہوئی ۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئ اور ایک گلاس پانی ایسے چڑھایا جیسے صدیوں سے پیاسی ہو۔

پیاس بجھی تو دل گھبرانے لگ گیا۔

اس نے پیر بیڈ سے نیچے لٹکائے اور بنا سلیپر پہنے وہ کمرے سے باہر آ گئ۔

اس وقت اسے نمال کو بہت یاد آ رہی تھی اسی لیے اس کا خود بخود نمال کے کمرے کی جانب رخ ہو گیا۔

کمرے میں آنے کے بعد اس نے دروازہ واپس بند کر دیا۔

وہ اس کی ایک ایک چیز کو چھو کر محسوس کر رہی تھی۔

بچپن سے لے کر اب تک اس کے حصے میں آنسو ہی تو آئے تھے , زندگی میں پہلی بار اس نے کسی کا عمر بھر کے لیے ساتھ پانے کی خواہش کی تھی لیکن وہ بھی اس کے نصیب میں نہیں تھا۔

وہ پہلی بار کسی کے لیے ٹوٹی تھی ۔

"نمال میں تمہارے بغیر کیسے جی پاؤں گی , کیسے کسی اور کو تمہاری جگہ دے دوں؟ مجھ سے نہیں ہو پائے گا یہ----------پلیز آ جاؤ , ایک بار آ جاؤ ,تمہاری ملک تمہیں پکار رہی ہے , میں تمہیں فیکھنا چاہتی ہوں جی بھر کے آخری بار---------- آخری بار تم سے ڈھیروں باتیں کرنا چاہتی ہوں, جو وقت بچا ہے صرف تمہارے ساتھ بتانا چاہتی ہوں---------- نومی کیا تم میری آخری پوری کرو گے؟ "

وہ سسکتے ہوئے , روتے ہوئے اسے دل ہی دل میں پکار رہی تھی , بلا رہی تھی۔

"لیکن نہیں تم کیوں آؤ گے , تم تو اپنے گھر مزے سے سو رہے ہو گے---------- تمہاری ملک تمہیں بلائے یا نہ بلائے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے----------تمہاری محبت ,تمہارا جنون , تمہاری دیوانگی کہاں ہے اب ---------- سب جھوٹ ہے ,فریب ہے----------"

وہ اس کے بیڈ پر ہاتھ پھیرتی , اس سے شکوہ کناں تھی , رو رہی تھی , تڑپ رہی تھی۔۔۔۔۔۔اس کے آنسو اور روانی سے بہنے لگے تو اس نے سختی سے رگڑ کر سارا غصہ ان پر نکالا۔

وہ تو سکون کی تلاش میں وہاں پر آئی تھی لیکن اس کی بے چینی پہلے سے زیادہ بڑھ گئ تھی۔

وہ کچھ دیر اور وہاں رکتی تو شاید اس کا دل غم سے پھٹ جاتا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھی۔

"مجھے بلا کر اب خود کہاں جا رہی ہو ملک۔۔۔۔۔۔"

اس کے قدم یکلخت رکے , یہ آواز وہ لاکھوں کیا کروڑوں میں بھی پہچان سکتی تھی اس نے حد درجہ حیرانی سے مڑ کر دیکھا تو وہ نمال ہی تھا۔

دیوار سے کمر ٹیکے , پینٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اپنے مخصوص انداز میں کھڑا اسے ہی تک رہا تھا۔

آج ایک بات آئیملک پر واضح ہو گئ تھی کہ وہ چاہ کر بھی نمال سے دور نہیں رہ سکتی تھی اسے بے حد چاہنے لگی تھی۔ اس کی محبت اس کے دل میں بہت خاص مقام حاصل کر چکی تھی۔ اس کی آواز سنتے ہی اس کی بے تابی, بے چینی جو کچھ دیر پہلے محسوس ہو رہی تھی اچانک غائب ہو گئ اس کی جگہ اب سکون نے لے لی۔

وہ ایک ٹرانس کی شکل میں چلتی ہوئی اس کے پاس آ کر اسے چھوا کہ آیا یہ حقیقت ہے یا اس کا کوئی الوژن ---------- نمال اس کی اس حرکت پر ہنسا پڑا۔

"تم بلاؤ اور نمال نہ آئے ایسا ممکن نہیں ہے ملک--------جس طرح تم پر یہ رات بھاری ہے اس سے کہیں زیادہ آگ تو میرے اندر لگی ہے جس میں , میں پل پل جل رہا ہوں , جسے تمہارے علاوہ کوئی نہیں بجھا سکتا----------لیکن تمہیں خود کو اور مجھے تڑپتا دیکھ کر مزا آتا ہے نہ تو تماشا دیکھو اب , نظریں کیوں چرا رہی ہو۔"

اور آئیملک واقعی اس سے نگاہیں چرانے پر مجبور ہو گئ۔

اس کا ساحرانہ لب و لہجہ اسے پاگل کر رہے تھے , آئیملک نے رخ موڑ کر اپنے آنسو چھپانے چاہے جو بے اختیار اس رخسار پر بہہ نکلے تھے۔

لیکن وہ بھی نمال تھا جو اس کے دل کی آواز تک سننے کا ہنر رکھتا تھا پھر اس کے آنسو کیسے نہ دیکھ پاتا۔

اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس کے شانے تھام کر نمال نے اسے اپنی طرف گھمایا اور بہت پیار سے اس کے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں پر ایک ایک کر کے چن لیے۔

کیا ہوا اثر یہ تیرے ساتھ رہ کر نجانے کہ ہوش مجھے نہ رہا

لفظ میرے تھے زباں پہ آ کے رکے پر ہو نہ سکے وہ بیاں

نیندیں جا کے نہ لوٹیں , کتنی راتیں ڈھل گئیں
اتنے تارے گنے کہ انگلیاں بھی جل گئیں
ہمنوا میرے تو ہے تو میری سانسیں چلیں
بتا دے کیسے میں جیوں گا تیرے بنا
فاصلے نہ دے کہ میں ہوں آسرے تیرے
بتا دے کیسے میں جیوں گا تیرے بنا
ہر وقت دل کو جو ستائے ایسی کمی ہے تو
میں بھی نہ جانوں یہ کہ اتنا کیوں لازمی ہے تو
ملنے کے تجھ سے بہانے کروں
تو مسکرائے وجہ میں بنوں
روز بتانا ساتھ میں تیرے سارا دن میرا
اس دردِ دل کی سفارش اب کر دے کوئی یہاں
کہ مل جائے اسے وہ بارش جو بھگا دے پوری طرح
تو آخری آنسو ہے یارا ہے آخری تو غم
دل اب کہاں ہے جو دوبارہ دے دیں کسی کو ہم
دھڑکن تیرا نام جو لے,آنکھیں بھی پیغام یہ دیں

تیری نظر کا ہی یہ اثر ہے , مجھ پہ جو ہوا
ہمنوا میرے تو ہے تو میری سانسیں چلیں
فاصلے نہ دے کہ میں ہوں آسرے تیرے
بتا دے کیسے میں جیوں گا تیرے بنا

وہ اسے کھڑکی کے پاس لا کر اس کے کان میں گنگنا رہا تھا اور سحر زدہ سی اس کے سحر میں جکڑتی چلی گئ۔

وہ اس کے ہاتھ تھام رہا تھا ,اسے اپنے قریب لا رہا تھا لیکن آئیملک کوئی بھی ری ایکٹ نہیں کر رہی تھی , آج پہلی بار اس نے نمال کو اپنی من مرضی کرنے دی تھی , وہ خود بھی یہ آخری پل اس کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی اور اس کی یہ دعا کتنی جلدی قبول ہوئی تھی وہ حیران ہی تو رہ گئ۔

لیکن وقت کا کام تھا گزرنا سو گزر گیا۔

صبح صادق ہوتے ہی ان دونوں کو ایک دوسرے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے الوداع کہنا پڑا۔

دل پر پتھر رکھ کر وہ دونوں پھر سے اپنے اپنے خول میں سمٹ گئے۔

آئیملک افسردگی سے مردہ قدم اٹھاتی واپس اپنے کمرے میں آ گی۔

جبکہ نمال پائپ کے ذریعے نیچے اتر کا دیوار پھلانک کر جیسے آیا تھاویسے ہی واپس لوٹ گیا۔

ان دونوں کے دل ایک دوسرے سے جڑے تھے اسی لیے اس کی ایک پکار پر نمال کو وہاں جانا پڑا یہ آئیملک کے جذبات کی شدت تھی جو وہ اس پاس کھنچا چلا آیا , نجانے کیوں اسے لگ رہا تھا آج آئیملک نہیں سو پائے گی وہ ضرور اس کے کمرے میں آئے گی یہی سوچ کر وہ وہاں کسی بات کی بھی پرواہ کیے بنا دوڑا چلا آیا تھا۔

"دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔۔۔۔۔"

ان دونوں کو اس بات پر یقین کرنا پڑا۔

☆☆☆💜☆☆☆

حدیر سٹریچر پر لیٹا تھا لیکن اس کی نظریں ساتھ پڑے سٹریچر پر ہر چیز سے بے نیاز پٹیوں میں جکڑی بے ہوش پڑی نویرہ پر چپکی ہوئی تھی,

اس کی نوی زندگی اور موت کے درمیان لڑ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ زیادہ دیر اپنی نوی کو نہیں دیکھ سکا حدیر نے اس کے وجود سے نگاہیں ہٹا لیں۔

حدیر کو ڈرپ لگ چکی تھی ۔ سٹریچر کے پاس رکھے سٹینڈ پر لٹکی خالی بوتل آہستہ آہستہ بھرتی جا رہی تھی اور نویرہ کے اندر ڈرپ کے ذریعے منتقل ہونے لگی۔

حدیر نے دوبارہ ہمت مجتمع کی اور نویرہ کی اور دیکھنے لگا۔

اس کے دونوں ہاتھوں پر ڈرپس پیوست تھیں۔

"بس کر دو نوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بس کر دو یار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کتنا میرا امتحان لو گی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں مزید تمہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم تو سب جانتی ہو ناں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں پھر کیوں تنگ کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیوں مجھے یوں تڑپا رہی ہو۔"

حدیر نے اس کا بایاں ہاتھ پکڑ کر ہلکا سا دبا کر دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن جواب ندارد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حدیر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے , جنہیں اس نے بے دردی سے دائیں ہاتھ کی پشت سے رگڑ ڈالا۔

پورے دو گھنٹے وہ سٹریچر پر لیٹا رہا اورخون کی دو بوتلیں مکمل ہوتے ہی ڈرپ اس کے ہاتھ سے الگ کر لی گئ اس پورے وقت میں اس نے ایک لمحے کے لیے بھی نویرہ کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا ۔

لیکن اب اسے ناچاہتے ہوئے بھی اپنی نوی کا ہاتھ چھوڑنا پڑا۔ وہ جب سٹریچر سے اٹھا تو اس کا سر بری طرح سے چکرا رہا تھا اس نے جلدی سے تھاما۔

"آر یو اوکے مین! , پلیز سنبھل کر ذرا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ڈاکٹر نے تیزی سے اس کی جانب بڑھ کر سہارا دے کر پوچھا۔

"یس ایم فائن۔۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر نے کہا اور قدم باہر کی طرف بڑھا دیئے۔

باہر آ کر اس کی آنکھوں کے آگے یک دم اندھیرا سا چھا گیا, شیرازی اور سمیر بھاگ کر اس کے پاس پہنچے اور اسے شانے سے پکڑ کر چیئر پر لا کر بٹھایا۔

"اسے کھانا اور جوسز کھلائیں پلائیں , اسے کمزوری کی وجہ سے چکر آ رہے ہیں۔"

ڈاکٹر نے پاس آ کر کہا تو شیرازی صاحب کے اشارے پر سمیر بھاگ کر مطلوبہ چیزیں لینے چل دیا۔

شیرازی صاحب اور حدیر نے اور بھی بلڈ اریج کر لیا۔

ڈاکٹر ابھی تک ایمرجنسی وارڈ میں تھے , وقت بہت تیزی سے سرک رہا تھا لیکن ان میں سے کوئی ڈاکٹر بھی ابھی تک باہر نہیں آیا تھا اب تو ان سب کو مزید پریشانی نے گھیر لیا۔

حدیر پھر سے دروازے کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ سب نے اسے بہت منع کیا لیکن وہ وہاں سے ہٹنے کے لیے تیار ہی نہیں تھا۔

وہ اللہ کے حکم سے ڈاکٹر کے منہ سے اچھی خبر سننے کے منتظر تھے لیکن جب کئی گھنٹوں بعد ڈاکٹر وارڈ سے باہر آیا تو اس کے چہرے پر کچھ خاص حوصلہ افزاء تاثرات نہیں تھے۔

"ڈاکٹر صاحب پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کوئی بری خبر مت سنائیے گا کہہ دیں کہ نویرہ اب بلکل ٹھیک ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔" حدیر کی آواز بھرا سی گئ۔ ڈاکٹر نے بے بسی سے ان سب پر ایک نظر ڈالی پھر لب بھینچ گئے۔

"ایم سو سوری ! بہت کوشش کے باوجود نویرہ ہوش میں نہیں آ سکی , آپ لوگوں کو بہت حوصلے سے کام لینا ہو گا, نویرہ ---------نویرہ کومہ میں جا چکی ہے اور اگر وہ کومہ میں نہ جاتی تو اس کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔"

ڈاکٹر نے جو کچھ بتایا وہ سن کر سب سکتے میں آ گئے ۔ حدیر نے بے یقینی سے ڈاکٹر کو دیکھا , ڈاکٹر نے اس کا شانہ تھپتھپایا اور واپس مڑ گیا۔

اچانک شیرازی خاندان پر یہ کیا قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

ہر آنکھ نم تھی ---------- غمگین تھی۔

حدیر چیئر پر ڈھے سا گیا اور سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

☆☆☆□☆☆☆

رات پھر ہم سے رہی نیند خفا دیر تلک
یاد وہ آتی رہی معصوم ادا دیر تلک

دشتِ تنہائی میں اشکوں کا سہارا لے کر
ہم نے مانگی تیرے ملنے کی دُعا دیر تلک

جانے کیوں ہر موڑ پہ ملتی رہی ہے
ہم کو اک جرمِ محبت کی سزا دیر تلک

رات آنکھوں میں کاٹنے کے بعد ان میں تیرتی سرخ مائل ڈوریوں کی سرخی اس کے رت جگے کی چغلی کھا رہی تھی۔

"گڈ مارننگ جانی!" الوینہ نے شیج اٹھتے ہی خوشگواریت سے کہا۔

"گڈ مارننگ۔۔۔۔۔۔" آئیملک جواب دے کر پھیکا سا مسکرا دی۔

آج ان دونوں کو اپنے اس مشترکہ کمرے میں آخری صبح تھی۔

الوینہ بے حد خوش تھی کہ آج وہ اور نمال ایک ہو جائیں گے , اسے من چاہا ہمسفر مل رہا تھا اس کا دل ناچنے کا کر رہا تھا لیکن دوسری طرف وہ آئیملک سے دور جانے کے خیال سے بہت اداس بھی تھی ۔

اس نے کچھ پوچھنے کے لیے آئیملک کی طرف رخ موڑا لیکن وہ تو کہیں اور ہی پہنچی ہوئی تھی ۔

اس کے چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی اور اداسی چھائی دیکھ کر الوینہ یک دم پریشان سی ہو گئ۔

"ابی تم ٹھیک ہو ناں----------ابی---------- "دو تین بار بلانے پر بھی جب اس کا سکتہ نہ ٹوٹا تو الوینہ نے اس کا کندھا ہلایا وہ چونک کر ہوش میں آئی اور اب الجھن زدہ نظروں اپنے پاس بیٹھی الوینہ کو دیکھنے لگی۔

"کیا بات ہے تم بہت اپ سیٹ لگ رہی ہو؟" الوینہ نے ایک بھر سے دریافت کیا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں -------میں بلکل ٹھیک ہوں تم۔میری وجہ سے پریشان مت ہوا کرو۔" وہ پیار سے اس کے گال تھپتھپا کر اس سے پہلے واش روم میں گھس گئ اور وہ جو کچھ کہنے کے لیے لب کھول رہی تھی واپس بند کر دیئے۔

جب وہ فریش ہو کر باہر آئی تو الوینہ اسی پوزیشن میں بیٹھی اسے پھر سے گھورنے میں مصروف تھی۔

آئیملک ہلکا سا مسکرا دی۔

"ایسے کیا گھور رہی ہو, اٹھ کر فریش ہو جاؤ, ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ہمیں جلدی پارلر پہنچنا ہے۔"

وہ ٹاول سے اپنے لمبے سلکی بال آزاد کر کے اب خشک کر رہی تھی جب الوینہ اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئ۔

"تم سیدھی طرح بتا رہی ہو یا میں کوئی اور حربہ آزماؤں؟" الوینہ نے ابرو اٹھا کر تیکھے چتون سے گھورا۔

"کچھ نہیں ہے یار , تمہیں خواہ مخواہ وہم ہو رہا ہے ۔"آئیملک نے اسے ٹالنا چاہا۔

"مجھے پوری پوری فیلنگز آ رہی ہیں کہ تم ضرور مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو ؟"

الوینہ نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

"ہفف!! لڑکی اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔۔۔۔۔۔۔۔دیکھو !آج ہماری شادی ہے تو ظاہر ہے میں اس گھر کو جہاں میری آدھی زندگی گزری ہے , اس میں رہنے والے میرے اپنے , میں ان سب کے بنا کیسے جی پاؤں پاؤں گی, بس یہی باتیں پریشان کر رہی تھیں لیکن میں اب ٹھیک ہوں۔"

نمال نے اسے کسی کو بھی حقیقت بتانے سے منع کیا تھا وہ اس کی صرف ایک بات نہیں مان سکتی تھی باقی تو وہ مان ہی سکتی تھی۔ اسی لیے ابھی اس نے بہت خوبصورتی سے باتوں کا رخ موڑ لیا۔

"اچھا ! یہ سب تو مجھے بھی محسوس ہو رہا ہے۔"یک دم وہ بھی اداس سی ہو گئ۔

"یہ نیچرل ہے, ہر لڑکی ایسا ہی کچھ محسوس کرتی ہے, اپنوں سے دوری کا غم الگ ہوتا ہے اور ایک نئے اجنبی ماحول میں انجانے لوگوں میں جا کر رہنے کا سوچ کر۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بھی ایک دو دن نہیں , مہینے نہیں, سال نہیں بلکہ ساری زندگی کے لیے وہیں رہنا ہو گا , دل پریشان سا ہو جاتا ہے۔"

آئیملک کی بات پر الوینہ نے زور و شور سے ہاں میں گردن ہلائی۔

"آ جاؤ تم بھی جلدی سے ناشتہ کر لو پھر تھوڑی دیر تک پارلر کے لیے بھی نکلنا ہے۔" الوینہ نے مزے سے ناشتہ کرتے ہوئے اسے بھی دعوت دی۔

"نہیں تم کرو , میں آل ریڈی کر چکی ہوں۔" آئیملک نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا۔

نمال سے دوری کا سوچ کر ہی اس کا دل ڈوب رہا تھا آج کیسے وہ کسی اور کے پہلو میں بیٹھے گا ؟ کیسے وہ دیکھ پائے ؟ یہی سوچ اسے بے چین کر رہی تھی پھراس کے حلق سے کیسے کوئی چیز نیچے اتر سکتی تھی۔

آج وہ اپنی زندگی کی سبسے بڑی بازی ہارنے جا رہی تھی۔

ایک دو گھنٹے بعد وہ شہر کے ایک بڑے اور مہنگے ترین میرج ہال کے پارلر میں موجود تھیں۔

وہاں دو نامور ماہر, بیوٹی ایکسپرٹ بیوٹیشنز اپنی ٹیم کے ساتھ موجود تھیں۔

وہ دونوں ایک ساتھ دلہن بن رہی تھیں۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر وہ دونوں بلکل تیار ہو چکی تھیں۔

الوینہ پورے مہینے سے پارلر کے چکر کاٹ رہی تھی ایسا نہیں تھا کہ اسے کلر کمپلیکس تھا بلکہ وہ خوبصورت ترین لگنا چاہتی تھی تاکہ نمال بس اسے دیکھتا ہی رہ جائے۔ تیار ہونے کے بعد اس

نے اپنا عکس سامنے لگے بڑے سے آئینے میں دیکھا تو حیران رہ گئ پیاری تو وہ تھی ہی لیکن بیوٹیشن کے ہاتھوں کا جادو بھی سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

اپنی بلائیں لیتی الوینہ نے جیسے ہی رخ پھیر کر آئیملک کو دیکھا تو پلک جھپکنا ہی بھول گئ۔

وہ شادی کے آخری دنوں میں حتی کہ مایوں پر بھی کام پر چلی گئ تھی پارلر کی اس نے شاید ہی شکل دیکھی ہو لیکن اس کے باوجود اس پر ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔

الوینہ نے اٹھ کر اسے گلے سے لگا کر خوب تعریف کی , پارلر میں موجود ہرلڑکی اس کی تعریف میں زمین آسمان ایک کر رہی تھی لیکن وہ بس ہلکا سا مسکرا رہی تھی , اسے ان سب باتوں سے فرق نہیں پڑتا تھا , کچھ ہی دیر میں ان دونوں کا نکاح ہونے جا رہا تھا اور وہ خود کو نمال کا سامنا کرنے اور افغال کواپنانے کے لیے ہمت مجتمع کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

"بس ایمی ! منزل بہت قریب ہے , تھوڑا سا حوصلہ اور چاہیئے ایک آخری مرحلہ رہ گیا ہے اسے ہمت سے پار کر لو۔"

آئیملک آنکھوں میں امڈنے والے آنسوؤں کو پیتی اپنے آپ سے مخاطب ہوئی۔ اس کے اندر ایک طوفان نے کہرام مچا رکھا تھا جو اگر کسی پل غلطی سے بھی باہر نکل آیا تو سب کچھ برباد ہو جانا تھا اور وہ اتنی سیلفش تو نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔۔ اس کی ساری قربانی رائیگاں چلی جاتی۔

پھر کچھ ہی لمحے گزرے ہوں گے جب اس نے باہر سے دونوں باراتیوں کے آنے کا شور سنا۔ اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔

"اب کیا ہو گا؟ کیسے ہو گا؟ " کتنے سوال اس کے من میں اٹھ کر اسے بے چین کر رہے تھے جن کا جواب اس کے پاس ہرگز نہیں تھا۔

اس نے سب کچھ اپنے اللہ پر چھوڑ دیا۔

باہر سے بلاوا آتے ہی وہ دونوں اپنی دوستوں اور کزنز کے ہمراہ باہر ہال کی طرف آنے لگیں۔

الوینہ جیسے ہی سامنے آئی ارسل کو لگا وہ وہیں فنا ہو جائے گا۔ اس نے جلدی سے اپنا رخ پھیر لیا۔ لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو اسے بار بار دیکھنے کے لیے اکسا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس صورت کو دیکھنے کے لیے مجبور کر رہا تھا جو اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ پیاری لگتی تھی۔

آخر کب تک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے پھر سے اپنی نظریں اس کے سراپے پر جما دیں۔

ملٹی شیڈ کا لہنگا کرتی پہنے , مکمل ہار سنگھار کیے دونوں ہاتھوں میں بھر بھر چوڑیاں , وہ سیدھی ارسل کے دل میں اتر رہی تھی۔ کاش! وہ آج اس کی قسمت میں ہوتی تو وہ یوں یہاں ہارے ہوئے جواری کی مانند نہ کھڑا ہوتا۔

اس کا دل اس وقت ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوا تھا , لیکن پھر بھی اس نے الوینہ کی دائمی خوشیوں کے لیے خاموش لبوں سے دعا مانگ لی۔

بوا دادی جو کب سے اسے ہی نوٹ کر رہی تھیں اس کے پاس آ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ جب بوا دادی تک اس کے ایک ایک احساس سے واقف تھیں تو الوینہ کیوں اور کیسے بے خبر رہ سکتی تھی بس یہی ایک شکوہ ارسل کو اس سے تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور اس نے وہ بھی دل میں دبا دیا۔

ڈیپ ریڈ لانگ فراک , گولڈن کامدار کڑھائی والے کنارے , اس کا گھیرا اتنا بڑا تھا کہ فراک زمین پر لگ رہی تھی , پہلی نظر میں دیکھنے سے ایسا لگتا جیسے کوئی اپسرا, کوہ کاف کی کوئی پری راستہ بھٹک کر وہاں آ گئ ہو۔ وہاں موجود سب کی توجہ کا مرکز تو وہ تھی ہی لیکن افغال اور نمال اسے یک ٹک دیکھنے میں محو تھے۔

افغال کو کے لبوں پر بڑی دلفریب سی مسکراہٹ سجی تھی , ایک مکمل حسن کی ملکہ اس کی شریکِ حیات بننے جا رہی تھی وہ اپنی قسمت پر نازاں نہ ہوتا تو ناشکرا کہلاتا۔

آئیملک نے وہی جوڑا پہنا تھاجو شاپنگ مال میں اس نے ریجیکٹ کیا تھا , وہ غیر ارادی طور پر ہی صحیح اس کی پسند میں ڈھل چکی تھی۔ خوبصورت تو وہ پہلے بھی تھی اس کی سادگی ہی دل دھڑکا دیتی تھی اور آج تو وہ مکمل ہار سنگھار, مہندی لگے دونوں ہاتھ , وہ سر جھکائے سج سج کر پاؤں اٹھا رہی تھی۔ اس کے دلکش دلہناپے پر اس کی جھکی پلکیں , نمال کا امتحان لے رہی تھیں۔ ایک لمحہ لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں , وہ جھٹ سے اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھا اور اسٹیج سے اتر کر آئیملک کی جانب بڑھنے لگا۔ پھر آئیملک سے کچھ فاصلے پر رک گیا۔ الوینہ , افغال

کے ساتھ ساتھ باقی سب بھی الجھی نظروں سے اسے تکنے لگے کیونکہ وہ آئیملک کے آگے کھڑا تھا حالانکہ کہ الوینہ تو دوسری طرف تھی۔

"میں اپنی ملک کو کسی اور کے حوالے کیسے کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔نہیں ایسا ممکن ہی نہیں ہے ملک۔۔۔۔۔۔۔۔"

نمال کا دل چیخ چیخ کر اسے کہہ رہا تھا کہ ابھی نہیں تو پھر کبھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنی ملک کا ہاتھ پکڑ لے اور سارے وعدے, سارے رشتے, ساری زنجیریں توڑ کر اسے تھام لے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اسی پل اس کے کانوں میں آئیملک کے کاغذپر لکھے الفاظ کی بازگشت ہونے لگی۔ آئیملک کو اس پر بھروسہ تھا, ایک مان تھااپنے پیار پر, محبت کا دوسرا نام قربانی بھی تو ہوتا ہے اور اس کے پیار نے اس سے عمر بھر ساتھ کی جگہ قربانی مانگی تھی جو اسے ہر حال میں پوری کرنی ہو گی۔

وہ سرد آہ بھرتا, اپنے احساسات اور آنسوؤں کو کنٹرول کرتا دو قدم دائیں طرف ہٹ گیا تو الوینہ کی رکی ہوئی سانس یک بیک بحال ہوئی۔

اب نمال کی جگہ افغال کھڑا تھا۔

آئیملک کا دل پوری طرح سے بجھ گیا, شاید کہیں نہ کہیں وہ بھی چاہتی تھی کہ نمال ساری زنجیریں توڑ کر آج اس کے ساتھ زبردستی ہی صحیح لیکن اپنا لے, اپنی ملک کو حاصل کر لے اور

ایک پل اس کا دل خوش فہمی گھرا بھی تھا جب نمال اس کے آگے آ کر رکا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن یہ خوشی بہت مختصر تھی۔

آئیملک کو یکدم ہی ہر چیز دھندلی سی نظر آنے لگی۔ اس کے سر میں ہلکا ہلکا درد بھی شروع ہو گیا جو اسے آج صبح صبح سے محسوس ہو رہا تھا۔ وہ رات بھر سوئی نہیں اور بھوکی بھی تھی شاید اس لیے اس کی طبیعت ایسے ہو رہی تھی یہی سوچ کر اس نے اس بات کا کسی سے بھی تذکرہ نہیں کیا۔

افغال نے ہاتھ آگے پھیلایا تو اس نے فوراً ہی تھام لیا اس کے چہرے پر حد درجہ سنجیدگی اور خفگی تھی وہ نمال سے خفا کیوں ہو رہی تھی اسی کی خواہش تو وہ پوری کر رہا تھا۔

اسٹیج پر دونوں کپل آ کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

کچھ ہی دیر میں نکاح خواہ اور گواہ بھی وہاں آ گئے۔

نمال اور آئیملک کا اصل امتحان اب شروع ہوا تھا۔

ان دونوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا اس ایک نظر میں بہت کچھ تھا جو وہ دونوں ہی سمجھ سکتے تھے لیکن چاہ کر بھی بیاں نہیں کر سکتے تھے۔

"پہلے کس کا نکاح شروع کیا جائے؟" نکاح خواہ نے پاس کھڑے ارسل اور اس کے والد سے پوچھا۔

"مولوی صاحب ! پہلے افغال اور آئیملک کا شروع کیجئے ۔" ان دونوں کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آئیملک سے کچھ فاصلے پر بیٹھے نمال نے جواب دیا۔

حیران و ششدر سی آئیملک نے اسے غصیلی , شکوہ کناں نگاہوں سے گھورا پھر چہرہ موڑ لیا کہ یہ سب تو ہونا ہی تھا , وہ کسی کو کیا دوش دیتی یہ کانٹوں بھرا راستہ تو اس نے خود اپنے لیے منتخب کیا تھا۔

"نمال تم مجھے ابھی ٹھیک سے جان ہی نہیں پائے شاید اسی لیے یہ حرکت کر بیٹھے ہو, پہلے میرا نکاح پڑھوا کر تم میری ہمت اور حوصلہ دیکھنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے پھر ---------ایسا تو ایسا ہی صحیح , نکاح کے تمہاری حالت میں ضرور دیکھوں گی کیونکہ افغال کے لیے میری ایک ہاں ہی تمہاری کمر توڑ کر رکھ دے گی۔"

آئیملک نے گہری سانس لیتے ہوئے سوچا۔

نکاح شروع ہو چکا تھا۔

یک دم آئیملک کے سر میں درد کی ناقابلِ برداشت ٹیسیں اٹھنے لگیں, اسے ہر چیز دھندلی دھندلی نظر آنے لگی وہ اپنی لمبی لمبی لانبی پلکیں جھپک جھپک کر سامنے کھلے پڑے نکاح نامے کو تکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ بال پوائینٹ اس کے ہاتھ میں لرز رہی تھی جسے افغال اور نمال دونوں نے ازحد پریشانی کے عالم میں ملاحظہ کیا۔

نکاح خواہ اس سے پوچھ رہا تھا کہ اسے یہ نکاح قبول ہے یا نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بار بار پوچھ رہا تھا لیکن آئیملک کو اس کی آواز کسی کنویں سے آتی ہوئی سنائی دے رہی تھی۔

"ہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہا۔۔۔۔۔۔۔۔مج۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔۔۔افغال ۔۔۔۔سے ۔۔۔۔۔۔۔" وہ ہاں بولنا چاہتی تھی وہ کہنا چاہتی تھی کہ مجھے افغال کے ساتھ نکاح قبول ہے لیکن اس کے ہونٹ تو ہل رہے تھے پر آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں پتھرا رہی تھیں, ان کے آگے آہستہ آہستہ اندھیرا چھا رہا تھا۔

انگلیوں کے درمیان کب سے پھنسی بال پن گرفت ڈھیلی ہونے پر نیچے گر گئ۔

افغال سب بھول بھال اس کے ہاتھ مسلنے لگا اور نمال اس کی گردن پیچھے سے تھپکنے لگا۔

وہاں موجود سب ہکا بکا اس کی تیزی سے بگڑتی حالت دیکھ رہے تھے , ارسل نے ہمت کر کے ایمبولینس بلانے کے لیے ایمرجنسی نمبر پر کال ملائی۔

"ابی۔۔۔۔۔۔۔۔ابی کیا ہوا ۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز کچھ تو بتاؤ ۔۔۔۔۔۔۔" یہ افغال کی آواز تھی۔

"ابی ۔۔۔۔۔۔۔۔میرے بچی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" دادو اور بوا دادی کی باریک سی آواز اسے سنائی دی۔

درد یک دم سے بڑھا وہ پیچھے نمال کی گود میں جھول گئ اس کی آنکھیں بند اور کھل رہی تھیں , اسے ٹھنڈے پسینے بھی آ رہے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر نمال کی حالت بھی غیر ہونے لگی

, وہ اس کانپتے ہاتھوں سے اس کے گال ہلکے ہاتھ سے بجا رہا تھا لیکن وہ سر بار بار نمال کی گود میں پھٹک رہی تھی۔ نمال کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔

"پلیز پانی دو کوئی۔۔۔۔۔۔۔" وہ اچانک زور سے چیخا۔

پانی کا گلاس جیسے ہی اس نے ہاتھ میں پکڑ کر آئیملک کے لبوں سے لگانا چاہا تو حق دق رہ گیا وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

نمال کے ہاتھ سے کانچ کا گلاس نیچے گر کر چکنا چور ہو گیا۔

نمال نے اس کی پلزچیک کیں تو ابھی زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ اس نے گولڈن شیروانی پر میرون کلاہ اتار کر زور سے پھینکا اور آئیملک کو بازوؤں میں اٹھا کر سب کو پیچھے ہٹاتا وہ پاگلوں کی طرح دروازے کی جانب بھاگا۔

باقی سب نے بھی اس کی تقلید کی۔

کچھ ہی پل میں خوشیوں بھرا سماں اب اداسی میں ڈھل گیا تھا۔

☆☆☆💚☆☆☆

مدیحہ بیگم بھرپور تیاری کے بعد بڑے کروفر اور ٹھاٹھ باٹھ سے سیڑھیاں اترنے لگیں ۔

ان کے چہرے سے ایک حقیقی خوشی کی چھب جھلک رہی تھی۔

کتنے دنوں سے ان کے دماغ میں ایک منصوبہ پنپ رہا تھا جسے آج وہ عملی جامہ پہنانے جارہی تھیں۔ آج ان کا وار اتنا زور دار ہونے والا تھا کہ آئیملک کسی بھی طرح سے اس سے بچنے والی نہیں تھی۔

مدیحہ کو اس دن کا بے صبری سے انتظار تھا, وہ آئیملک کو دلہناپے کے روپ میں موت کے گھاٹ اتار کر کفن میں دیکھ کر جہانگیر خاندان کی جڑیں ہلانا چاہتی تھیں۔

کلائی پر بندھی قیمتی گھڑی پر انہوں نے وقت دیکھا تو اور تیزی سے نیچے آنے لگیں کہ نکاح میں کچھ ہی وقت بچا تھا۔

افغال اور باقی سب کو وہ پہلے ہی بھیج چکی تھیں خود مدیحہ نے بعد میں آنے کا کہا اور افغال نے وہاں جاکر پوچھنے پر سب کو یہی کچھ بتایا تھا۔

وہ نیچے آئی ہی تھیں کہ انہیں ٹھٹک کر رکنا پڑا۔ اور جو شخص ان کے سامنے کھڑا تھا اسے دیکھتے ہی ان کے تن بدن میں آگ سی لگ گئ۔

"تم---------- اندر کیسے آئے ہو؟ اس دن تو قسمت سے بھاگ نکلے تھے لیکن آج تم نے یہاں آکر بہت بڑی غلطی کی ہے, آج میں تمہیں قید نہیں کروں گی بلکہ سیدھا اوپر پہنچا دوں گی۔" وہ یک دم بھڑک کر بولیں۔

اس دن سے لے کر آج تک ان کے دل میں ایک پل بھی چین نہیں آیا تھا وہ کڑیاں ملا ملا کر تھک گئ تھیں لیکن وہ سمجھ نہ سکیں کہ وہ طہہ خانہ جس کا صرف انہیں اور خانساماں کو پتہ

تھا کسی تیسرے بندے کو کیسے پتہ چل گیا اور سخت پہرے کے باوجود وہ حیدر علی کو وہاں سے بھگا کر لے گیا۔

اس دن کے بعد آج سامنے آ کر حیدر علی نے ان کے غصے کو مزید ہوا دے دی۔

"اوہ واقعی! تم تو بہت خطرناک عورت ہو بھئی, میں تو ڈر گیا ہوں تم سے---------- تمہارا کھیل ختم ہو چکا ہے مدیحہ بیگم, بہت کھیل لیا تم نے زندگیوں کے ساتھ اب تمہاری باری ہے۔ میری نہیں بلکہ---------- آج نہیں-------- ابھی کے ابھی تم صرف اپنی فکر کرو۔"

حیدر علی نے استہزاء بھرے لہجے میں حقارت سے بلند آواز میں کہا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو, تمہاری موت تمہارے سر پر کھڑی ہے اور تم مجھے دھمکانے لگے ہو ------واہ داد دینی پڑے گی سرتاج جی----" وہ تالی بجا کر طنزیہ بولیں۔

"اس خوش فہمی میں مت رہو کہ یہ دھمکی ہے , میں سچ کہہ رہا ہوں , اب سے تمہارا برا وقت شروع ہو چکا ہے , اپنے برے دن دیکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ------" حیدر علی ہنس کر بولے تو مدیحہ قہر آلود نظروں سے گھورنے لگی۔

"تمہیں میں اس قابل چھوڑوں گی تو تم کچھ کرو گے ناں-----" وہ گرج کر بولیں اور ساڑھی کے پلو کے نیچے سے پسٹل نکال کر اس کی فوراً سے گولی بھی چڑھالی۔

لیکن حیدر علی مسلسل ہنسے جا رہا تھا۔

اچانک ان کے پیچھے سے پولیس نمودار ہوئی۔

پولیس کو اپنے گھر پر دیکھ کر پہلی بار مدیحہ کے چہرے کا بری طرح سے رنگ اڑا تھا۔ وہ حیرت کی زیادتی سے منہ کھولے کبھی حیدر علی اور کبھی پولیس کو دیکھ رہی تھیں۔

"لگاؤ ۔۔۔۔۔۔ہتھکڑی اس کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور لے چلو تھانے۔۔۔۔۔" ایک پولیس والے نے گرج دار آواز میں کہا۔

مدیحہ کو اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"کک۔۔۔۔۔۔۔کیا مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور تم لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں قدم رکھنے کی, چلو نکلو یہاں سے۔۔۔۔؟۔" وہ گھبراہٹ میں بری طرح سے ہکلا رہی تھیں۔

لیکن دو عدد لیڈی کانسٹیبلز اتنے میں اسے ہتھکڑی لگا چکی تھیں۔

"واٹ ربش ! تم لوگ زبردستی مجھے پکڑ کر نہیں لے کر جا سکتے سمجھے۔" وہ بھپر کر بولیں۔

"چچ۔۔۔۔۔۔۔۔چچ۔۔۔۔۔۔۔۔رسی جل گئ پر بل نہیں گیا۔۔۔۔۔۔کیا ابھی بھی تمہیں یہ بتانا پڑے گا کہ تمہیں کیوں پولیس پکڑ کر لے جا رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مائی ڈیئر! جیل میں میرا انتظار کرنا میں پوری تیاری کے ساتھ آؤں گا۔۔۔۔۔۔۔۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ اگر تمہیں پھانسی نہ بھی ہوئی تو عمر قید ضرور دلواؤں گا اور یہ حیدر علی کا وعدہ ہے تم سے۔۔۔۔۔۔۔" وہ غصے سے دھاڑ کر بولے۔

اور مدیحہ کی آنکھوں میں پہلی بار خون کے ساتھ ڈر بھی نظر آنے لگا۔

لیڈی کانسٹیبلز اسے گھسٹتی ہوئی وہاں سے لے کر چلی گئیں۔ اور پولیس انسپیکٹر نے پسٹل اپنی تحول میں لے لی۔

پولیس کے جانے کے بعد حیدر علی کچھ فاصلے پر کھڑے خانساماں کی طرف بڑھے اور اسے گلے کے ساتھ لگا کر الگ کیا۔

"شاباش ! میرے چیتے----------ویڈیو ٹھیک سے بنائی ہے ناں, مجھے کسی قسم کی گڑ بڑ نہیں چاہیئے۔" حیدر علی نے کچھ فکر مندی سے پوچھا تو خانساماں نے اثبات میں سر کو حرکت دی اور موبائل ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

"اور وہ کیمرہ --------؟" حیدر علی نے کیمرے کی بابت پوچھا۔ خانساماں نے وہ بھی ان کے حوالے کر دیا۔

"گڈ جاب---------- مجھے یقین تھا تم ہر کام پرفیکٹ طریقے سے کرو گے اسی لیے تمہیں یہ کام سونپے تھے--------- میری مدد کرنے کے لیے بہت شکریہ, میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

وہ نم آنکھوں سے بولے تو خانساماں کی بھی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

" شکریہ تو صاحب مجھے آپ کا کرنا چاہیئے اتنی عزت دی مجھے اور میرے بیوی بچوں کا اتنا خیال رکھا میں نے آپ کا نمک کھایا ہے, اتنے سالوں سے آپ کے پاس کام کیا ہے پھر کیوں آپ کا ساتھ نہ دیتا۔"

"یہ ہوئی نہ بات, تم میرے ملازم نہیں میرے دل کے بہت قریب ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خوش رہو اور میں اب چلتا ہوں عدالت میں ملاقات ہو گی , میں جب فون کروں افغال کے ساتھ فوراً پہنچنا۔" وہ سب سمجھا کر اب اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"بے فکر ہو جائیں میں خود گواہی دوں گا مدیحہ بیگم کے خلاف۔۔۔۔" وہ جواب دے کر ادب سے تھوڑا سا جھکا تو حیدر علی دوبارہ اسے گلے سے لگا کر باہر کی جانب چل دیئے۔

جب مدیحہ نے انہیں قید کیا تھا تب کبھی کبھار خانساماں ان کے لیے کھانا لے کر آتا تھا اور ان کے کہنے پر ہی اس نے وہاں کیمرہ لگایا تھا تاکہ ایک ایوڈینس مدیحہ کے مظالم کا مدیحہ کے خلاف استعمال کر سکیں۔ وہ جو کچھ آکر ان سے باتیں کرتی تھیں , ان کے ساتھ جو برا سلوک کرتی تھیں وہ سب اس میں محفوظ ہو چکا تھا اور یہ ایک ثبوت ہی اس کو اپنے برے انجام تک پہنچانے کے لیے کافی تھا لیکن افغال نے باقی سارے گواہ بھی ڈھونڈ لیے تھے, جس نے جہانگیر کا بے رحمی سے ٹرک چلا کر قتلِ عام کیا تھا اسے بھی افغال نے ڈھونڈ نکالا تھا اور جس فنکشن میں آئیملک پر بھاری بھرکم فانوس گرا کر اس پر مدیحہ نے قاتلانہ حملہ کروایا تھا, افغال نے اسی وقت اسے جا لیا تھا۔

مدیحہ کے ہر جرم کا ان کے پاس ٹھوس ثبوت موجود تھا ہر واقعے کا گواہ انہوں نے افغال کے ساتھ مل کر پہلے ہی ڈھونڈ لیا تھا , اب بس کاروائی شروع ہونے کی دیر تھی۔

حیدر علی کو اب بے تابی سے افغال کے واپس آنے کا انتظار تھا لیکن فون پر جو اس نے بری خبر انہیں سنائی تھی وہ بھاگم بھاگ بتائے گئے ہسپتال پہنچ تھے۔

💔💔💔💔

وہ کرسی کھینچ کر اس کے اسٹریچر کے پاس , اس کے ڈرپس میں قید ہاتھ تھامے نجانے کب سے چپ چاپ بیٹھا بس اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

کبھی کبھی قسمت بھی انسان کو کیسے امتحان میں ڈال دیتی ہے, جس انسان کو کھروچ بھی تو ہم سے برداشت نہیں ہو پاتی اسے یوں بے بس و لاچار, بستر پڑے دن رات بس زندگی اور موت سے لڑتے دیکھنا کتنا مشکل امر ہو سکتا تھا, اس تکلیف کی شدت اس انسان سے بہتر کوئی نہیں محسوس کر سکتا جو ان مراحل سے گزر رہا ہوتا ہے۔

حدیر کی بھی آج کل ایسی ہی حالت ہو رہی تھی۔

وہ راتوں کو سوتا نہیں تھا کہ شاید کسی لمحے اس کی نوی کی آنکھ کھل جائے اور سو رہا ہوا تو وہ کیا سوچے گی کہ اس کا اتنا بھی خیال نہیں رکھ سکا۔ اگر کبھی اس کی آنکھ لگ بھی جاتی تو اس امید پر اٹھتا کہ شاید صبح اس کی نوی بھی کھولے گی۔

وہ رانجھا نہیں تھا, وہ مجنوں نہیں تھا اور نہ ہی پنوں , مرزا تھا وہ تو صرف اپنی نوی کا حادی تھا, وہ ہنستی تھی تو اس کی سانس چلتی تھی وہ روتی تھی تو اس کا دل بند ہونے لگ جاتا۔ وہ نہیں تھی تو اس کی زندگی میں کچھ بھی نہیں تھا , سارے رنگ اس کے اپنی نوی کے سنگ تھے۔ وہ تو بس اتنا جانتا تھا کہ نوی سے بے تحاشا محبت کرتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ اسے اپنی پہلے والی ہنستی مسکراتی, باتونی سی , چنچل سی زندگی سے بھرپور نوی واپس چاہیئے تھے۔ زندگی میں آگے بھلے اسے کچھ نہ ملے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صرف نوی اسے مل جائے یہی اس کی پہلی اور آخری تمنا تھی۔

وہ نویرہ کے ہاتھ کے قریب اپنے ہونٹ لے گیا اور اپنی محبت کی ساری حدت اپنے لمس کے ذریعے اس میں اتار دی۔

پھر سر اس کے ہاتھ پر گر کر رو دیا , وہ لاکھ ضبط کے باوجود بھی خود کو رونے سے روک نہ پایا۔

وہ اپنے آنسوؤں کی گرمائش سے اسے پتانا چاہتا تھا اس کا حادی اس کے بنا کتنا اکیلا تھا۔

یک دم اسے لگا جیسے نویرہ کے جسم میں حرکت ہوئی اس نے سر ایک جھٹکے سے اوپر اٹھایا اور پاگلوں کی طرح اس کے ہاتھ کو تکنے لگا۔

ایک بار پھر اس کے ہاتھ بائیں ہاتھ میں حرکت ہوئی اس نے چونک کر نویرہ کو دیکھا تو حیران سا حیران رہ گیا ۔ نویرہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔

حدیر کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ بھاگتا ہوا وارڈ سے باہر نکلا ۔

ڈاکٹر بھی حیران پریشان اس کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

چیک اپ کرنے پر وہ حیرت زدہ رہ گئے , نویرہ کو ابھی کومہ میں گئے صرف سات دن ہوئے تھے اور آج آٹھواں دن تھا۔ ان تمام دنوں میں حدیر دن رات اس کے پاس رہا تھا اس کے ڈھیروں باتیں کرتا رہتا تھا , آج تو وہ اپنی نوی کو اس حال میں دیکھ کر آپے سے باہر ہو کر نجانے کیا کچھ کہتا رہا تھا ۔

اور اس کے الفاظ کی تپش ہی نویرہ کو ذہنی طور پر بیدار کر چکی تھی اب اس کے ہوش میں آنے , کومہ سے باہر آنے کے چانسز بڑھ گئے تھے۔

"نویرہ کا ذہنی طور پر بیدار ہونا اور اس کے جسم میں ایک پل کے لیے ہی صحیح حرکت کرنا بہت ہی اچھا اور مثبت سائن ہے ۔" ڈاکٹر بخوشی گویا ہوا۔

حدیر کے ساتھ باقی سب کی بھی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

"یااللہ ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو جس حال میں بھی رکھے ہم تیرے ہیں۔" شیرازی صاحب نم آنکھوں سے اللہ کے حضور حاضر ہو کر شکر ادا کیا۔

ڈاکٹر ابھی انہیں مزید ہدایات دے ہی رہا تھا جب حدیر کی پھر سے نویرہ پر نگاہ پڑی اس کے ہونٹ کچھ کہنے کی کوشش میں پھڑپھڑا رہے تھے۔

"ڈاکٹر نویرہ پھر سے حرکت کر رہی ہے ۔" ڈاکٹر بھی متوجہ ہو چکا تھا اس لیے تیزی سے اس طرف بڑھا۔

کان پاس لے جانے پر ڈاکٹر کو کچھ کچھ سمجھ آ ہی گئی۔

"نویرہ حدیر-------کا نام لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ "

ڈاکٹر کے بتانے پر حدیر بے تاب سا اس کے پاس تیزی سے آیا۔

"جی حدیر کی جان! بولو ------میں سن رہا ہوں-------کچھ تو بولو --------کچھ تو کہو----------" وہ اس کے اوپر جھک کر اس سے پوچھنے لگا۔ لیکن اب پھر نویرہ کا وجود ساکت ہو چکا تھا۔ وہ ادھر کرسی پر ڈھے گیا۔

"ڈونٹ وری ! اوپر نیچے دو بار نویرہ نے حرکت کی ہے تو یہ بہت خوشی کی خبر ہے ورنہ جس طرح سے نویرہ زخمی تھی کچھ بھی سکتا تھا اس بچی نے ضرور کوئی نیک کام کیا ہے۔"

ڈاکٹر نے ہلکا سا حدیر کا شانہ دبایا اور باہر نکل گیا۔

شیرازی صاحب اور سمیر نے آگے بڑھ کر حدیر کو گلے سے لگا کر اس کی ہمت بندھائی ۔

☆☆☆💙☆☆☆

وہ آج صبح سے بے چین تھی۔

ساری رات نیند نہ آنے کے باعث اس کی طبیعت میں کسلمندی چھائی ہوئی تھی۔

آج وہ جاگنگ پر بھی نہ جا سکی۔

جب دن چڑھے بھی کمرے سے باہر نہ نکلی تو مسز شاہ کو پریشانی لاحق ہوئی ۔ وہ فکرمندی کے عالم میں روزیہ کے کمرے میں داخل ہوئیں تو اوندھے منہ بیڈ پر لیٹی تھی۔

"کیا ہوا روزی بیٹا! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟" وہ اس کے کھلے قدرے الجھے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئیں بولیں تو وہ اس نے کروٹ بدل کر ان کی گود میں اپنا سر گرا لیا۔

"نہیں موم! کچھ بھی نہیں ہوا , میں ٹھیک ہوں , آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ عن کا دوپٹہ پکڑ کر اس کے ساتھ کھیلتے ہوئے بولی۔

"نہیں کچھ تو بات ہے ورنہ تم یوں کمرے میں بے حال سی نہ پڑی ہوتی , آئینے میں اٹھ کر اپنی حالت دیکھو کیا بنا رکھی ہے۔"

انہوں نے قدرے ڈپٹ کر کہا ۔

"موم پاپا کب تک مجھ سے یونہی ناراض رہیں گے , مجھ سے ان کی بے رخی برداشت نہی ہو رہی , میں معافی تو مانگ چکی ہوں نہ اور وعدہ بھی کیا ہے کہ آئندہ ایسا کوئی کام نہیں کروں گی ---------- لیکن وہ ابھی تک مجھ سے خفا ہیں۔"

اس کا لہجہ آزردگی لیے ہوئے تھا۔ مسز شاہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"ان کو ٹھیک ہونے میں تھوڑا وقت لگے گا پر بیٹا تم نے کیا بھی تو بہت غلط تھا تمہارے پاپا کیا میں خود ناراض ہوں تم سے---------- والدین اپنی اولاد کو پڑھا لکھا کر اس لیے نہیں بڑا کرتے کہ وہ اپنے والدین کا سر شرم سے جھکا دیں۔"

انہوں نے پیار سے سمجھایا۔

"بٹ موم میرا اس وقت دماغ خراب ہو گیا تھا آپ جانتی تو ہیں جب نمال نے مجھے ریجیکٹ کر دیا تھا میں کتنی مشکل سے سنبھلی تھی۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی کہ آئیمک کو اس کی نظروں میں کسی طرح سے گرا دوں لیکن دیکھیں کنواں میں نے اس کے لیے کھودا تھا اور اس میں خود گر گئی۔ نمال تو اب میرا نام سننا بھی پسند نہیں کرتا۔ مجھے غلطی کا احساس ہو گیا ہے مجھے آئیملک کے ساتھ واقعی ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

وہ سر جھکا گئی۔

"دیکھو بیٹا بدلہ لینا تو اللہ کو بھی سخت ناپسند ہے۔ نمال تمہاری قسمت میں نہیں تھا کیونکہ اللہ نے تمہارے جوڑ کا لڑکا اس دنیا میں بھیجا ہوا ہے۔ آئیملک بھی ایک لڑکی ہے تمہاری طرح , کسی کی ایک بیٹی ہے تمہاری طرح ---------- اور لڑکی ذات تو ہوتی ہی بہت نازک اندام سی , اسے بہت سینچ سینچ کر, سنبھال سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے۔ ایک بار عورت کی عزت تار تار ہو جائے تو کبھی وہ معاشرے میں سر اٹھا کر نہیں جی پاتی۔ یا تو خودکشی کر لیتی ہے یا پھر کمرے میں خود کو بند کر لیتی ہے کیونکہ اگر وہ جینا چاہے بھی تو ہماری سوسائٹی اسے نہیں جینے دیتی۔"

مسز شاہ نے بہت سی مثالیں دے کر اسے سمجھانے کی اپنی سی سعی کی تاکہ وہ آگے کوئی اس قسم کی فضول حرکت نہ کرے۔

" ڈونٹ وری موم ! میں نے غلطی کی ہے تو اب میں ہی سدھاروں گی۔ آپ اور پاپا کا جھکا سر میں پھر سے فخر سے بلند کر دوں گی۔ " وہ ان کی لمبی چوڑی باتوں کا مفہوم اب اچھی طرح سے سمجھ چکی تھی مسکرا کر بولی۔

دفعتہً اس کے موبائل پر کال آئی ۔ نمبر دیکھ کر وہ چونک پھر موم کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آ۔۔۔۔۔موم پلیز ایک گلاس مینگو جوس تو بنا دیں ۔۔۔۔۔" اس نے لاڈ دیکھایا تو مسز شاہ مسکرا کر سر ہلاتیں وہاں سے چلی گئیں۔

" ہاں" احد کیا صورتحال ہے کیانمال اور الوینہ کی شادی ہو گئ ہے نکاح ہو گیا کیا؟" وہ بے حد بے چینی سے پوچھ رہی تھی۔

لیکن دوسری طرف احد کا جواب پا کر وہ ششدر رہ گئ۔

"اوہ گاڈ ! یہ تو بہت برا ہوا , اللہ اسے صحت یاب کرے آمین۔ , نمال اور الوینہ کا نکاح تب تک نہیں ہو گا جب تک آئیملک ٹھیک نہیں ہو جاتی مطلب میرے پاس کچھ وقت ہے اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کا۔" وہ احد سے بات کرنے کے بعد بہت تیزی سے سوچ رہی تھی۔

پھر ایک فیصلے پر پہنچ کر اس نے دوبارہ سے احد کو کال ملائی جو اس نے فوراً ہی پک کر لی۔

"ہاں روزی بولو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

سیل فون سے احد کی آواز گونجی۔

"تم میرا ایک کام کرو گے پلیز۔۔۔۔۔۔" اس کا لہجہ ملتجانہ تھا۔

احد نے کچھ پل سوچنے کا بعد رضامندی دیکھائی۔

"تم کسی طرح بھی قائل کر کے الوینہ اور افغال کونمال کے گھر تک لے آؤ آگے سے میں دیکھ لوں گی پلیز۔۔۔۔۔" اس نے پھر سے منت کی۔

احد نے کچھ دیر تو گھور کر موبائل کو دیکھا پھر اسے ہاں کرتے ہی بنی کیونکہ وہ روزیہ کو چاہ کر بھی ناں نہیں بول سکتا تھا۔

"اوکے فائن ! میں یہاں سے نکلتے ہی تمہیں مس بیل دے دوں گا تم بھی نکل جانا۔"

"اوکے بائے۔۔۔۔۔۔"

فون رکھ کر وہ آگے کا لائحہِ عمل ترتیب دینے لگی۔

☆☆☆💚☆☆☆

وہاں سب پریشانی کے عالم بیٹھے تھے ۔

نمال کبھی حواس باختہ سا ایمرجنسی وارڈ روم کے دروازے کے شیشے سے اندر جھانکتا تو کبھی بے چین ہو کر چکر کاٹنے لگ جاتا۔

افغال اور الوینہ حیران ہو کر اس کی حالت دیکھی ۔ سب دیکھ رہے تھے کہ افغال سے زیادہ تو وہ آئیملک کے لیے پریشان ہو رہا تھا۔

لیکن یہ وقت ان باتوں کے سوچنے کا نہیں تھا وہم سمجھ کر وہ سب نظر انداز کر گئے لیکن بوا دادی تو سب جانتی تھیں۔ وہ بغور نمال کو تکتی رہیں۔

کوئی ایک گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد جب ڈاکٹر باہر نکلا تو نمال دیوانہ وار ان کی طرف لپکا۔

"ڈاکٹر پلیز ٹیل می ! کیا ہوا ملک کو ۔۔۔۔۔۔۔وہ ۔۔۔۔۔۔وہ ٹھیک تو ہے ناں؟" نمال کا لہجے میں نمی گھلی ہوئی تھی۔

"مریضہ کو نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ اس نے کسی بات کا بہت زیادہ سٹریس لیا ہے اور ایک دن یا ایک ہفتے سے نہیں بلکہ کئ مہنیوں سے ایسا ہی چل رہا ہے۔ کھانے پینے اور سونے کی کمی کے باعث ان میں قوتِ مدافعت بھی بہت کم رہ گئ ہے۔ کیسے لوگ ہیں آپ ۔۔۔۔۔۔۔آپ کی نظروں کے سامنے ایک زندہ جان موت کے منہ میں چلی گئ ہے۔"

ڈالٹر ان پر کافی برہم ہو رہی تھا جبکہ نمال کے سوا سب نا سمجھی کے عالم میں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

نروس بریک ڈاؤن کا نام سن کر ہی ان دل دہل گئے۔

"ڈالٹر صاحب کچھ عرصہ پہلے اس کے پاپا کی ڈیتھ ہو گئ تھی اس لیے اسی کا صدمہ زیادہ لیا ہے۔" افغال نے بھی لب کشائی کی۔

ڈاکٹر سر ہلاتا ہوا سوچ میں پڑ گیا۔

"ایک بات بتائیں کیا یہ پہلے بھی کہیں سے میڈیسن کھاتی رہی ہیں۔"

دادو نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"ہاں میں نے ایک دو بار دیکھا تھا دوائی کھاتے ہوئے لیکن پوچھنے پر اس نے ٹال دیا تھا۔

"اوکے فائن۔۔۔۔۔۔میں نے مکمل چیک اپ کر لیا ہے وہ پہلے سے میڈیسن کھا رہی ہیں ۔ وہ ڈپریشن کا ٹریٹمنٹ کرواتی رہی ہیں ۔ بھوک نہ لگنا, نیند نہ آنے , کوئی ایسی بات جو ہر وقت آپ کو پریشان رکھے یہ بظاہر تو خطرناک نوعیت کی نہیں ہیں لیکن اگر ان کی زیادتی ہو جائے تو بہت سی دماغی بیماریوں کا انسان شکار ہو سکتا ہے۔ شدید ڈپریشن کی وجہ سے ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔ مسلسل ذہنی کھچاؤ ۔۔۔۔۔۔۔اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہو جائیں تو پلیز ان کو جو بھی ڈپریشن ہے اس سے ہمیں باہر نکالنا ہو گا۔"

ڈاکٹر نے ایک لمبی چوڑی بات میں ساری باتیں کھول کر بیان کر دیں اور چلا گیا۔

نمال اس کے ڈپریشن کا پس ِ منظر جانتا تھا لیکن اس کا علآج کیسے کرے , یہی سوچ سوچ کر اس کی رگیں پھٹنے کو تھیں۔

بوا دادی , دادو , سعدیہ پھوپھو سب نے رو رو کر برا حال بنا لیا تھا۔

آئیملک کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔

الوینہ نے کسی خیال کے تحت باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

وہ گھر واپس آئی اور کمرے میں جتنے بھی دراز تھے اس نے کھنگال ڈالے لیکن ان میں سے ایسی کوئی بھی میڈیسن کی پرچی یا ٹیسٹ فائل اسے نہیں ملی۔

پھر کچھ سوچ کر اس نے رائٹنگ ٹیبل کے دو بڑے دراز کھول کر چیک کیے اور ایک جگہ اس کے ہاتھ رک گئے اس نے وہ میڈیکل فائل باہر نکالی اور الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔

ڈاکٹر نے جو کچھ بتایا تھا بلکل وہی کنڈیشنز اس میں درج تھیں وہ ساری چیزیں لے کر فٹافٹ ہوسپٹل پہنچ گئ۔

اور جاتے ہی ڈاکٹر کے سپرد کر دی۔

"ویل ڈن! آپ نے یہ فائل لا کر بہت اچھا کیا اب اور بہتر طریقے سے کنڈیشن سمجھ میں آ جائے گی اور ہم اپنی طرف سے پوری کریں گے کہ وہ صحتیاب ہو جائے۔"

ڈاکٹر نے بغور فائل دیکھتے ہوئے مصرثف سے انداز میں کہا۔

7

اس کے کچھ ہی دیر بعد افغال نے اسے اپنی طرف اشارے سے بلایا۔

وہ الجھتی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گئ تو وہاں اسے ایک خوبرو سا پینٹ شرٹ میں ملبوس لڑکا نظر آیا۔

الوینہ نے سوالیہ نگاہیں اب افغال پر ٹکا دیں۔

"افغال بھائی یہ کون ہے , اور یہاں کیا کام ان کا----------ہاں یاد آیا آپ کو تو میں نے شاپنگ مال میں بھی دیکھا تھا کیا آپ وہی ہیں؟"

اس نے لگے ہاتھوں دونوں سے سوال کیا۔

"جی میں وہی ہوں , میرا نام احد ہے میں نمال کا دوست ہوں , افغال مجھے جانتا ہے لیکن آپ سے میری پہلی بار باقاعدہ ملاقات ہو رہی ہے۔ میں نے بھی آپ کو شاپنگ مال کے بعد دوسری بار نمال کے گھر پارٹی پر دیکھا تھا۔"

اس نے بڑی خوش اخلاقی سے جواب دیا۔

"لیکن تم نے ہمیں یہاں۔کیوں بلوایا , سب خیریت؟"

افغال نے سیدھی کام کی بات کی۔

"آپ دونوں کو ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہو گا۔" احد نے بھی تمہید باندھنی ضروری نہی سمجھی اور دوٹوک بات شروع کی۔

"لیکن کیوں اور کہاں لے جانا چاہتے ہیں آپ؟" وہ دونوں یک زبان بول پڑے۔

"گائز جسٹ ریلیکس! نمال کے گھر لے کر جانا ہے ایک بہت ہی اہم کام کے سلسلے میں------"

"آر یو میڈ ! مطلب میری بہن اندر اسٹریچر پر پڑی زندگی اور موت کے بیچ لٹک رہی ہے اور آپ اوپر سے ایسی باتیں کر رہے ہیں جن کا نہ تو سر ہے نہ پیر۔"

الوینہ یکدم ہتھے سے اکھڑ گئ۔

"دیکھیں اگر آپ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ کی بہن بلکل ٹھیک ہو جائے تو آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔۔ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔۔۔۔۔!"

افغال اور الوینہ آئیملک کی بات آتے ہی نرم پڑ گئے اور اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔

پلان کے مطابق وہ لوگ وہاں پہنچ گئے جہاں پہلے سے روزیہ موجود تھی۔

جسی دیکھتے ہی افغال کی بھنویں تن گئیں۔

"اب کیا نیا ڈرامہ رچانے لگی ہو تم۔۔۔۔؟" وہ یک دم غصے میں آ گیا اسے روزیہ کے ساتھ سابقہ ملاقات یاد تھی۔ اس لیے اس کا لہجہ ابھی تک تلخ تھا۔ " اور تم۔۔۔۔۔۔۔تمہیں سب سچ سچ بتانا چاہیئے تھا۔" وہ احد کی جانب مڑ کر اب اسے گھور رہا تھا۔

"او گائز پلیز جیسا آپ لوگ سوچ رہے ہو ویسا کچھ نہیں ہے آپ لوگ صرف ایک میرے ساتھ اندر چلیں مجھے کچھ دیکھانا ہے۔۔۔۔۔۔۔" وہ منت بھرے انداز میں کہہ کر اب منتظر نگاہوں سے انہیں تک رہی تھی۔

افغال اور الوینہ نے ایک بار پھر نظروں کا تبادلہ کیا۔

" پلیز -------الوینہ , افغال ------چلیں , ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ایسا نہ ہو کہیں دیر ہو جائے۔"

وہ دونوں سر ہلاتے اس کی تقلید میں چلنے لگے۔

سبین بیگم گھر پر ہی موجود تھیں اور وہ ان سے پہلے ہی ساری بات کلیئر کر چکی تھی۔

اب ساری کہانی سبین بیگم کی بھی سمجھ میں آ رہی تھی۔ وہ کتنے دنوں سے نمال کو پریشان , مضمحل سا دیکھ رہی تھیں ان کے پھوچھنے پر بھی وہ صاف ٹال جاتا تھا لیکن وہ جانتی تھیں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جو انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے---------- جو آج روزیہ کی صورت ان کے علم میں آئی تھی۔

روزیہ ان سے نمال کے اسٹوڈیو کی چابیاں لے کر اس طرف آ گئ اور لاک کھول کر اندر داخل ہوئی۔

اندر گھپ اندھیرا تھا اور تازہ گلاب کے پھولوں کی خوشبو ان تینوں کے نتھنوں سے ٹکرائی۔

روزیہ نے جب تک لائٹ آن کی تب تک وہ تینوں بھی اندر آ چکے تھے۔

اور کمرہ جیسے ہی روشنیوں میں نہایا تو وہاں موجود ہر چیز واضح ہو گئ۔

الوینہ اور افغال کا حیرت کی زیادتی سے برا حال ہو رہا تھا ۔ جسم سے روح کس طرح نکلتی ہے کچھ ایسا ہی ان دونوں کو محسوس ہو رہا تھا۔

احد کی بھی حالت غیر ہی ہو رہی تھی۔ نمال آج تک اسے محسوس ہی نہیں ہونے دیا۔

چاروں طرف دیواروں پر لگی تصاویر اور ایک بڑے سائز کی سامنے ساحل سمند پر لی جانے والی تصویر دیکھ کر وہ دونوں دنگ رہ گئے , یہ تصاویر اور تازہ گلاب کے پھول چیخ چیخ کر نمال کی بے پناہ محبت کا ثبوت دے رہے تھے ۔

الوینہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ نیچے فرش پر گر سی گئ۔

یہ سب کیا تھا , حقیقت تھی یا کوئی بھیانک خواب------ وہ ٹوٹ رہی تھی بکھر رہی تھی۔

اس کے سارے حسین خواب ایک کچی عمارت کی طرح ڈھے گئے تھے , خاک ہو گئے تھے۔

اس کے خوب رو لینے کے بعد افغال نے جھک کر اسے اوپر اٹھایا اور وہ چپ چاپ اٹھ کر کھڑی ہو گئ۔

پھر افغال کے پوچھنے پر روزیہ نے ساری کہانی اس کے گوش گزار کر دی۔

"گائز! ان دونوں نے بہت قربانی دے لی ہے اب ہماری باری ہے , ہمیں ام دونوں کو ملا دینا چاہیئے وہ دونوں بنے ہی ایک دوسرے کے لیے ہیں پھر ہم کون ہوتے ہیں انہیں الگ کرنے والے۔"

روزیہ نے افسردگی سے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو , ان دونوں نے بہت غلط کیا ہے سب چھپا کر , لیٹ لیسٹ ایک بار تو اپنے لیے سٹینڈ لیا ہوتا ہم لوگ خود ہی پیچھے ہٹ جاتے۔"

الوینہ نے آنسو صاف کر کے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آئی تھنک ! ہمیں جا کر سب کو سچ سچ بتا دینا چاہیئے۔" افغال نے بھی لب کشائی کی۔

وہ سب وہاں سے جلد ہی باہر نکل گئے ۔

ہسپتال پہنچ کر ان سب کو ایک ساتھ دیکھ کر سب سے پہلے نمال نے چونک کر دیکھا۔ از حد پریشانی کے باوجود وہ ان سب کو اکھٹا پا کر اچھنبے میں چلا گیا۔ ان سب میں روزیہ کی موجودگی اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو رہی تھی۔

"تم--------تم یہاں بھی آ گئ ہو , منع کیا تھا نہ کہ آئندہ کبھی بھی مجھے اپنی شکل مت دیکھانا, بہت ہی ڈھیٹ ہو , جو پھر سے بے عزتی کروانے چلی آئی۔"

وہ کڑے تیور لیے اس کے پاس آ کر دبے دبے لہجے میں بولا۔

"ایم سوری ! نمال --------مجھے تمہاری ساری باتیں یاد ہیں اور تمہاری نفرت , تمہارا ری ایکشن بجا ہے لیکن میں یہاں صرف آخری بار ہوں اس کے بعد کبھی تمہیں اپنی شکل نہیں دکھاؤں گی---------آئی پرامس!" وہ نظروں کے ساتھ سر بھی جھکا کر بولی تو وہ باقی کا غصہ اندر ہی اندر دبا گیا کیونکہ وہ وہاں کوئی بھی تماشا کری ایٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آئیملک کی وجہ سے وو ویسے بھی کسی اور طرف دھیان نہیں دینا چاہتا تھا۔

الوینہ ایک خالی بینچ پر بیٹھی سر جھکائے خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔

ارسل نے دیکھا تو فوراً اس کے پاس چلا آیا اور اس کے ساتھ چئر پر بیٹھ گیا۔

"چپ ہو جاؤ انو! تم جانتی ہو نہ میں تمہیں یوں روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا, اللہ نے چاہا ہماری بہت جلد ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔ہوں؟" ارسل نے اس کا دھیان بٹانا چاہا۔

جواب میں الوینہ نے آنسو صاف کر کے ہاں میں گردن کو حرکت دی۔

"صرف آئیملک کی وجہ سے پریشان ہو یا کوئی اور بات بھی ہے؟" ارسل اسے مسلسل آنسو بہاتے دیکھ کر پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"ہاں ہے اور بات جو مجھے ایک پل بھی سکون نہیں لینے دے رہی۔۔۔۔۔۔" الوینہ کھو سی گئ۔

"وہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔بتاؤ؟" ارسل نے بہت روانی سے دریافت کیا۔

"میں جب سے ابی کی زندگی میں آئی ہوں , جب سے ہوش سنبھالا ہے میں نے ابی کو چھپ چھپ کے روتے ہی دیکھا ہے , اسے دوسروں کے لیے ہمہ وقت قربانی دینے کے لیے ہی تیار دیکھا ہے۔ صرف ایک بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک بار بول دیتی , میں نمال سے دور ہٹ جاتی , میں ابی کے لیے اپنی جان بھی دینے سے گریز نہیں کروں گی اور وہ جانتی بھی ہے لیکن پھر بھی اس نے میری خوشی کا خیال رکھا , اپنی خواہشات پر میری خوشیوں کو ترجیح دی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں اتنی سیلفش تو نہیں ہوں ایک بار تو ذکر کر کے دیکھتی میں فوراً اپنی محبت سے دستبردار ہو جاتی۔ نمال کے اسٹوڈیو میں , میں جو کچھ دیکھ کر آ رہی ہوں اس دیوانگی , اس چاہت کے آگے میرا پیار تو کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔اور ابی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے پیار میں اتنی ہی آگے چلی گئ ہے

اسی لیے آج یوں زندگی اور موت سے لڑ رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔" وہ طویل بات کرتی یکدم چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رہ پڑی۔

ارسل اچانک بری طرح چونکا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں کچھ سمجھا نہیں؟"

"نمال اور آئیملک ایک دوسرے سے بہت پہلے پیار کرتے ہیں لیکن انہوں نے ہم سب سے یہ بات چھپائی ہے صرف اس لیے کہ میں نمال سے محبت کرتی ہوں۔" وہ شوں شوں کرتی دھیمے لہجے میں بولی۔

ارسل کے لیے یہ ایک بہت بڑا جھٹکا تھا وہ کتنے ہی لمحے کچھ بول ہی نہ پایا۔

"میں نے ہمیشہ ابی کو ہرٹ کیا ہے میری وجہ سے ہر بار اس کا دل دکھا ہے وہ مصیبت میں پڑی ہے ۔ سلو میں کیسی بہن ہوں یار , مجھے اپنی ہی بہن کے اندر کیا چل رہا ہے پتہ ہی نہیں چل سکا۔ میں اپنی خوشیوں میں اتنی مگن تھی وہ کیا چاہتی ہے کیا نہیں دیکھ ہی نہیں پائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں کتنی بری ہوں ناں!"

الوینہ گلوگیر لہجے میں کہتی سسکیاں بھرنے لگی۔

اس کا سر ارسل کے شانے پر ٹکا تھا اور آنسو اس کے کندھے پر گر کر اس کی بلو شرٹ میں جذب ہوتے رہے۔

جب اس کا خوب رو لینے کے بعد دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تو ارسل نے اس کا سر اپنے کندھے سے اوپر اٹھایا اور اٹھ کر اس کے سامنے فرش پر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

اور بڑے پیار اور نرمی سے اس کے سارے آنسو چن لیے۔

الوینہ خاموشی سے اب اسے یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

اس کے دل و دماغ میں بہت کچھ چل رہا تھا۔

ارسل اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بغور نوٹ کرتا رہا لیکن دانستہ چپ رہا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ الوینہ اس سے کچھ کہنا چاہ رہی ہے۔

چند ثانیے ان دونوں کے بیچ خاموشی حائل رہی۔

"سلو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟" اچانک الوینہ نے اسے پکارا۔

"ہاں انو! بولو۔۔۔۔۔۔میں سن رہا ہوں۔" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

"میری ایک پہلی اور آخری بات مانو گے پھر بھلے کوئی بات نہ ماننا؟" وہ اس کے ہاتھ تھام کر بے تابی سے سوال کرنے لگی۔ ارسل ایک پل کے لیے ٹھٹکا, الوینہ کا لب و لہجہ آج اس کے لیے بلکل نیا تھا۔

"کیوں نہیں, ایک کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج کیا۔۔۔۔۔۔۔۔میں تو تمہاری پہلے بھی ہر بات مانتا تھا اور اب بھی دل و جان سے حاضر ہوں۔" وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لے کر بولا۔

www.classicurdumaterial.com

"سلو ! مجھ سے شادی کرو گے --------؟" وہ بڑے مان سے اسے پرپوز کر رہی تھی اور ارسل اسے تو اپنی سماعت پر یقین ہی نہیں آیا۔

"کیا کہا تم نے----------؟ ایک بار پھر سے کہنا------" وہ پر جوش آواز میں پوچھنے لگا۔

"کیا تم مجھ سے شادی کرو گے ؟" اس نے اپنا سوال دہرایا۔

اور ارسل بس اسے دیکھے گیا وہ پلک بھی جھپکنا نہیں چاہتا تھا۔

"انو! یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے, میرے دل میں تو تم پہلے دن سے موجود ہو , تمہارے علاوہ میں کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا , تم اور میں بنے ہی ایک دوسرے کے لیے ہیں بس تمہیں ہی دیر سے احساس ہوا----------بہرحال ! "دیر آید درست آید"۔

ارسل بڑے جذب سے مسکرا کر بولا۔

"تو پھر میں ہاں سمجھوں ------؟" الوینہ نے بھی مسکرا کر سوال کیا۔

"آف کورس------!"

"تھینکس سلو! میں تم سے پیار تو نہیں کرتی لیکن شادی کے بعد محبت بھی ہو ہی جائے گی ۔ میں ابی کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں , میں بس اسے خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے , میں تمہیں اتنا پیار دوں گا کہ تم بدل جاؤ گی, تم جیسی بھی ہو مجھے قبول ہو۔"

الوینہ اب مطمئن ہو گئ تھی اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور ارسل کی جانب دیکھ کر مسکرا دی جو اب بے حد خوش لگ رہا تھا۔

ان دونوں کا ہاتھ اب بھی ایک دوسرے کی گرفت میں تھا۔

☆☆☆□☆☆☆

ہجر کی شب مری تنہائی پہ دستک دے گی
تیری خوشبو مرے کھوئے ہوئے خوابوں کی طرح

یاد تو ہوں گی وہ باتیں تجھے اب بھی لیکن
شیلف میں رکھی ہوئی بند کتابوں کی طرح

غیر ممکن ہے ترے گھر کے گلابوں کا شمار
میرے رِستے ہوئے زخموں کے حسابوں کی طرح

یہ رات کا نجانے کون سا پہر تھا۔

www.classicurdumaterial.com

حدیر نویرہ کے ہاتھ پر اپنا سر رکھے گہری نیند سو رہا تھا۔

اتنے دنوں کے رتجگوں کے بعد آج اس کی خود بخود ہی آنکھ لگ گئ۔

اچانک اسے لگا جیسے اسے کوئی پکار رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک باریک مدھم سی, جانی پہچانی نسوانی آواز اسے وقفے وقفے سے سنائی دینے لگی۔

اس کی پیشانی پر یک دم ایک ساتھ کئ بل ابھرے , اب آواز پہلے سے صاف سنائی دے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

"حد۔۔۔۔۔۔حدی۔۔۔۔۔۔۔حدیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حدیر۔۔۔۔۔۔۔۔" کوئی بہت تکلیف میں اور بدقت اسے پکار رہا تھا , بلا رہا تھا۔

ٹھیک اسی لمحے اسے اپنے سر کے نیچے کچھ حرکت محسوس ہوئی , اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں اور ہوش بحال ہونے پر نویرہ کے ہاتھ کو بغور دیکھا جو واضح حرکت کر رہا تھا اس کی نیند یک دم اڑنچھو ہو گئ۔

ہاتھ سے ہو کر اس کی نگاہ نویرہ کے کملائے ہوئے چہرے پر پڑی تو اس کے لب نہ صرف ہل رہے تھے بلکہ اس کے نام کا ورد بھی کر رہے تھے۔

"ہاں نوی! تمہارا حدیر ادھر ہی ہے تمہارے پاس۔۔۔۔۔۔۔۔تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔۔۔۔۔"

وہ خوشی و مسرت سے پاگل سا ہوا اور بھاگ کر باہر نکلا۔

ڈاکٹر کو اطلاع ملتے ہی وہ فوراً وارڈ میں داخل ہوئے ۔ نویرہ واقعی حرکت کر رہی تھی ۔
ڈاکٹر نے جلدی سے چیک اپ کیا ۔ نویرہ کی سانس اب اکھڑنے لگ گئ تو ڈاکٹر جو تھوڑی دیر پہلے خوش ہو رہا تھا یک دم تشویش میں مبتلا ہو گیا۔
ڈاکٹر نے ایمرجنسی آکسیجن لگائی ۔ حدیر ابھی بھی اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا لیکن نظریں ہنوز سامنے لگی سکرین پر تھیں جہاں اس کی نوی کی سانسیں ٹوٹ رہی تھیں۔
"نن--------نہیں نوی---------ایسا مت کرو یار----------میں تمہارے بنا زندہ نہیں رہ پاؤں گا پلیز مجھے چھوڑ کر مت جاؤں-------نوی--------"
حدیر آپے سے باہر ہو رہا تھا وہ دیوانہ وار نویرہ کو پکار رہا تھا اس سے باتیں کر رہا تھا۔
ڈاکٹر کے اشارے پر شیرازی اور سمیر بھاگ کر اسے بمشکل سنبھالتے باہر لے گئے۔
ڈاکٹر نے ایک اور سینئر ڈاکٹر کو بھی بلوا لیا۔
حدیر رو رہا تھا --------تڑپ رہا تھا لیکن وہ سب مجبور تھے بے بس تھے جو اس کی تکلیف کو کم نہیں کر پا رہے تھے۔
"ہمیں ابھی کے ابھی کم از کم دو بوتل خون چاہیئے پلیز جلدی سے کہیں سے بھی ارینج کریں ورنہ بہت گڑ بڑ ہو جائے گی۔ ہمارے پاس صرف بیس منٹ ہیں اس دوران مریض ٹھیک بھی ہو سکتا ہے , جان کی بازی بھی ہار سکتا ہے , آپ لوگ پلیز دعا کریں۔"
اچانک ڈاکٹر نے ان کے سر پر آ کر ایک اور دھماکہ کیا۔

"اتنی جلدی اور خون کہاں سے ملے گا۔۔۔۔۔۔؟" شیرازی صاحب نے پریشانی سے ماتھے کو مسلا۔

"ڈاکٹر پلیز مجھے لے جائیں بھلے میری جان چلی جائے لیکن میری نوی کو کچھ نہیں ہونا چاہیئے پلیز۔۔۔۔۔" حدیر ان کی گرفت سے نکلنے کے لیے زور لگا رہا تھا۔

"ایم سوری مسٹر حدیر ! آپ کو پہلے ہی اتنی ویکنس ہو چکی ہے اب مزید ہم آپ کا بلڈ نہیں لے سکتے۔"

ڈاکٹر کہہ کر واپس مڑ گیا۔

لیکن اس کے وارڈ میں داخل ہونے سے قبل ہی سمیر اندر داخل ہوا۔

ڈاکٹر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ میرا بلڈ لے لیں جتنا چاہیے , میرا بلڈ گروپ بھی B پوزیٹو ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ پلیز جلدی کریں۔" وہ تیز تیز لہجے میں بولا تو ڈاکٹر نے اثبات میں گردن ہلائی اور ایک اور اسٹریچر منگوا کر ڈرپ لگا دی۔

کوئی آدھے گھنٹے بعد وہ اب پرسکون ہو گئ تھی , اس کی اکھڑتی سانس اب اعتدال پر آ چکی تھی ۔

"اب نویرہ بلکل ٹھیک ہے , خطرے سے باہر ہے مشکل وقت ٹل گیا ہے, ابھی میں نے سکون آور انجیکشن دے دیا ہے جب ہوش آ جائے تب آپ لوگ مل نویرہ سے مل سکتے ہیں۔

آپ سب کی دعائیں اسے واپس زندگی کی طرف کھینچ لائی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور برخوردار ! تمہاری محبت کی شدت میں اتنی طاقت تھی کہ اللہ کو بھی تم پر رحم آ گیا۔"

ڈاکٹر ہلکے پھلکے انداز میں مسکرا کر بولا اور چلا گیا۔

" بے شک اللہ بڑا غفور رحیم ہے۔" شیرازی صاحب فوراً شکر بجا لائے۔

"مبارک ہو نویرہ کو ہوش آ گیا ہے۔" وہ سب بے چینی سے نویرہ کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہے تھے جب نرس نے آ کر انہیں مسکرا کر خوشخبری دی۔

نویرہ کو ایمرجنسی وارڈ سے نکال کر دوسرے وارڈ میں شفٹ کر دیا۔

جب وہ لوگ پرجوش سے کمرے میں داخل ہوئے تو نویرہ آنکھیں کھولے تکیے کے سہارے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سر پر ابھی ابھی تازہ پٹی کی گئ تھی۔

حدیر والہانہ اس کے قریب گیا اور پہلے ہاتھ پر بوسہ دیا پھر چمکتی پیشانی جو آدھی پٹیوں میں جکڑی تھی پیار کی مہر ثبت کر دی۔

سب کو باری باری دیکھنے کے بعد اس کی نظریں ماموں جان کو ڈھونڈ رہی تھیں تبھی وہ کمرے میں داخل ہوئے تو نویرہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"نہ میری بچی! رونا نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت رو لیا ہم سب نے ۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ کا بہت کرم ہوا ہے ہم پر ۔۔۔۔۔۔۔یوں رو دھو کر اس مالک کی ناشکری نہیں کرنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ سب

بھی سن لو اب کوئی نہیں روئے گا۔۔۔۔اب۔خوشیاں ہی خوشیاں آگے ہوں گیں ۔۔۔۔۔۔انشاءاللہ !"

" شیرازی صاحب نے بڑے رسان اور پیار سے ڈپٹا تو نویرہ ہلکا سا مسکرا دی۔

باقی سب بھی خوش ہو گئے۔

صبح ہو چکی تھی اور یہ "شیرازی خاندان " کے لیے ایک نئ صبح تھی۔

اگلی صبح نویرہ ڈسچارج ہو کر گھر آ گئ تھی۔ ڈاکٹر نے بہت خیال رکھنے کی تنبہہ کی تھی اور سب نے ان۔کی ہدایات پر زور و شور سے عمل اور دیکھتے ہی دیکھتے نویرہ اب بلکل پہلے کی طرح خوش باش اور صحت یاب ہو گئ تھی۔

اسے مکمل ٹھیک ہوتا دیکھ کر حدیر شکرانے کے طور پر سجدے میں تادیر گرا اپنے اللہ کے حضور حاضر رہا۔

☆☆☆💚☆☆☆

شام ہونے کو تھی۔

وہ سب پریشان حال, پژمردہ سے کبھی ادھر چکر کاٹتے کبھی ادھر۔۔۔۔۔۔۔۔ ہر فرد خاموش لبوں سے آئیملک کی زندگی کے لیے دل سے دعا گو تھا۔

"آپ لوگوں میں سے نمال کون ہے مریضہ بار بار یہی نام پکار رہی ہے پلیز جو بھی نمال ہے ہمارے ساتھ چلے ؟" ڈاکٹر بوکھلاہٹ سے اچانک ان کے پاس آ کر بولا۔

نمال جو دیوار کے ساتھ کمر ٹکائے نجانے کن سوچوں میں ڈوبا تھا اپنے نام کی پکار سن کر بری طرح سے چونکا پھر ڈاکٹر کے قریب آ کر بولا۔

"جے میں ہوں نمال۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس کے لہجے میں بے تابی ہی بے تابی تھی۔

وہ جب کمرے میں داخل ہوا تو آئیملک ادھر ادھر سر پھٹک رہی تھی۔ نمال نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

اس کے پیچھے باقی سب بھی اندر داخل ہوا اور نظریں سامنے والے منظر پر ٹکا دیں۔

"ملک۔۔۔۔۔۔۔۔ملک ۔۔۔۔۔میں یہاں ہوں تمہارے پاس ہی۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز آنکھیں کھولو۔۔۔۔۔۔۔۔پلیز ایک بار۔۔۔۔۔۔میرے لیے, باقی سب کے لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

نمال کی جیسے ہی آواز آئیملک کے کانوں سے ٹکرائی اس کی تمام تر حسیات بیدار ہو گئیں وہ آنکھیں کھولنے کی جان توڑ کوشش کر رہی تھی لیکن اس کے سر کا درد اسے ایسا کرنے سے روک رہا تھا۔

وہ سب کی آوازیں بخوبی سن سکتی تھی۔

نمال نے ہمت نہیں ہاری تھی وہ بار بار اسے بلا رہا تھا اپنے جذبات اس پر نچھاور کر رہا تھا باقی سب بھی باری باری کوشش کرنے لگے کے شاید وہ آنکھیں کھول لے لیکن پہلے جیسی ہی بے چین نظر آئی۔

دفعتاً کمرے میں افغال اور ارسل داخل ہوئے ۔

ان کے ساتھ وہی نکاح خواہ اور گواہ موجود تھے۔ سب ہکا بکا یہ ساری سچوایشن دیکھ رہے تھے۔

"مولوی صاحب پلیز نکاح شروع کیجئے ۔" افغال نے نکاح خواہ کو مؤدبانہ کہا ۔

سب اس نئی صورتحال سے اتنا حیران تھے کہ کوئی چاہ کر بھی کچھ نہ پوچھ سکا۔

نکاح خواہ نے آئیملک کے سرہانے نمال کے ساتھ کھڑے ہو کر نکاح پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ جیسے جیسے کاح پڑھ رہے تھے آئیملک اتنی زور زور سے سر مار رہی تھی ۔

بوا دادی, دادو سب نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ یہ سب کیا ہو رہا تھا لیکن نمال سب سمجھ گیا تھا اس نے افغال کی طرف دیکھا تو افغال نے اثبات میں گردن ہلا دی اور پھیکا سا مسکرا دیا ۔

اس وقت وہ جس کڑے امتحان سے گزر رہا تھا وہی جانتا تھا یا اس کا خدا۔۔۔۔۔

"بنتِ جہانگیر ولد جہانگیر علی آپ کو نمال مراد علی ولد مراد علی سے سکہ رائج الوقت بمعہ سات لاکھ حق مہر یہ نکاح قبول ہے؟"

نکاح خواہ نے جب تیسری بار پوچھا تو آئیملک نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں پہلے اطراف میں نگاہیں دوڑائیں پھر سب سے ہوتے ہوئے ایک جگہ رک گئیں ۔ نمال کو دیکھتے ہی اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں یہی حال نمال کا بھی تھا اس نے آئیملک کے ہاتھ پر دباؤ بڑھایا۔ نکاح خواہ نے پھر سے وہی الفاظ دہرائے تو آئیملک نے بے چینی سے سب کی طرف دیکھا سب نے ہاں میں گردن ہلائی ۔

"پلیز ابی ہاں بول دو تمہیں میری قسم۔۔۔۔۔۔۔۔۔اپنی انو کی قسم۔۔۔۔۔۔۔" اس کے سرہانے دوسری طرف الوینہ نے ہاتھ پکڑ کر اس کی ہمت بندھائی , آئیملک کے آنسو اور روانی سے بہنے لگے۔

اس نے نظریں نمال پر ٹکادیں اور آہستگی سے کہا قبول ہے۔۔۔۔۔۔۔تین بار یہی الفاظ کہنے پر سب کی مبارکباد کی آواز آئی ۔ نمال کو سب نے گلے لگایا وہ بے تحاشا خوش نظر آرہا تھا۔

آئیملک مشکل ترین ہلکا سا مسکرا پائی۔

پھر ان سب کے سامنے ارسل اور الوینہ کا بھی آسی طرح نکاح بخیروخوبی پورا ہوا یوں ایک ناممکن کام ممکن میں بدل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔

اللہ نے سچی اور پاکیزہ محبت پر اپنا " کن " کہہ دیا تھا۔

تھوڑی دیر پہلے جو ان سب کے چہروں پر کثافت چھائی تھی وہ چھٹ چکی تھی۔

"جب لڑکا لڑکی راضی تو کیا کرے گا قاضی" کے مصداق بڑے اسی میں خوش اور رضامند ہو گئے۔

وہاں ہی افغال اور حیدر علی نے ساری سچائی ان کے گوش گزار کر دی وہ حیران پریشان رہ گئے ۔

جہانگیر والے راز پر دادو ڈھے سی گئ تھیں ان کے زخم پھر سے تازہ ہو گئے تھے ۔

اس سب کے پیچھے مدیحہ کا ہاتھ تھا وہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں ۔

سب نے آئیملک کی ہمت و حوصلے کو بہت داد دی وہ اکیلی اپنے دم پر اتنی مشکلات کا سامنا کرتی رہی , خود ہی غموں کا بار سہتی رہی صرف اس لیے کہ اس کے آپنوں پر کوئی آنچ نہ آئے۔

"برے کا انجام برا ہی ہوتا ہے --------" مدیحہ کی مثال سب کے سامنے تھی وہ اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔

نمال کو جب پتہ چلا کہ سب کچھ ٹھیک کرنے میں روزیہ کا ہاتھ تھا تو وہ اس کا بہت مشکور ہوا اور دل سے سب کچھ بھکا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔

احد اور روزیہ سب کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل آئے۔

احد گاڑی چکا رہا تھا پھر ایک فلاور شاپ کے پاس گاڑی روک کر وہاں سے گلاب کا تازہ پھول لے کر آیا۔

تب تک روزیہ حیران پریشان گاڑی سے باہر نکل چکی تھی۔

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور پھول روزیہ کے آگے کر دیا۔

"آئی لو یو سو مچ روزی---------- کیا تم مجھ ناچیز کو اپنی زندگی میں برداشت کرنا چاہو گی---------پلیز ہاں بولنا ورنہ میرا ننھا سا دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو جائے گا جو پھر مجھ سے چن چن کر جوڑنے نہیں ہو گا؟"

احد نے شریر پن سے پرپوز کیا اور آخر میں معصوم سا منہ بنایا تو اتنے کیوٹ سے پرپوزل پر روزیہ کھلکھکا کر ہنس پڑی۔ پھر اس نے بڑی ادا سے اس کے ہاتھ سے پھول لے لیا۔

وہ خوشی خوشی وہاں سے روانہ ہو گئے ہاں روزیہ کے دل کے ایک کونے میں کہیں نمال سے بچھڑنے کا درد ابھی بھی تھا۔

☆☆☆❤☆☆☆

شام گہری ہونے کو تھی۔

آج شیرازی ہاؤس میں خوشیوں کی بہار اتری ہوئی تھی۔

گھر میں معمول سے ہٹ کر چہل پہل تھی۔

گھر کے باہری حصے کو فلاورز اور لائیٹنگ کے ساتھ سجایا گیا جبکہ ہال جہاں فضہ کی مہندی کی رسم ہونی تھی "اسپیشل فلورل ارینجمنٹس " سے ڈیکوریٹ کیا گیا۔

نویرہ کاموں میں الجھی گن چکر بنی ہوئی تھی ۔ کوئی اسے کہیں سے آواز لگاتا تو کوئی کہیں سے۔۔۔۔۔۔

اس نے جلدی سے ضروری کام نمٹائے اور ماما (راحیلہ) کو بتا کر تیار ہونے کے لیے بیڈ روم میں جانے لگی۔

پھر کچھ سوچ کر اس نے مڑ کر داخلی دروازے کی جانب دیکھا, جہاں وائٹ کرتا شلوار پر گلے میں پیلا, سبز اور سرخ رنگ کا دوپٹہ گلے میں ڈالے وہ بلکل تیار کھڑا استقبالیہ طور پر آنے والے مہمانوں کو وہ خوش آمدید کہہ رہا تھا۔

حدیر بے حد خوبصورت لگ رہا تھا وہاں موجود ہر لڑکی اسے حسرت بھری نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔

نویرہ کو یک دم اپنی قسمت پر رشک آیا, اس نے نظر بھر کر بڑے استحقاق سے حدیر کو دیکھا اور دیکھتی چلی گئ وہ بھول گئ تھی کہ کیا کام کرنے جا رہی تھی اسی لمحے حدیر نے بھی مڑ کر دیکھا دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں , حدیر نے بڑے دلفریب انداز میں مسکراتے ہوئے نویرہ کو دور سے ہی آنکھ ماری ۔ نویرہ کا دھر ہی منہ کھل گیا وہ شرم سے پانی پانی ہو گئ۔

پھر خجل سی ہوتی کمرے کی طرف تیزی سے بڑھ گئ , اسے اپنے پیچھے حدیر کا باآواز بلند قہقہہ سنائی دیا۔

بیڈ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کی نظر شاپنگ بیگ پر پڑی ۔

"یہ کیا ہے-------؟" اس نے سوچا۔

ہاتھ بڑھا کر بیگ کو الٹایا تو بیڈ پر چیزیں بکھر گئیں۔

ایک بڑے سائز کا ڈبہ اس نے کھولا جس میں ایک خوبصورت سی ڈریس تھی۔

نویرہ نے اسے باہر نکال کر پورا کا پورا بیڈ پر پھیلا دیا۔

بلیک اور پنک کلر کی لانگ فراک جس کے گلے اور گھیرے پر گولڈن کلر کی نفیس سی کڑھائی کنندہ تھی اور کہیں کہیں ایمبرائیڈری کے کام نے فراک کی خوبصورتی کیناضافہ کر دیا تھا۔

فراک دیکھ کر نویرہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

یہ وہی فراک تھی جو نویرہ نے فضہ کی شادی کی شاپنگ کے دوران ایک شاپنگ مال میں دیکھی تھی اس کا بہت دل تھا لینے کا لیکن جھجھک آڑے آ گئ حالانکہ وہ ماما سے کہتی تو وہ ضرور لے کر دیتیں۔ اسے یہ فراک بے حد پسند آئی تھی لیکن وہ اس دن حدیر سے نہیں کہہ پائی اور آج یوں وہی ڈریس اپنے سامنے دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا۔

دفعتہً اس کی نظر جیولری کیس پر پڑی , یہ وہی کیس تھی جو حدیر نے شادی کی رات ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی تھی۔ جسے اس نے بغیر دیکھے ہی ٹیبل کی دراز میں ڈال دی تھی۔

"ٹو مائی پرنسز نوی --------

فرام یور حادی!"

اس مخملی ڈبیہ کے اوپر لگی چٹ پہ خوبصورت سی تحریر پڑھ کر اسے خوشگوار سی حیرانی ہوئی۔

ریڈ کلر کی مخملی ڈبیا کو کھولا جس میں آف وائٹ موتیوں سے مزیّن ڈائمنڈ کا سیٹ جگمگا رہا تھا , نویرہ کی آنکھیں چندھا گئیں ,

اس نے پہلے کبھی اتنی خوبصورت اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی جیولری نہیں دیکھی تھی۔

دھیرے سے مسکراتے ہوئے وہ کپڑے اٹھائے وہ واش روم میں گھس گئ۔

تقریباً پانچ دس منٹ بعد وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی ۔ ہلکا سا میک اپ کرنے کے بعد اس نے بالوں کو فولڈ کر کے کلچ لگا دیا۔

آئینے میں اپنے عکس کو بغور دیکھتی وہ گہری سوچ میں گم ہو گئ۔

ماما(راحیلہ) نے اسے بتایا تھا کہ حشمت علی نے اپنی گھر کام کرنے والی عورت کی بیٹی کے ساتھ بھی زیادتی کی تھی وہ غریب تھی اس لیے اپنی منہ چھپا کر اپنی بیٹی کو لے کر کہیں روپوش ہو گئ تھی لیکن وہاں کام کرنے والی دو اور نوکرانیوں نے اپنی آنکھوں سے سارا واقعہ دیکھا تھا اور پاپا اور ان کے بات کرنے پر وہ رضامند بھی ہو گئیں , شیرازی صاحب نے اپنے ذرائع استعمال کر کے اس عورت اور بیٹی کو بھی ڈھونڈ نکالا تھا یوں ان کو بھی انصاف مل گیا اور حشمت علی بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا , اسے عمر قید ہو گئ اب وہ پل پل وہاں جیل میں سڑے مرے گا یہ سوچ کر ہی نویرہ کے تن بدن میں سکون اتر جاتا تھا۔

"ضروری نہیں ہر بار ابنِ آدم کی ہی جیت ہو۔ بنتِ ہوا کی کورٹ سے راکٹ کی شاٹ پر شٹل کاک اڑتی ہوئی ابنِ آدم کی کورٹ میں آ گری تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابنِ آدم فاؤل ہو چکا

تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہار چکا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور بنتِ حوا کو اس کی جیت کا عندیہ دے دیا۔ نویرہ نے سوچتے ہوئے ایک گہری سانس لی۔

"اتنے خوبصورت بالوں کو باندھ کر رکھنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان پر بھی ظلم ہو گا اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھ غریب پر بھی۔"

عقب سے ابھرتے حدیر کے عکس کو دیکھ کر وہ چونکی۔

کلچ اتارنے کی دیر تھی , اس کے لمبے گھنے سلکی بال کسی آبشار کی طرح کمر پر بکھر گئے۔

"اے بیوٹی فل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یو آر لکنگ سو بیوٹی فل۔۔۔۔!!" حدیر کہنے کے ساتھ ہی بے اختیار اس کی طرف جھکا تو وہ جھینپ گئ۔ اس کا چہرہ شرم و حیا کی لالی سے کندھاری انار کی طرح سرخ ہو گیا۔

"تھینکس۔۔۔۔۔۔۔۔!!" نویرہ نے ایک نظر حدیر کی طرف دیکھا جو سینے پر ہاتھ باندھے اسے ہی تک رہا پھر انگشت شہادت سے نویرہ نے اپنی ڈریس کی جانب اشارہ کیا۔

"ارے پگلی ! اس میں تھینکس والی کیا بات ہے یہ تو میرا فرض تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈیٹس اٹ!!"

وہ دلکشی سے مسکرا دیا اور نویرہ کو وہ مسکراہٹ دنیا جہان کی چیزوں سے زیادہ قیمتی اور حسین لگی۔

"نوی----------" حدیر کے پکارنے پر اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو حدیر اس کے اور قریب آ گیا۔ " میں بہت کم وقت میں تم سے بے پناہ محبت کرنے لگا ہوں--------مجھے پھر کبھی چھوڑ کر جانے کا نہ سوچنا , تم ہمیشہ میرے پاس رہو گی----------رہو گی نا نوی؟"

حدیر اس کے دونوں ہاتھ پکڑے چہرہ اس کے بالوں کے پاس لے گیا اور کان میں دھیمے سروں میں سرگوشی کی , نویرہ کا رواں رواں حدیر کی محبت میں ڈوبنے لگا۔

" حادی ! تمہاری نوی تمہیں چھوڑ کر کبھی نہیں جائے گی , کبھی بھی نہیں ---------وہ مر تو سکتی ہے لیکن اپنے حادی سے دوری کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔"

وہ بڑے جذب سے بولی۔

حدیر نے اپنی سابقہ پوزیشن میں آیا۔

نویرہ ابھی تک مسکرا رہی تھی اور اس کے نچلے ہونٹ کا تل بھی مسکرا اٹھا----------حدیر بنا پلک جھپکے اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

دسمبر, نیا موسم اور نیا سال -------اس کے کیے ڈھیر ساری خوشیاں اور مسرتیں لیے منتظر کھڑا تھا۔

اس کی زندگی میں نئے موسم کی سحر ہو چکی تھی ----------

اسی لمحے ہال میں سے اسٹیریو پہ خوبصورت سا گیت بجنے لگا۔

"جسے زندگی ڈھونڈ رہی ہے کیا یہ وہ مقام میرا ہے

یہاں چین سے بس رک جاؤں کیوں دل یہ مجھے کہتا ہے

جذبات نئے سے ملے ہیں جانے کیا اثر یہ ہوا ہے

اک آس ملی پھر مجھ کو جو قبول کسی نے کیا ہے

کسی شاعر کی غزل جو دے روح کو سکوں کے پل

کوئی مجھ کو یوں ملا ہے
جیسے بنجارے کو گھر----------
نئے موسم کی سحر یا سرد میں دو پہر
کوئی مجھ کو یوں ملا ہے
جیسے بنجارے کو گھر----------"

www.classicurdumaterial.com

☆☆☆❤☆☆☆

ولیمے اتنا شاندار اور بھرپور طریقے سے ہوا تھا کہ ہر دیکھنے والی آنکھ خیرہ ہو گئ تھی۔
لوگوں نے انگلیاں اپنے دانتوں تلے دبا لی تھیں۔
آئیملک اور نمال , ارسل اور الوینہ ----------دونوں کپلز اسٹیج پر برجمان کسی اور ہی جہان کے شہزادے اور شہزادیاں لگ رہے تھے۔
ولیمے کے اختتام پر جب سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ ان کی پہلی رات تو ہوسپٹل میں ہی گزر گئ ایک انوکھی شادی ہوئی تھی۔
تب الوینہ بھی ارسل کے ساتھ اس کے گھر میں آج اس کی شریکِ حیات کی حیثیت سے قدم رکھ چکی تھی۔ سعدیہ پھوپھو اور ارسل نے اتنا بھرپور انداز میں اس کا استقبال کیا تھا کہ وہ بچوں کی طرح خوش ہو گئ۔
کمرے میں آتے ہی الوینہ نے ارسل کو بیڈ پر دھکیلا اور کمرے کو لاک لگایا۔
"الہی خیر! شادی کی پہلی رات ہی یہ لڑکی تو ہٹلر بن گئ ہے میرا آگے کیا بنے گا۔"
وہ معصومیت سے منہ بسور کر بولا تو الوینہ کی ہنسی چھوٹ گئ۔

"تمہارا قورمہ بنے گا اور چٹاچٹ کھا جاؤں گی۔" وہ غائبانہ چٹخارہ لے کر بولی جیسے واقعی اس کے آگے قورمے کی ڈش پڑی ہو۔

" ہاہ ------ تم سے یہی امید کی جاسکتی ہے۔" وہ مصنوعی بے چارگی سے بولا۔

"زیادہ بھولے بادشاہ بننے کی ضرورت نہیں ہے سیدھی طرح میرا منہ دکھائی کا تحفہ میرے حوالے کرو۔"

الوینہ نے اسے گریبان سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

"نہیں دوں گا ------"

"کیوں ------وجہ----"

"تم نے اپنے مجازی خدا کی شان میں گستاخی کی ہے پہلے دھکا دے کر اور اب اس کا گریبان پکڑ کر بھئ لڑکوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی کیا----" ارسل اپنی شرٹ ٹھیک کر کے قدرے پرے ہٹ کر بولا۔

"نا یہ تم لڑکیوں کی طرح کیوں شرما رہے ہو؟ " الوینہ نے اسے پھر گھورا جانتی تھی وہ اس لڑکیوں کے معاملے میں بڑا شرمیلا ٹائپ تھا اور الوینہ کو اس کی ٹانگ کھینچنے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔

پھر ان دونوں کے درمیان جو دھماچوکڑی مچی ------اگر کوئی دیکھ لیتا تو انگلیاں دانتوں تلے دبا لیتا---------یا دیوار میں سر مار کر پھوڑ لیتا کہ شادی کی پہلی رات کون ایسی حرکتیں کرتا ہے---------

مسکاتا یہ چہرہ

دیتا ہے جو پہرہ

جانے چھپاتا کیا دل کا سمندر

اوروں کو تو ہر دم دیتا ہے سایہ

وہ دھوپ میں ہے خود مگر

چوٹ لگی ہے اسے پھر کیوں

محسوس مجھے ہو رہا ہے

دل تو بتا دے کیا ہے ارادہ تیرا

میں پرندہ بے صبر

تھا اڑا جو دربدر

کوئی مجھ کو یوں ملا ہے

جیسے بنجارے کو گھر

نئے موسم کی سحر

یا سرد میں دو پہر

کوئی مجھ کو یوں ملا ہے

جیسے بنجارے کو گھر----------

کمرے میں آتے ہی اس کی نظر سنگھار میز کے سامنے کھڑی آئیملک پر پڑی جو جیولری اتارنے میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔

"اوہ ہو-------لاؤ میں مدد کردیتا ہوں , ان کی اتنی مجال جو میری ملک کو پریشان کریں--------" نمال اس انداز میں بولا کہ آئیملک کی تو ہنسی چھوٹ گئ۔

ہمم -------پہلے ہم چوڑیاں اتاریں گے------" نمال کی بات پر آئیملک نے فرمانبرداری سے سر دائیں بائیں ہلا دیا۔

وہ اس کے قریب آیا-------- اتنا قریب کے آئیملک کو سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔

نمال نے دونوں ہاتھ آئیملک کے شانوں پر جمائے اور آہستگی سے نیچے لانے لگا ۔ آئیملک اس کے لمس سے پگھل رہی تھی۔

سب سے پہلے نمال نے آئیملک کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ان پر پیار کی پہلی مہر ثبت کی پھر آرام آرام سے بہت احتیاط سے اس کی چوڑیاں اتر کر سنگھار میز پر

رکھیں۔۔۔۔۔۔۔ پھر بہت پیار سے اور نرمی سے اس کے بڑے بڑے جھمکے اتار کر میز پر رکھے۔

ماتھا پٹی اتانے سے پہلے نمال نے اپنے لب آئیملک کی خوبصورت سی پیشانی پر رکھ دیئے ۔ اور پھر باقی ماندہ جیولری بھی الگ کر دی۔

پھر نمال نے ایک جیولری کیس کھولا اور اس میں سے نہایت خوبصورت اور پیارا سا پینڈنٹ جو دل کی شکل میں تھا اور اس میں نمال اور آئیملک دونوں کی تصویر لگی تھی آئیملک کی صراحی دار سفید دودھیا گردن کی زینت بنا دی۔

پھر اس کا رخ اپنی جانب موڑ لیا۔

"تم میری پہلی اور آخری محبت ہو ملک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کبھی کبھی میں حیران ہوتا ہوں کہ میں جو لڑکیوں سے کوسوں دور بھاگتا تھا کسی لڑکی کے پیار میں اتنا پاگل بھی ہو سکتا ہوں۔۔۔۔۔۔ لیکن ایسا ہی ہے , میری محبت اتنی پاکیزہ اور سچی ہے کہ میں دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی تمہارا ہی ساتھ چاہوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میری ملک صرف میری ہے اس پر صرف اور صرف میرا حق ہے, اسے مجھ سے کوئی الگ نہیں کر سکتا۔" وہ بڑے دلکش انداز میں کہتا اس کے سر کے ساتھ سر ٹکا گیا۔

"ملک۔۔۔۔۔۔" نمال نے اسے بند آنکھوں سے پکارا۔

"ہوں۔۔۔۔۔۔"

"مجھے کبھی تنہا مت چھوڑنا۔۔۔۔۔۔"

"تم بھی۔۔۔۔۔۔۔۔"

"تم ہمیشہ میری نظروں کے سامنے رہنا , تم نظر نہ آؤ تو میری سانس رکنے لگتی ہے۔۔۔۔۔"

"میری بھی۔۔۔۔۔۔۔۔ نومی میں ایک پل بھی تمہارے بنا نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت تڑپی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت درد سہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اب اور نہیں۔۔۔۔۔"

وہ دونوں نجانے کتنی دیر تک ایک دوسرے میں مگن , آنکھیں موندے , ایک دوسرے سے سر ٹکائے اعترافِ محبت کرتے رہے۔

ان کی محبت کی سچائی اور دیوانگی دیکھ کر غم بھی وہاں سے چوروں کی طرح منہ چھپا کر چلتے بنے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہاروں کے سارے رنگ آج کی رات اس خواب گاہ میں اتر آئے تھے۔

"جیسے کوئی کنارہ دیتا ہو سہارا

مجھے وہ ملا کسی موڑ پر

کوئی رات کا تارا

کرتا ہو اجالا

ویسے ہی روشن کرے وہ سحر

درد میرے وہ بھلا ہی گیا

کچھ ایسا اثر ہوا

جینا مجھے وہ پھر سے سکھا رہا

جیسے بارش کر دے تر

یا مرہم درد پر

کوئی مجھ کو یوں ملا ہے

جیسے بنجارے کو گھر

نئے موسم کی سحر

یا سرد میں دوپہر

کوئی مجھ کو یوں ملا ہے

جیسے بنجارے کو گھر---------

----------ختم شد----------

Classic Urdu Material